ہماری ویب ڈیجیٹل بک

حق نواز جیلانی

HAQ NAWAZ JILLANI

ہماری ویب پر شائع شدہ تحریروں کا مجموعہ

E-BOOK SERVICES

Collection of Published Articles
By "Haq Nawaz Jillani"
at Hamariweb.com

عمران خان کے 6 نکاتی تعلیمی پلان مگر۔۔۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں تعلیمی کی اہمیت و افادیت کا کردار اہم ہوتا ہے۔ قوموں اور مالکوں کی تعمیر و ترقی میں تعلیم کی اہمیت اپنی جگہ لیکن تمام مذاہب اور بالخصوص اسلام نے علم و تعلیم کی اہمیت پر اس قدر زور دیا ہے کہ علم حاصل کرنا سب مسلمان مرد و عورت پر فرض قرار دیا تاکہ ایک مسلمان اپنے 24 گھنٹے کی زندگی آسانی کے ساتھ گذار سکیں۔اسلام سے پہلے دور میں جتنے بھی مذاہب آئے ہیں، وہ عیسائیت ہو یا یہودیت کسی بھی مذہب میں علم و تعلیم کو یہ اہمیت نہیں ملی جو اسلام اور اللہ کے آخری کتاب قران نے دی ہے۔ علم و تعلیم کے اس اہمیت کا بنیادی مقصد اللہ کو پہچانا اور اللہ کی زمین پر انسانیت کے کام آنا۔آپؐ کی پوری زندگی اور لاکھوں احادیث سے جو سبق ملتا ہے وہ بھی تعلیم و علم کا ہے۔ ان تعلیمات پر جب تک مسلمانوں نے عمل کیا تو وہ تاریخ میں سب سے بڑے علم طب، علم فلکیات اور کیمیادان سے لیکر علم ارضیات و سیاسیات تک سب کارنامے کیے۔ جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا آج بھی ان پر تحقیق ہو رہی ہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے علم و تحقیق کو چھوڑا تو ان کے ہاتھ سے علم کے وہ دیے بھی گرگئے جس کی بدولت انہوں نے پوری دنیا پر حکمرانی کی اور انسانوں کو انسانیت کا درس دیا۔ آج مسلمانوں کی

زوال اور ناکامی کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ ہم نے تعلیم و علم کو چھوڑا دیا۔ اسلام اور قرآن نے جو درس مسلمانوں کو 14 سو سال پہلے دیا تھا آج سائنس و ٹیکنالوجی اسکو دریافت کر رہی ہے۔ آج کی سائنس ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ بیٹھ کر پانی پئیو اور کھانا کھاؤ تاکہ بیماریوں سے بچ سکوں جبکہ یہ تعلیم اللہ کے نبیؐ نے ہمیں 14 سو سال پہلے بتائی ہے۔ ایسی ہزاروں مثالیں موجود ہے جسے معلوم ہوتا ہے کہ آج کی ترقی کا ذکر قران نے ہمیں پہلے بتایا ہے اور سائنس آج بتا رہا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ مسلمانوں نے علم و تعلیم کو چھوڑ دیا تو کافروں نے اس علم پر تحقیق شروع کی۔ مغرب نے دنیا پر حکمرانی کرنا بھی اپنے علم و ٹیکنالوجی کی وجہ سے کی اور مسلمانوں کو محتاج بھی بنایا۔ مسلمانوں کی دوسری بدقسمتی یہ ہوئی کہ جو حکمران بھی آئیں انہوں نے اپنے کھوئے ہوئے علم میراث کو تلاش کرنے کی بجائے مزید تباہی کی طرف لیجائے گئے۔ یہی مسلہ ہمارے خطے برصغیر پاک و ہند کے ساتھ بھی پیش آیا۔ انگریز نے سب سے پہلے مسلمانوں سے ان کا ایک تعلیم نظام چھین لیا، اس کے بعد سے زوال شروع ہو کر دین و دنیا کاالگ الگ پیمانہ بنایا۔ غریب و امیر میں فرق پیدا کرکے طبقاتی نظام رائج کیا۔ مختصراً یہ کہ آج ہمارے ملک میں کئی نظام تعلیم موجود ہے۔ ایک طرف انگریزی میڈیم سکول سسٹم ہے جس میں مزید آگے سسٹم موجود ہے۔ ایسا ہی اُردو میڈیم سکول سسٹم کا حال ہے۔ چاروں صوبوں میں مختلف نصاب پڑھایا جاتا ہے جس نے پوری

قوم کو مزید تقسیم کیا۔ پرائیویٹ سکول سسٹم کے تحت ہر محلے اور گلی میں الگ الگ نصاب پڑھایا جاتا ہے۔ یہی پوزیشن دینی مدرسہ تعلیم کا ہے۔ اس نظام میں بھی تین چار قسم کا نصاب تعلیم پڑھایا جاتا ہے۔ موجودہ نظام تعلیم پاکستان کو مزید تباہی و بربادی کی طرف لے جارہا ہے۔ علم و ٹیکنالوجی کی صدی اور ایک ایٹمی ملک ہونے کے ناطے یہ انتہائی ضروری ہے کہ اس تباہی میں قوم کو مزید نہ دھکیلا جائے اور قوم کو سرکس کے شیر بننے سے روکا جائے۔ تحریک انصاف اور عمران خان کے طرز سیاست سے لاکھ اختلاف سہی اوران پر تنقید بھی۔ مگر عمران خان نے اپنے پارٹی کے انتخابی منشور میں جن 6 نکات کا ذکر کیا ہے اگران نکات پر عمل ہوتا ہے تو ملک کی تقدیر بدل سکتی ہے۔ مسلم لیگ ن ، جماعت اسلامی سمیت تمام سیاسی جماعتوں کو ان نکات پر غور کرنا چاہیے اوراس کو اپنے پارٹی منشور کا حصہ بنانا چاہیے۔ تمام سیاسی جماعتوں کو عملی طور پر تعلیمی ایمرجنسی پلان کا اعلان متفق طور پر ہونا چاہیے۔ سیاسی جماعتوں کا ایک دوسرے سے اختلافات اپنی جگہ لیکن عوام کا بنیادی حق جو کہ تعلیم ہے ان پر سب جماعتوں کو متفق ہونا چاہیے۔ ملک کا سب سے بڑا مسلہ ایک نظام تعلیم کا ہے جس نے مختلف طبقات کو جنم دیا۔ پوری قوم کی سوچ اور فرقہ پرستی کا خاتمہ بھی ایک نظام تعلیم سے ممکن ہے۔ ایک نظام تعلیم سے قوم کی سوچ بھی ایک جیسی ہو سکتی ہے۔ شیعہ سنی لڑائی یا بریلوی دیوبندی اختلافات ، وہابی یا اہلحدیث کی سوچ اور اختلافات کم ہو

سکتے ہیں۔ تعلیم کے نام پر اپنے بچوں کے ساتھ جو ظلم و زیادتی ہم کر رہے ہیں وہ ایک الگ کہانی ہے۔ ہم اس نظام تعلیم سے بچوں کو انگریز کا غلام بنانے کا درس بچپن سے دینا شروع کر دیتے ہیں۔ ستم یہ ہے کہ پوری دنیا میں بچوں کو مادری زبان میں تعلیم دی جاتی ہے اور ہم نے بچوں کی ذہنی صلاحیتوں کو تباہ کرنے اور انہیں ذہنی مریض بنانے کیلئے بیک وقت تین زبانوں میں تعلیم دے رہے ہیں۔آج تعلیمی نظام کا حال یہ ہے کہ طلباء صرف ڈگریاں لے رہے ہیں۔ نظام تعلیم میں علم و تحقیق سے کوئی لگاؤ نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آج ملک میں کوئی بھی سسٹم ایک اچھی اور مکمل تعلیم دینے کا دعوی نہیں کر سکتا۔ایک سسٹم انگریز کا غلام بنا رہا ہے تو کوئی صرف ''ا'' اور ''ب ''کا درس دے کر ذمہ داری پوری کر رہا ہے۔اس سے آگے نہیں سکھایا جاتا کہ'' ا'' سے اللہ بنتا ہے تو ''ب'' سے بسم اللہ جس میں پوری دنیا و دین کی سچائی چھپی ہوئی ہے۔ حکومتی سطح پر ظلم یہ ہے کہ سرکاری سکول میں پڑھنے والا بچہ صرف کلرک بننے کا سوچتا سکتا ہے جبکہ نہ ہی آگے آ سکتا ہے۔ یہ ہیں پاکستانی تعلیم نظام جس نے پوری قوم کو سر کس کا شیر بنا دیا ہے۔آج اگر ہم نے طبقاتی نظام تعلیم کو ختم نہ کیا تو مستقبل میں خون خرابے کا بازار مزید گرم ہوگا۔ضرورت اس بات کی ہے کہ جو بھی پارٹی الیکشن کے بعد حکومت بناتی ہے وہ ایک نظام تعلیم کا ایجنڈا لے کر آگے بڑھیں۔ عوام بھی الیکشن میں ان جماعتوں کو ووٹ دیں جو ملک میں غریب و امیر مولوی و جنٹلمن کا سسٹم ختم

کرکے سب کیلئے ایک نظام تعلیم لیکر آئے۔ عمران خان اور تحریک انصاف کو بھی اپنے اس وعدے کو یاد رکھنا چاہیے کہ ملک کے تعلیمی بجٹ میں اضافہ کریں گے اور طبقاتی نظام تعلیم کا خاتمہ کرکے یکساں نظام تعلیم اور یکساں نصاب نافذ کریں گے لیکن اگر تحریک انصاف کی حکومت نہیں بنتی تو پھر کیا ہوگا۔۔۔ مگر دیکھنا اب یہ ہے کہ آنے والی حکومت کی ترجیحات میں کیا شامل ہے۔

قومی منظر نامہ

بنوں میں ایف سی کے 22 اہلکاروں کی شہادت۔۔۔ پشاور میں تبلیغی مرکز میں بم دھماکہ ہوا جس میں دس افراد شہید اور 60 کے قریب لوگ زخمی ہوئے جبکہ پہلی بار تبلیغی مرکز کو نشانہ بنایا گیا۔ سکیم چوک میں واقع ورکشاپ میں دھماکے سے 8 افراد جان سے گئے۔ جی ایچ کیو کے قریب آر اے بازار راولپنڈی خودکش حملے میں 15 جاں بحق جبکہ بلوچستان کے ضلع مستونگ میں زائرین کی بس کو دھماکے سے اڑ یا گیا جس کے نتیجے میں 28 لوگ شہید ہوئے۔ پاکستان کے معاشی حب کراچی میں معروف عالم دین اور جمیعت علماء اسلام (س) کے سیکرٹری جنرل مفتی عثمان یار خان کو اپنے دو ساتھیوں سمیت قتل کیا گیا اور پولیوں کی ٹیم پر حملے میں تین ارکان بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ باقی چھوٹے چھوٹے بم دھماکے اور ٹارگٹ کلنگ کراچی میں معمول کی بات ہے۔

یہ سب کچھ ایک ہفتے کے اندر اندر ہوا۔ دہشت گردوں نے چاروں صوبوں میں اپنی موجودگی اور پوزیشن کو واضح کیا۔ ان واقعات اور حالات کی وجہ سے مذاکرات کی بات کرنے والی سیاسی جماعتیں اور وفاقی حکومت کے موقف میں تبد

یلی نظر آئی۔ آل پارٹیز کانفرنس جو نو ستمبر 2013 کو اسلام آباد میں منعقد کی گئی تھی جس میں وفاقی حکومت کو مذاکرات کا مینڈیٹ ملا لیکن حکومت نے کوئی فیصلہ نہیں کیاکہ کرنا کیا ہے بلکہ وہی پالیسی جاری ہے جو پیپلز پارٹی حکومت کی پالیسی تھی۔ وفاقی حکومت کی مذاکرات پر ابہام کی وجہ سے حالات مزید خراب ہو گئے۔ وہ قوتیں کامیاب ہوئی جو مذاکرات کو ناکام بنانا چاہتی تھی۔

گزشتہ دنوں اسلام آباد میں ایک اعلی سطحی اجلاس منعقد ہوا جس میں سیاسی و عسکری قیادت نے فیصلہ کیاکہ شرپسندوں کے مکمل خاتمہ کے لئے جامع اقدامات کرنے ہوں گے۔ عسکری قیادت کی جانب سے باور کرایا گیاکہ پاک فوج ہر قسم کی آپریشن کے لئے مکمل طور پر تیار ہے جبکہ وزیر اعظم نواز شریف نے کہا ہے کہ دشمنوں نے پاکستان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا ہے۔ کونسے دشمنوں نے اعلان جنگ کا اغاز کیا، یہ واضح نہیں کیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ بنوں حملے کے بعد پاک فوج کی جانب سے شمالی وزیرستان میں جٹ جہازوں اور گن شپ ہیلی کاپٹر سے بمباری کی۔ سکیورٹی فورسز کی کارروائیوں سے شدت پسندوں کی کئی ٹھکانے تباہ کیے گئے۔ شدت پسندوں کے خلاف حالیہ ٹارگٹڈ آپریشن میں 60 سے زائد شدت پسند مارے گئے ہیں۔ رپورٹس کے مطابق دہشت گردی کے خلاف اس آپریشن میں بہت سے ازبک اور جرمن دہشت گرد بھی مارے گئے ہیں۔

تجزیہ کاروں کے مطابق حالیہ اقدامات طالبان کو دباؤ میں لانے کے لئے کیے گئے ہیں ۔جس کی وجہ سے طالبان کی جانب سے مذاکرات کی بات کی جارہی ہے کہ طالبان بامقصد مذاکرات کے لئے تیار ہیں اور حکومت کو سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ اگر طالبان واقعی مذاکرات کے حامی ہے اور پاکستان میں امن چاہتے ہیں تو ان اپنی پالیسی تبدیل کرنی پڑے گی ۔ بم دھماکوں اور خود کش حملوں کے درمیان مذاکرات ممکن نہیں۔طالبان کو اگر وطن اور مسلمانوں سے محبت ہیں تو غیروں کے آلہ کار بننے کے بجائے پاکستانی بناپڑے گا۔دوسری طرف جے یوآئی (س) کے سیکرٹری جنرل مفتی عثمان کو بھی اسلئے ٹارگٹ کیا گیا کہ حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات میں رابطہ کار کا کردار ادا کر رہے تھے ۔ موجودہ حکومتی پالیسی میں تبدیلی کو مد نظر رکھتے ہوئے مولانا سمیع الحق نے حکومت پر اپنی بے اعتباری ظاہر کی اور مذاکرات سے علیحدگی کا اعلان کیا کہ حکومت سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کر رہی ہے۔

پاکستان کی موجودہ صورت حال پر ہر ذشعور انسان پریشان اور غمگین ہے۔ چاروں صوبوں میں دہشتگرد موجود ہے ۔جب اور جہاں چاہے کارروائی کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بھی صوبے کے پاس دہشت گردوں کے عزائم کو ناکام بنانے کے لئے حکمت عملی موجود نہیں،۔ہر صوبہ اپنی پالیسی اور پلاننگ پر کارفرما ہے۔ خیبر پختو نخوا جو دہشت گردوں کا فرنٹ لائن صوبہ ہے مسلسل بم دھماکوں

اور خود کش حملوں نے لوگوں کو پریشان اور ذہنی مریض بنایا ہے۔ صوبے میں موجود پاکستان تحریک انصاف کی حکومت وفاقی حکومت پر پریشر ڈالی رہی ہے کہ صوبے کے ساتھ امتیازی سلوک بند کیا جائے اور دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پختونخوا حکومت کے ساتھ تعاون کیا جائے۔ صوبے کے عوام کا حکومت سے مطالبہ ہے کہ جس طرح بھی ہو لیکن امن قائم ہونا چاہیے۔ مبصرین کے مطابق پاکستان کے خلاف چاروں طرف سے دشمن حملے کر رہا ہے۔ اندرونی اور بیرونی سطح پر پاکستان کے خلاف جنگ جاری ہے لیکن بد قسمتی سے صوبوں اور مرکزی حکومت کے درمیان تعاون مو جود ہے اور نہ ہی سیاسی جماعتوں میں ہم آہنگی پائی جاتی ہے۔

موجود حکومت کے اٹھ ماہ گزرنے کے باوجود کوئی واضح پالیسی سامنے نہیں آئی۔

اسلام آباد میں ہونے والے اے پی سی کو پانچ ماہ گزر چکے ہیں، جس میں تمام سیاسی جماعتوں نے حکومت کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور مذاکرات کرنے پر متفق ہو گئے تھے لیکن پانچ ماہ گزرنے کے باوجود حالات جوں کے توں ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو چکے ہیں۔ وفاقی حکومت سے عوام مایوس ہو چکی ہے۔ وفاقی حکومت کی گومگو پالیسی نے غیر یقینی صورت حال پیدا کر رکھی ہے۔ تجز یہ کاروں کے مطابق موجود حکومت کی پالیسی اسی طرح جاری رہے گی، جب تک افغا نستان سے امریکی

انخلاء شروع نہیں ہوتا اور امریکا خطے سے جانہیں جاتا۔ وفاقی حکومت، پاکستان تحریک طالبان کے خلاف واضح پالیسی امریکی اور نیٹو ممالک کی انخلاء کے بعد بنائے گی، کہ قبائلی علاقوں میں شدت پسند لوگوں کے خلاف کس طرح کا آپریشن کرنا ہے، اس وقت تک حالات ایسے ہی رہیں گے۔

عام انتخابات میں عوام نے جو توقعات نئی حکومت سے وابستہ کر رکھی تھی اب اٹھ ماہ بعد وہ امیدیں حکمرانوں سے ختم ہو کر مایوسی میں تبدیل ہوچکی ہے۔ایک طرف لوگوں کی جان ومال محفوظ نہیں تو دوسری جانب بے روزگاری اور مہنگائی کی وجہ سے عام لوگوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہے۔ جس طرح ن لیگ کی حکومت دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کنفوژن کا شکار ہے،اسی طرح عوام کے لئے روزگار، انرجی بحران، مہنگائی کو قابو کرنے میں بھی ناکام ہو رہی ہے۔ حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ بجلی گیس، پٹرول کی قیمتیں 20 سے 40 فی صد تک اٹھ ماہ کے مختصر عرصے میں بڑھا دی، گئی ہے۔ معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ اگر حکومت وقت نے نوٹ چھاپنا بند نہیں کیا تو ملک میں غربت اور مہنگائی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

ماہرین کے مطابق گڈ گورنس کا نعرہ لے کر ن لیگ کی حکومت نے اقتدار سنبھال تھا لیکن نئی حکومت دہشت گری سمیت معاشی محاذ پر بھی ناکام رہی۔ اپوزیشن

لیڈر خورشید شاہ نے بھی وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ جلد از جلد فیصلہ کیا جائے کہ حکومت مذاکرات چاہتی ہے یا آپریشن ، ہماری پارٹی حکومت کے ساتھ کھڑی ہو گی۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق پی ٹی آئی کے چیئرمین عمران خان نے بھی اپنی پالیسی میں حالیہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے لچک کا مظاہرہ کیا ہے کہ طالبان کے خلاف آپریشن پر اعتماد میں لیا جائے اور تحریک انصاف ہر حال میں فوج کے ساتھ کھڑی ہو گی۔ سیاسی تجزیہ کار عمران خان کی اس بیان کو پی ٹی ائی کی پالیسی میں تبدیلی کا اشارہ بھی سمجھتے ہیں لیکن پی ٹی آئی چیئرمین نے یہ بھی حکومت پر واضح کیا کہ آپریشن سے اجتناب کیا جائے ، آپریشن کرنے سے قوم مزید دلدل میں پھس جائے گی۔ جمیعت علماء اسلام ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے بھی حکومت سے اپریشن نا کرنے کا مطالبہ کیا) ہے۔ حکومت مذاکرات کی طرف آئیں۔

بہرکیف موجودہ حالات میں ایکشن،آپریشن یا مذاکرات حکومت کس طرف جائے گی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ حکومت کی دہشت گردی کے خلاف نئی قانون سازی سے دہشت گردی کا خاتمہ ممکن ہو سکیں گا؟ وقت کا تقاضا ہے کہ مسلم لیگ ن کی قیادت طالبان پالیسی پر ابہام سے نکل کر جلد از جلد ایک فیصلہ کریں۔ وہ فیصلہ جس سے ملک میں امن قائم ہو سکیں۔

کیا صوبائی حکومت ناکام ہوئی۔۔۔؟

خیبر پختونخوا حکومت کو تقریباً 9 ماہ ہو گئے ہیں۔ عام انتخابات کے بعد تحریک انصاف نے جماعت اسلامی، آزاد ارکان اور قومی وطن پارٹی کو شامل کرکے حکومت بنائی تھی لیکن چھ ماہ بعد تبدیلی کا نعرہ بلند کرنے والی تحریک انصاف جن کا بنیادی موٹو کرپشن کے خلاف جہاد کرنا اور کرپشن کو ختم کرنا تھا' وزیر اعلیٰ پرویز خٹک کے کابینہ میں شامل قومی وطن پارٹی کے وزراء کو کرپشن کے الزامات پر فارغ کر دیا گیا۔ پاکستان کے تاریخ میں پہلی بار دیکھا گیا کہ اسمبلی میں کمزور پوزیشن کے باوجود اپنے اصولوں کا پاس کرتے ہوئے ایک کولیشن جماعت کو کابینہ سے فارغ کر دیا گیا۔ مولانا فضل الرحمٰن جو پہلے سے تاک میں بیٹھے اس انتظار میں تھے کہ حکومت کو گرا کر' ن لیگ کے ساتھ حکومت بنائی جائے کیوں کہ صوبے میں سیٹوں کے اعتبار سے 'جمعیت' تیسری سیاسی جماعت ہے' لیکن اس دفعہ بھی مولانا کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا جب مسلم لیگ ن کی مرکزی قیادت اور وزیر اعظم میاں نواز شریف نے مولانا کے اس خواہش اور کوشش کا ساتھ نہ دیا۔

عوام کو یاد ہوگا کہ مولانا نے صوبائی حکومت کو دباؤ میں لانے اور اپنی

قوت کا مظاہرہ کرنے کے لئے پشاور میں مہنگائی، بدامنی اور مغربی حکمرانی کے خلاف جلسہ منعقد کیا تھا لیکن بدقسمتی سے مولانا کا جلسہ باوجود یہ کہ جی ٹی روڈ گنجان آباد علاقے میں منعقد ہوا، راولپنڈی اسلام آباد اور شہر سے نکلنے کے راستے بند کیے گئے تھے ۔عوامی قوت کا مظاہرہ کرنے میں نکام رہیں' حالاں کہ یہ جلسہ ضلع پشاور کا نہیں بلکہ جمعیت علماء اسلام خیبر پختونخوا کا تھا۔ اس فلاپ شو کے بعد مولانا نے صوبائی حکومت کے خلاف خاموشی اختیار کر دی۔ کرپشن کے الزامات پر فارغ ہونے والی جماعت قومی وطن پارٹی اپنے دفاع کے حق میں صوبائی حکومت کے خلاف نقص کارکردگی کا رونا رو رہی ہے۔ دہشت گردی کی وجہ سے سب سے زیادہ متاثرہ ہونے والے صوبے میں جہاں پر دیگر بے شمار مسائل موجود ہے وہاں پر لاء اینڈ آرڈر کی صورت خراب ہونا فطری بات ہے۔ پولیس کا شعبہ ہو یا صحت اور تعلیم کا' تحریک انصاف حکومت بلند و بالا نعروں کے باوجود کوئی بڑی تبدیلی سامنے نہیں لائی ہے۔

تجزیہ کار اور سیاسی ناقدین حکومت پر الزام لگا رہی ہے کہ صوبائی حکومت مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ امن و امان کی صورت خرب تر ہے' دہشت گردی تو اپنی جگہ لیکن اغواء برائے تاوان، چوری، ڈکیتی کے وارداتوں میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ سنگین جرائم قتل وغیرہ میں ملوث لوگ کھلے عام گھوم پھر

رہے ہیں۔ موجودہ اعداد و شمار کے مطابق قتل و غارت اور اغواء برائے تاوان کے مجر
موں کے تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ ناقدین یہ بھی سوال اٹھاتے ہیں کہ حکومت مہنگائی
کو کنٹرول کرنے میں بھی مکمل طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ ہر بازار اور دکان کا اپنا نرخ
نامہ ہے۔ شہر کو صاف رکھنے کے وعدے اور نعرے تو بہت لگائے گئے لیکن عملی طور پر
حالات جوں کے توں ہے۔ ناقدین اب کہنا شروع ہو گئے ہیں کہ تحریک انصاف میں
اقتدار کی جنگ شروع ہو چکی ہے۔ گزشتہ روز صوبائی کابینہ میں توسیع و ردو بدل کے
بارے میں کہا جارہا ہے کہ اس فیصلہ نے ثابت کر دیا ہے کہ حکومت کے اندر سب اچھا
نہیں ہے۔ خاص کر تحریک انصاف کے دیرینہ کارکن شوکت یوسفزئی کی وزارت کے
بارے میں کافی بحث ہو رہی ہے کہ پہلے بھی اُن سے وزارت اطلاعات کا قلمدان لیا گیا
تھا اور اب ان کو وزیر صحت سے وزیر صنعت بنایا گیا ہے۔ حکومت کے اندر ان تبد
یلیوں کو اپوزیشن جماعتیں حکومت کی ناکامی سے تعبیر کرتے ہیں' لیکن تحریک انصاف
کے اندر حلقے اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ وہ اس طرح کے تبدیلیوں کو پارٹی پالیسی کا
حصہ قرار دیتے ہیں۔

تقریباً پانچ ماہ قبل جب صوبے کے سب سے بڑے ہسپتال لیڈی ریڈنگ میں ایمر جنسی
سروس کے افتتاح کے موقعے پر کانفرنس ہال میں تقریر کرتے ہوئے شوکت یوسفزئی
نے کہا تھا کہ صوبے بھر کے ہسپتالوں میں کوئی نظام موجود

نہیں ہے۔ محکمہ صحت میں انتہائی خرابی موجود ہے' سابقہ حکومتوں نے ہسپتالوں کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہسپتالوں میں ایک مکمل سٹرکچر بنایا جائے' چیک اینڈ بیلنس کا سسٹم ہو۔اس کے بعد وزیر اعلیٰ نے تقریر کی اور صوبے بھر میں حالات کا رونا رویا لیکن جب مہمان خصوصی عمران خان ڈائس پر آئے تو انھوں نے وزیر اعلیٰ اور خصوصاً وزیر صحت شوکت یوسفزئی کو مخاطب ہو کر کہا کہ اب جو کہنا ہے کہہ دے' چار، پانچ ماہ بعد آپ یہ نہیں کہہ سکوں گے' عوام اور ہم آپ سے پوچھے گے' کہ آپ نے محکمے صحت میں کیا تبدیلی لائی ہے' جس پر پورے ہال میں زبردست تالی اور نعرے لگائے گئے۔ اُس وقت میرے ذہن میں سوال آیا کہ جس پارٹی کے سربراہ میڈیا اور عوام کے درمیان اس طرح کے بیانات اپنے وزراء کے بارے میں دیتے ہو اور ہال میں موجود پارٹی کارکن نعرے لگاتے ہو' یہ جماعت کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور لائے گی۔ عمران خان وہ بیانات بھی اپنی پارٹی اور رہنماوں کے بارے میں دے دیتے ہیں جو دوسری سیاسی جماعتیں سنٹرل ایگزیکٹو کمیٹی میں بھی نہیں کہتے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر نوجوان ان کی بے لاگ تبصروں اور فیصلوں کو پسند کرتی ہے۔ عمران خان نے پانچ ماہ پہلی والی بات کو آج عملی طور پر جامہ پہنا دیا۔یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ ہر چھ ماہ بعد بہتر وزارت نہ چلانے پر وزارت تبدیل ہو جایا کریں گی' اس فیصلے نے نوجوں میں دوبارہ جذبہ پیدا کر دیا ہے۔ان فیصلوں سے حکومت کمزور اور ناکام نہیں بلکہ مضبوط ہو

جائیں گی۔ عوامی نمائندوں یا وزیروں کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ ناکامی اور عوامی مسائل حل نہ کرنے کے باوجود وزارتوں سے چمٹے رہیں' بلکہ سیاست میں اس طرح کی تبدیلی ہونی چاہیے تاکہ وزراء ذمہ داری کا احساس ہو۔

پیپلز پارٹی آج کے نوجوان اور 35 سال پرانی کہانی

16 سالہ طالب علم نے 26 اپریل 1946ء کو قائداعظم محمد علی جناح کو ایک خط تحریر کیا جس میں لکھا تھا کہ " میں ابھی اسکول میں پڑھتا ہوں اس لیے اپنے مقدس وطن کے قیام میں عملی طور پر مدد نہیں کر سکتا لیکن وہ وقت آنے والا ہے کہ جب میں پاکستان کے لیے جان قربان کر دوں گا" یہ الفاظ بمبئی میں زیر تعلیم ذوالفقار علی بھٹو کے ہیں جس نے قائداعظم کے پاکستان کو عالم اسلام کا قلعہ بنا کر 4 اپریل 1979 کو شہادت کا مرتبہ پایا اور ہمیشہ کے لیے تاریخ میں امر ہو گیا۔ سابق سیکریٹری جنرل پیپلز پارٹی سندھ اقبال یوسف کے مطابق ایوب خان نے 1957 میں اقوام متحدہ جانے والے وفد میں جناب بھٹو کو بھی شامل کیا۔ بھٹو نے وہاں پر اپنی پہلی تقریر کی جس کی صدائے اقوام متحدہ کے ایوانوں میں گونج رہی تھی۔ ذوالفقار علی بھٹو کو 1963 میں وزیر خارجہ کا قلمدان دے دیا گیا تھا تو چین کا تاریخی دورہ کر کے پاکستان کی دوستی کے معمار بن گئے اور چین ہمارا عظیم دوست بن گیا۔

ہر سال 4 اپریل کو ذوالفقار علی بھٹو کی برسی عقیدت و احترام سے خیبر پختونخوا سمیت پورے ملک میں منائی جاتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج نہ صرف

جیالے ان کو یاد کرتے ہیں بلکہ دوسری سیاسی جماعتوں میں شامل ورکر اور رہنما بھی ان کو ایک بڑا لیڈر مانتے ہے۔ بھٹو نے اس ملک کے لیے جان قربان کر دی، قائد اعظم کو لکھے گئے خط میں انہوں نے ثابت کر دیا کہ پاکستان کی تعمیر و ترقی میں ذوالفقار علی بھٹو نے بہت کام کیا۔ ان کے وژن اور سوچ نے آج پاکستان کو ایٹمی ملک بنا دیا ہے۔ ان کے شروع کردہ ایٹمی پروگرام آج دشمن طاقتوں کے لیے درد سر بن چکا ہے۔ اللہ کے فضل و کرم سے ان کا لگایا ہوا ایٹمی پودا آج ایک تناور درخت بن چکا ہے۔ بھٹو نے روس کے تعاون سے پاکستان اسٹیل مل کے نام سے بڑا مل کراچی میں لگایا جس سے ہزاروں لوگوں کو روزگار ملا اور ایک منافع بخش ادارہ بنا لیکن آج سب سے زیادہ منافع دینے والے اس مل کو خود ان کی پارٹی نے پانچ سال تک خوب کھایا لیکن یہ بڑا منصوبہ ختم نہیں ہوا بلکہ آج بھی اس منصوبے کو نااہل لوگ ختم کرنے کے درپے ہیں۔ مل کے ملازمین آج بھی سڑکوں پر احتجاج کر رہے ہیں۔ پاکستان کو اسلامی تشخص دینے کے لئے لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس کا انعقاد کیا جس میں امت مسلمہ کو اکٹھا کرکے دنیا میں ایک قوت بننے کے لیے عزئم کا اظہار کیا گیا۔ اسی کی بدولت پہلا اسلامی بنک میزان قائم ہوا۔ اسلامی ممالک کے بدولت پاکستان نے ایٹم بم بنایا جس کو اسلامی بم کہا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ جمعہ کی چھٹی بھی بھٹو صاحب نے شروع کی تھی۔ مزدوروں کے پہلی بار اجرت مقرر کی لیکن بدقسمتی سے اس پر آج تک کسی بھی

حکومت نے صحیح طور پر عمل درآمد نہیں کیا تاکہ مزدوروں کو حکومتی مقرر کردہ اجرت پوری مل جائے۔ گرین پاسپورٹ کو حاصل کرنا عام لوگوں کے لیے ایک خواب تھا اس کو آسان بنایا اور فیس بھی نو سو روپے سے کم کرکے 100 روپے کردی۔
ذوالفقار علی بھٹو نے بہت سے کارنامے کیے لیکن سب سے بڑا کارنامہ ان کا اس قوم کے لیے 73 کا آئین تھا جس پر آج تک تمام مکتب فکر کے لوگ متفق ہے۔
سیاسی ماہرین اور تجزیہ کا کہتے ہیں کہ اگر بھٹو دس سال تک مزید زندہ رہتے تو آج پاکستان ایک ترقی یافتہ ملک بن جاتا۔ انہوں نے قوم کو امید دی تھی لیکن افسوس کے ذوالفقار علی بھٹو نے غریبوں کے لئے جو وژن پیش کیا تھا (روٹی کپڑا اور مکان مانگ رہا ہے ہر انسان) اس پر خود پیپلز پارٹی بھی عمل درامد نہ کر سکی بلکہ حقیقت تو یہ کہ موجودہ پیپلز پارٹی ان کے فلسفے اور وژن کو بھول چکی ہے۔ نوجوان نسل کو ذوالفقار علی بھٹو کا نام صرف پارٹی کے تقریروں میں سننے کو ملتا ہے۔ ان کے نظریات سوچ اور جدوجہد سے نہ صرف ملک کے نوجوان نسل بے خبر ہے بلکہ خود پیپلز پارٹی میں شامل نوجوانوں کو بھی علم نہیں کہ بھٹو کتنا بڑا لیڈر گزرا ہے۔ بھٹو کے ناقدین اس وقت بھی کافی تھے اور ان سے اختلاف بھی کرتے تھے لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان کو بھی احساس ہوا کہ بھٹو ایک بہت بڑا لیڈر تھا اور ان کو عالمی طاقتوں نے اندرونی قوتوں سے مل کر پھانسی پر لٹکایا تھا۔ افسوس یہ ہے کہ 35 سال

بعد بھی ذوالفقار علی بھٹو جیسا لیڈر پیپلز پارٹی میں پیدا نہیں ہوا تو دوسری طرف بھٹو کی بنائی ہوئی پیپلز پارٹی ختم ہو کر آج زرداری پارٹی بن چکی ہے۔ مفادات کے اس جنگ میں ایک طرف نوجوان نسل 35 سال پہلے بھٹو جیسے سیاسی اکابر سے بے خبر ہے تو دوسری طرف آج کے سیاسی جماعتیں بھی نوجوان نسل کو سیاسی تربیت دینے سے قاصر ہے جس کی وجہ سے سیاست میں دلچسپی لینے والے نوجوان نسل ایک دوسرے کی بات سننے کے لیے بھی تیار نہیں۔ سیاسی جماعتوں کو نوجوان نسل کے لیے ڈائیلاگ کا ماحول بنانے کی اشد ضرورت ہے۔

جماعت اسلامی کی سیاست

جماعت اسلامی کو پاکستان کی سیاست میں تقریباً73 سال کا عرصہ ہو چکا ہے لیکن بد قسمتی سے جماعت اسلامی کو ان تہتر سالوں میں بڑی کامیابی تو کیا چھوٹی کامیابی بھی نہیں ملی ہے شاید اس کی وجہ جماعت اسلامی کا فلفسہ، نظریہ اور مشن ہے جس پر جماعت نے کبھی سمجھوتہ نہیں کیا ہے یا دوسری وجہ لیڈر شپ کا فقدان ہو سکتا ہے کہ دوسری سیاسی جماعتوں کی طرح یہ خاندانی پارٹی نہیں کہ جس میں لوگ اقتدار کے لئے دن رات محنت کرتے، صحیح اور غلط طریقے اختیار کرکے الیکشن میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ تیسری وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ جماعت نے عام لوگوں کو اپنا پیغام نہیں پہنچایا ہے تاکہ ان کو منتخب کریں۔چوتھی وجہ شاید یہ ہے کہ جماعت اسلامی کی بنیاد جب 26 اگست 1941ء کو پاکستان بننے سے پہلا مولانا ابوالاعلی مودودی نے رکھی تھی تو اس وقت یہ مشن اور نظریہ تھا کہ اسلامی انقلاب اور ایک اسلامی ریاست قائم کی جائے۔ پانچویں وجہ یہ ہے کہ جماعت کے نزدیک مشن اہم تھا نہ کہ جمہوری اقتدار' زیادہ تر توجہ لوگوں کی ذہنی تربیت پر دی گئی لیکن شاید 21ویں صدی سن 2014 میں جماعت کے ارکان یہ بھول گئے ہیں کہ جماعت اسلامی کا نظریہ اور مشن کیا تھا۔ کم از کم حالیہ انتخاب سے معلوم کچھ آور رہا ہے

باوجود یہ کہ نئے امیر اچھے شہرت کے ملک، ایماندار اور سکول کے زمانے سے سیاسی ورکر ہے۔

جماعت اسلامی کے مشن، نظریے اور سیاست سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن ایک کریڈٹ جو جماعت اسلامی کو جانا چاہیے وہ جماعت اسلامی کے اندر انتخابات ہے جس کے ذریعے ایک عام غریب انسان بھی پارٹی کا امیر بن سکتا ہے۔ ماضی قریب میں پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے بھی پارٹی میں انتخابات کرائیں تھے لیکن ان میں فرق یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے امیر الیکشن میں ہر دفعہ حصہ لے سکتا ہے جبکہ تحریک انصاف چیئرمین دو ٹرم سے زیادہ منتخب نہیں ہو سکتا اور پوری پارٹی میں انتخابات کرائیں گئے ہیں۔ گزشتہ دنوں جماعت اسلامی کے اندر انتخابات ہوئے جس کے نتیجے میں سراج الحق صاحب امیر منتخب ہوئے۔ سراج الحق صاحب جماعت اسلامی کے پانچویں امیر منتخب ہوئے ہیں۔ 1941ء سے لے کر 1972تک مودودی صاحب جبکہ نومبر 1972 سے اکتوبر 1987تک میاں طفیل احمد امیر رہے۔ قاضی حسین احمد اکتوبر1987 سے اپریل 2009تک جماعت اسلامی کے امیر کی حیثیت سے ذمہ داری سرانجام دے چکے ہیں۔ جماعت اسلامی کے موجودہ امیر سید منور حسن اپریل 2009 سے ذمہ داریاں ادا کر رہے تھے۔ سید منور حسن جماعت اسلامی کے پہلے امیر ہے جو صرف پانچ سال کے لئے منتخب ہوئے اس سے پہلے ایک سے زائد دفعہ دوسرے امیر منتخب ہوئے ہیں۔ جس

طرح میں نے شروع میں لکھا کہ جماعت اپنے فلسفے سے ہٹ کر جمہوری سیاست میں مکمل طور پر داخل ہو گئی ہے اس کا اندازہ حالیہ انتخابات میں نظر آرہا ہے۔جماعت کے بنیادی اصولوں اور امیر کے انتخاب پر سید منور حسن صاحب سے بہتر کوئی نہیں تھا لیکن حال ہی میں منور حسن صاحب نے کچھ متنازعہ بیانات دیے تھے جس کی وجہ سے شاید دوسرے مکتب فکر کی طرح جماعت اسلامی کے ارکان نے بھی ان بیانات کو پسند نہیں کیا۔ہم ان بیانات میں نہیں جاتے سید منور حسن صاحب پہلے ہی واضاحت کر چکے لیکن منور حسن وہ امیر رہیں جس کے دامن پر کوئی داغ نہیں، قاضی حسین مرحوم صاحب سے ایک دفعہ نشست ہوئی تھی جس میں انہوں نے بھی سید منور حسن کی علم، قابلیت، ایمانداری اور دیانداری کی مثال دی تھی کہ جماعت کے لئے منور حسن بہتر ہے۔کچھ عرصے پہلے منور حسن صاحب کی بیٹی کی شادی تھی جس میں جماعت اسلامی کے اندر اور باہر بہت سے لوگوں نے ان کے لئے گفٹ لائے تھے جو منور حسن صاحب نے سب جماعت کے فنڈ میں جمع کیے' کہ بیٹی اگر میں جماعت اسلامی کا امیر نہ ہوتا تو لوگوں یہ گفٹ نہیں لاتے اس لئے یہ تمام گفٹ میرے اور آپ کے نہیں بلکہ جماعت کے امیر کے ہیں لہٰذا اس کو جماعت کے فنڈ میں جمع کیا جائے۔

ماضی میں منتخب ہونے والے جماعت اسلامی کے امیر کے انتخابات میں دینی، علمی، فکری سوچ کی حامل شخصیات ہی کامیاب ہوتی رہی ہے لیکن اس دفعہ پہلی

بار جماعت اسلامی کی تاریخ میں 52 سالہ سراج الحق کو چنا گیا ہے جو جماعت کی سیاسی تبدیلی کا عکاسی کرتی ہے۔ سراج الحق سادہ زندگی اور میٹھے انسان ہے۔ نئے امیر دوسرے شخصیت ہیں جو خیبر پختونخواسے منتخب ہوئے ہیں۔سیاسی حلقے کہہ رہے ہیں کہ نئے امیر جماعت اسلامی کو قاضی حسین (مرحوم) کی طرح عوامی اورانتخابی سیاست کی طرف دوبارہ لے کر آئیں گے۔ نئے امیر سراج الحق جو پختونخوا حکومت میں بطور سینئر وزیر کام کر رہے ہیں اطلاعات یہ ہے کہ وہ بہت جلد وزارت کو خیر باد کہہ کر جماعت کے امارات کی ذمہ داری سنبھال لیں گے اور منصورہ لاہور میں رہائش پذیر ہوں گے۔

ہماری دعاہے کہ نئے امیر اپنی ذمہ داریاں احسن طریقے سے ادا کریں۔ جماعت اسلامی کی نئی نسل نے جن امیدوں پر سراج الحق صاحب کو منتخب کیا ہے وہ امیدی پوری ہو۔

ہماری بدقسمتی

محمود غزنوی کانام تاریخ میں مختلف حوالوں سے جاناجاتاہے۔انہوں نے برصغیر پاک وہند میں حکمرانی کی۔ 957ء سے لے کر 1030ء تک کے عرصے پر محیط رہیں۔ایک دفعہ رات کو محمود غزنوی کو نیند نہیں آرہی تھی تو اٹھ کر اپنے چوکیداروں سے کہاکہ دیکھوں باہر کوئی فقیر اور سوالی تو نہیں،چوکیداروں نے باہر جاکر دیکھا کوئی موجود نہیں تھا واپس آکر بادشاہ کو بتادیا۔بادشاہ دوبارہ جاکر سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن پھر نیند نہیں آرہی تھی،دوبارہ چوکیداروں کو سختی سے کہاکہ دروازے کے آس پاس دیکھو کوئی موجود ہوگا لیکن چوکیدار دوسری بار بھی وہی جواب دے کر آئے کہ کوئی موجود نہیں ہے۔تیسری بار محمود غزنوی نے سوچاکہ میں خود جاکر دیکھتا ہوں۔ محمود غزنوی نے تلوار اٹھائی باہر گھوم پھیرا تو دیکھاکہ مسجد میں ایک آدمی دُعا مانگ رہا تھاکہ اے اللہ اگر محمود ولی سو رہاہے تو تو نہیں سو رہا ہے۔(محمود غزنوی ولی بھی تھے) بادشاہ نے ان کو کہاکہ میں کہاں سو رہا ہوں تیری وجہ سے مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔بتاؤکیا مسئلہ ہے توانہوں نے بتایا کہ مجھے سمجھ نہیں آرہا ہے کہ میں کیا کرو۔ ایک ظلم آدمی میرے گھر آکر میری بیوی کے ساتھ منہ کالا کرتا ہے لیکن میں کچھ

نہیں کر سکتا اُن کے پاس تلوار ہوتی ہے اور مجھے دھمکاتا ہے۔ محمود غزنوی نے اس آدمی کو کہا کہ وہ آدمی ابھی ہے تو انہوں نے جواب دیا کہ ابھی تو نہیں ہے لیکن دوبارہ آئے گا۔ بادشاہ نے ان سے کہا کہ جب وہ آجائے تو مجھے بتا دینا اور اپنے چوکیداروں سے اس آدمی کو ملایا کہ رات کے کسی بھی وقت یہ آجائے تو ان کو اندر آنے دینا اور پھر ان کو کہا کہ اگر یہ لوگ تمہیں اندر آنے نہیں دیتے تو اپنا کمرہ دکھایا کہ اس کمرے کے دیوار کو پتھر سے مارنا تو میں خود کمرے سے باہر آجاؤں گا۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ چوکیدار وفاداری کی خاطر مجھے نیند سے نہیں اٹھائیں گے اور ان کو بھی آنے نہیں دیں گے۔ جس طرح آج کے بادشاہوں کے ساتھ ارد گرد ٹولہ موجود ہوتا ہے۔ قصہ مختصر تیسری رات وہ آدمی آیا محمود غزنوی ان کے ساتھ چلے گئے جا کر دیکھا تو وہ شیطان زنا سے فارغ ہو چکا تھا اور بستر پر پڑا تھا۔ بادشاہ نے تلوار نکالی اور ان کا سر بدن سے جدا کر دیا ۔ اس کے بعد محمود غزنوی نے دو رکعت نفل ادا کی اور گھر کے مالک سے کہا کہ اگر گھر میں کچھ روٹی ہو تو لے آنا تو وہ آدمی روٹی کے دو ٹکڑے اٹھا کر لے آیا اور کہا کہ میں غریب آدمی ہو میرے گھر میں کھانے کے لئے اور کچھ نہیں ، بادشاہ نے شوق سے روٹی کے وہ ٹکڑے کھائے اور کہا کہ تین دن سے میں نے کچھ نہیں کھایا تھا اس لیے آپ کو تکلیف دی۔ بادشاہ نے کہا کہ میں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس شیطان کو جہنم رسید نہ کرو مجھے پر کھانا پینا حرام ہے۔ محمود غزنوی نے کہا کہ دو رکعت نفل

شکرانے کے طور پر ادا کیے۔ میری سوچ یہ تھی کہ یہ میرے بیٹوں میں کوئی ہو گا کہ میری سلطنت میں ایسا کام کر رہا ہے لیکن میں نے قسم کھائی تھی کہ اگر میرا بیٹا بھی ہو گا تو میں ان کا بھی سر قلم کروں گا، لیکن اللہ کا شکر ہے کہ یہ میرا بیٹا نہیں تھا۔ اس کو کہتے ہیں بادشاہت اور حکمرانی ۔جب تک ہمارے حکمرانوں کا سوچا اور رویہ نہیں بدلے گا اس وقت حالات ایسے ہی رہیں گے ۔ کس سے شکایت کریں اور کون مدد کریں ۔ معاشرہ بے حس ہوتا جا رہا ہے ۔ ہماری بد قسمی یہ ہے کہ پورے ملک میں حالات تقریباً ایک جیسے ہیں ۔ پنجاب میں خواتین، بچوں اور بچیوں کے ساتھ زیادتی اور خود سوزی کے واقعات ہو یا سندھ میں چھوٹی بچوں کو ونی کے معاملات ۔ ہر جگہ ظلم وزیادتی کا راج چل رہا ہے۔ سندھ میں کمسن بچی علینہ کا قصہ ہو یا نوشہرہ پبی میں تین سالہ کمسن بچی سویرا پر تشدد کا واقعہ ۔ نفسا نفسی کے عالم میں ہم جی رہے ہیں۔ بد قسمتی یہ ہے کہ نہ اسلامی تعلیمات پر عمل ہے نہ اسلامی معاشرہ اور نہ پوری طرح انگریز کے طرز حکمرانی پر عمل پیرا ہے ۔ بس ایک خلا پیدا ہوا ہے۔ محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اللہ ہم سے ناراض ہے ورانہ کوئی ایک دفعہ اللہ کہے تو اللہ دس دفعہ ان کو آواز دیتا ہے ۔ مجموعی طور پر ہم بے حس قوم بنتے جا رہے ہیں ۔ حکمرانوں کے بس میں صرف یہ تھا کہ وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا پرویز خٹک نے پبی میں کمسن بچی کے غمزدہ والد ناصر خان اور اہل خاندان کو دلاسہ دیا اور ان کے لئے مزید تین لاکھ روپے کی امداد کا اعلان کیا۔ اس سے پہلے علاقے کے ایم

پی اے خلیق الرحمٰن نے غمزدہ خاندان کے لیے دو لاکھ روپے امداد کا اعلان کیا تھا۔ وزیر اعلیٰ آئی جی پی کو ہدایت جاری کر چکے ہیں کہ ملوث لوگوں کو گرفتار کیا جائے۔ وزیر اعلیٰ کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہمارا منشور غریبوں کو انصاف فراہم کرنا اور انصاف یقینی بنانا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ واقعہ ظلم کی انتہا ہے اور یہ پولیس کے لیے ٹیسٹ کیس بھی ہے۔ ڈی پی او نوشہرہ رب نواز خان نے کہا ہے کہ کیس کی تفتیش کے لیے جدید طریقہ کار اپنایا جا رہا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ کے احکامات پر کتنا عمل ہوتا ہے۔ آیا تین لاکھ اور دو لاکھ روپے سے اس ماں کی تسلی ہو جائے گی جس کی جگر گوشے کو ذبح کیا گیا ہے؟ آیا DPO نوشہرہ یہ کیس ٹیسٹ کیس کے طور پر حل کر دینگے؟

حقیقت یہ ہے کہ ایسے واقعات پہلے دفعہ اس ملک میں نہیں ہوئے ہیں بلکہ معاشرہ جس طرف جا رہا ہے اس میں ایسے واقعات کو انوکھا نہیں سمجھا جاتا۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ اب نہ تو محمود غزنوی جیسے حکمران ہے اور نہ ان جیسی حکمرانی۔

صحت کا انصاف

اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی زندگی میں صحت کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔مال و دولت ، علم و تعلیم اپنی جگہ اہمیت رکھتے ہیں لیکن ان سب میں صحت واحد نعمت ہے جس کے بغیر زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ سلام اللہ تعالیٰ سے کلام کیا کر تے تھے اسلیئے ان کو کلیم اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ایک دفعہ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اے اللہ اگر انسان تم سے ایک چیز مانگے تو کیا مانگے تو اللہ نے کہا کہ اے موسیٰ مجھ سے مانگے تو صحت مانگے 'کیوں کہ صحت سے بڑی چیز اور دولت کوئی نہیں ۔لیکن اللہ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ بیماریاں بھی پیدا کی ہے تاکہ انسان شکر گزار بنے لیکن افسوس کہ ہم نے کبھی بھی اپنی تندروست صحت کا شکرادا نہیں کیا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں بے شمار نعمتیں دی ہے لیکن ہم کسی بھی نعمت کا شکرادا نہیں کرتے۔ جسم میں کسی ایک حصے میں بھی درد پیدا ہو جائے اس وقت اللہ یاد آجاتا ہے لیکن جوں ہی صحت ٹھیک ہو جائے تو اللہ کا شکر کرنا بھول جاتے ہیں۔اللہ نے انسانی زندگی کو ختم کرنے کے لئے موت کو پیدا کیا ہے اور موت اللہ کی طرف سے انسان کو سب سے بڑا تحفہ ہے۔

اللہ نے ایسی بیماری پیدا نہیں کی ہے جس کا علاج ممکن نہ ہو لیکن یہ انسانوں پر منحصر ہے کہ وہ اللہ کے نعمتوں، قدرتوں کا کتنا تلاش اور علم رکھتا ہے۔ ہر حکومت کی کوشش ہو تی ہے کہ وہ لوگوں کو صحت، علاج و معالج کی بہتر سہولت دیں۔ اس طرح خیبر پختونخوا حکومت نے بھی صوبے میں صحت کا انصاف پروگرام شروع کیا ہے جس کا بنیادی مقصد 9 بڑی بیماریوں کا تدارک کرنا ہے اور عوام کو ان بیماریوں سے نجات دلانا ہے۔ صحت کا انصاف پروگرام کے لئے بیرونی امداد 22 ارب روپے کے خطیر رقم مختص کی گئی ہے تاکہ غریب اور نادار لوگوں کو بیماریوں سے بچانے اور علاج معالجے کی بہتر سہو لت مل جائے۔ صوبائی حکومت کا کہنا ہے کہ اس پروگرام کے تحت نو مہلک بیماریوں سے صوبے کے عوام کو نجات دلائیں گے جس میں کالی کھانسی، یرقان، خسرہ، گردن توڑ بخار، نمونیہ اور پولیو وغیرہ کے حفاظتی ٹیکے اور علاج کیا جائے گا۔ ہر گھر میں بالٹی، تولیہ اور صابن کی ٹیکی تقسیم کی جائے گی۔

صوبائی حکومت نے صحت کا انصاف پروگرام شروع تو کیا ہے اور اس کا دسواں مرحلہ بھی مکمل ہو گیا ہے۔ پہلے مرحلے میں پشاور شہر تھا اور اب ضلع صوابی، مردان اور چارسدہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ میرے معلومات کے مطابق پشاور میں صرف پولیو کے قطرے پھیلائے جارہے ہیں باقی بیماریوں کا کوئی پروگرام شروع نہیں ہوا ہے اور نہ ہی بالٹی اور تولیے تقسیم ہوئے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا

ہے کہ آیا 22 ارب روپے کی خطیر رقم صرف بالٹیوں اور لوٹوں پر خرچ کی جائے گی ؟۔ صحت کا انصاف پروگرام میں جن بیماریوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف اب تک بینروں اوراشتہارات میں بیماریوں کے متعلق لکھا ہوتا ہے عملی طور پر صرف پولیو کے قطرے پھیلائے جارہے ہیں جو ایک اچھا عمل ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جس طرح تحریک انصاف کے منشور میں درج ہے کہ ہم صحت کے بجٹ میں اضافہ کریں گے اور صحت کے بنیادی سہولیات اور بیماریوں سے بچاؤ، علاج معالجے کے جدید طریقوں پر عمل کرکے عوام کو ہسپتالوں میں سہولیات دینگے اس پر عمل کرنے کی ضرورت ہے جبکہ یہ بیرونی امداد بالٹیوں، لوٹوں، صابن اور تولیوں پر خرچ کرنے کے بجائے ان خطرناک 9 بیماریوں پر جامع پلاننگ سے خرچ کی جائے تو انشاء اللہ ان خطرناک بیماریوں سے پختونخوا کے عوام کو نجات مل سکتا ہے۔ دیہی علاقوں میں قائم بنیادی میں تو ڈاکٹر حضرات کبھی کبھار چلے ہی جاتے ہیں لیکن بنیادیBHU مرکز صحت ضروریات ،علاج معالجے کا جو بورڈ ہسپتال میں لگا ہوتا ہے وہ علاج وہاں پر دستیاب سمیت تحصیل اور ڈسٹرکٹBHU نہیں ہوتا۔ وزیر اعلیٰ کے ڈسٹرکٹ نوشہرہ میں تمام ہسپتالوں کا بھی ایک جیسا حال ہے۔ وزیر اعلیٰ اور نئے وزیر صحت کو صحت کے حوالے سے بڑے فیصلے کرنے پڑیں گے اس کے بغیر نہ تو صحت کا انصاف پروگرام میں خرچ ہونے والے 22ارب روپے کا عوام کو کوئی فائدہ ہوگا اور نہ ہی صحت کے حوالے سے بیماروں کو درپیش مسائل سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ صوبائی حکومت کو صحت کا انصاف پروگرام

کے لئے ٹھوس اور جامع پالیسی بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ یہ خطیر رقم صرف بالٹیوں، تولیوں اور اشتہارات پر خرچ کیے جائے۔

معاشرے میں عدم برداشت کا بڑھتا ہوا رجحان

دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی حالات بہت تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں۔جہاں پر سائنس و ٹیکنالوجی کے نئے نئے ایجادات میں اضافہ ہو رہا ہے وہاں پر عالمی سیاست کے ساتھ علاقائی سیاست میں بھی کافی تیزی سے تبدیلی رونما ہو رہی ہے۔ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملک میں بھی آئے دن کوئی نہ کوئی مسئلہ پیدا ہوتا رہتا ہے ۔ایک طرف ملک و عوام کو دہشت گردی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے تو دوسری طرف انرجی بحران کی وجہ سے بھی عوام مسائل سے دوچار ہے۔ ان حالات میں سیاسی ماحول میں پیدا ہونے والے واقعات بھی اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔انہی حالات کی وجہ سے انسانی زندگی پر اثرانداز ہونے والے اہم واقعات و معاملات پر لکھنے کی زیادہ فرست ہی نہیں ہوتی۔ میڈیا کی دنیا میں زیادہ تر لوگ موجودہ حالات کو پڑھنا، سننااور دیکھنا پسند کرتے ہیں ۔ اس لیے باوقت مجبوری ہمیں دوسری طرف توجہ کم ہی رکھنی پڑتی ہے۔ کئی دنوں سے ذہن میں ایک سوال اٹھتا جا رہا ہے کہ بحثیت قوم و معاشرہ ہم کس طرف جا رہے ہیں ۔ آئے دن میڈیا میں ایسی ایسی خبریں اپنے معاشرے کے حوالے سے سننے ،پڑھنے اور دیکھنے کو ملتی ہے کہ جس کی وجہ سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ ایسے ایسے واقعات جس کا اسلام میں تو کیا عام انسانی زندگی

ومعاشرے میں بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔آج وہ حالات و واقعات رونما ہورہے ہیں جو دور جاہلیت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ایک جانب تو خواتین، بچوں وبچیوں کے ساتھ افسوسناک والمناک واقعات پیش آتے ہیں تو دوسری طرف برداشت بھی معاشرے میں ختم ہورہی ہے جس کی وجہ سے ہم آئے روز نت نئے مسائل ومشکلات سے دوچار ہوتے ہیں۔ پشاور گھر کے پڑوس میں گزشتہ دنوں ایک افسوسناک واقعہ پیش آیا جس کو سن کر بالکل یقین نہیں آرہا تھا لیکن چونکہ حقیقت حقیقت ہوتی ہے آنکھیں بند کرکے حقیقت تبدیل نہیں ہوسکتی، اسلئے اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑا۔محلے میں ایک بیٹے اور بہو نے ساس کو اس طرح مارا ہے کہ وہ بوڑھی ماں دس دنوں سے ہسپتال میں زیر علاج رہی۔ وجہ کوئی بھی ہو لیکن کیا ایک بوڑھی ماں اپنے سگے بیٹے اور بہو پر کتنا ظلم وزیادتی کرسکتی ہے جس کی وجہ سے بیٹا اور بہو اپنی ماں کو لہولہان کریں۔یہ پہلا واقعہ نہیں بلکہ ایسے واقعات ہمارے معاشرے میں آئے روز رونما ہورہے ہیں۔ دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ کا سب سے زیادہ نقصان پختون معاشرے کو پہنچا ہے۔ لوگ ذہنی بیمار بن گئے ہیں۔ معمولی معمولی باتوں پر ہاتھ وگریبان ہو جانا ائے روز دیکھنے کو ملتا ہے۔
حقیقت تو یہ ہے کہ لوگ معمولی معمولی مسئلوں پر بندوق اٹھا کر قتل وغارت گری شروع کردیتے ہیں۔ پچھلے دس سالوں میں اگر دیکھا جائے تو پاکستان میں بالعموم اور خیبر پختونخوا میں بالخصوص قتل وغارت گری کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ پولیس رپورٹس کے مطابق زیادہ تر قتل و

غارت معمولی معمولی باتوں پر ہوئے ہیں۔ عدم برداشت کی اگر ایک بڑی وجہ تعلیم ہے تو اسی طرح ہمارے معاشرے میں غربت بھی ایک بڑی وجہ ماہرین سمجھتے ہیں۔ ماہرین نفسیات سمیت سوسائٹیز پر ریسرچ کرنے والے کہتے ہیں کہ پاکستانی سوسائٹیز میں مہنگائی و بے روزگاری کی وجہ سے ذہنی امراض میں اضافہ ہوا ہے جس کی وجہ سے دوسرے افراد پر بھی اس کا اثر پڑ رہا ہے۔ یوں معاشرے میں عدم برداشت پیدا ہو رہا ہے جو کئی مسائل کو جنم دیتا ہے۔ علماء کرام معاشرے میں عدم برداشت کو لوگوں کی دین سے دوری سمجھتے ہیں۔ علماء کا کہنا ہے کہ آپ کا جس فرقے یا مذہب سے تعلق ہو لیکن اگراپ اس پر عمل کرتے ہیں اور دین کی سمجھ بوجھ اور اللہ کی عبادت کرتے ہیں ۔تو انفرادی طور پر برداشت کا مادہ بڑھ جاتا ہے جو آخر میں اجتماعی صورت اختیار کرکے معاشرے میں ایک دوسرے کو برداشت کرنے کی صورت میں آتا ہے۔ لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم اسلام کا نام تو لیتے ہے۔ نماز وغیرہ بھی پڑھتے ہیں۔ صبر و شکر کی تلقین بھی کرتے ہیں لیکن جب وقت امتحان کا آجاتا ہے تو ہم سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ اب تو حالات ایسے بن رہے ہیں کہ دین و اسلام کا نام ہم صرف اپنے مقاصد کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ میں تبلیغ میں جاتا ہوں یا میں پیر صاحب کا مرید ہوں یا میں اسکول وکالج سے تعلیم یافتہ ہوں۔ ہم یہ بھی بھول جاتے ہیں کہ میں تو اسلامیات اور مدرسے وسکول کا استاد یا شاگرد ہوں۔ دوسروں کو نصیحت کرنا آسان اور خود عمل کرنا مشکل۔

تمام مذاہب میں جو ایک درس مشترک ملتا ہے وہ ایک دوسرے کو برداشت کرنا کا ہے۔
اس طرح اگر ہم دیکھے تو انسانوں کو زندگی گزرنے کے لیے کھانے پینے کے علاوہ دوسری
تفریحی مواقعوں کی بھی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ ذہنی سکون کے لیے سیر و تفریح بھی
انتہائی اہم ہے جس کی جانب نہ حکومتوں کی توجہ ہوتی ہے کہ لوگوں کیلئے ایسے مواقع اور
ماحول پیدا کریں اور نہ ہی ہم خود ایسے مواقعوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ضرورت اس
بات کی ہے کہ حکومتوں سمیت سول سوئٹیز، ادارے اور ہم خود اس جانب توجہ دے
تاکہ معاشرے میں بڑھتے ہوئے عدم برداشت پر قابو پایا جاسکے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ
میڈیا کی اس تیز رفتار دور میں جہاں پر دن رات ٹاک شوز اور سیاسی بحث ومباحث
ہوتے ہیں وہاں پر بھی نہ سیاسی جماعتوں میں ایک دوسرے کا مواقف سنا جاتا ہے اور نہ
ہی ہمارے میڈیا میں اس جانب توجہ دی گئی ہے۔ ٹیلی وژن ڈرموں میں بھی وہ
موضات زیادہ دکھائے جاتے ہیں جس کا ہمارے معاشرے سے کوئی واسط نہیں ہوتا۔

غلطی پر کون---

دنیا بھر میں خفیہ اداروں کی اپنی اپنی جنگ ہوا کرتی ہے جس میں ہر ادارے کا اپنا اصول اور قانون ہوا کرتا ہے۔ جس پر یہ ادارے ہر صورت میں عمل کرنا چاہتے ہیں۔ ان اداروں کے نزدیک کوئی آئین و قانون نہیں ہوتا اور نا ہی انٹیلی جنس ادارے کسی اخلاقی ، سماجی ، سیاسی ، شہری، علاقائی ، ملکی اور انٹر نیشنل قوانین کی پاسداری کرتے ہیں ۔ خفیہ اداروں کے نزدیک سب سے اہم ان کا ایجنڈا، مشن اور ٹارگٹ ہوا کرتا ہے ۔ مشن اور ٹارگٹ کو حاصل کرنے کے لئے ان کو ہر وہ کرنا پڑتا ہے جو ان کے راستے میں رکاوٹ یا مسئلہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ۔دنیا بھر میں خفیہ اداروں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ادارے اسٹیٹ کے اندر اسٹیٹ کی طرح ہوتے ہیں ۔ ان خفیہ اداروں کے بارے میں یہ بھی سچ ہے کہ مجموعی طور پر یہ ادارے اسٹیٹ کے وفادار ہوتے ہیں ۔ سرد جنگ کے دوران اور اس کے بعد روس کا افغانستان پر حملے میں بھی خفیہ اداروں کا کردار پوشیدہ نہیں رہا خاص کر روس کی KGB، امریکہ سی آئی اے اور پاکستان کے آئی ایس آئی نے ایک دوسرے کے خلاف جنگ لڑی ۔ وقت کے ساتھ ساتھ خفیہ اداروں کی اہمیت میں اضافہ ہوتا رہا ہے ۔ نائن الیون کے بعد امریکا کا دہشت گردی کے خلاف اس نام نہاد جنگ میں خفیہ اداروں کی

اہمیت اور کردار کافی زیادہ ہوا ہے بلکہ دہشت گردی کے خلاف حالیہ جنگ کو انٹیلی جنس وار بھی کہا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں جہاں پر ان انٹیلی جنس اداروں کی اہمیت ہے وہاں پر ان کے کردار اور عمل پر بھی کئی قسم کے سوالات اٹھائے جاتے ہیں۔ سپر پاور امریکا ہو یا روس اور برطانیہ۔ انڈیا ہو یا پاکستان، ان خفیہ اداروں پر تنقید بھی ہوتی ہے اور ان کی پالیسی، پلاننگ، سوچ اور کام کے خلاف آواز بھی اٹھائی جاتی ہے۔ پاکستان میں رونما ہونے والے کچھ واقعات کے بارے میں بھی بہت سے لوگ آئی ایس آئی کے کردار سے خوش نہیں رہے ہیں، خاص کر ایبٹ آباد واقعے، جی ایچ کیو، مہران بیس اور کامرہ بیس پر دہشت گرد حملوں کی وجہ سے آئی ایس آئی پر ملک کے اندر اور باہر مختلف قسم کے الزامات لگائے گئے تھے لیکن کچھ دن پہلے جب سنئیر صحافی اور جیو ٹی وی کے اینکر پرسن حامد میر کو کراچی میں ٹارگٹ کیا گیا تو ان کے بھائی نے بیان دیا کہ حامد میر نے بتایا تھا کہ اگر مجھ پر حملہ ہوتا ہے تو ذمہ دار ISI ہو گی۔ اس بیان کو جیو ٹی وی نے مسلسل کئی گھنٹے نشر کرکے آئی ایس آئی کو بدنام کرنے کی کوشش کی، یہ بھی کہا جاتا رہا ہے کہ خفیہ ادارہ میڈیا اہلکاروں کو ڈراتا اور دھمکاتا رہتا ہے۔ جبکہ حامد میر لاپتہ افراد، بلوچستان کے حالات، صحافیوں کو درپیش مشکلات اور سیکورٹی اداروں پر سوالات اٹھاتا رہتا تھا اس لئے ان کو ٹارگٹ کیا گیا۔ یہ الزامات میڈیا کے اندر نئے نہیں لیکن اس بار براہ راست آئی ایس آئی کے سربراہ کو

ٹارگٹ کیا گیا۔ صحافتی اصول کو بھی پامال کیا گیا۔جنگ گروپ کی غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ، خبروں اور تجزیوں کی وجہ سے دشمن ممالک کو آئی ایس آئی پر الزامات کا موقع مل گیا۔ بھارتی میڈیا نے ہمیشہ کی طرح پاکستان کے اس ادارے کو دہشت گردوں کی لسٹ میں شامل کر دیا۔اس میں کوئی شک نہیں کہ حامد میر پاکستان کے نام ور صحافی ہے۔ان پر حملہ بھی ایک بزدلنا اور دہشتگردانہ حملہ تھا ملک بھر میں سیاسی جماعتوں اور صحافیوں نے اس کی شدید الفاظ میں مذمت کی۔ سب سے بڑھ کر یہ کی جانب سے ISI کہ پاک فوج کے ترجمان نے خود اس حملے کی شدید مذمت کی ہے اور بھرپور تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی گئ لیکن باوجود اس کے جیو ٹی وی مطمئن نہیں ہوا اور خفیہ ادارے کو میڈیا کٹہرے میں کھڑا کر دیا جس پر باقی میڈیا ہاؤس نے بھی سیاست شروع کر دی اور ایک سیدھا سادے مسئلے کو گھمبیر بنا دیا گیا۔ میڈیا کے اس تیز رفتار دوڑ میں الزامات کا سلسلہ شروع ہوا جس کی وجہ سے پہلے سے مسائل اور مشکلات میں گھرا ہوا ملک میں ایک نئ بحث شروع ہو گئ۔ غداری کے سرٹیفکیٹ بھی ایک دوسرے کو دینا شروع ہو گئے۔ اس مسئلے کی وجہ سے اداروں میں پہلے سے موجود بد اعتمادی میں بھی اضافہ ہوا۔وزیر اعظم نواز شریف کی حامد میر کی عیادت اور آرمی چیف کی آئی ایس آئی ہیڈ کوارٹر دورے کو بھی کئی رنگ دیے جا رہے ہیں۔ وزرات دفاع کی جانب سے پیمرا کو جیو ٹی وی کا لائسنس منسوخ کرنے کا خط بھی بھیج دیا گیا ہے ۔اس سارے واقعے کا اگر بغور تجزیہ

کیاجائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرف سے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا گیا۔ جیوٹی وی کی غیر ذمہ دارانہ رپورٹنگ کی وجہ سے ایک طرف ملک کے خفیہ ادارے کی بدنامی ہوئی تو دوسری جانب میڈیا گروپ کے خلاف الزامات بھی سامنے آئے کہ اس گروپ کو دشمن قوتوں کا اشیر آباد حاصل ہے۔ان الزامات میں کتنی حقیقت ہے اب تک اسی طرح ثابت نہیں ہوا ہے کہ جس طرح بغیر تفتیش کے آئی ایس آئی اور اس کے سربراہ کو مجرم ٹھہرایا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ کراچی شہر میں اس طرح کے ٹارگٹ کلنگ ہوتی رہتی ہے۔ پہلے بھی کئی دفعہ میڈیا ہاؤسز کو ٹارگٹ کیا جا چکا ہے۔ دشمنوں قوتیں ہمیشہ کراچی میں خون کا کھیل کھیلتے رہے ہیں ۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک دوسرے کو غدار کہنے کی بجائے ان قوتوں کو بے نقاب کیا جائے جو کہ ملک میں افراتفری چاہتے ہیں اور اس ملک کو ناکام ریاست ظاہر کرنے کے درپے ہے۔اس وقت ملک حالت جنگ میں ہے تمام اداروں کو ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔اب تک ملک میں صحافیوں کو ٹارگٹ کیا جا چکا ہے لیکن بدقسمتی سے قاتلوں کو پکڑا نہیں جاتا ہے110 جس کی وجہ سے میڈیا میں مایوسی اور بداعتمادی پیدا ہوئی ہے۔ بہرکیف ملک، عوام اور صحافیوں کی جان و مال کی حفاظت ،ریاستی اداروں کی ذمہ داری ہے۔اس ذمہ داری کو ادا کرنے کیلئے حکومت کو سنجیدہ اقدامات اٹھانے پڑیں گے۔

اختلاف رائے

پاکستان بننے سے پہلے بھی اختلاف رائے موجود تھا بلکہ مسلم لیگ کے بننے سے پہلے تمام مسلمان کانگریس میں ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کیلئے جدو جہد کر رہے تھے لیکن جب مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ ہندو مسلمانوں کے ساتھ مخلص نہیں تو انہوں نے اپنے لئے ایک الگ جماعت 1906ء میں قائم کی جس کا نام مسلم لیگ رکھا گیا۔ بعد ازں مسلمانوں کو محسوس ہوا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کے ساتھ ایک ملک میں نہیں رہا جا سکتا ہے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ مسلمانوں کے مقابلے میں ہندو تعداد میں زیادہ تھے جسکی وجہ سے مسلمانوں کے حقوق پامال ہو رہے تھے لیکن اس وقت بھی بہت بڑی تعداد میں عام مسلمان اور مسلمان لیڈر یہ سمجھ رہے تھے کہ مشترک ہندوستان میں ہی مسلمانوں کی بہتری ہے۔ اگر اکثریت والے علاقوں میں الگ مسلم ملک بن بھی جائے تو باقی مسلمانوں کے لئے مسئلہ بنے گا۔ اسلئے بڑے بڑے علماء کرام سمیت سیاسی اکابرین بھی کانگریس کو سپورٹ کر رہے تھے بلکہ موجودہ پاکستان میں بھی بہت سے سیاسی رہنما پاکستان کے حق میں نہیں تھے لیکن جب پاکستان بن گیا تو سب کے سب پاکستان کی تعمیر وترقی شانہ بشانہ شامل ہو گئے۔ اس وقت جس طرح سیاسی لوگوں میں اختلاف رائے موجود تھا اُسی طرح اخبارات میں بھی گروپنگ ہوئی تھی کچھ مسلم اخبارات یا

کستان کے حق میں تھے جبکہ بعض اخبارات ہندوستان کی تقسیم کے مخالف تھے کہ چھوٹے حصہ کو الگ نہیں ہونا چاہیے۔ بہر کیف تقسیم ہو گئی 'اکثریت مسلمانوں کی ہندوستان میں رہ گئی جبکہ پاکستان کے علاقوں میں رہنے والے کم تعداد کے لئے الگ ملک پاکستان بن گیا جو کہ ایک نظریہ پر بنا کہ یہاں پر اسلامی نظام حکومت ہو گی' تمام لوگوں کو برابر کا حق حاصل ہو گا۔ قائد اعظم نے کہا تھا کہ اس ملک میں سب برابر ہوں گے۔ اقلیتوں کے لئے بھی حقوق متعارف کرائے گئے کہ یہ لوگ بھی اتنے ہی پاکستانی ہے جس طرح کسی اور کو حقوق حاصل ہے۔ اختلاف رائے اس وقت بھی موجود تھا آج بھی موجود ہے بلکہ دنیا کی تاریخ میں اختلاف رائے موجود ہے اور آئندہ بھی موجود رہے گا۔ جن معاشروں اور ملکوں میں اختلاف نہیں ہوتا وہ ملک اور معاشرے تباہ ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ میں ان ممالک نے ترقی کی جہاں پر اختلاف رائے موجود ہوتا ہے۔ جمہوریت کو دنیا میں اس لیے پسند کیا جاتا ہے کہ جمہوریت میں اختلاف رائے ہو تا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں پر جمہوریت کا نام تو لیا جاتا ہے لیکن جمہوریت برائے نام ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ بہت کم سیاسی پارٹیوں میں جمہوری فیصلے اور اختلاف رائے کی جاتی ہے۔ پاکستان کی بڑی سیاسی جماعتوں میں بھی ورکر اپنی پارٹی قائد سے اختلاف نہیں کر سکتا جو اختلاف کرتا ہے ان کی پارٹی میں جگہ نہیں ہوتی ۔دوسری بدقسمتی یہ ہے کہ 35 سال آمریت کے زیر اثر رہنے والے ملک میں جب جمہوری حکومتی آتی ہے تو صدر

وزیراعظم آمر بننے کی کوشش کرتا ہے' تمام فیصلے خود ہی کرتا ہے'۔اختلاف رائے تو ہوتی ہی نہیں لیکن اگر بعض اوقات اختلاف ہو بھی جائے تو اس کو اہمیت نہیں دی جاتی ہے۔ جبکہ آمر پرویز مشرف ہو یا ضیاء الحق اور ایوب خان سب نے جمہوری پسند لیڈر بننے کی کوشش کی جس کی وجہ سے بھی کافی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ اسی طرح اگر دیکھاجائے تو زندگی کے مختلف ایشوز اور مسائل پر اختلاف رائے موجود ہے لیکن آج جہاں پر سائنس و ٹیکنالوجی نے دنیا کا نقشہ ہی تبدیل کر دیا ہے' ہم ایک دوسر کی بات سننے کے لئے تیار ہی نہیں۔ پاکستان میں گزشتہ 15 سالوں میں بالعموم اور نائن الیون کے بعد سات اٹھ سالوں میں بالخصوص 'میڈیا کی آزادی اور وکلاء تحریک نے بہت سے چیزوں کو تبدیل کر دیا ہے (جس کو ہم ماننے کیلئے تیار ہی نہیں) آزادی صحافت کا نعرہ تو لگایا جاتا ہے اور اختلاف رائے کی بات بھی کی جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت سے ایشوز پر آج بھی نہ میڈیا میں بات کی جاسکتی ہے اور نہ ہی علماء کرام ایک دوسرے کو سنتے ہیں۔ غدار ،کافر، یہودیوں، امریکی اور انڈیا کا ایجنٹ کا لیبل ہمارے جیبوں میں 24 گھنٹے پڑا ہوتا ہے۔ ہم آج تک ایک دوسرے کے محب وطن ہونے پر شک کر رہے ہیں۔ ایک طرف کوئی واقع پیش آئے تو دیکھا یہ جاتا ہے کہ اس کا تعلق کس فرقے ،مسلک اور گروہ سے ہیں۔اس کے بعد دیکھا جاتا ہے کہ اس کا نظریہ رائٹ کا ہے یا لفٹ کا۔ اگر آپ رائٹ کی بات کریں تو لفٹ کی ہمدری آپ کھو جائیں گے' اگر آپ لفٹ کی بات کرتے ہیں

تو رائٹ والے آپ کو نفرت سے دیکھیں گے۔ہم اسلام کی بات تو کرتے ہیں لیکن عمل اسلام پر بالکل نہیں کرتے ،اسلام کی تو بنیادی تعلیمات یہ ہے کہ سچ بات کیا کرو اور جھوٹ سے بچو لیکن آج ہم کیا کیا کر رہے ہیں۔ اسلام میں اختلاف رائے کی بہت گنجائش ہے لیکن چونکہ اختلاف رائے ہمیں سوٹ نہیں کرتی اس لئے وہاں پر ہم خاموش ہو جاتے ہیں ۔ صحافت کے میدان میں بھی اختلاف رائے موجود ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے ہم ایک دوسرے کو سننا گوارا ہی نہیں کرتے ۔ جو لوگ اختلاف کی بات کرتے ہیں ہم ان کی آواز کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب تک ہم ایک دوسرے کی بات نہیں سننے گے اس وقت تک ہمارے مسائل میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ پاکستان کو اگر ترقی یافتہ ملک بنانا ہے تو کھل کر ایک دوسرے کی بات سنی چاہیے ۔ ڈائیلاگ اور ڈیبیٹ کرنے سے ہی معاشرے آگے بڑھتے ہیں لیکن افسوس کہ ہمارے معاشرے میں اس طرف توجہ نہیں دی جاتی بلکہ کالج یونیورسٹیز اور مدارس بھی اس سے خالی ہے' ہمیں اس جانب توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے ۔

احتجاج، بائیکاٹ اور تحریک انصاف

ایک سال پہلے ان ہی دنوں میں تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان لاہور میں اسٹیج سے منسلک لفٹ سے گر گئے تھے' جس طرح وہ گرے تھے کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا کہ وہ ایسے صحت یاب ہوں گے جیسا کہ اب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عمران خان کو نئی زندگی دی ہے بقول ان کے کہ شاید اللہ مجھ سے کوئی بڑا کام لینا چاہتا ہے۔ عمران خان اور ان کی پارٹی تحریک انصاف کی سیاست اور سوچ سے پہلے بھی بہت سے لوگ اختلاف کرتے تھے اور آج بھی ان کے ناقدین موجود ہے لیکن ایک بات جو ان کے مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں وہ ان کے سیاست اور ملک میں تبدیلی کا نعرہ تھا جس کی وجہ سے ملک کی سیاست بہت حد تک تبدیل ہو چکی ہے جبکہ سیاست کے ساتھ ساتھ دوسرے اداروں میں بھی کافی حد تبدیلی نظر آنا شروع ہوئی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان کے موجودہ حالات انتہائی خراب ہے۔ ایک طرف دہشت گردی اور لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ حکومت کو درپیش ہے تو دوسری طرف بجلی اور گیس بحران کی وجہ سے اقتصادی سرگرمیاں ماند پڑ چکی ہے۔ فوج اور حکومت کے درمیان تعلقات بھی بہت حد تک خراب ہے۔ ایک سال پہلے ہونے والے

جنرل انتخابات میں عوام کے جو توقعات تھے کہ ملک میں حالات ٹھیک ہو جائیں گے روزگار کے مواقعے پیدا ہو جائیں گے۔ مسلم لیگ ن کے انتخابی نعروں میں بجلی لوڈ شیڈنگ ختم کرنے کے دعوے بھی دھرے کے دھرے رہ گئے ہیں بلکہ اب تو وزیر بجلی خواجہ آصف نے چند روز قبل قوم کو بتا دیا کہ آنے والے چار پانچ مہینوں میں لوڈ شیڈ نگ مزید بڑھے گی۔ ملک بھر میں گرمی شروع ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ہی احتجاج کا سلسلہ بھی شروع ہو چکا ہے۔ خیبر پختونخوا سمیت ملک کے مختلف شہروں میں بجلی لوڈ شیڈنگ کے خلاف سڑکوں پر مظاہروں کا آغاز ہو چکا ہے' حکومت کو ان ہی مسائل میں ایک بڑا مسئلہ تحریک انصاف کا بھی ہے۔ خیال یہ تھا کہ دوسری سیاسی جماعتوں کی طرح خیبر پختونخوا میں حکومت ملنے پر عمران خان بھی خاموش ہو جائیں گے۔ لیکن پہلے سیاسی جماعتوں کے برعکس عمران خان صوبے میں اقتدار کے مزے لینے کی بجائے جنرل الیکشن میں دھاندلی کے خلاف میدان میں نکلنے کا اعلان کر دیا ہے۔ دنیا بھر میں جمہوریت کو ہی بہترین نظام حکومت کہا جاتا ہے اور اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس میں عوام کے ووٹوں سے عوامی نمائندے منتخب ہو کر اسمبلی میں بیٹھ جاتے ہیں۔ بد قسمتی سے پاکستان میں عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے کے بجائے نمائندے سلیکٹ ہوتے ہیں۔ ایک سال پہلے ہونے والے انتخابات میں جہاں پر پہلی دفعہ عوام بڑی تعداد میں ووٹ ڈالنے کے لئے گھروں سے نکلی وہاں پر ریکارڈ دھاندلی کی وجہ سے عوام میں مایوسی بھی پیدا ہوئی کہ آخر کب

انتخابات میں سلیکشن کا سلسلہ ختم ہو گا۔اس میں اب کوئی شک نہیں رہا کہ انتخابات' میں بڑے پیمانے پر دھاندلی ہوئی ہے۔ الیکشن کے دوران ہم جیسوں کا خیال تھا کہ دھا ندلی صرف پولنگ اسٹیشن میں ہو گی یا ہوئی ہے لیکن اب معلوم ہوا ہے کہ ماضی کی طرح اس دفعہ بھی الیکشن نہیں سلیکشن ہوا ہے۔ اسی سلیکشن کے خلاف 11 مئی کو اسلام آباد میں عمران خان احتجاج کا آغاز کر رہے ہیں۔ تحریک انصاف نے انتخابات کے بعد کہا تھا کہ ہم نے الیکشن کو قبول کیا ہے لیکن دھاندلی کو قبول نہیں کیا ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ عمران خان نے قومی اسمبلی میں اپنی پہلی تقریر میں یہ کہا تھا کہ حکومت عوام کے اعتماد کے لئے صرف چار حلقوں میں انگوٹھوں کے نشان چیک کرائیں جس پر حکومت کی جانب سے وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے کہا تھا کہ ہم چار نہیں چالیس حلقوں میں نشان چیک کرانے کے لئے تیار ہے لیکن تاحال اس میں وفاقی حکومت خود رکاوٹ ہے۔ اگر ملک میں حقیقی جمہوریت کے فروغ چاہیے تو نہ صرف چار حلقوں میں چیکنگ ہونی چاہیے بلکہ جہاں پر بھی شکایت ہو وہاں پر انگوٹھوں کے نشان چیک ہونے چاہیے۔ ایک طرف تحریک انصاف نے گیارہ مئی کو احتجاج کا اعلان کر دیا ہے تو دوسری طرف انتخابات میں دھاندلی اور مسلم لیگ نواز کو سپورٹ کرنے کی وجہ سے عمران خان نے جنگ اور جیو گروپ کا بائیکاٹ کا اعلان بھی کر دیا ہے۔ الزام یہ لگایا گیا ہے کہ جیو ٹی وی نے نواز شریف کی تقریر جلد نشر کی اور چھ گھنٹے بعد جیو ٹی وی نے مسلم لیگ کو انتخابات میں

کامیاب قرار دے دیا تھا جبکہ سینئر صحافی نجم سیٹھی کو چیئر مین کرکٹ بھی اس لیے لگایا اور حکومت نے جیو کو سپورٹ کرنے کے لئے میچ دکھانے کے رائٹس بھی اس گروپ کو دے دیے تھے۔ ان الزامات میں کتنی حقیقت ہے اب تک تحریک انصاف کی جانب سے کوئی بھی ثبوت پیش نہیں کیے گئے ہیں۔ چیئر مین تحریک انصاف کو اپنے اس فیصلے پر نظر ثانی کرنی چاہیے۔ ہر ادارے کی اپنی پالیسی ہوا کرتی ہے کہ انہوں نے کس پارٹی کو کتنا وقت دینا ہے۔ کونسی خبر کب اور کیسے شائع یا نشر کرنی ہے' یہ میڈیا اداروں کی صوابدید اور پالیسی پر منحصر ہے۔ سیاسی جماعتوں کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ کسی بھی میڈیا ہاؤس کا بائیکاٹ کریں۔ بہر کیف پرامن احتجاج کرنا سیاسی جماعتوں کا حق ہے کیوں کہ یہی جمہوریت ہے اور جمہوریت میں اظہار رائے کا حق ہر کسی کو حاصل ہے جو لوگ اس حق کو تسلیم نہیں کرتے ان کو اپنی پالیسی تبدیل کرنی چاہیے۔ پاکستان میں سیاست تبدیل ہو چکی ہے عمران خان نے تبدیلی کا نعرہ بلند کیا تھا اور بہت حد تک وہ اس پر عمل پیرا بھی ہے' انہوں نے پہلے کولیشن جماعت قومی وطن پارٹی کو فارغ کیا تھا اور اب کرپشن کے الزامات پر اپنے ہی دیرینہ ساتھیوں کو وزارت سے فارغ کر دیا ہے۔ وفاقی حکومت کو بھی چاہیے کہ جہاں جہاں پر دھاندلی کے الزامات ہے وہاں پر رکاوٹ بننے کی بجائے غیر جانبداری کا مظاہرہ کریں' اسی میں ملک کی جمہوریت کی بہتری ہے۔

ہماری حکومتیں

ایک سال قبل ہونے والے انتخابات ہو یا اس سے پہلے 2008ء کے انتخابات 'ملک کے مجموعی حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ انتخابات میں عوام جس جوش اور جذبے سے الیکشن میں حصہ لیتے ہیں بعدازاں اسی جذبے سے زیادہ حکومتوں سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ ملک میں آمریت والی حکومتوں کی یہاں پر بات اس لئے نہیں کر رہے ہیں کہ وہ عوام کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہوتی اور نا ہی عوام کے منشاء کو مد نظر رکھ کر اقتدار پر قبضہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے ہم صرف پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کی جمہوری مدت کی بات کریں گے۔

پچھلے سال 11 مئی کو ہونے والے انتخابات جس کو اب ایک سال ہونے والا ہے مسلم لیگ ن کی حکومت سے عوام کے جو توقعات تھے ان توقعات پر ن لیگ کی حکومت ناکام رہی۔ اس ایک سال میں عوام کو کوئی ریلیف نہیں ملا ہے۔ جب بھی بات کی جاتی ہے آمریت، بادشاہت اور جمہوریت کی' تو جمہوریت کو ہی دنیا میں بہتر نظام سمجھا جاتا ہے 'دنیا بھر کی طرح پاکستان میں بھی اس نظام کو اچھا تصور کیا جاتا ہے کہ جمہوریت ہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر پاکستان ترقی یافتہ ملک بن سکتا ہے لیکن جب بھی یہاں پر جمہوری حکومت پروان چڑتی ہے تو

آمریت آجاتی ہے جس کی وجہ سے نہ صرف منتخب ہونی والی حکومتیں ناکام ہو جاتی ہے بلکہ جمہوریت کے سسٹم کو بھی نقصان پہنچ جاتا ہے'آج پاکستان میں یہی وجہ ہے کہ آمریت کامیاب رہی اور نہ ہی جمہوری حکومتیں عوام کے مسائل حل کر سکی ہے۔ عوام کے مسائل میں دن بدن اضافہ ہوتا جارہاہے، جان بھی محفوظ نہیں اور انرجی بحران کی وجہ سے روزگارکے مواقع بھی ختم ہو رہے ہیں ' دہشت گردی کی وجہ سے ان مسائل میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو پاکستان کو قدرتی وسائل سے مالامال کر رکھا ہے یہاں کے پہاڑ بھی سونے کے ہے اور میدانی علاقے بھی تیل اور گیس سے بھرے پڑے ہیں لیکن پھر بھی ان وسائل سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔ عوام نے جس طرح زرداری حکومت کے پانچ سال مشکلات میں گزارہے' ان مشکلات میں آج مسلم لیگ ن کی ایک سال حکومت نے دوگنا اضافہ کر دیا ہے۔ بجلی کی قیمتوں میں تقریباً40 فی صد اضافہ ہوا ہے' پٹرولیم مصنوعات کی عالمی مارکیٹ میں قیمتیں انتہائی کم ہوتی جارہی ہے لیکن یہاں پر ایک سال پہلے کے مقابلے میں دس روپے کا اضافہ کیا گیا ہے جبکہ آج بھی پٹرولیم مصنوعات کی قیمتیں زیادہ ہے جہاں عالمی مارکیٹ میں قیمت کم ہوئی ہے جس کی وجہ سے اشیاء خوردونوش سمیت زندگی گزارکے لیے تمام اشیاء ضرورت انتہائی مہنگی ہو چکی ہے' ہر مہینے قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ یہاں پر سالانہ نہیں بلکہ ماہانہ بجٹ پیش ہوتا ہے جس میں صرف قیمتیں بڑھتی ہے'جس

کا براہ راست اثر غریب لوگوں پر پڑھتا ہے' غریب عوام کی قوت خرید میں انتہائی کمی ریکارڈ واقع ہوئی ہے۔ اگر ان حالات کا جائزہ لیا جائے تو عوام میں پہلے سے زیادہ مایوسی پیدا ہوئی ہے۔ جمہوری حکومتیں بھی عوام کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام نظر آ رہی ہے۔ عوام پہلے پیپلز پارٹی کی حکومت سے تنگ تھی اور آج ایک سال بعد نواز حکومت کو بد عائیں دے رہی ہے۔ پاکستان میں حکمرانوں کے طرز زندگی کو دیکھتے ہوئے عوام میں بد اعتمادی، بے ایمانی، کرپشن اور بے انصافی بڑھ رہی ہے۔ غیر معمولی حالات کی وجہ سے مجموعی طور پر معاشرہ تیزی سے بگاڑ کی جانب گامزن ہے۔ نفسا نفسی کا دور دورہ ہے' پیسے بنانے کے چکر نے جہاں پر حکمرانوں کے انکھوں پر پٹی باندھی ہے وہاں پر عوام بھی ان کے نقشے قدم پر چل پڑی ہے۔ ہماری حکومتیں اپنا وقت تو پورا کر رہی ہے لیکن ملک کے مجموعی مسائل کو حل کرنے میں ناکام نظر آ رہی ہے۔ اگر ایک طرف لوگ پرویز مشرف کے آمریت سے تنگ تھے تو وہاں پر آج جمہوری حکومتیں بھی عوام اور ملک کے مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہیں۔ دنیا میں جمہوری نظام کو عوامی نظام کہا جا تا ہے وہاں پر ہمارے ملک میں حقیقی جمہوریت کا دور دور تک نظارہ نہیں ملتا۔ بلدیاتی انتخابات کا مسئلہ ہو یا دہشت گردی کے خلاف جنگ میں درپیش مسائل پر قانون سازی کا اختیار' ہر جگہ پر ناکامی اور ناامیدی نظر آتی ہے۔ سچ تو ہے کہ ایک سال گزرنے کے باوجود انتخابات میں دھاندلی کے الزامات اور مختلف حلقوں میں دائر پٹیشن پر فیصلے نہیں ہو پائے

ہیں جس پر اتوار کے دن گیارہ مئی کو تحریک انصاف اسلام آباد میں جلسہ منعقد کر رہی ہے جس میں حکومت سے مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ جہاں جہاں پر دھاندلی کے الزامات اور پٹیشن دائر ہے اس کی جلد از جلد تحقیقات کرائی جائے اور عوام کو حقائق سے آگاہ کیا جا ئے ۔ اگر حکومت مزید ٹال مٹول سے کام لے گی تو پہلے سے مسائل میں گھری ہوئی نواز حکومت کے لیے جہاں پر اقتدار کے کرسی پر آصف علی زرداری نہیں بلکہ میاں نواز شریف بیٹھا ہے اور اپوزیشن میں عمران خان (ووٹوں کے حساب سے دوسری بڑی جماعت) ان کے سپورٹ میں نہ ہو تو پانچ سال پورے کرنا مشکل لگتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ گیارہ مئی کو تحریک انصاف کیا حکمت عملی اپنا رہی ہے ' دوسری طرف کنٹینر والا علامہ صاحب بھی میدان میں اترنے کی تیاری کر رہے ہیں جو پہلے سے قوم کو بتا چکے تھے کہ انتخابات میں دھاندلی ہو گی اور عوام کا مینڈیٹ چرایا جائے گا۔ بہر کیف عمران خان کو ملک کی مجموعی صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے فیصلے کرنے چاہیے کہ جس سے حقیقی جمہوریت عوام کو ملے اور عوام کے مسائل منتخب حکومتیں حل کر یں۔ ویسے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آج کل عمران خان کو نادیدہ قوتوں کی آشیرباد حاصل ہے یا لال حویلی کے سرکار کے مشوروں پر عمل کر رہے ہیں جس کی وجہ سے عمران خان نے بیک وقت کئی محاذ کھلے رکھیں ہے۔ بہر کیف اب دیکھنا یہ ہے کہ وفاقی حکومت کیا ر یکشن کرتی ہے ' وفاقی حکومت کا ریکشن ہی مستقبل کی جمہوریت اور سیاست کا تعین کر یں گی۔

مہنگی بجلی کے منصوبے اور لوڈشیڈنگ

گزشتہ دنوں وزیراعظم میاں نواز شریف نے لوڈ شیڈنگ کی موجودہ صورت حال کو ناقابل قبول قرار دیتے ہوئے کہا کہ آئندہ چند روز میں شہروں میں لوڈ شیڈنگ کم کر کے 6 گھنٹے اور دیہی علاقوں میں 7 گھنٹے کی سطح پر لائی جائے۔وزیراعظم ہاؤس میں بجلی کی پیداوار کی صورتحال کے اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بجلی کے منصوبے جلد مکمل کرکے عوام کو ریلیف دیا جائے۔ وزیراعظم نے سسٹم میں 592 میگاواٹ اضافی بجلی کیلئے کھاد سے بجلی کے شعبے کو گیس کی فوری منتقلی اور سی این جی شعبے کو جزوی طور پر گیس کی فراہمی کم کرنے کی بھی ہدایت کی۔وزیراعظم کو بتایا گیا کہ گیارہ مئی کو ہائیڈل ذرائع سے ایک ہزار میگاواٹ اضافی بجلی حاصل ہو جائے گی اور مہینے کے آخر تک ہائیڈل وسائل سے مزید 35 سو میگاواٹ بجلی کا بھی اضافہ ہو جائے گا ۔ 630 میگاواٹ بجلی بھی مظفر گڑھ اور جام شورو پاور پلانٹس کو ایندھن کی اضافی فراہمی کے ذریعے نظام میں شامل ہو جائے گی ۔ وزیراعظم نواز شریف نے غیر فعال بجلی گھروں کو دوبارہ فعال بنانے ، بجلی کی لیکج ، چوری اور بدعنوانی سے بچنے کیلئے بجلی گھروں کو ایندھن کی منتقلی ریلوے کے ذریعے کرنے کا بھی حکم دیا۔ وزیراعظم کے اس بیان کا جائزہ لیا جائے تو

معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہلے وزیر اعظم نواز شریف کو معلوم ہی نہیں تھا کہ پاکستان میں دہشت گردی کے بعد سب سے بڑا مسئلہ بجلی لوڈ شیڈنگ کا ہے جس کی وجہ سے صنعتیں بند پڑی ہے 'جو کارخانے چل رہے ہیں وہ بھی دو اور تین شفٹوں سے اب ایک شفٹ پر آ گئی ہے۔ یہ معاملہ پورے پاکستان کا ہے لیکن سب سے زیادہ متاثرہ ہونیوالا صوبہ پنجاب ہے جس کے بڑی تعداد میں کارخانے اور یونٹس بند پڑے ہیں 'زیادہ تر ٹیکسٹائل صنعتیں چین منتقل ہوئی ہے۔ چاروں صوبوں میں زیادہ لوڈ شیڈنگ خیبر پختونخوا میں کی جارہی ہے۔ انتخابات کے دوران موجودہ حکومت کی نعروں کو اگر ایک طرف رکھا جائے (جس میں بجلی لوڈ شیڈنگ کو تین مہینے اور چھ مہینوں میں ختم کرنے کے اعلانات ہوئے تھے) بلکہ موجودہ حکومت کے ایک سال گزارنے کو بھی قوم بھول جائے 'صرف ان احکامات اور وعدوں کو پایا تکمیل تک پہنچایا جائے جو اب وزیر اعظم نے کیے ہیں تو ملک سے لوڈ شیڈنگ ختم ہو جائے گی۔ اب شارٹ فال 25 سو سے تین ہزار کے درمیان ہے' احکامات کے مطابق مہینے کے اختتام پر 35 سو میگاواٹ سسٹم میں شامل ہونے سے لوڈ شیڈنگ خود بخود ختم ہو جائے گی۔

مجھے نہیں معلوم کہ جب موجودہ سسٹم بیس ہزار سے زائد بجلی پیدا کر سکتا ہے تو پھر 13 اور 14 ہزار میگاواٹ بجلی پیدا کیوں کرتا ہے؟۔ آیا اس میں بھی بیرونی ہاتھ ملوث ہے؟ پیپلز پارٹی کے دور حکومت کے پہلے سال میں جب آئی ایم

ایف اور ورلڈ بنک سے قرضے لینے کی شرائط قبول کی گئی تھی تو اس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ قرضے کو واپس کرنے کے لئے بجلی تین سو سے چار سو فیصد مہنگی کرنی پڑے گی جس پر مجھ سمیت پوری میڈیا نے آسمان سر پر اٹھایا تھا کہ یہ تو ملک کے لئے تباہی ہے' عوام یہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتی ہے' زرداری حکومت نے اس وقت فیصلے کی تردید کر دی اور بعد ازاں ہر مہینے بجلی کی قیمت کو بڑھاتے رہیں جس سے بجلی انتہائی مہنگی ہو گئی۔ اس پالیسی کو آگے بڑھاتے ہوئے موجودہ حکومت نے صرف ایک سال میں مزید بجلی کی قیمت ڈبل کر دی لیکن اگر اب دیکھا جائے تو لوڈ شیڈنگ مختلف علاقوں میں مختلف ہوتی ہے لیکن اوسطاً ملک میں بارہ سے پندرہ گھنٹے بجلی غائب ہوتی ہے' باوجود اس کے' کہ بجلی بل میں ٹیکسوں کو ملکر تقریباً تیس روپے فی یونٹ پڑتی ہے' جو کہ جنوبی ایشیاء اور خطے میں (انڈیا، بنگال دیش، سری لنکا وغیرہ) کے مقابلے میں انتہائی مہنگی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق کرپشن اور پیسہ بنانے کے لئے مہنگا ترین ذریعے یعنی تیل سے بجلی پیدا کی جا رہی ہے' جس میں ایک یونٹ 18.25 روپے کا پڑتا ہے اور سب سے زیادہ 35 سو میگاواٹ بجلی پیدا کی جا رہی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں پانی سے 34 سو میگاواٹ پیدا ہو رہی ہے جو کہ ایک یونٹ 0.08 پیسے پر سسٹم میں داخل ہوتی ہے۔ اس طرح ہوا سے 0.03 اور نیوکلیر 4.12 جبکہ گیس سے 5.58 روپے فی یونٹ خرچ آتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں پانی اور ہوا سے بجلی پیدا کرنے کے ذریعے انتہائی زیادہ ہے لیکن

اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جارہا ہے۔دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو سورج سے بجلی انتہا
ئی سستے داموں پیدا ہو سکتی ہے' اس طرف بھی توجہ نہیں دی جارہی ہے جبکہ کھاد سے
بھی بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق کوئلے کے موجودہ ذخائرہ سے ایک
لاکھ میگاواٹ دوسو سال تک بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ ان تمام سستے اور قدرتی وسائل کے
باوجود ملک اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہے۔ لوڈشیڈنگ کے باوجود حکومت ایک طرف بجلی
مہنگی کر رہی ہے تو دوسری طرف ان دستیاب وسائل سے فائدہ نہیں اٹھایا جارہا
ہے' جس کا براہ راست اثر غریب اور عام لوگوں پر پڑرہا ہے۔ سورج سے بجلی تو حکومت
پیدا نہیں کر رہی ہے لیکن نجی سطح پر سولر انرجی سے اب عام لوگ بجلی پیدا کر رہے ہیں۔
عوامی حلقوں میں یہ تشویش پائی جارہی ہے کہ حکومت لوڈشیڈنگ کی وجہ سے عوام کے
جیبوں سے یوپی ایس، سولر انرجی، سولر فین وغیرہ کے ذریعے پیسے نکال رہی ہے۔
یہی وجہ ہے کہ اب امیروں اور سرمایہ داروں کی طرح غریب آدمی بھی بجلی چوری کر
تا ہے اور بل ادا کرنے کیلئے تیار نہیں۔جب تک موجودہ حکومت پانی، ہوا اور سورج سے
بجلی پیدا کرنے کی طرف نہیں آئے گی' اس وقت تک حالات ایسے ہی معلوم ہو رہے
ہیں' جبکہ اب دیکھنا یہ ہے کہ وزاعظم نواز شریف ایک مہینے بعد کیا فیصلے کرتے ہیں
اورآیا مہینے کے آخر میں 35 سو میگاواٹ بجلی سسٹم میں آجائے گی۔؟

پاکستان کی جمہوریت اور بھارت کی جمہوریت

ایک ارب 20 کروڑ لوگوں کا ملک بھارت کو آزاد ہوئے اُتنا ہی عرصہ ہوا ہے جتنا عرصہ پاکستان کو ہوا ہے لیکن آج بھارت کی معاشی واقتصادی پوزیشن دیکھیں تو باوجود پاکستان سے آبادی زیادہ ہونے کے بہتر حالت میں ہے وہاں پر جمہوریت مضبوط ہے' اختیارات عوامی نمائندوں کے پاس ہے' آج تک وہاں جمہوریت پر شب خون نہیں مارا گیا ہے' 1947 سے آج تک صرف جمہوری حکومتیں بنتی رہی ہے جس کی وجہ سے بھارت دنیا میں بڑی جمہوری ملک کے نام سے مشہور و معروف ہے' اس کے برعکس پاکستان میں 35 سال فوجی آمریت رہی جس کی وجہ نہ صرف جمہوری حکومتیں ناکام رہی ہے بلکہ ادارے بھی کمزور اور اقتصادی پوزیشن بھی غیر مستحکم رہی ہے۔ آج بھی ملک کے حالات اس نہج پر ہے کہ جمہوری حکومت کو خطرہ ہے' اداروں کے درمیان اعتماد کی فضا کم ہے' حکومت اور فوج ایک پیج پر نہیں۔ ہماری بدقسمتی کہ آج بھی ملک میں جمہوری حکومت کو خطرہ ہے کہ آج یا کل میں حکومت ختم ہوجائے گی اگر نواز شریف حکومت نے خاص کر مشرف کیس میں لچک کا مظاہرہ نہ کیا تو فوج ٹیک آور کردے گی' یہ وہ افواہیں ہے جو مختلف حلقوں کی جانب سے پھیلائی جارہی ہے ۔حکومت حلقوں میں بھی ان خدشات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف آج تک یہ فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ حکومت کی لائن کیا

ہے اور فوج کے حدود کیا ہے۔ ملک دہشت گردی کی لپیٹ میں ہے' اندرونی اور بیرونی خطرات موجود ہے' عالمی ممالک خطے میں گریٹ گیم کھیل رہی ہے اور ہم یہ فیصلہ نہیں کرسکیں کہ طالبان سے مذاکرات کرنے چاہیے یانہیں۔ فوج اور حکومت کی سوچ طالبان سے مذاکرات میں نظرآرہی ہے جس کی وجہ سے مذاکرات تعطل کا شکار ہے۔ جب تک جمہوری حکومتیں خود اس ملک میں جمہوری نظام کے لیے متفق نہ ہو گی اس وقت تک ملک افواہوں اور ریل ڈی ریل کی چکر میں پھسا رہے گا' اگر ملک کا مستقبل خود میاں نواز شریف کی حکومت جمہوری دیکھنا چاہتی ہے تو انہیں کچھ بڑے فیصلے کرنے پڑیں گے۔ سب سے پہلے تحریک انصاف کے مطالبات کو تسلیم کرکے فوری طور پر ایک ہفتے کے اندر اندر چار حلقوں میں دھاندلی کے الزامات کو سامنے لانا چاہیے۔ ایک سال گزر گیا لیکن جمہوری حکومت یہ طے نہ کرسکی کہ الیکشن ٹربیونلز میں دائر پٹیشنز کے فیصلے کیے جائیں' قانون کے مطابق الیکشن ٹربیونل کو چار مہینے کے اندر اندر تمام کیسز کو نمٹنا چاہیے تھا لیکن آج بھی 199 کیسز ٹربیونلز میں موجود ہے جن میں سب سے زیادہ پنجاب کے 97 حلقوں میں کیسز باقی ہے جب کہ خیبر پختونخوا کے 11 حلقوں میں فیصلہ نہیں ہوا ہے۔ سندھ اور بلوچستان میں بھی درجنوں کیسز بند پڑے ہیں۔ آمریت پسند سوچ کے مالک آج پاکستان میں جمہوریت کا مذاق اڑ رہے ہیں کہ انتخابات میں دھاندلی کے

الزامات کو ایک سال بعد بھی ختم نہیں کیا جاسکا' تمام سیاسی جماعتوں سمیت حکومتی پارٹی مسلم لیگ ن نے بھی ٹریبونل میں پیٹشن دائر کی ہے لیکن نہ ہی الیکشن کمیشن اس بارے میں پریشان ہے اور نہ ہی نادرا سے مدد لی جارہی ہے۔ویسے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انتخابات میں اوریجنل سیاہی استعمال نہیں ہوئی جس کی وجہ سے یہ ممکن نہیں کہ انگوٹھوں کے نشان چیک ہو سکیں حالاں کہ عام سیاہی استعمال ہونے والے انگوٹھے کانشان بھی نادرا سے ویری فائی ہو سکتا ہے اس کے لیے میگنطیسی سیاہی ضروری نہیں۔دوسری بد قسمتی ہماری یہ ہے کہ تقریباً ہر الیکشن کے بعد ہارنے والی سیاسی جماعت دھاندلی کا الزام لگاتی ہے کچھ دن شور مچانے کے بعد خاموش ہو جاتی ہے جس کو کچھ حلقے یہ تصور کر بیٹھے ہیں کہ ہر ہارنے والی جماعت دھاندلی کے الزامات لگاتی رہتی ہے جو نئی بات نہیں۔ دوسری طرف بھارت کی مثال ہمارے سامنے ہیں وہاں پر بھی الیکشن ہوتا ہے لیکن اس قسم کے الزامات نہیں لگائے جاتے ہیں۔ دس سال اقتدار میں رہنے کے باوجود کانگرس بھارت میں انتخابات کراتی ہے اور انتخابات میں بُری طرح ہار جاتی ہے ۔آج تک وہاں پر خفیہ ہاتھ کی بات ہوتی ہے اور نہ ہی دھاندلی کی بات کی جاتی ہے ۔وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہاں پر الیکشن کمیشن آزاد اور خود مختار ہوتا ہے۔ حکومت کا کوئی کنٹرول الیکشن کمیشن پر نہیں ہوتا۔ انتخابات جدید طریقے بائیو میٹرک سسٹم کے ذریعے کیے جاتے ہیں۔ اس بار بھی 70 کروڑ ووٹروں میں سے 55 کروڑ ووٹروں نے اپنے رائے کا اظہار کیا جبکہ پاکستان میں 8 کروڑ

ووٹروں میں بمشکل چار سے ساڑھے چار کروڑ ووٹر ووٹ ڈالنے گئے تھے جس میں بھی بہت سے جعلی ووٹ نکل آئیں ہے۔پاکستان میں شفاف انتخابات کے لیے ضروری ہے کہ تمام دائرپیٹشنز کا فیصلہ جلد از جلد سنایا جائے' الیکشن کمیشن کی تشکیل نو کی جائے' بائیو میٹرک نظام کا افتتاح بلدیاتی انتخابات سے کی جائے تاکہ دھاندلی کامسئلہ حل ہو سکیں۔ خیبر پختونخوا حکومت نے الیکشن کمیشن کو بلدیاتی انتخابات بائیومیٹرک سسٹم کے ذریعے کرانے کے لیے خط لکھا ہے لیکن تاحال اس سسٹم کے ذریعے الیکشن کمیشن انتخابات کرانے سے گریز کررہی ہے جبکہ یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بایؤمیٹرک سسٹم 2018ء میں جنرل الیکشن میں استعمال ہو گا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ نواز شریف حکومت دھاندلی کے شکایات کو دور کرنے اور پنجاب میں جن حلقوں میں پیٹشن دائر ہے ان میں مزید تاخیری حربے استعمال کرتی ہے یا غیر جانبداری کا مظاہرہ کرتی ہے' بصورت دیگر احتجاج کا سلسلہ تیز ہوتا جائے گا دوسری سیاسی جماعتیں بھی سڑکوں پر نکل آئے گی جو ملک کے لیے ان حالات میں اچھا شگون ثابت نہیں ہوگا۔

تعلیمی ایمرجنسی

کسی بھی معاشرے کی تعمیر وترقی میں تعلیم کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جاسکتا' تمام مذاہب خصوصاً اسلام نے تعلیم کو بنیادی اہمیت دی ہے'اسلام نے زندگی گزرنے کے لیے علم و تعلیم کو ہر مرد و عورت پر فرض کیا ہے کہ ہر مرد و عورت اتنی تعلیم ضرور حاصل کریں جس پر وہ اپنی زندگی کے چوبیس گھنٹے گزار سکیں' ہمارے آقا نبیؐ کے تعلیمات واحادیث ہمارے سامنے موجود ہے جس میں علم حاصل کرنے کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ ماضی میں علم ہی کی بدولت مسلمان دنیا میں حکمران رہے لیکن افسوس کہ آج کے حکمران اپنی ماضی کو بھول چکے ہیں جس کی وجہ سے ہم در بدر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں۔ تعلیم کے بدولت مغرب نے ترقی کر لی اور ہم آج ہر میدان میں اُن کے محتاج ہے۔ آج ہمارے حکمرانوں نیلل تعلیم کو سب سے کم درجے پر رکھا ہے' اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیمی اداروں میں داخل کرایا جاتا ہے لیکن غریب کے بچے آج بھی تعلیم حاصل کرنے سے محروم ہے' موجودہ وفاقی حکومت مسلم لیگ ن کی منشور کی بات کریں تو اس میں لکھا تھا کہ ایجوکیشن کا بجٹ ہم 5 فیصد کریں گے ہر بچے کو تعلیم دینا حکومت کی ذمہ داری ہو گی لیکن اس پر عمل آج تک نہیں ہوا' اب یہ کہا جارہاہے کہ چارسال میں تعلیمی بجٹ کو دوگنا کر دیں گے یعنی چار فی. صد۔اس طرح خیبر پختونخوا میں پاکستان تحریک

انصاف کے منشور میں ایجوکیشن ایمرجنسی کی بات کی گئی تھی جس میں لکھا ہے کہ خود مختار پاکستانی کے لیے ایک ایجوکیشن سسٹم ہو گا جس میں تعلیمی بجٹ 2 فی صد سے بڑھ کر پانچ سال میں 5 فی صد کریں گے جبکہ دوسرے صوبوں میں حکومتوں کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں' آج تعلیمی ایمرجنسی کی بات تو ہر صوبہ کرتا ہے لیکن عملی طور پر ہمیں تعلیمی ایمرجنسی نظر نہیں آتی' کچھ کام ضرور ہوئے ہیں' تحریک انصاف حکومت نے بچوں کو سکول میں داخل کرانے کا مہم بھی چلایا ہے لیکن آج بھی بہت سے بچے سکول سے باہر محنت مزدوری کر رہے ہیں جس کی وجہ صرف غربت ہے' ہر ماں کی خواہش ہے کہ ان کا بچہ سکول جائے لیکن یہ خواہش ہر ماں کی پوری نہیں ہوتی۔ سرکاری سکولوں میں داخلہ فیس بھی موجود ہے اور خیبر پختونخوا تعلیمی بورڈز نے نائن اور ٹین جماعت کے بورڈ امتحانی فیس میں تقریب300 روپے اضافہ کیا ہے جو کہ غریب والدین کے لیے ادا کرنا مشکل ہے۔ صوبائی حکومت پہلی جماعت سے میٹرک تک کتابیں مفت فراہم کر رہی ہے لیکن دو مہینے گزرنے کے باوجود کچھ کتابیں ابھی تک بچوں کو نہیں ملی ہے جس میں اسلامیات ، اُردو اور سائنس کی کتابیں شامل ہیں۔ تعلیمی ایمرجنسی کی بات کی جائے تو تین لاکھ بچوں کو سکول میں داخل کرایا گیا ہے لیکن اب بھی بہت سے بچے سکول سے باہر ہے جبکہ بہت سے سکولوں میں اساتذہ کی کمی بھی ہیں خاص کر سائنس کے ٹیچر سکولوں میں انتہائی کم ہے۔ وزیر تعلیم عاطف خان کے مطابق سرکاری سکولوں میں 14 ہزار اساتذہ کی کمی تھی جس میں 8 ہزار اساتذہ کو بھرتی

کیا گیا ہے جب کہ 6ہزار اساتذہ کو بھی عنقریب بھرتی کیا جائے گا'اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ تعلیمی بجٹ میں 23ارب کا اضافہ کیا گیا ہے اور اب یہ بجٹ 85ارب روپے ہو جائے گا۔ حکومتی اعداد وشمار کے مطابق 10ہزار سکول صاف پانی سے محروم ہے جبکہ 8ہزار سکولوں کے بونڈری وال یعنی دیواریں نہیں ہے اس طرح 7ہزار سکولز میں ٹائلٹ موجود نہیں جبکہ ہزاروں سکولوں میں فرنیچر بھی نہیں ہے۔ یہ وہ بنیادی ضروریات ہے جس سے ہمارے سکول آج تک محروم ہے' یہی وجہ تھی .کہ خیبر پختونخوا کے عوام نے پاکستان تحریک انصاف کو ووٹ دیا کہ ہمارے بنیادی مسائل حل ہو سکیں اب دیکھنا یہ ہے کہ تحریک انصاف کی حکومت عوام کے ان بنیادی مسائل کو کب تک حل کرتی ہے۔ آج بھی صوبے میں بہت سے ایسے سکول موجود ہے جس میں اساتذہ کی کمی نہیں لیکن وہاں پر اساتذہ ڈیوٹی نہیں دیتے 'جس کی نشاندہی کرکے ان کو سخت سے سخت سزا دینی چاہیے ۔ تحریک انصاف کی حکومت نے یکساں نصاب تعلیم کی بات بھی کی تھی کہ اس سال مارچ سے ہم یکساں نصاب تعلیم شروع کریں گے 'تمام سکولوں میں ایک ہی نصاب پڑھایا جائے گا لیکن ایک سال گزرنے کے باوجود یکساں نصاب پرائیویٹ سکولوں میں شروع نہیں ہوا صرف سرکاری سکولوں میں اس کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ خوش آئند اقدام ہے۔یہ بھی یاد رہے کہ خود عمران خان صاحب نے الیکشن سے پہلے چھ نکاتی تعلیمی پالیسی کا اعلان کیا تھا جس میں ابتدائی تعلیم مادری زبان میں دینے کا وعدہ کیا تھا اور تمام سکولوں بشمول پرائیویٹ سکولوں میں یکساں نصاب تعلیم پڑ

ھائی جائے گی۔ ایک سال گزرنے کے بعد تحریک انصاف کی حکومت نے مکمل طور پر اپنے تعلیمی وعدوں کو تو پورا نہیں کیا لیکن بہت حد تک تعلیمی اصلاحات اور بجٹ میں اضافہ کر دیا ہے جس کا درست اور میرٹ پر استعمال صوبے میں تعلیمی شرح میں اضافہ کا سبب بن سکتا ہے اور تعلیمی اداروں میں مجموعی پر حالات بہتر ہو سکتے ہیں۔ آخر میں روزنامہ آج کے تمام قارئین کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو میرے کالموں کو شوق سے نہ صرف پڑھتے ہیں بلکہ مجھے اپنی قیمتی آراء سے بھی آگاہ کرتے ہیں۔

مذاکرات کے بعد آپریشن

مسلم لیگ نواز کی حکومت کو ایک سال ہو گیا ہے‘ اس ایک سال کے عرصے میں حکومت کو بہت سے نشیب وفراز سے گزرنا پڑا ہے اور موجود حالات و واقعات بتا رہے ہیں کہ عشق کے امتحان اور بھی ہے‘بعض امتحانات تو حکومت کے خود پیدا کردہ ہے یعنی فوج کے ساتھ تعلق تو خراب تھے ہی لیکن جیوٹی وی پر آئی ایس آئی سربراہ کی بے توقیری نے بھی حکومت کو خود سائٹ لائن کر دیا‘ جہاں پر موقع تھا کہ حکومت فوج کے ساتھ تعلقات کو بہتر کریں‘اس موقعے سے فائدہ اٹھانے کے بجائے حکومت اور فوج کے درمیان تعلقات میں مزید تناؤ پیدا ہوا اور آج حکومت کئی قسم کے مشکلات کا سامنا کر رہی ہے‘حکومت کے مسائل میں مزید اضافہ نجی چینل کو سپورٹ کرنے سے ہو رہا ہے‘حکومت اور فوج کے خراب تعلقات کی وجہ سے طالبان سے مذاکرات بھی ناکام ہوئے بقول حکومتی کمیٹی کے رکن میجر عامر کے کہ طالبان مذاکرات میں سنجیدہ تھے لیکن اس سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا۔اب جہاں پر حکومت کو عسکری اور سیاسی جماعتوں کا دباؤ کا سامنا ہے وہاں پر ایک سال گزرنے کے باوجود عوام کے مسائل حل ہونے کے بجائے اس میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے‘ ایک طرف مہنگائی کی وجہ سے لوگوں کی قوت خرید ختم ہو رہی ہے، غریب عوام کے لیے سبزی خریدنا بھی دشوار ہو چکا ہے تو دوسری جانب حکومتی

پالیسی کی وجہ سے یوٹیلٹی بلز میں بھی ہر مہینے اضافہ ہو رہا ہے' بجلی کی قیمت ایک سال میں 50 فیصد سے زیادہ بڑھادی گئی ہے اسی طرح پٹرولیم مصنوعات سمیت گیس اور بجلی کی قیمتیں مزید بڑھنے کا پروگرام بنایا جا رہا ہے جبکہ بجٹ جو چھ جون کو پیش ہونا ہے وہاں بھی عوامی توقعات کے برعکس فیصلے ہونے جا رہے ہیں' عوام نئے ٹیکسوں کے لیے بھی تیار رہیں' بجٹ 2014-15 میں تقریباً 240ارب روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں گے جس سے مہنگائی کا نیا طوفان آنے والا ہے۔ ان حالات میں عوام بھی موجود حکومت سے ایک سال کے مختصر عرصے میں مایوس دکھائی دے رہی ہے جبکہ اپوزیشن جماعتیں بھی احتجاج کرنے کی صف بندیاں کر رہی ہے۔ حکومت کو ان مشکل حالات سے نکلنے کا واحد راستہ گڈ گورنس اور فوج کے ساتھ تناؤ کو کم کرنا ہے۔ طالبان کے درمیان حالیہ گروپ بندی سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے جہاں پر مولانا ولی الرحمان کے سابق نائب خالد محسود عرف سجنا نے 2007 میں بننے والی تحریک طالبان سے علیحدگی کا اعلان کر دیا ہے وہاں پر سجنا گروپ کے ترجمان اعظم طارق نے یہ بھی کہہ دیا ہے کہ طالبان بھتہ خوری، ڈاکہ زنی، اغوا برائے تعاوان، عوامی مقامات پر بم دھماکے کرنا، علما کی شہادت اور مدارس سے بھاری رقوم کا تقاضہ اور مختلف ناموں سے ذمہ داری قبول کرنے نے طالبان کو تقسیم کر دیا ہے۔ ترجمان کے مطابق ہماری کوششوں کے باوجود ہم کامیاب نہ ہو سکیں ہے کہ طالبان کو غیر ملکی فنڈز لینے سے روکے اور صرف اپنے ایجنڈے پر عمل پیرا

ہو جبکہ تحریک طالبان پاکستان کی وجہ سے امارات اسلامی افغانستان کے خلاف پرو پیگنڈے نے افغان طالبان کو نقصان پہنچایا ہے۔ شنید یہ بھی ہے کہ طالبان کے درمیان مزید بھی گروپ بندی ہو گی، جس کا فائدہ حکومت کو ہو سکتا ہے، اب بھی اگر حکومت اور فوج طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے ایک پیج پر آ جائے تو معاملات بہت حد تک ٹھیک ہو سکتے ہیں۔ وزیرستان سے یہ بھی اطلاعات ہے کہ حافظ گل بہادر گروپ نے حکومت سے امن معاہد ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے جو نیک شگون نہیں، کہا یہ جارہا ہے کہ حکومت اور سکیورٹی اداروں نے طالبان کے خلاف آپریشن کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اس لیے طالبان گروپوں میں تقسیم بھی ہو رہی ہے اور حکومت کے خلاف اعلان جنگ کا آغاز بھی ہو رہا ہے۔ طالبان کے ان دھڑ بندیوں کو بعض مبصرین اچھا نہیں سمجھ رہے ہیں کہ حکومت کو ان چھوٹے چھوٹے گروپوں سے مذاکرات کرنا مشکل ہو جائے گا اور پہلے بھی اس طرح کے بہت سے گروپ موجود تھے جو حکومت کے خلاف کارروئیاں کرتے تھے جو بعدازاں تحریک طالبان پاکستان میں شامل ہو گئے تھے، اب بھی ان کے جدا ہونے سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا۔ اب یہ حکومت اور فوج پر منحصر ہے کہ وہ ان گروپوں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ مذاکرات کرتی ہے یا ان کے خلاف بڑے آپریشن کی طرف جائے گی، اطلاعات کے مطابق طالبان حملوں کے مقابلے میں فوج چھوٹے چھوٹے آپریشن کر رہی ہے بعض ماہرین کا خیال ہے کہ فوج کوئی بڑا آپریشن نہیں کریں گی بلکہ افغانستان سے امریکی انخلا تک یہ

مسئلہ مذاکرات، آپریشن اور ایک دوسرے پر حملوں کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا‘ یہ بھی یاد رہے کہ اب تک 2 سو بڑے جبکہ 6 ہزار چھوٹے آپریشن سیکیورٹی فورسز کرچکی ہے۔ میڈیا خبروں کے مطابق یورپی اور مغربی ممالک کو پاکستان کے طالبان کے ساتھ مذاکرات پر شدید تحفظات ہیں‘ ایک خبر کے مطابق مغربی ممالک کے سفارت کار چاہتے ہیں کہ حکومت پاکستان کو مذاکرات کے بجائے آپریشن کرنا چاہیے۔ ان حالات میں حکومت کے لیے مذاکرات کرنا انتہائی مشکل ہے‘ اس لئے اب حکومتی حلقوں کی جانب سے آف دی ریکارڈ یہ کہا جارہا ہے کہ طالبان سے مذاکرات کا سلسلہ ختم ہوچکا ہے لیکن آپریشن کا فیصلہ بھی تاحال نہیں ہوا ہے۔

اسلام سے لندن براستہ کراچی

پشاور کے رہائشی ذاکر خان جو رکشہ ڈرائیور ہے ان کے تین بچے اور ایک بیوی ہے کر ایے کے مکان میں رہتا ہے' دو کمروں کے اس مکان کا کرایہ 7 ہزار اور بجلی، گیس بل ملا کر 9ہزار تک پہنچ جاتا ہے' بجٹ کے بارے میں کہتے ہیں کہ وفاقی حکومت نے اپنا دوسرا بجٹ جس کا مجموعی حجم 3936ارب روپے ہیں پیش کرنا عوام کو دھوکا دینے کے مترادف ہے' اس میں غریب عوام کے لیے کچھ نہیں' غریب کو دو وقت کی روٹی چاہئے علاج معالجے کے لیے دوا جو ہر مہینے مہنگی ہوتی جارہی ہے' غریب کی کسی کو فکر ہی نہیں'حکومت نے چھوٹے گاڑی پر ٹیکس لگا دیا ہے جبکہ بڑی گاڑیاں جو امیر لوگ خریدتے ہیں اس پر کوئی ٹیکس نہیں' وزیر اعظم ہاؤس سمیت قومی اسمبلی اور سینٹ کے بجٹ میں کروڑں روپے کا اضافہ کر دیا ہے جبکہ آئی ایم ایف کو لکھے گئے خط کے مطابق بجلی گیس اور پٹر ولیم مصنوعات کی قیمتیں بڑھا کر اشیا خورد نوش کی چیز یں مزید مہنگی ہو جائے گی ۔ اب بجٹ میں مزدور کی تنخواہ کم از کم 12ہزار روپے مقرر کی گئی ہے پہلا سوال یہ ہے کہ حکومت کے مقرر ر تنخواہ پر کتنے ادارے اور کارخانے عمل کرتی ہے دوسرا سوال یہ ہے کہ مہنگائی کے اس دور میں بارہ ہزار پر ایک مہینہ کیسے گزر سکتا ہے جہاں پر آلو 70 روپے کلو، پیاز 40 ٹماٹر اور دوسری موسمی سبز یاں چالیس سے

پچاس روپے کلو بکتی ہو اور یوٹیلٹی سٹورز میں چاول، دال، لوبیا اور چنے کی قیمت 120 روپے سے زیادہ ہو وہاں پر ایک غریب آدمی دو وقت کی روٹی کیسے کھا سکتا ہے ۔ ذاکر خان کہتے ہیں کہ معلوم نہیں حکومت ہر سال بجٹ پیش کیوں کرتی ہے یہاں پر تو ہر مہینے اور ہر دن بجٹ پیش ہوتا ہے جس میں قیمتوں کا تعین یعنی چیزوں کو مہنگا کیا جاتا ہے اور جو منصوبہ حکمرانوں کو سوٹ کرتا ہے وہ شروع ہو جاتا ہے۔ بجٹ کے متعلق یہ سوچ صرف ذاکر خان کا نہیں بلکہ ہر غریب آدمی کی یہی سوچ ہے کہ یہ بجٹ عوام کا نہیں بلکہ سرمایہ داروں کے لیے ہیں' یہی وجہ ہے کہ اپوزیشن جماعتوں سمیت تمام مکتب فکر کے لوگوں نے اس بجٹ کو مسترد کر دیا جبکہ سرمایہ دار اور بزنس مین نے اس کو سراہا۔ وفاقی حکومت جب اسلام آباد میں بجٹ پیش ہونے کی منظوری دے رہی تھی اس وقت لندن میں ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کو ڈیڑھ سال تحقیقات کے بعد اسکاٹ لینڈیارڈ پولیس نے حراست میں لے لیا تھا' لندن ٹائم کے مطابق صبح پانچ بجے تحقیقاتی ادارے نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا اور گرفتار کرکے تفتیش کی اور بعد ازاں بیماری اور چیک اپ کے حوالے سے ہسپتال میں منتقل کیا گیا جو تادم تحریر پولیس حراست میں ہے۔ لندن میں الطاف حسین کے ساتھ پیش آنے والا واقعہ اچھنبے کی بات نہیں' کیوں کہ عمران فاروق قتل کیس سے شروع ہونے والا تفتیشی اہلکار الطاف حسین کے ارد گرد دائرہ تنگ کر رہے تھے اور اس سلسلے میں اسکاٹ لینڈ یارڈ کی ٹیم پاکستانی حکام سے بھی ملی تھی اور پا

کستان میں گرفتار قتل میں ملوث دو اشخاص سے متعلق تفتیش بھی کی تھی' ان حالات میں الطاف حسین اپنے تحفظات پہلے بھی اپنے پارٹی اور کارکنوں کو بتا چکے تھے کہ عالمی اسٹیبلیشمنٹ میرے خلاف سازش کر رہی ہے۔ دوسری طرف اگر سکاٹ لینڈ یارڈ پولیس کی تاریخ دیکھی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ ادارہ بغیر ثبوت کے کسی کو پکڑتی نہیں اور نہ ہی ہماری پولیس اور اداروں کی طرح پریشر میں آکر کیس کو چھوڑتی ہے۔ ان ہی اوصاف کے مطابق یہ ممالک ترقی یافتہ ہے کہ وہاں پر قانون سب کے لیے برابر ہوتا ہے۔ لندن میں رونما ہونے والے اس واقع کو منی لانڈرنگ کیس میں گرفتاری بھی کہا جارہا ہے' بہر کیف الطاف حسین کی گرفتاری نے جہاں پر پارٹی کارکنوں اور قائدین میں ہل چلی مچادی ہے وہاں پر کراچی شہر جس کو پاکستان کا معاشی ہب کہا جاتا ہے چند ہی گھنٹوں میں مفلوج ہو کر رہ گیا۔ لندن میں ایم کیوایم کے قائد کو لندن پولیس نے گرفتار کیا جس کا کوئی لینا دینا پاکستان یا پاکستانی پولیس سے نہیں ہے لیکن ایم کیوایم نے احتجاج کراچی میں شروع کیا جس کی وجہ سے تمام تعلیمی ادارے بند ہوئے' کاروبار اور مارکیٹیں بند کی گئی، سڑکوں پر توڑ پھوڑ کی وجہ سے ٹریفک جام ہو گئی جبکہ ٹرانسپورٹ ایسو سی ایشن نے نقصان سے بچانے کے لیے ہڑتال کا اعلان کیا۔ اس واقع سے چند گھنٹوں میں کراچی اسٹاک ایکس چینج میں تقریباً 150 ارب روپے کا نقصان ہوا اور جو چند دنوں میں ہونے والا ہے اس کا حساب الگ ہوگا۔ کراچی کی طرح سندھ کے دوسرے بڑے شہروں میں

بھی ایم کیوایم کے کارکنوں نے احتجاج شروع کیا ہے۔احتجاج کرنا ایم کیوایم کا بنیادی حق ہے ان کو کراچی میں بھی احتجاج کرنا چاہیے لیکن احتجاج پرامن ہو جس طرح توڑ پھوڑ ہوئی ہے اس سے اجتناب کرنا چاہیے'پارٹی قائدین کو اس بارے میں دوٹوک پالیسی کا اعلان کرنا چاہیے جس سے کراچی کی رونق بحال ہو'اگر حالات ایسے رہیں تو یہ خود ایم کیوایم کے لیے مسئلہ پیدا کرسکتی ہے۔ہمارا ملک ان حالات میں معاشی حب کراچی کو اس طرح بند.برداشت نہیں کرسکتی جہاں پر غریب عوام کے لیے بجٹ میں ایک روپے کا ریلف بھی موجود نہ ہو وہاں پر صرف چند گھنٹوں میں 150ارب روپے کا نقصان کس طرح.برداشت کیا جاسکتا ہے۔

کیا ہمارے حکمران بے حس ہو چکے ہیں؟

وہی سیاست وہی باتیں اور وہی کہانی صرف اسٹیج کی جگہ تبدیل ہوجاتی ہے باقی دی اینڈ بھی اسی طرح جس طرح باقی کہانیوں کا اختتام ہوتا ہے یعنی بہادری سے دفاع کیا گیا ‘ملک و قوم کو بہت بڑی دہشت گردی اور مصیبت سے بچالیا گیا جبکہ ہمارے 26 بہادر جوانوں جس میں گیارہ سکیورٹی فورسز اور باقی دوسرا عملہ شامل تھا شہید ہوگیا جبکہ اس کے مقابلے میں دس دہشت گرد بھی مارے گئے۔ یہ واقع 11 بجکر دس منٹ پر رات کو کراچی ائر پورٹ پر رونما ہو‘سکیورٹی ہلکاروں کی کامیاب جوابی حملے سے دہشت گرد اپنی منصوبے میں ناکام ہوگئے ہیں‘ اگر بروقت کارروائی نہ کی جاتی تو دہشت گرد اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جاتے جس کی وجہ سے ملک کو اربوں کا نقصان ہوجاتا‘ ہر سیاسی جماعت کی طرف سے مذمتی بیانات شروع ہو جاتے ہیں کہ یہ بزدلنا کارروائی تھی ۔۔۔اس سے ہمارے حوصلے پست نہیں ہوں گے۔۔۔ ہم سب نے مل کر دہشت گردوں کا مقابلہ کرنا ہے ۔۔۔ میڈیا پر بھی ایک دوروز میلہ گرم رہتا ہے اور اس کے بعد وہی پرانی سیاست ، الزامات در الزامات اور نتیجہ صفر۔ہماری بد قسمتی کی انتہا کہ آج تک ہم یہ فیصلہ نہ کرسکیں کہ آیا یہ جنگ ہماری ہے کہ نہیں اور ہمارا دشمن کون ہے ۔۔۔ صرف فرشتوں کو معلوم ہے‘ بیک وقت ہم جس

کو دشمن سمجھ رہے ہیں وہی ہمارا دوست بھی ہے ان سے ہم تجارت اور امداد بھی لیتے ہیں' ان سے انٹیلی جنس شیئرنگ بھی کرتے ہیں اور جن کو ہم اپنا دوست سمجھتے ہیں ان سے گلے اور شکوے بھی ہے کہ وہ ہمارے ملک میں دہشت گردی کو فروغ دیتا ہے اور دہشت گردوں کی مالی سپورٹ کے علاوہ اسلحہ و بارود بھی دیتا ہے۔جب تک ہمارے حکمران جن میں سول وملٹری دونوں شامل ہے' ایک میز پر بیٹھ نہیں جاتی ہے اور ملک کو شدت پسندوں اور دہشتگردوں سے پاک کرنے کی پالیسی نہیں بناتی' اس وقت یہ حملے ، مذمتی بیانات، سیکورٹی فیلیر، انٹیلی جنس ایجنسیوں کی ناکامی اور ذمہ داری ایک دوسرے کے کھاتے میں ڈالنے سے حالات جوں کے توں ہی رہیں گے جس طرح چودہ سال سے ہے۔ کراچی ائرپورٹ پر حملے نے ایک دفعہ پھر کئی سوالات کو جنم دیا ہے کہ آخر کس طرح دہشت گرد حملہ کرنے میں کامیابی ہو جاتے ہیں' ہمارے اداروں اور سیاست دان لاکھ دفعہ کہے کہ ہم نے دہشت گردوں کو مار دیا اور ان کو کامیاب نہیں ہو نے دیا' سچ تو یہ ہے کہ دہشت جہاں چاہے حملہ کر جاتے ہیں اور ہمیں زیادہ جانی نقصان دینے کے علاوہ چند گھنٹوں میں اربوں روپے کا نقصان بھی دے دیتے ہیں' اس سے ز یادہ ان کے لیے اور کیا کامیابی ہو سکتی ہے۔اب تک پاکستان میں جو بھی بڑے حملے ہوئے ہیں اس کے بارے میں یہی کہاجاتا ہے کہ اس میں بھارتی ساخت اسلحہ استعال ہوا اور حملہ آورں کا تعلق ازبک، چیچن اور افغانیوں سے تھا' جبکہ یہ رپورٹس بھی آتی رہی ہے کہ ان کو افغان انٹیلی جنس کا تعاون بھی حاصل تھا

لیکن جس طرح شروع میں لکھا کہ یہ سب کچھ ایک دو دنوں کے لیے ہوتا ہے اس کے بعد ہم بھول جاتے ہیں کہ ہمارے خطے میں جو گریٹ گیم کھیلی جارہی ہے ہم اس کا حصہ ہے، ہمیں لونگ ٹرم پالیسی بنانے کی ضرورت ہے آج بھی سابق صدر پرویز مشرف کی پالیسی جاری ہے۔ میں جب اپنی کتاب "کیا پاکستان ٹوٹ جائے گا؟ نئی گریٹ گیم کے پس پردہ حقائق" کے لیے ریسرچ کر رہا تھا تو اس وقت معلوم ہوا کہ آج تک ہم نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں کوئی خاص پالیسی بنائی ہی نہیں 'اب تک 52 ہزار جانوں کی قربانی دی اور سو ارب ڈالر سے زیادہ کا مالی نقصان کرکے بھی ہم خالی ہاتھ کھڑے تماشا دیکھ رہے ہیں۔ ریسرچ کرنے پر یہ بھی معلوم ہوا کہ انٹیلی جنس اداروں میں خفیہ معلومات کی نہ صرف کمی ہے بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ شیئرنگ بھی نہیں کی جاتی۔ پولیس کا ایک اہم رول کو ہم نے سائٹ لائن کر دیا ہے جس کی وجہ سے بھی کافی مسائل درپیش ہوئے ہیں۔ اس جنگ میں سب سے خطرناک عمل خود ہمارے اداروں میں شدت پسندوں کے پیرول پر کام کرنے والے اہلکار ہے جن کی وجہ سے ہائی ویلیو ٹارگٹ حملے ہو جاتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی تو یہ بھی ہے کہ ہمارے سربراہاں بہت زیادہ ہے، پشتو میں ایک بدُعا ہے کہ "اللہ تے دکور مشران زیاد کا" یعنی اللہ اپ کے گھر میں سربراہوں کو زیادہ کریں۔ آج ہمارے ملک میں ایک طرف تو سربراہ بہت ہے تو دوسری طرف ذمہ داری لینے اور قبول کرنے کے لیے بھی کوئی تیار نہیں ہوتا۔ ہر شخص اور ادارہ ایک دوسرے پر بوجھ ڈالتا ہے جس کی وجہ سے

بھی کافی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ کراچی ائرپورٹ پر بائیس گھنٹے بعد بھی لواحقین التجائیں کر رہے تھے کہ ہمارے پیارے کولڈ سٹوریج میں پھنسے ہوئے ہیں ان کو نکال جائے جبکہ ریسکیو آپریشن بارہ گھنٹے بعد ختم کیا گیا تھا۔اب عوام جائے تو کہاں جائے' ایک طرف دہشت گرد حملہ آور ہے تو دوسری طرف ہمارے ادارے اور ان کے سربراہ ریسکیو آپریشن کو ختم کرنے کا اعلان کرتے ہیں جبکہ نو گھنٹے بعد دوبارہ میڈیا کے ذریعے لواحقین شور مچاتے ہیں کہ ہمارے پیارے اب تک کولڈ سٹوریج میں موجود ہے جہاں پر آگ بھی لگی ہوئی ہے' دوبارہ پانچ گھنٹے ریسکیو آپریشن سے پانچ لاشیں برآمد ہو جاتی ہے جو صرف نااہلی کی وجہ سے مر جاتے ہیں۔دہشت گردی کی اتنی بڑی واقعے کے بعد حکومتیں ہل جاتی ہے لیکن یہاں پر انتظامیہ صرف حکام بالا کو رپورٹس بنا رہی ہوتی ہے۔ ریسکیو آپریشن کا مطلب ہی یہی ہے کہ تمام متعلق جگہوں کا اچھی طرح معائنہ کرکے آپریشن ختم کردے لیکن جس طرح یہاں ہر کام الٹ ہوتا ہے اسی طرح ریسکیو عملے نے بھی وقت سے پہلے آپریشن ختم ہونے کی رپورٹ تو دی لیکن اطلاعات کے مطابق گزشتہ بائیس گھنٹے سے سات افراد پھسے ہوئے تھے جس میں سب کی موت ہو چکی ہے' یہ ذمہ داری کس کی تھی اور آیا ائرپورٹس پر ریسکیو آپریشن میں استعمال ہونے والی بنیادی مشینری موجود ہوتی ہے؟ حقیقت تو یہ ہے کہ اب ہمارے حکمران اتنے بے حس ہو چکے ہیں کہ ان کو انسانی زندگی کی قیمت معلوم ہی نہیں۔

ہمارے ہسپتال

ذاکر خان آج بہت مایوس، پریشان اور غمگین تھا ان کی داستان سن کر مجھے بھی تھوڑا سا تعجب ضرور ہوا لیکن ہم جس دنیا میں رہ رہے ہیں وہاں ایسے واقعات ہر روز کسی نہ کسی کے ساتھ رونما ہوتے رہتے ہیں لیکن جب پہلی بار آپ کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جو غیر معمولی ہو تو انسان پریشان ہو ہی جاتا ہے لیکن پھر آہستہ آہستہ عادت پڑ جاتی ہے' ذاکر خان نے مایوسی کے انداز میں اپنی کہانی کچھ اس طرح بیان کی کہ ہم مزدور لوگ جو سارا دن رکشہ چلاتے ہوئے پہلے سے دھکے کھا کھا کر بے حال ہو جاتے ہیں لیکن جب کوئی بیماری اپ کی گھر والی پر آجائے اور ان کو ہسپتال داخل کرانا پڑ جائے تو بندے کو اللہ تعالیٰ بہت جلد یاد آجاتا ہے' ذاکر خان کہتا ہے کہ گزشتہ دنوں بیوی کی بیماری زیادہ ہونے پر ہسپتال لے جانا پڑا' پہلے تو میں پشاور شہر کے ایک سرکاری ہسپتال میں گیا تو وہاں سے واپس کیا گیا کہ ہم مریض کو داخل نہیں کر سکتے 'وہاں سے مایوس ہو کر دوسرے سرکاری ہسپتال میں گئے' انہوں نے بھی معائنے کے بعد واپس کیا کہ اتوار کی رات ہے ڈاکٹر صاحبان چھٹی پر ہے اس لیے ہم مریض کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتے 'ساری رات ہسپتالوں کے چکر لگا کر آخر میں پشاور کے دوسرے بڑے ہسپتال خیبر ٹیچنگ

میں رات کے تین بجے گئے تو ہسپتال کا لفٹ بند تھا' مریض کو مشکل حالات میں سیڑ ھیوں پر دوسری منزل کو لے جانا پڑا' اللہ تعالٰی کے فضل سے آپریشن کامیاب ہوا اور ڈلیوری بڑے آپریشن کے ذریعے ہو گئی لیکن اس کے بعد ایک رات ایک وارڈ میں جبکہ دوسری رات دوسری وارڈ میں شفٹ کرنے سے مصیبت ہی مصیبت اور وہ بھی اس حال میں جب مریض آکیلا ہو' کیوں کہ ڈاکٹر حضرات جب راونڈ لگاتے ہیں اس وقت مر یض کے ساتھ کسی کو روکنے کی اجازت نہیں ہوتی اور ان مریضوں کے لیے تو خاص کر مسئلہ در پیش آتا ہے جو ہماری طرح ان پڑھ اور جاہل ہو' جس کو یہ بھی سمجھ نہ آتا ہو کہ ڈاکٹر سے اپنی بیماری کے متعلق کیا بات کریں' پھر نتیجہ وہی جو اکثر مریضوں کو در پیش ہوتا ہے کہ مرض ایک ہوتا ہے اور ڈاکٹر دوا دوسری لکھ لیتا ہے۔ دو دن بعد جب مین وارڈ میں بھجوایا گیا تو وہاں پر واش روم گندگی اور غلاظت کی تصویر پیش کر رہا تھا' جب با وقت مجبوری مریض کے ساتھ بیٹھنا پڑتا تھا تو وارڈ میں موجود بینچ کھٹمل سے ایسے بھرے پڑے تھے کہ خیال یہ آتا تھا کہ شاید یہاں پر کھٹملوں کی افزائش کی جارہی ہے اور یہاں سے باقی صوبے میں بھجوائی جارہی ہے۔ مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم غریب لوگ پیسوں سے مار کھا جاتے ہیں اور پرائیویٹ روم افورڈ نہیں کر سکتے لیکن جب آخر کار مسائل سے چھٹکارا پانے کے لیے ایک دوست سے قرض لیا تو معلوم ہوا کہ پرائیویٹ روم بھی اتنی آسانی سے نہیں مل جاتے' بے شک آپ ایک رات گزرنے کے لیے ان کو پانچ سو روپے دے رہے ہو لیکن پانچ سو روپے تو

بہت سے لوگ دینا چاہتے ہیں لیکن ان کو کمرہ نہیں ملتا اس کے لیے اپ کو اعلیٰ سطح پر سفارش کرنے پڑے گی جو ہم بے چار نہیں کر سکتے۔ ذاکر خان کہتا ہے کہ ہم مرد حضرات تو رات ہسپتال کے میدانوں اور مساجد میں گزارنے پر مجبور تھے لیکن مریض کے ساتھ دیکھ بھال کے لیے خاتون بھی بد بودار اور کھٹملوں کے ساتھ لڑتے ہوئے رات گزرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ ذاکر خان کہہ رہا تھا کہ ایک طرف ہمارے حکمران جمہوریت پسند ہو یا آمریت پسند' عوام کو سہولت دینے کے نعرے اور وعدے تو کر رہے ہیں لیکن عملی طور پر حالات یکسر مختلف ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں غریب لوگ علاج معالج کرتے ہیں۔ ایٹمی ملک ہونے کے باوجود ہسپتالوں کا نظام خیبر پختونخوا سمیت پورے ملک میں انتہائی خراب ہے' عوام کو بنیادی سہولتیں بھی دستیاب نہیں اور اس کو درست کرنے کے لیے کوئی منصوبہ بندی نہیں۔ ذاکر خان کے ساتھ پیش آنے والے حالات پورے ملک کے ہسپتالوں کے ہیں جس کو درست کرنے کی اشد ضرورت ہے صرف نعروں اور وعدوں سے کچھ فرق نہیں پڑے گا۔

مصیبت کی گھڑی

آپریشن ''ضرب عضب'' دوسرے ہفتے میں داخل ہو چکا ہے' اب تک کی کارروائیوں میں تقریباً چار سو شدت پسند مارے گئے ہیں۔ قبائلی علاقوں میں تقریباً ڈیڑھ لاکھ فوج موجود ہے جو گن شپ ہیلی کاپڑوں، ٹینکوں، جیٹ طیاروں اور مشین گنوں سے طالبان کے ٹھکانوں کونشانہ بن رہی ہے' شمالی وزیرستان کے مقامی شدت پسندوں کے ساتھ ساتھ غیر ملکی شدت پسند بھی اس آپریشن میں نشانہ بن رہے ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے شدت پسند پہلے سے علاقہ چھوڑ کر افغانستان اور دوسرے علاقوں میں جا چکے ہیں۔آپریشن ضرب عضب میں اب تک صرف فضائی کارروائی ہوئی ہے جبکہ زمین کارروائی بھی عنقریب شروع ہونے والی ہے' سیکورٹی اداروں کی کوشش ہے کہ رمضان سے پہلے پہلے آپریشن کو مکمل کیا جائے لیکن شاید مکمل آپریشن میں وقت زیادہ لگ سکتا ہے' اب جبکہ آپریشن کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے تو پوری قوم کی نظریں اس آپریشن کی کامیابی پر لگی ہے کہ آپریشن کامیاب ہو اور ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ ممکن ہو سکیں۔اب تک کے سیکورٹی انتظامات کی وجہ سے کوئی بڑا ناخوش گوار واقع پیش نہیں آیا ہے جو کہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔آپریشن کی وجہ سے اب تک چار لاکھ سے زائد لوگ جن میں مرد، خواتین بچے، بوڑھے شامل ہے مختلف

کیمپوں، سکولوں اور کرایوں کے مکانوں میں بہت حد تک مقیم ہو چکے ہیں لیکن اب بھی بڑی تعداد میں لوگوں کے لیے رہائش کا مسئلہ در پیش ہے جبکہ بہت سے خاندان اب بھی وزیرستان کے مختلف علاقوں میں موجود ہے جس کو نکالنے کے لیے حکومت کو اقدامات اٹھانے چاہیے۔اچانک شروع کی جانے والے اس آپریشن کی وجہ سے وزیرستان کے لوگوں کو انتہائی مشکل حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے ایک طرف گرمی عروج پر ہے' عام حالات میں لوگ گرمی سے تنگ ہے تو دوسری طرف اس اچانک آپریشن نے قبائلیوں کے مشکلات میں دوگنا اضافہ کر دیا ہے' حکومت اقدامات نہ ہونے کے برابر ہے لوگوں کو اس گرمی کے موسم میں سب سے بڑا مسئلہ رہائش، کھانے اور پانی کا ہے' صوبائی حکومت نے اعلان کیا تھا کہ متاثرین کو سرکاری سکولوں میں رہائش پذیر کیا جائے گا جس پر عمل کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ وہاں پر کچھ حد تک متاثرین کی مدد کو یقینی بنایا جا سکتا ہے' متاثرین کو تیار خوراک بھی سکولوں اور کالجوں میں آسانی کے ساتھ دیا جا سکتا ہے اور علاج معالج سمیت دوسری ضروریات زندگی بھی کسی حد تک دی جا سکتی ہے' متاثرین کی امداد کرنے والے اداروں کے لیے بھی آسانی ہو سکتی ہے۔

اب تک کے انتظامات نہ صرف ناکافی ہے بلکہ متاثرین پر گزرنے والے حالات و واقعات بھی دل دہلنے کے لیے کافی ہے' جس کو یہاں پر بیان کرنا مناسب نہیں ہو گا۔وفاقی حکومت کو جہاں پر دوسرے بہت سے چیلنجز کا سامنا کرنا پڑ

رہا ہے وہاں پر متاثرین کی امداد اور عرضی آبادی کاری بھی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے جس کی طرف بھی وفاقی حکومت کو توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے۔رمضان شریف مہینے کی بھی آمد آمد ہے' بے سروساماں کے ان حالات میں روزے رکھنا انتہائی مشکل ہو گا۔قبائلی لاکھ بُرے صحیح لیکن رمضان کے روزے رکھنا فرض سے زیادہ ان کے لیے غیرت کی بات ہے'خاص کر خواتین روزے پر کوئی سمجھوتا نہیں کرتی ہے جن لوگوں نے عمر بھر روزے رکھیں ہو وہ روزے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔موجودہ حالات میں جہاں پر حکومت کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے وہاں پر پورے معاشرے کی بھی اجتماعی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان لوگوں کی مدد کی جائے' خاص کر ان فلاحی تنظیموں کو آگے آنے کی ضرورت ہے جو ملک بھر میں روپے پیسے انسانی خدمت کے نام پر اکٹھا کرتی ہے' اب تک صرف مقامی سطح پر کچھ تنظیمیں کام کر رہی ہے جو کہ ناکافی ہے یہ انسانی زندگی کا مسئلہ ہے سب کو آگے آنے کی ضرورت ہے جس طرح وزیرستان کے لوگوں پر ایک آزمائش ہے اسی طرح پورے معاشرے اور ملک پر بھی ہے' مصیبت کی اس گھڑی میں متاثرین کی مدد کرنے کی اشد ضرورت ہیں۔ان سیاسی جماعتوں کو بھی متاثرین کی مدد کے لیے آگے آنا چاہیے جو دن رات آپریشن کے حق میں نعرے بلند کر رہے تھے اب وہ لوگ کہاں پر ہے جب لاکھوں لوگ ہجرت کرکے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

پی ٹی آئی حکومت کی ایک سال کارکردگی اور پولیس

صوبائی حکومت کو ایک سال کا عرصہ ہو گیا ہے کہ انہوں نے اقتدار سنبھالا ہے اور اس مہینے اپنا دوسرا بجٹ بھی 14 جون کو پیش کر دیا تھا جو اب صوبائی اسمبلی سے منظور ہو گیا ہے۔ اس سال کے بجٹ کو حکومتی بجٹ کہا جا رہا ہے کہ باقاعدہ طور پر یہ بجٹ صوبائی حکومت کا بجٹ ہے پہلے سال کا بجٹ تو زیادہ تر بیوروکریسی کا تیار کردہ بجٹ تھا ۔اس بجٹ میں صوبائی حکومت نے پولیس کے لیے 28ارب 53 کروڑ46لاکھ روپے رکھے ہیں جو 2013کے بجٹ کے مقابلے میں تقریباً پانچ ارب روپے زیادہ ہے جو کہ خوش ائندہ امر ہے۔ الیکشن سے پہلے پاکستان تحریک انصاف کا نعرہ تھا کہ ہم پولیس کے نظام کو بہتر بنائیں گے ، پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے بھرتیاں میرٹ پر کی جائے گی اور پولیس میں سیاسی مداخلت نہیں کی جائے گی' آن لائن ایف آئی آر درج ہوگی۔ اگر صوبائی حکومت کی ایک سال کارکردگی کو آج ہم پولیس کے حوالے سے دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انگریز کے زمانے سے پولیس کے نظام میں بہتری لانے کے لیے جو نعرے لگائے گئے تھے اس میں کچھ حد تک عمل بھی ہوا ہے یعنی پولیس میں بھرتی کو میرٹ پر کرنے کے لیے این ٹی ایس امتحان کا سسٹم شروع کیا گیا کہ متعلقہ افراد یہ امتحان پاس کریں تو باقی ٹیسٹ کے لیے اہل ہوں گے۔ پولیس میں

سیاسی مداخلت بھی کافی حد تک کم ہوئی ہے جب کہ آن لائن ایف آئی آر درج کرانے کا بھی افتتاح ہو چکا ہے لیکن ان تمام اصلاحات کے باوجود پولیس کے نظام کو بہتر بنانے اور عوام کے مسائل پولیس تھانوں میں حل کرانے کے لیے بہت سے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ میں پولیس نے بھی بے انتہا قربانی دی ہے اور اب تک دے رہی ہیں` باوجود اس کے دہشت گردی کے خلاف جاری جنگ میں خیبر پختونخوا کے عوام نے بہت جانی ومالی قربانی دی ہے لیکن گزشتہ ایک سال کے دوران دہشت گردی کے واقعات ، بم دھماکوں اور خود کش حملوں کی نسبت قتل و غارت کے واقعات میں دوگنے سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔ پولیس رپورٹس کے مطابق دہشت گردی کے مقابلے میں سب سے زیادہ قتلFIR کے درج ہوئے ہیں ۔ اغوا برائے تاوان سمیت چوری اور ڈاکوں میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے جس کی روک تھام میں پولیس تقریباً ناکام ہو چکی ہے۔ خیبر پختونخوا کے عوام ایک طرف دہشت گردی کا مقابلہ کر رہے ہیں جس میں اب تک سب سے زیادہ قربانی اس صوبے کے عوام نے دی ہے لیکن دوسری طرف ٹارگٹ کلنگ اور قتل و غارت گری کے بڑھتے ہوئے واقعات اور درج ایف آئی آر پر عمل کرنے میں بھی پولیس ناکام رہی ہے جس کی وجہ سے ان واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ پولیس کی کارکردگی کو بہتر اور عوام دوست بنانے کے لیے پولیس کی تنخواہ میں اگر ڈبل اضافہ ممکن نہیں تو کم از کم اسلام آباد اور پنجاب پولیس کے برابر کرنی چاہیے تاکہ پولیس کی کارکردگی بہتر

ہو جائے اور رشوت کے بغیر کام کرنے کا عادت شروع کریں' دوسری طرف دہشت گردی کی وجہ سے زیادہ تر پولیس کی ڈیوٹی وی آئی پی اور دہشت گردی کے واقعات کو روکنے کے لیے استعمال کی جارہی ہے جب کہ پولیس نفری بھی صوبے میں آبادی کی نسبت بہت کم ہے جس کو پورا کرنے کے لیے پولیس میں فوری طور پر تمام اضلاع سے بھرتی شروع کرنی کی ضرورت ہے تاکہ لا اینڈ آرڈر سمیت تھانوں میں درج لاکھوں مقدمات پر بھی عمل شروع ہو سکیں۔ قتل و غارت گری میں درج رپورٹس پر عمل کرانے کے لیے سینٹر لائز نظام بنانے کی اشد ضرورت ہے تاکہ درج قتل و غارت کے FIR پر پولیس کتنا عمل کر رہی ہے اور سالوں سے درج مقدمات میں کیا پیشرفت ہوتی ہے اور ہر کیس کے ساتھ پورا آن لائن ریکارڈ اور کمپیوٹرائز نظام بھی ہونا چاہیے تاکہ اعلیٰ حکام سمیت جو بھی چیک کرنا چاہے وہ چیک کر سکیں۔

مہنگائی کا طوفان اور حکومتی اقدامات

رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی مہنگائی کا نیا طوفان بھی بازاروں میں آگیا۔ غریب طبقہ جو پہلے سے مہنگائی کی وجہ سے پریشان تھا' اشیائے خوردونوش خریدنا اب مزید مشکل ہوگیا ہے' رمضان شروع ہوتے ہی قیمتیں ڈبل ہونے سے ڈیلی ویجز ملازمین کے مسائل میں بھی گئی گنا اضافہ ہوا ہے۔اسلام کے نام پر قتل و غارت کرنے اور غیرت کے نام پر اپنی بچیوں اور بیٹیوں کو زندہ درگوں کرنے والے ہم مسلمان اس وقت یہ بھول جاتے ہیں کہ جن ممالک کو ہم اسلام دشمن اور مسلمانوں کا قاتل سمجھتے ہیں وہاں پر ان کے مذہبی تہواروں کے موقعوں پر بازاروں میں اشیائے خوردونوش سمیت ہر قسم کی چیزیں مزید سستی ہو جاتی ہے۔ ہم اسلام کے بنیادی تعلیمات ہی بھول چکے ہیں کہ مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہے اور ذخیرہ اندوزی اسلام میں جائز نہیں۔ دوسری طرف تبدیلی کے نام پر ووٹ حاصل کرنی والی حکومت شاید یہ بھول چکی ہے کہ عوام کو بنیادی ضروریات زندگی دینا ان کا کام ہے' مہنگائی اگرچہ وفاقی حکومت کے زیر کنٹرول اداروں اور فیصلوں سے کم وزیادہ ہوتی ہے یعنی پٹرولیم مصنوعات ، بجلی وگیس ،ڈالر کی قدر میں اضافے سمیت سیلزاور جنرل ٹیکس میں اضافے سے اشیائے خوردونوش سمیت ہر چیز کی قیمتوں میں اضافہ ہو

جاتا ہے لیکن اس کے باوجود صوبائی حکومتیں بھی بہت حد تک مہنگائی کو کنٹرول کر سکتی ہے۔ دنیا بھر کے اوپن مارکیٹوں میں بھی ایک قیمت مقرر ہوتا ہے جس میں خرید وفر وخت کی جاتی ہے جب کہ پاکستان میں اس کے بر عکس ہر بازار اور دکاندار کا اپنادام ہو تا ہے جس کو پوچھنے والا کوئی نہیں۔ وفاقی اور صوبائی سطح کے علاوہ ضلعی سطح پر بھی ادارے اور محکمے موجود ہے جن کا کام بازاروں میں ریٹ کنٹرول کرنا اور ملوثی اشیا کی روک تھام کرنا ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے ان اداروں کی کارکردگی صفر ہے بعض اوقات یہ ادارے چھاپے اور پکڑ دھکڑ بھی کر لیتے ہیں لیکن اس کے بعد وہی سسٹم اور کاروبار دوبارہ شروع ہو جاتا ہے۔اس سلسلے میں وفاقی حکومت سمیت چاروں صوبوں کا ایک جیسا حال ہے‘کوئی صوبہ بہتر نہیں جس کی مثال دی جاسکیں۔ رمضان کے مقدس مہینے میں پنجاب کے تو بعض شہروں میں سستے بازار لگائے گئے ہیں جس میں چیزیں تو سستی نہیں ملتی لیکن پھر بھی دل کو تسلی ہو جاتی ہے کہ سستے بازار ہے کچھ نہ کچھ تو سستا مل ہی جائے گاجب کہ باقی صوبوں کی طرح خیبر پختونخوا حکومت نے بھی کوئی سستے بازار نہیں لگائے ہیں جس سے عوام کو فائدہ ہو بلکہ رمضان شروع ہوتی ہی اشیائے خوردونوش سمیت موسمی فروٹ آم، تربوز و خربوز، آلو بخارے سمیت ہر چیز کی قیمت ڈبل ہو گئی ہے جبکہ دودھ اور دہی بھی سو روپے کلوبگ رہاہے۔ غریب آدمی جو پہلے سے کئی مسائل سے دو چار تھا اب رمضان کا مہینہ شروع ہوتے ہی عام آدمی کی قوت خر ید بھی جواب دے چکی ہے۔ بازاروں میں من

پسند ریٹ چل رہے ہیں' سبزی سے لے کر مرغی اور گوشت تک ہر علاقے میں اپنا اپنا ریٹ چل رہا ہے' ناجائز منافع خوری عروج پر ہے' انتظامیہ وسائل اور افرادی قوت کم ہونے کا بہانہ بنا کر خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے۔ تبدیلی کے نام پر ووٹ لینی والی حکومت کو چاہیے کہ جنگ سے متاثرہ ہونے والے صوبے کے عوام کو کم از کم اشیائے خوردونوش میں ریلیف اگر نہیں دے سکتی تو کم از کم لوٹ کھوسٹ کا بازار تو بند کریں جس نے عام آدمی کے منہ سے روٹی چھین لی ہے۔ عوام کے مطالبات کو مد نظر رکھتے ہوئے مستقل سستے بازار لگانے کے انتظامات ہر دس کلومیٹر کے احاطے میں کرنا چاہیے جہاں پر حکومت کی طرف سے ہر چیز کا ریٹ مقرر ہو اور مقرر ریٹ ہی میں خرید وفروخت کی جاتی ہو' سستے بازار کے انعقاد سے مصنوعی مہنگائی پر بہت حد قابو پایا جا سکتا ہے اور بے روزگاری کو کم کرنے میں بھی بہت حد یہ بازار معاون ثابت ہو سکتے ہیں۔ پشاور کے ضلعی انتظامیہ نے شہر میں سستے بازاروں کے نام پر کچھ جگہوں پر محدود پیمانے پر دوکانداروں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی ہے جو نا صرف ناکافی اور بد نظمی کا شکار ہے بلکہ انتظامیہ کے اقدامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صرف سستے بازار کے نام پر خانہ پوری ہوئی ہے۔ موجود اقدامات سے عوام کو ریلف دینے اور اشیائے خوردونوش کی قیمتوں میں کمی نظر نہیں آرہی ہے جس کو دیکھتے ہوئے حکومتی اقدامات کو سراہا جائے۔

آپریشن ضرب عضب اور متاثرین

آپریشن ضرب عضب کامیابی سے اپنے اختتام کی جانب گامزن ہے' آئی ایس پی آر کے مطابق اب تک 80 فی صد علاقے میں کامیاب آپریشن ہو چکا ہے جبکہ عنقریب پورے علاقے کو کلیئر کر دیا جائے گا اور اسی طرح شدت پسندوں کا گڑھ شمالی وزیرستان جہاں پر خود کش حملوں کی ٹرننگ، بارودی مواد بنانے کی فیکٹریاں اور ملک بھر میں بم دھماکوں اور حملوں کی پلاننگ ہوتی تھی اب وہاں پر امن قائم ہو جائے گا۔ آئی ایس پی آر کی جانب سے میڈیا کو دی جانے والی بریفنگ کے مطابق آپریشن کے ایک مہینے میں جیٹ طیاروں اور گن شپ ہیلی کاپٹروں کی بمباری سے بہت سے غیر ملکی شدت پسند جن میں ازبک، چیچن، تاجک اور افغانی وغیر شامل ہے وہ مارے گئے ہیں جبکہ ٹوٹل مارے جانے والوں کی تعداد 8 سو تک ہے جبکہ بعض شواہد شمالی وزیرستان میں القاعدہ کی جانب بھی اشارہ کر رہے ہیں' یہ وہ تمام اطلاعات ہے جو فوج کی جانب سے میڈیا کو دی جاتی رہی ہے۔ میڈیا فوٹیج میں میران شاہ بازار بھی دکھایا گیا ہے جو تقریباً مکمل طور پر تباہ ہو چکا ہے جبکہ فوٹیج میں شدت پسندوں کے ٹھکانے بھی دکھائے گئے ہیں جس کے بارے میں کہا جا رہا ہے کہ ان ٹھکانوں سے شدت پسند حملہ آوروں کو تربیت دے رہے تھے۔ اب تک چونکہ وہاں پر سکیورٹی فورسز کی جانب سے کارروائیاں جاری ہے اس لیے

آزاد میڈیا سے تحقیق نہیں کی جاسکتی ہے کہ شدت پسندوں کے ٹھکانے کہاں کہاں پر تھے اور آیا اب مکمل طور پر ان کے کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم تباہ ہو چکا ہے؟ مستقبل میں وہ شمالی وزیرستان کو حملوں کے لیے استعمال نہیں کریں گے۔ آپریشن ضرب عضب سے پہلے جو باتیں کی جارہی تھی کہ شمالی وزیرستان میں آپریشن کرنا بہت مشکل اور کٹھن کام ہو گا اور شدت پسندوں کی طرف سے بہت سخت ریکشن سامنے آئے گا لیکن آپریشن سے بہت حد شدت پسندوں کے ٹھکانے بھی تباہ ہوئے اور علاقہ بھی کلیئر ہو گیا لیکن شدت کی جانب سے کوئی ریکشن سامنے نہیں آیا اور آپریشن بہت آسانی کے ساتھ آگے بڑھ رہا ہے جبکہ دوسری طرف اس آپریشن میں تحریک طالبان پاکستان کی لیڈر شپ کے مارے جانے کے بارے میں بھی اطلاعات نہیں ہے' میڈیا کو وقتاً فوقتاً شدت پسندوں کے ٹارگٹ ہونے کے بارے میں تو بتایا جاتا ہے لیکن اس میں ابھی تک طالبان کے جتنے بھی گروپ ہیں' کسی بھی گروپ کے رہنما ٹارگٹ نہیں ہوئے ہیں۔ یہاں پر سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ تمام لوگ کہاں چلے گئے ہیں اور آپریشن کے بعد یہ لوگ دوبارہ سکیورٹی اداروں کے لیے تو مسئلہ پیدا نہیں کریں گے۔ بہر کیف پوری قوم کی دُعا ہے کہ آپریشن ضرب عضب کامیابی سے ہمکنار ہو جو متاثرین وزیرستان سے اس سخت گرمی میں گھربار چھوڑ کر بنوں کے ریلف کیمپ میں رجسٹریشن کے لیے دن رات قطاروں میں کھڑے ہیں ان کی قربانیاں رائیگاں نہ جائیں۔ اب تک کے رجسٹر متاثرین کی تعداد تقریباً نو لاکھ تک

پہنچ چکی ہے جو کہ ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ وفاقی اور صوبائی حکومت کی جانب سے متاثرین کے لیے جو 40 ہزار روپے دینے کے اعلانات ہوئے ہیں اس میں عملی طور پر بہت کم لوگوں کو یہ رقم ملی ہے۔ ایک طرف متاثرین کی رجسٹریشن پوائنٹ بہت کم تعداد میں بنائے گئے ہیں جس کی وجہ سے متاثرین لمبی لمبی قطاروں میں کھڑے ہوتے ہیں تو دوسری جانب حکومتی اعلانات کے باوجود متاثرین کو امداد دینے میں بہت زیادہ تاخیر ہو رہی ہے جس کی وجہ سے متاثرین کے تکالیف اور دکھ درد میں بہت اضافہ ہو رہا ہے۔ وفاقی اور صوبائی حکومت کو مل کر ایمرجنسی بنیادوں پر تمام متاثرین کی رجسٹریشن کرنی چاہیے اور اعلان کردہ رقم جو کہ اب موبائل سم کے ذریعے دی جارہی ہے جو کہ ایک کمپنی دے رہی ہے اس میں دوسری کمپنیوں کو بھی شامل کرنا چاہیے تاکہ تمام لوگوں کو موبائل سم جلد از جلد مل جائے جسے متاثرین اعلان کردہ رقم حاصل کریں۔ بنوں میں موجود متاثرین کے شکوے شکایتیں بہت زیادہ ہے جس کو حل کرنے کے لیے جلد از جلد اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے۔حکومتی اعلانات سے صرف مسائل حل نہیں ہوں گے، عملی طور پر فوری اقدامات اٹھانے کے لیے پاکستان میں اچھی شہرت رکھنے والے این جی اوز اور اداروں کے ساتھ مل کر متاثرین کے مسائل جلد از جلد حل ہو سکتے ہیں۔ شنید یہ ہے کہ یہ لوگ احتجاج کا آغاز کریں گے جس سے مزید مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔

پیپلز پارٹی، مسلم لیگ اور تحریک انصاف

پیپلز پارٹی کی 2008 میں بننے والی حکومت کو ایک کریڈٹ ضرور جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پانچ سالہ مدت بہت مشکل حالات میں پورے کیے تھے۔ پہلے مہینے سے لے کر آخری سال اور سابق وزیر اعظم یوسف رضا گیلانی کی رخصتی تک، ہر دن یہی سیاسی فضا موجود رہتی تھی کہ حکومت جانے والی ہے اور حکومت اپنی مدت پوری نہ کرپائے گی۔ لوکل ایشوز سے لے کر انٹر نیشنل حالات کے اتار چڑھاؤ بھی پیپلز پارٹی حکومت پر پریشر ڈالتی رہی لیکن باوجود ان تمام حالات کا پیپلز پارٹی حکومت نے سب کاڈٹ کر مقابلہ کیا اور اس سارے مقابلے کا کریڈٹ سابق صدر آصف علی زرداری کو جاتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اسٹیبلشمنٹ کا مقابلہ کیا بلکہ تمام سیاسی جماعتوں اور ورثے میں ملنے والی سابق صدر مشرف دور کے ایشوز سے بھی خوب نمٹے ؛جس میں سب سے بڑا مسئلہ ججز بحالی تحریک کا تھا' دوسرا فوج کے ساتھ مختلف ایشوز خاص کر کیری لوگر بل، امریکہ میں پاکستان کے سفیر حسین حقانی کا میموگیٹ سکینڈل، اسامہ بن لادن کے واقعے سمیت مختلف مسائل پر تناؤ موجود تھا جب کہ آخری میں طاہر القادری کا اسلام آباد میں دھرنا' ان سب سے زرداری حکومت نے سیاسی چال چلا کر اپنے پانچ سالہ حکومتی مدت پوری کی جو اس سے پہلے پارٹی لیڈر بے نظیر کی دو دفعہ

حکومت پوری نہ کر سکی تھی۔ پیپلز پارٹی ہی کی حکومت میں میاں نواز شریف نے ججز بحالی تحریک میں دوسری سیاسی جماعتوں سے مل کر حکومت کے خلاف لاہور سے عوامی مارچ شروع کیا تھا جو گوجرانولہ پہنچ کہ پی پی حکومت نے ججز بحالی کا اعلان کر دیا تھا' اسی طرح بغیر کسی رکاوٹ کے اسلام آباد میں طاہر القادری کے مارچ کو اجازت دی اور بعدازاں احتجاج کو مذاکرات کے ذریعے ختم کیا' آج وہی پوزیشن مسلم لیگ ن حکومت کی ہے لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب تک کے دو تین بڑے ایشوز کو حل کرنے اور اس سے سیاسی طور پر نمٹنے میں میاں نواز شریف حکومت مکمل طور پر ناکام نظر آرہی ہے۔ سنئیر صحافی حامد میر پر حملے سے لے کر جیوٹی وی کی آئی ایس آئی چیف کی آٹھ گھنٹے مسلسل میڈیا ٹرائل پر حکومت کی خاموشی اور اس کے بعد جیوٹی وی کے معاملے میں حکومت نے غلطیوں پر غلطیاں کی جس کی وجہ سے فوج اور حکومت کے درمیان پہلے سے خراب تعلقات میں مزید اختلافات پیدا ہوئے' اسی طرح لاہور میں طاہر القادری کے مریدین پر پولیس سے حملے اور اس میں چودہ افراد کی شہادت سے لے کر طاہر القادری کی پاکستان آمد تک' ایک سیدھے سادھے مسئلے کو ایشو میں تبدیل کرکے حکومت خود اپنے لیے مسائل پیدا کی۔ دوسری طرف صوبہ خیبر پختونخوا میں موجودہ پاکستان تحریک انصاف کی حکومت کے ساتھ ناروا سلوک اور دہشت گردی سمیت مختلف ایشوز پر صوبائی حکومت کو بائی پاس کرنے نے مسلم لیگ ن کی حکومت اور تحریک انصاف میں مزید دوریاں پیدا کردی' سونے پر سہوگہ یہ کہ

تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کے 11 مئی الیکشن میں دھاندلی کے چار حلقوں میں تحقیقات کرانے کے مطالبے کو ایک سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود حکومت صرف بیانات دے رہی ہے' اسمبلی فلور پر ایک سال قبل عمران خان کے مطالبے پر وزیر داخلہ چوہدری نثار نے یقین دلایا تھا کہ ہم چار کے بجائے چالیس حلقوں میں ووٹوں کی تصدیق کریں گے لیکن اس کے بعد ابھی تک ایک حلقے میں بھی ووٹوں کی تصدیق نہیں کرائی گئی بلکہ جن حلقوں پر تحریک انصاف کو اعتراض تھا' اس میں ن لیگ کے ارکان اسمبلی نے عدالتوں سے سٹے آرڈر لیے ہوئے ہیں۔ان حالات میں تحریک انصاف نے احتجاج کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے اور اب 14 اگست کو اسلام آباد میں آزادی مارچ کا اعلان کر دیا ہے جس کو اجازت دینے اور سیاسی طریقے سے نمٹنے کے بجائے مسلم لیگ ن کی حکومت نے تاریخ میں پہلی دفعہ چودہ اگست کو دو ہفتے تک منانے کا اعلان کر دیا اور اسلام آباد میں فوجی پریڈ کی بھی بات کی ہے جو پہلے صرف 23 مارچ کے دن ہوا کرتی تھی ۔ان حالات کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہو رہا ہے کہ میاں نواز شریف حکومت خود اپنے لیے مسائل پیدا کر رہی ہے جو ملک میں سیاسی بحران اور حالات کو خراب کرنے کا سبب بن سکتی ہے ۔ اگر نواز حکومت نے اپنے فیصلوں پر نظر ثانی نہ کی تو مڈٹرم الیکشن کی بازگشت زور پکڑے گی اور اس طرح ایک دفعہ پھر جمہوریت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ مسلم لیگ ن کو پیپلز پارٹی حکومت کی طرح مفاہمت کی سیاست کا آغاز کرنا چاہیے تاکہ ملک کو درپیش مسائل مل جل کر حل

کیے جا سکیں اور عوام کو ریلیف مل سکیں، ٹکراؤ کی سیاست سے جمہوریت کو ہمیشہ نقصان پہنچا ہے جسے اجتناب کرنا چاہیے۔

لوڈشیڈنگ اور اللہ کا عذاب

بجلی لوڈشیڈنگ کی وجہ سے پوری قوم مصیبت میں مبتلا ہے۔ موجودہ اعداد وشمار کے مطابق دیہی علاقوں میں بجلی کی لوڈشیڈنگ پندرہ سے اٹھارہ گھنٹے کی جارہی ہے جبکہ شہروں میں دس سے بارہ گھنٹے لوڈشیڈنگ روزانہ کی بنیاد پر ہو رہی ہے۔سب سے زیادہ بجلی پیدا کرنے والا صوبہ خیبر پختونخوا میں لوڈشیڈنگ تینوں صوبوں کے مقابلے میں زیادہ کی جارہی ہے۔بد قسمتی سے خیبر پختونخوا میں بجلی لوڈ شیڈ نگ کا کوئی شیڈول ہی نہیں ' اس کالم کو لکھتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹے میں تین بار بجلی چلی گئی 'لوڈشیڈنگ کا شیڈول نہ ہونے اور بار بار ٹریپ ہونے کی وجہ سے لوگ انتہائی تکلیف میں مبتلا ہے ۔ جن کے گھر میں جنریٹر یا دوسری ذریعے موجود نہیں ان کا تو اللہ تعالی ہی حافظ ہو لیکن جن کے گھروں میں جنریٹر موجود ہے وہ بار بار جنریٹر آن اور آف رات کے بارہ اور ایک بجے نیند سے اٹھ کر کرتے ہیں ان کا حال اور بد عاوئں سے اللہ حکمرانوں کو بچائیں اور جن کے بچے ، بوڑھے سب رات کو جاگ کر گزرتے ہیں ان ماوئں کی بد عاؤں کا کیا ذکر کیا جائے۔ایک طرف وفاقی حکومت کے لوڈ شیڈنگ فارمولے کے مطابق صوبہ خیبر پختونخوا کو بجلی نہیں دی جارہی ہے تو دوسری طرف بجلی کی مد میں وفاقی حکومت کے ذمہ واجب الادارقم 134ارب روپے اور پانی کی مد میں تقریباً 122ارب بھی

نہیں دیے جا رہے ہیں جس پر صوبائی حکومت سراپا احتجاج ہے۔ خیبر پختونخوا میں بجلی پیدا کرنے کے سستے ذریعے بے تحاشا موجود ہے لیکن ان سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے۔ موجودہ صوبائی اور وفاقی حکومت کو چودہ مہینے ہو گئے ہیں لیکن ان چودہ مہینوں میں صوبائی حکومت کے مطابق وفاقی حکومت نے صوبے میں ایک بھی نیا منصوبہ شروع نہیں کیا ہے۔ صوبائی حکومت کا موقف ہے کہ ہم نے بار بار وفاقی حکومت سے اس سلسلے میں رابطہ کیا ہے لیکن وہاں سے آج تک سنجیدہ جواب نہیں ملا' ہمارے احتجاج پر وعدے تو کیے جاتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ نہیں کیا جا رہا ہے جس کی وجہ سے صوبائی حکومت اور وفاقی حکومت کے درمیان تعلقات خراب ہے جبکہ صوبائی حکومت بھی صرف ان منصوبوں پر کام کر رہی ہے جن کی پہلے سے فیزیبلٹی بنی ہوئی ہے' صوبائی حکومت کے نئے منصوبے ہمیں نظر نہیں آ رہے ہیں جو چھوٹے پیمانے پر مختلف دیہات کے لیے بنائے جائیں اور وہاں پر سستی قیمت میں تقسیم کی جائیں۔ پاکستان میں اس وقت بجلی پیدا کرنے کے جو منصوبے چلوں ہیں اسے پیدا ہونے والی بجلی کی قیمت انتہائی زیادہ ہے اور بد قسمتی سے حکمران طبقہ اس جانب توجہ ہی نہیں دے رہا ہے کہ بجلی کی قیمت ٹیکس مل کر فی یونٹ تقریباً تیس روپے میں پہنچ جاتی ہے جو خطے کے ممالک میں سب سے زیادہ ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ سابق حکومت کی طرح موجود حکومت بھی بجلی پیدا کرنے اور

تقسیم کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہوئی ہے جس کا اظہار گزشتہ روز وفاقی وزیر بجلی خواجہ آصف نے بھی کیا کہ عوام اللہ سے دُعا کریں کہ بارش ہو جائے اور موسم بہتر ہو اب گیند عوام کے کوٹ میں ہے کہ عوام اللہ سے دعا کریں کہ بارشیں ہو اور موسم خوشگوار ہو جائے حکومت تو ناکام ہو چکی ہے چودہ مہینے گزرنے کے باوجود بھی بہتر ہونے کے بجائے لوڈ شیڈنگ میں اضافہ ہوا ہے۔ حقیقت تو یہ بھی ہے کہ پیسہ بنانے کے لئے مہنگے ذرائع یعنی تیل سے بجلی پیدا کی جارہی ہے جس میں ایک یونٹ 18.25 روپے کا پڑتا ہے اور سب سے زیادہ 35 سو میگاواٹ بجلی پیدا کی جارہی ہے جبکہ اس کے مقابلے میں پانی سے 34 سو میگاواٹ بجلی پیدا ہو رہی ہے جو کہ ایک یونٹ 0.08 پیسے پر سسٹم میں داخل ہوتی ہے۔اس طرح ہوا سے 0.03 اور نیوکلیئر 4.12 جبکہ گیس سے 5.58 روپے فی یونٹ خرچ آتا ہے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ پاکستان میں پانی اور ہوا سے بجلی پیدا کرنے کے ذریعے انتہائی زیادہ ہے لیکن اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے' دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو سورج سے بجلی انتہائی سستے داموں پیدا ہو سکتی ہے لیکن اس طرف بھی توجہ نہیں دی جارہی ہے جبکہ کھاد سے بھی سستی بجلی پیدا کی جا سکتی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق کوئلے کے موجودہ ذخائرہ سے ایک لاکھ میگاواٹ بجلی دو سو سال تک پیدا کی جا سکتی ہے' ان تمام سستے اور قدرتی وسائل کے باوجود ملک اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے۔ لوڈ شیڈنگ کے باوجود حکومت ایک طرف بجلی مہنگی کر رہی ہے تو دوسری طرف ان دستیاب وسائل سے فائدہ نہیں

اٹھایا جارہا ہے جس کا براہ راست اثر غریب اور عام لوگوں پر پڑ رہا ہے۔ حکومت تو سورج سے بجلی پیدا نہیں کر رہی ہے لیکن نجی سطح پر سولر انرجی سے اب عام لوگ بجلی پیدا کر رہے ہیں جس میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے۔ وفاقی حکومت کی بے انصافیوں اور رمضان کے مہینے میں لوڈ شیڈنگ کے طویل دورانیے کی وجہ سے اب عام لوگ' لوڈ شیڈنگ کو اللہ کا عذاب سمجھ رہے ہیں کہ اللہ نے ہم پر حکمرانوں کے ذریعے لوڈ شیڈنگ کا عذاب نازل کیا ہے۔

ترقی یافتہ ممالک کی سب بڑی نشانی یہ ہے کہ آپ جس کسی ادارے میں بھی چلے جائے وہاں پر ایک طریقہ کار متعین ہوگا جس پر سب کو عمل کرنا ہوتا ہے' وہاں پر یہ نہیں ہوتا کہ آپ امیر ہے تو آپ کا کام جلد ہو جائے گا یا آپ کا تعلق کسی ایم پی اے یا ایم این اے کے خاندان سے ہیں یا ان کی سفارش آپ کے ساتھ ہیں تو آپ کی عزت بھی کی جائے گی اور آپ کا کام جلدی بھی ہو جائے گا۔ ترقی یافتہ ممالک میں میرٹ ، اصول قاعدہ و ضوابط سب کے لیے یکساں ہوتے ہیں جبکہ پاکستان جیسے ترقی پذیر ملکوں میں اداروں کا حال تقریباً ایک جیسا ہوتا ہے' بے شک آپ کا ملک ایک ایٹمی ملک کیوں نہ ہو' آپ کی فوج دنیا کی بہترین فوج میں شمار کیوں نہ ہو لیکن جب اداروں میں کارکردگی کی بات آتی ہو تو وہاں پر میرٹ ،اصول کوئی شے نہیں ہوتی۔ ہمارے ملک میں پبلک سروس اداروں میں نظم وضبط انتہائی خراب ہے۔ رشوت ، سفارش کا کلچر عام ہونے سے میرٹ کی دھجیاں اُڑائی جاتی ہے۔ اللہ سے دُعا کیا کریں کہ آپ کا واسط کسی ادارے کے ساتھ نہ پڑے۔ گزشتہ روز پشاور میں پاسپورٹ آفس جانے کا اتفاق ہوا وہی حال جو پانچ سال پہلے تھا' کوئی بہتری

دیکھنے کو نہیں ملی یعنی بے انتہا رش' باہر لائینیں جبکہ اندار قدم رکھنے کی جگہ نہیں' ہجوم کی وجہ سے گرمی اور حبس میں اللہ بہت جلد یاد آ جاتا ہے۔خدا خدا کرکے آفس کے اندر قدم تو رکھا لیکن جب پاسپورٹ رنیو کرانے کے بارے میں پوچھا تو وہی طریقہ کار جو آپ نئے پاسپورٹ کے لیے کرتے ہیں یعنی پہلے دور بنک میں جاکر رقم جمع کریں گے جو آپ نئے پاسپورٹ کے لیے کرتے ہیں' اپ یہ خیال دل میں بالکل نہ لائیں کہ آپ بنک کے اندر چلے جائیں گے اور پیسوں کا سلب بھر کر رقم جمع کرکے جلد پاسپورٹ آفس آجائیں گے بلکہ رقم جمع کرانے کیلئے آپ بنک کے اندر نہیں جاسکتے بلکہ باہر کھڑکی سے آپ لائن میں کھڑے ہو جائیں گے جہاں پر آپ سے پہلے پچاس آدمی کھڑے ہوں گے۔آپ یہ ہرگز نہ سوچیں کہ بنک یہ کام ثواب کے لیے فری میں کرتا ہے بلکہ رقم کے مطابق اپ سے اچھی خاصی سروس کے نام پر پیسے چارج کیے جاتے ہیں یعنی پاسپورٹ کے لیے رقم جمع کرانے کے ساتھ دو تین سو روپے بنک کو بھی دینے پڑتے ہیں چونکہ یہ رقم صرف سرکاری بنک میں جمع کرائے جاتے ہیں تو اپ خود اندازہ کریں کہ ان کی سروس کیا ہوگی' دو دو قطاروں میں اشرف المخلوقات کھڑی ہوتی ہے جبکہ رقم لینے کے لیے صرف ایک بزرگ کیشئر بیٹھا ہوگا جو اندر بھی ٹیلنگ کرتا ہوتا ہے اور باہر سے بھی پیسے لاتا ہے اس طرح صرف پیسے جمع کرانے میں اپ کے دو تین گھنٹے لگ جاتے ہیں یعنی عوام خوار اور پریشان ہوتے رہیں تو ہو جائیں' کوئی فرق نہیں پڑتا جبکہ جو لوگ اپنے پیسے سر

کار کے کھاتے میں جمع کر لیتے ہیں تو ان کی خوشی دیکھنے والی ہوتی ہے جسے وہ کے ٹو کا پہاڑ عبور کر کے آیا ہو بہر کیف کار سرکار میں اپ مداخلت بھی نہیں کر سکتے کیوں کہ نہ اس کا کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ ان لوگ پر اس کا کوئی اثر ہوتا ہے کیوں کہ اپ مجبور ہے کہ اپ نیشنل بنک میں ہی رقم جمع کریں گے۔ اگر اپ ان تمام ایکسر سائز سے بچانا چاہتے ہیں تو باہر ایجنٹ موجود ہوتے ہیں جو دو تین سو روپے ایکسٹرا لے کر اپ کا کام یعنی رقم جلدی جمع کرا دیں گے ' اسی طرح پاسپورٹ بنانے کے ایکسر سائز میں بھی وہ اپ کی مدد کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے اپ کو اضافی پیسے دینے ہوں گے۔ رینیو پاسپورٹ کا بھی وہی طریقہ کار ہوتا ہے جس طرح نیا پاسپورٹ بنایا جاتا ہے ' ایک فی صد بھی اس میں کوئی فرق نہیں ہوتا جبکہ کمپیوٹرائز سسٹم ہونے کے باوجود بار بار ایک ہی طریقے سے آپ کو گزرنا پڑتا ہے۔ پہلے تو میرا خیال تھا کہ شاید پشاور پاسپورٹ آفس اور نیشنل بنکوں کا یہ حال ہے لیکن تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ حال پورے ملک میں پاسپورٹ دفتروں اور بنکوں کا ہے ' جہاں پر معلوم ہوتا ہے کہ بنک رقم جمع نہیں بلکہ شاید مفت رقم لوگوں میں تقسیم کر رہی ہے اس وجہ سے لمبی لمبی لائنیں کھڑی ہے۔ ہماری بد قسمتی دیکھیں کہ رقم بھی اپ سے لی جاتی ہے اور سرکاری فیس کے علاوہ سروس چارجز کے نام پر اضافی پیسے بھی لیے جاتے ہیں لیکن نہ اپ کو آسان سروس دی جاتی ہے اور نہ کوئی سہولت بلکہ پیسے لے کر اپ پر احسان کرتے ہیں ۔ سر

کاری اداروں میں کمیونیکشن کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ ون ونڈو آپریشن تو کہی پر بھی موجود نہیں۔ پیسے بھی اپ سے لیے جاتے ہیں، دفتروں کے چکر اور قطاروں میں بھی کھڑا ہونا پڑتا ہے لیکن پھر بھی ہمارے ادارے نقصان میں جارہے ہیں جس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میرٹ کہی پر موجود نہیں' تقریباً ہر جگہ پیسے اور سفارش کلچر پروان چڑھ رہا ہے اگر یہ دو چیزیں ہے تو آپ کا کام جلدی بھی ہو جاتا ہے اور اپ کو پریشانی کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑتا ہے۔ اداروں کو بہتر بنانے کے لیے حکومت کے ساتھ ساتھ ہمیں اپنا احتساب بھی کرنا ہوگا کہ ہم خود قانون پر کتنا عمل کرتے ہیں۔

عمران خان کا آزادی مارچ

ملک کے سیاسی موسم میں کافی گرمی ریکارڈ ہو رہی ہے' سیاسی درجہ حرارت بڑھنے سے ملک بھر میں افواہوں کا بازار بھی گرم ہے۔ جوں جوں 14 اگست 2014 کا دن قریب آرہا ہے تو سیاسی درجہ حرارت اور افواہوں میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ سیاسی ملاقاتوں' بحث و مباحثوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔کچھ سیاسی جماعتیں عمران خان اور طاہر القادری کے ساتھ گفت شنید کر رہی ہے تو بعض جماعتیں حکومت کے ساتھ معاملات طے کر رہی ہے جبکہ تادم تحریر پیپلز پارٹی اور جماعت اسلامی نے واضح مو قف اختیار نہیں کیا ہے کہ حکومت کے ساتھ ہو نا ہے یا عمران خان کے آزادی مارچ میں شامل ہو نا ہے۔بدلتے ہوئے سیاسی حالات میں مختلف افواہیں اور پروپیگنڈے جنم لے رہے ہیں جس کی وجہ سے بھی سیاسی معاملات میں کافی گرمی محسوس کی جارہی ہے مثلاً اب نادیدہ قوتوں کی جانب سے مائنس ون فارمولا پیش کیا جارہا ہے کہ وزیر اعظم پاکستان جناب نواز شریف صاحب گھر چلے جائے اور ان کی جگہ وزیر داخلہ چوہدری نثار کو وزیر اعظم بنایا جائے گا۔ اس سلسلے میں تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان کا مطالبہ بھی سامنے آیا ہے کہ وزیر اعظم استعفیٰ دیں جبکہ یہ مطالبہ دوسری سیاسی جماعتوں کی طرف سے بھی آئے گا۔ اسی طرح یہ خبر بھی گردش میں ہے کہ مو جودہ حالات سے فوج فا

ئدہ اٹھا سکتی ہے اور ملک میں ایک دفعہ پھر فوجی حکومت آجائے گی' وجہ یہ پیش کی جارہی ہے کہ عوام سابق زرداری حکومت سے انتہائی تنگ تھی اور امید یہ تھی کہ نئی آنے والی حکومت عوام کے مسائل حل کرلے گی' بجلی و گیس لوڈشیڈنگ، بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بے روزگاری کا مسئلہ حل کریں گی اور ملک میں جاری بدامنی سمیت علاج معالجے کی سہولت' ادویات کی قیمتوں میں کمی کے علاوہ تعلیمی بجٹ میں اضافہ اور عوام کو مفت تعلیم دینے کا اعلان کیا جائے گا لیکن بدقسمتی سے نئی آنے والی حکومت نے عوام کے مسائل حل کرنے کی بجائے اس میں دوگنا اضافہ کردیا جس کی وجہ سے ملک میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہوا اور اب عام آدمی کا پاکستان میں موجودہ جمہوری سسٹم سے اعتبار اٹھ گیا ہے لہٰذا اس ملک میں فوجی حکومت ہی بہتر ہے۔ عوام کو اس حکومت سے چھٹکارے کے لیے فوج جو پہلے سے اسلام آباد، لاہور، کراچی، پشاور اور بلوچستان میں موجود ہے ملک میں عدم استحکام کی بنا پر ملکی کے حالات اور معاملات کو کنٹرول کرلے گی۔ ایک تیسرا حل بھی تجویز کیا جارہا ہے کہ ملک میں ایک دو سال کے لیے غیر جانبدار حکومت قائم کی جائے جو تمام معاملات اور تحفظات کو حل کرکے نیا الیکشن کرائیں' جس میں آنے والے دنوں میں وزن بھی پیدا کیا جائے گا۔آج یہ تمام باتیں اور افواہیں ملکی کی سیاست میں گردش کررہی ہے لیکن مکمل تصویر چودہ اگست کو کلیئر ہوگی کہ ملک کا مستقبل کیا ہوگا اور کیا ہونا چاہیے۔ یہاں پر سابق وزیراعظم یوسف رضا گیلانی کی وہ

بیان اہمیت کا حامل ہے کہ حکومتیں مارچوں سے ختم نہیں ہوتی بلکہ حکومتی فیصلے حکومتوں کو ختم کرتی ہے۔الیکشن کو ایک سال سے زائد کا عرصہ گزر گیا کہ عمران خان حکومت سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ چار حلقوں میں ری چیکنگ اور الیکشن میں دھاندلی کے الزامات کے بارے میں تحقیقات کی جائے لیکن حکومت ٹال مٹول سے کام لے رہی ہے۔ایک سال پہلے وزیر داخلہ چوہدری نثار نے پارلیمنٹ میں عمران خان کے اس مطالبے پر کہا تھا کہ ہم چار کی بجائے چالیس حلقوں میں تحقیقات کریں گے لیکن سال گز رگیا اور اب تک ایک حلقے میں بھی تحقیقات نہیں ہوئی بلکہ ان چار حلقوں میں سٹے آرڈر لیے گئے ہیں جبکہ اب اس سلسلے میں کمیٹی بنا دی گئی جو تین سال تک تحقیقات کر یں گی اور اس کے بعد دھاندلی کی رپورٹ پیش کریں گی کہ ان ان حلقوں میں دھاندلی ہوئی ہے۔حکومتی پالیسی کو دیکھتے ہوئے محسوس ہوتا ہے کہ حکومت خود ہی اپنی پیروں پر کلہاڑی مار رہی ہے۔عمران خان کے مطالبات آئین و قانون کے عین مطابق ہے اور ایک سال سے وہ مسلسل یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ الیکشن میں کی گئی دھاندلی کی تحقیقات ہونی چاہئے جس پر کوئی توجہ نہیں دی گئی اور اب نو ریٹرن والا معاملہ آگیا ہے' پہلے وہ چار حلقوں کی بات کر رہے تھے اور اب وہ پورے الیکشن کی بات کر رہے ہیں۔

اب جبکہ عمران خان نے چودہ اگست کو آزادی مارچ کا اعلان کیا ہے تو حکومت نے

ان کو اجازت دینے اور سیاسی طریقے سے نمٹنے کی بجائے اسلام آباد میں فوج بلانے کا فیصلہ کیا اور اب ان کے کارکنوں کو گرفتار کرنے اور ان کو نظر بند کرنے کی پلاننگ کر رہی ہے۔ وفاقی حکومت نے اپنے فیصلوں سے ایک احتجاجی مارچ کو واقعی آزادی مارچ میں تبدیل کر دیا ہے۔اطلاعات کے مطابق تحریک انصاف کے پنجاب میں مختلف ونگز کے صدور کو پکڑنے کا ٹاسک پنجاب پولیس کو دے دیا گیا ہے جبکہ گزشتہ دنوں پارٹی کے صدر جاوید ہاشمی کو بھی سیالکوٹ ائر پورٹ پر اترنے کی اجازت نہیں دی گئی اور سیالکوٹ جانے والے مسافروں بھی ان کے ساتھ خوار ہوتے رہیں اور اسی طرح علامہ طاہر القادری کے کارکنوں کی بھی پکڑ دھکڑ جاری ہے جس کی وجہ سے حالات خراب ہو رہے ہیں۔ موجود واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نواز شریف حکومت دباؤ میں آ گئی ہے اور ان کے اپنے لوگ ان سے غلط فیصلے کرا رہے ہیں۔ اس سے پہلے طاہر القادری والے معاملے میں بھی حکومت نے جمہوری طریقہ نہیں آپنایا بلکہ ڈکٹیٹر شپ والے فیصلے جمہوری حکومت میں ہو رہے ہیں جس پر سابق صدر آصف علی زرداری نے وزیر اعظم نواز شریف کو کہا تھا کہ اب کو عوام نے منتخب کیا ہے آپ ملک کے وزیر اعظم بنے بادشاہ نہ بنے لیکن بد قسمتی سے اب تک کی حکومتی فیصلوں سے یہی محسوس ہو رہا ہے کہ ملک میں جمہوریت نہیں بلکہ بادشاہت قائم ہے۔ موجودہ سیاسی بحران میں حکومتی پالیسیوں اور وزرا کے تند و تیز بیانات سے سیاسی درجہ حرارت کم کرنے کی بجائے اس میں اضافہ کر رہی ہے'جو حکومت کے لیے

مشکلات کا سبب بنے گی۔

اب بھی وقت ہے کہ تحریک انصاف کو پر امن جلسے کی اجازت دی جائے اور ان کے مطالبے پر چار حلقوں میں دوبارہ ضمنی الیکشن کا اعلان کیا جائے تاکہ ملک میں موجودہ جمہوری حکومت بھی چلتی رہے اور سسٹم بھی ڈی ریل نہ ہو پائے۔ملک اور جمہوری نظام کی بہتری اسی میں ہے کہ سیاسی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر موجود نواز شریف حکومت کو وقت دینا چاہئے۔مڈٹرم الیکشن خود عمران خان کے جماعت کے لیے بھی صحیح نہیں ہے۔ یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایک سال کے عرصے میں عمران خان کی حکومت نے خیبر پختونخوا میں کونسے کارنامے کیے ہیں کہ جب مڈٹرم الیکشن ہوں گے تو عوام عمران خان کو ووٹ دینگے۔صوبائی حکومتی کارکردگی خیبر پختونخوا میں یہ ہے کہ نہ پولیس کا نظام بدلا ہے اور نہ ہی لوگوں کو مفت صحت اور تعلیم دی جارہی ہے۔ عمران خان آزادی مارچ، حکومت سے مطالبات اور مڈٹرم کی بات ضرور کریں لیکن خیبر پختونخوا حکومت کی کارکردگی کو بھی مدنظر رکھیں۔

قانون کا احترام۔۔۔

ہمارے سامنے امریکا اور برطانیہ کے علاوہ مغربی ممالک کی مثالیں موجود ہیں' جہاں پر قانون سب کے لیے برابر ہوتا ہے' امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر، سرکاری ملازم ہو یا پرائیویٹ اداروں میں کام کرنے والا ایک عام شخص' قانون سب کے لیے برابر ہوتا ہے۔ کوئی شخص قانون سے بالاتر نہیں ہوتا' ملک کا صدر ہو یا وزیر اعظم' قانون کی پابندی کرنا سب پر فرض ہے جبکہ ایسی مثالیں بھی ان ممالک کی موجود ہے کہ اگر ایک وزیر سڑک پر بند سگنل کراس کر لیتا ہے تو ان کو نہ صرف جرمانہ کیا جاتا ہے بلکہ بد تمظی کرنے پر جیل کی ہوا بھی کھانی پڑتی ہے جبکہ بعض اوقات قانون کی خلاف ورزی کی بنا پر وزرا اپنے عہدے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی اور ان ترقی یافتہ ممالک میں بڑے عہدوں اور سیاست دانوں کے لیے قانون پر عمل کرنا ایک عام شخص کے مقابلے میں زیادہ ضروری اور اہم ہوتا ہے' وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ عام لوگوں کے لیے رول ماڈل ہوتے ہیں جبکہ ہمارے ملک میں اس کے برعکس گنگا بہتی ہے' یہاں پر سرکاری آفسروں اور بیوروکریٹ سے لے کر ایک عام سپاہی تک قانون اور آئین سے مبرا تصور ہوتے ہیں جبکہ ایم پی اے 'ایم این اے اور وزیر یا مشیر کسی سڑک کے سرخ سگنل کو کراس کریں، قانون کی

خلاف ورزی کریں اور ٹریفک پولیس ان کو چالان کریں یہ خواب میں تو ہو سکتا ہے لیکن حقیقت میں یہ انتہائی مشکل ہے۔ ہم یہاں پر وزیراعظم، صدر، اپوزیشن لیڈر، چاروں صوبوں کے وزیر اعلیٰ، چیف آف آرمی سٹاف اور چیف جسٹس آف پاکستان کی بات نہیں کرتے' جہاں سڑک پر ان کے لیے کوئی سگنل یا قانون نہیں ہوتا بلکہ عام تاثر تو یہ ہے کہ ہمارے ملک کو چلانے والے ان حضرات پر قانون و آئین لاگو نہیں ہوتا۔ قانون تو عام لوگوں کے لیے بنایا جاتا ہے خواص کے لیے نہیں' بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اگر آپ کا تعلق کسی وزیر یا مشیر کے خاندان سے ہیں یا آپ کا کوئی رشتہ دار پولیس اور فوج میں آفیسر ہے تو قانون کا احترام آپ پر فرض نہیں' اگر غلطی سے پولیس اہلکاروں نے آپ کو غلطی پر روکا تو کارڈ یا ریفرنس دے کر آپ قانون سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں اُن ممالک نے ترقی کی ہے جہاں پر قانون کا احترام موجود ہے اور قانون سب کے لیے برابر ہے۔ ہم اسلام کا نام تو لیتے ہیں اور اسلام پر مر مٹنے کو بھی تیار ہوتے ہیں لیکن اسلام پر عمل کرنے کو تیار نہیں ہوتے۔ اسلام کے بنیادی تعلیمات میں ایک تعلیم یہ بھی ہے کہ ملکی قوانین کا احترام کیا جائے اور قانون کے سامنے سب جوابدے ہو' تب ہی ملک و قوم ترقی کر سکتا ہے۔

قانون پر عمل نہ کرنے سے ہم خود کئی مسائل سے دوچار ہوتے ہیں مثلاً اگر ہم حکمران طبقے اور ایلیٹ کلاس کو سائڈ پر رکھیں اور قانون پر عمل کرنے کو

صرف عام لوگوں کے لیے پابندی اور رہنمائی کا اصول بنائے تو ہمارے کئی مسائل خود بخود حل بھی ہو سکتے ہیں اور ہم کئی مشکلات سے بھی بچ سکتے ہیں ے۔ دوسرے قوانین کے علاوہ اگر ہم سڑک پر گاڑی یا موٹر سائیکل چلاتے ہوئے متعلقہ سپیڈ اور قوانین کا خیال رکھیں تو ہم حادثات سے بچ سکتے ہیں۔ مغربی ممالک جس کو اسلام دشمن اور ملک دشمن کہتے ہوئے ہم تکتے نہیں وہاں پر سائیکل چلاتے ہوئے بھی ہلمٹ پہننا جاتا ہے جبکہ موٹر سائیکل چلاتے ہوئے اگر دو آدمی بیٹھے ہو تو دونوں کے لیے لازمی ہے کہ وہ ہلمٹ پہنے جبکہ ہمارے ملک میں اور خیبر پختونخواکے باقی شہروں کے علاوہ پشاور شہر میں بھی بغیر ہلمٹ کے موٹر سائیکل چلائے چلتے ہیں' قانون پر عمل کیا اپنی حفاظت کی خاطر بھی ہلمٹ نہیں پہنتے اور تیز رفتاری اور اپنی لائن کی پرواکیے بغیر موٹر سائیکل چلتے ہوئے حادثات کو جنم دیتے ہیں 'خاص کر کسی ایونٹ کے موقعے پر تو موٹر سائیکل چلانے والے حادثات میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ عید کے مواقعے پر سینکڑوں ٹریفک حادثات جن میں اکثریت موٹرسائیکل چلانے والوں کی ہے رونما ہوئے جس میں بہت سے نوجوان اپنے والدین کو غم میں چھوڑ کر دنیا سے چلے گئے جبکہ بہت سے نواجوان ہسپتالوں میں موت اور زندگی کی کشمکش میں بتتلا ہے۔جہاں پر قانون نافذ کرنے والے اداروں کا فرض بنتا ہے کہ وہ لوگوں کو قانون پر عمل کرنے کا پابند بنائے وہاں ہم سب کا اور خاص کر والدین کا بھی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو قانون پر عمل کرنے اور

قانون کا احترام کرنے والا بنا دے تاکہ عمر بھر افسوس اور مصیبتوں سے بچ سکے۔

پاکستان میں اس وقت نوجوان طبقہ طبعی اموات سے زیادہ ٹریفک حادثات، تیز رفتاری، غلط اورٹیکنگ کی وجہ سے مرتے ہیں اور اپنے والدین کے لیے عمر بھر کا غم چھوڑ لیتے ہیں۔یہ بھی سچ ہے کہ خواص کی طرح عام لوگ بھی جہاں ان کا بس چلے قانون کو پیروں تلے روند ڈالتے ہیں۔پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد کے علاوہ تقریباً تمام شہروں میں ٹریفک قوانین پر عمل نہ ہونے کے برابر ہے' قوانین موجود ہے لیکن اس پر عمل نہیں کیا جاتا' جس کا قانون نافذ کرنے والے اداروں کے ساتھ ساتھ ہم خود بھی ذمہ دار ہیں' اس میں امریکا اور برطانیہ کا قصور ہے اور نہ ہی مغربی ممالک کی سازش اس میں شامل ہے۔قانون پر عمل کرنے والے معاشرے ہی ترقی کرتے ہیں۔

معاشرے میں انصاف

انصاف کا تعلق معاشرے سے ہوتا ہے ' عدالتوں کے ساتھ نہیں ؛ جس معاشرے میں انصاف ختم ہو جاتا ہے وہ معاشرہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکتا۔ معاشرے میں انصاف نہ ہو تو وہاں کے عدالتیں بھی بے انصاف ہوتی ہے۔ میں آج آپ سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں مجھے بتایئے کیا آپ اپنے شعبے میں انصاف کر رہے ہیں ' کیا آپ اپنے ماتحتوں سے انصاف کرتے ہیں ؟ آپ ایک استاد ہے کیا آپ اپنے شاگردوں اور طلبا سے انصاف کر رہے ہیں ؟ آپ کا تعلق ایک ایسے شعبے سے ہیں جہاں پر لوگ جائیدادیں اور گھر کا سامان بھیجا کر آپ کے پاس آکر مشورہ اور کیس لڑنے کے لیے ' کیا آپ اپنی وکالت کے مطابق ان کو مشورہ دیتے ہیں یا پیسوں کی خاطر ان کو بے وقوف بناتے ہیں۔ آپ قاضی کے جس کرسی پر بیٹھے ہیں وہاں تعلقات اور سفارش پر فیصلے ہوتے ہیں یا میرٹ پر۔ کیا آپ قران و سنت کی تعلیمات اللہ کے رضا کے لیے بیان کرتے ہیں یا آپ کا مطلب کچھ آور ہے۔ کیا آپ نے کبھی سوچا کہ اللہ نے مجھے بحثیت کلرک یا اسٹنٹ کہ جس سیٹ پر بیٹھایا ہے میں اس سیٹ پر کام کرنے والے لوازمات اور لوگوں کے مسائل قائدے کے مطابق حل کر رہا ہوں۔ کیا آپ نے کبھی یہ خیال کیا ہے کہ اللہ کے آخری رسول کا پیشہ اپنانے سے میں تجارت اس بنیاد پر کر رہا ہوں جس کی مجھے تعلیم دی گئی ہے۔ کیا

بحیثیت دکاندار آپ ناپ تول صحیح اور حلال منافع کمارہے ہیں ؟کیا بحیثیت ایک ریڑی بان ، سبزی اور فروٹ فروش کے 'لوگوں کو ریٹ کے مطابق آشیا اور چیزیں دیتے ہیں یا خراب اور گندی چیزیں چھپ کے شاپر میں ڈال لیتے ہیں ۔کیا آپ نے کبھی سوچا ہے کہ خدائی پیشے سے وابستہ ہونے کی وجہ سے میں لوگوں کی جان بچانے کی کوشش کرتا ہوں ' میں اپنے نفع کے لیے لوگوں کو مہنگی ادویات نہیں لکھتا اور نہ ہی عوام کے خون پر میں ادویات بنانے والی کمپنیوں سے سالانہ لاکھوں اور کروڑں کا کمیشن وصول کرتا ہوں ۔کیا آپ نے کبھی اپنے آپ کو جوابدے سمجھا ہے کہ میں بھی ایک ادارے کا سر براہ کے طور پر اس عوام کو جوابدے ہوں کہ جس کے ٹیکسوں سے میں ہر مہینے لاکھوں تنخواہ لیتا ہوں۔کیا آپ نے کبھی سوچا کہ بحیثیت صحافی میرے قلم اور رپورٹنگ سے ملک وقوم کا فائدہ ہو رہا ہے یا میں اپنے فائدے کی خاطر لوگوں کو بلیک میل کر رہا ہوں ۔کیا اداب تخلیق اور لکھتے وقت آپ نے انسانوں کا بھلا چاہا یا اپنا نام اور دام بنا نے کیلئے معاشرے کو غلط راہ دکھائی اور کیا آپ کے کہانیوں اور ناولوں سے معاشرے کی اصلاح ہوئی ۔کیا بحیثیت اسٹوڈنٹ آپ نے اپنا اور والدین کا حق ادا کیا۔کیا اپنے جو تعلیم برائی سے بچنے اور نیک عمل کرنے کی حاصل کی تھی اس پر عمل کیا۔کیا بحیثیت صنعت کار آپ نے مزدورں کا حق ادا کیا۔کیا بحیثیت وزیر اعلیٰ آپ نے لوگوں کے مسائل سنے اور ان کو حل کرنے کی کوشش کی اور کیا غریب لوگوں کو دو وقت کی روٹی مل

رہی ہے ؟۔ کیا آپ نے جب بطور وزیر اعظم ملک کا حلف اٹھایا تو اس حلف کی پاسداری کی ۔ کیا آپ نے ملک کے عوام کی خوشحالی اور بھلائی کے لیے نئے منصوبے شروع کیے ۔ کیا آپ نے پندرہ کروڑ غریب عوام کے بارے میں کبھی سوچا کہ ان پر ان ڈائریکٹ ٹیکس بڑھنے سے مہنگائی کی شرح میں اضافہ ہوگا اور جس کی وجہ سے لوگ اپنے بچوں کو مارنے پر مجبور ہوں گے۔ کیا آپ نے بے روزگاری کی وجہ سے خود کشی کرنے والے لوگوں کو روزگار مہیا کرنے کے لیے عملی اقدام اٹھائے ہیں۔ کیا آپ نے اس ملک کے عوام کو جو ہر دن بے گناہ مر رہے ہیں ان کی جان بچانے کے لیے عملی اقدام اٹھائے ہیں ۔ کیا بحیثیت ایک سرکاری نوکر اور فوجی کے ' آپ نے سرحدوں کی حفاظت اور اس ملک سے غداری نہ کرنے کی قسم کھائی تھی آپ نے اس کی پاسداری کی ہے۔ کیا آپ نے پولیس کی وردی پہنا کر قانون کی عملداری کو یقینی بنا دیا ؟ کیا آپ نے چوروں اور ڈاکوں کی پشت پناہی کرنے والوں کا قلع قمع کر دیا ۔ کیا آپ نے باپ کی حیثیت سے ، ماں کی حیثیت سے ، بیٹے کی حیثیت سے ، بیٹی کی حیثیت سے ، رشتہ دار اور پڑوسی کی حیثیت سے ، دوست اور کولیگ کی حیثیت سے ، مسلمان اور انسان کی حیثیت سے معاشرے میں انصاف کر رہے ہیں۔ نہیں ۔۔۔ یقینا نہیں لہٰذا اگر آپ خود انصاف نہیں کر رہے ہیں تو آپ کے ساتھ انصاف کیسے ہوگا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ حکومتیں اور معاشرے کفر کے ساتھ تو زندہ رہ سکتی ہے لیکن بے انصافی کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتی ہے ۔ آج دنیا میں کفر کے ساتھ تو ملک

قائم ہے لیکن بے انصافی کی وجہ سے معاشرے اور ملک صف ہستی سے مٹ رہے ہیں۔ دنیا کے جن ممالک میں انصاف موجود ہے وہاں پر خوشحالی اور ترقی ہے۔جہاں پر بے انصافی کا راج ہے وہاں قتل و غارت ، افراتفری اور بے سکونی کا ساماں ہے۔اللہ تعالیٰ خود انصاف کرتا ہے اور انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ نعمتیں ان کو دیتا ہے جو اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں۔ انصاف اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی نعمت ہے اور یہ نعمت ہمیں اس وقت تک نہیں ملے گی جب تک ہم اس کی قدر کرنا نہیں سیکھیں گے۔

فلسطین پر اسرائیلی مظالم اور امت مسلمہ

فلسطین پر اسرائیلی مظالم جاری ہے اب تک کے اعداد و شمار کے مطابق تقریباً 2 ہزار بے گناہ اور نہتے فلسطینی جن میں زیادہ تعداد بچوں کی ہیں' اسرائیلی گولاباری کا شکار ہو چکے ہیں جبکہ دس ہزاروں کی تعداد میں بچے، خواتین، بوڑھے اور جوان زخمی ہو چکے ہیں اور ان کے علاج معالجے کا کوئی بندوبست موجود نہیں ہے' اس سارے صورت حال میں جہاں پر عرب ممالک اور دنیا بھر کے مسلمان رمضان کے روزے رکھ رہیں تھے اور عید کی خوشیوں میں مصروف رہیں وہاں پر فلسطین میں کھانے پینے کی چیزیں بھی ناپیدا ہو چکی ہے اور آج وہاں پر صرف خون کی ندیاں بہہ رہی ہے۔ دن رات کے راکٹ حملوں اور ٹینکوں کے فائرنگ سے غزہ شہر تہس نہس ہو گیا ہے لیکن ان تمام صورت حال پر جہاں پوری دنیا کو انسانی حقوق کا درس دینے والی مغربی اور یورپی ممالک خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہی ہے وہاں پر امت مسلمہ نے بھی نیند کی گولیاں کھا لی ہے۔ دنیا کو امن کا درس دینے والا امریکا نے اقوام متحدہ کا تنظیم برائے انسانی حقوق میں اسرائیلی مظالم کے حق میں ووٹ دیا وہاں پر تنظیم نے اسرائیلی مظالم کے خلاف قرارداد تو پاس کی لیکن اس کا اثر اور رزلٹ تاحال نظر نہیں آیا۔ اقوام متحدہ نے جہاں پر ہمیشہ بڑی طاقتوں اور مغربی مفاد کا خیال رکھا اور مسلمان ممالک

پر ظلم وزیادتی پر خاموش رہا وہاں پر مسلم ممالک کی تنظیم او۔آئی۔سی بھی برائے نام تنظیم رہی' آج تک اس تنظیم نے دنیا بھر کے مسلم ممالک کا کوئی بھی مسئلہ حل نہیں کیا ہے اور اس مسئلے پر خاموش رہا' اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہو گا کہ اس تنظیم کی حیثیت عملی طور پر ختم ہو چکی ہے۔

غزہ جل رہا ہے لیکن امت مسلمہ سو رہا ہے' امت مسلمہ کے سو جانے سے ہر جگہ پر مسلم ممالک میں آگ لگی ہوئی ہے جس کو بُجھانے کی بجائے مسلم ممالک کے حکمران اور بادشاہ خود اس آگ کو بھڑکا رہے ہیں لیکن وہ وقت دور نہیں کہ یہ حکمران اور بادشاہ خود اس آگ کی لپیٹ میں آئیں گے۔ آج جس طرح مسلم مما لک کی تنظیم او۔آئی۔سی کا کوئی کردار نظر نہیں آرہا ہے اسی طرح عرب لیگ ممالک بھی غزہ میں قتل عام پر خاموش ہے۔ مسلمانوں کا قبلہ اول بیت مقدس فلسطین کی اینٹ سے اینٹ بج رہی ہے لیکن مسلمان خوب غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں جس طرح علامہ اقبال نے ایک صدی پہلے امت مسلمہ کو جگانے کی بات کی تھی اگر اس وقت امت جگ جاتی تو آج مسلمانوں کا یہ حال نہ ہوتا' آج امت مسلمہ کے نوجوانوں کو خود ہی اٹھنا ہو گا اور اسرائیلی اور صہونی مظالم کو روکنا ہو گا۔ افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ جہاں پر دنیا بھر کے جمہوری حکومتیں اور خاص کر مسلم جمہوری ممالک کے حکمران ظلم اور دہشت گردی کو روکنے میں ناکام نظر آرہے ہیں اسی طرح عرب لیگ کے بادشاہ بھی امت مسلمہ کو اکھٹا کرنے اور

مسلمانوں پر صہونی مظالم روکنے میں ناکام نظر آرہے ہیں۔ آج غزہ میں انسانیت سراپا احتجاج ہے لیکن ان کے احتجاج اور اسرائیلی مظالم کو مغربی میڈیا حماس اور اسرائیل جنگ قرار دے رہاہے' ہمیشہ کی طرح عالمی میڈیا کا رول اس دفعہ بھی اسرائیلی مظالم پر خاموش رہااور اسرائیلی حملوں کواس جواز پر دکھایااور سپورٹ کیا جارہاہے کہ یہ لڑائی فلسطین اور اسرائیل کے درمیان ہے جس میں فلسطین کی جانب سے بھی اسرائیل پر حملے کیے جارہے ہیں اور بہت سے اسرائیلی فوجی ہلاک ہو چکے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسرائیل کے چند ایک فوجی ہلاک ہو چکے ہیں اور اس کے مقابلے میں اسرائیل فوج نے پورے غزہ کوآگ و بارود میں تبدیل کر دیا ہے' غزہ میں واحد بجلی گھر کو بھی اڑا دیا ہے جس کی وجہ سے غزہ شہر تاریکی میں ڈوب چکا ہے' تعلیمی اداروں سمیت ہسپتالوں پر بھی حملے کیے جارہے ہیں لیکن پھر بھی انسانیت کا درس دینے والے مغربی مما لک کو اسرائیلی بربریت نظر نہیں آرہی ہے۔ اگر فلسطین کی جانب سے یک دوکا جواب اسرائیلی فوج اور ٹینکوں پر حملوں کی صورت میں نظر آجائے توحماس اور فلسطینی دہشت گرد کہلائے جاتے ہیں اور عالمی میڈیا میں مسلمانوں کو دہشت گردوں کے روپ میں پیش کیا جاتا ہے۔

نائن الیون کے بعد امریکا سمیت پوری مغربی دنیا نے امت مسلمہ کے خلاف جس جنگ کا آغاز کیا ہے اگر اس جنگ کو نہ روکا کیا تو وہ وقت دور نہیں کہ امت

کے نوجوان اپنے اپنے ملکوں سے نکل کر حقیقت میں دہشت گردی کے خلاف جنگ کا آغاز کریں گے جس کا اعلان سابق امریکی صدر بش نے کیا تھا کہ اب صلیبی جنگ کا آغاز ہو چکا ہے' جس پر امریکا اور اسرائیل نے عمل شروع کر رکھا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف اس نام نہاد جنگ نے مسلم دنیا میں دہشت گردی کو فروغ دیا اور اب پوری امت مسلمہ اس آگ کی لپیٹ میں آ چکی ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امت کے نوجوان کب خوب غفلت سے جگ کر صہونی طاقتوں کا مقابلہ شروع کریں گے اور فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے لیے آواز اٹھائیں گے۔

نتیجہ کیا ہوگا

آزادی اور انقلاب مارچ والوں کو تین ہفتے ہوئے کہ اسلام آباد میں دھرنا دیے بیٹھے ہیں۔ حکومت اور اپوزیشن جماعتوں کی طرف سے عمران خان اور طاہر القادری کے ساتھ مذاکرات بھی جاری ہے لیکن تاحال ان مذاکرات اور بات چیت کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا ہے جو پوری قوم کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اگر بروقت فیصلے کیے جاتے تو حالات آج اس نہج پر نہ پہنچتے 'اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ لمحوں نے خطا کی اور صدیوں نے سزا پائی۔ تاریخ سے کوئی سبق حاصل نہیں کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ قوم کی اکثریت یہ سوال کر رہی ہے کہ عمران خان اور طاہر القادری کو اگر بروقت انصاف ملتا تو نوبت یہاں تک نہ پہنچ پاتی۔ ان حالات کی وجہ سے ایک طرف پوری قوم ہیجان میں مبتلا ہے تو دوسری جانب معیشت کو بھی اربوں روپے کا نقصان پہنچ چکا ہے جس کی ذمہ داری لینے کے لیے نہ حکومت تیار ہے اور نہ ہی دھرنے والے۔ ملک کی اقتصادی حالات جس طرف جارہی ہے 'اس کا آخری نقصان مہنگائی کی صورت میں نکل کر غریب لوگوں کے لیے مشکلات اور خودکشیوں پر مجبوریوں کا ذریعے بنے گا جس طرح حکومتی اہلکار دھرنے والوں کو موجودہ حالات کا سبب سمجھتے ہیں اسی طرح عمران خان اور طاہر القادری بھی حکومت کو یہ کہتے ہیں کہ اگر آپ ہمارے مطالبات مان لیتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی اور اگر آج

بھی ہمارے مطالبات مان لیے جائیں تو ہم دھرنا ختم کرنے کے لیے تیار ہے۔ بہر کیف موجود حالات کو دیکھتے ہوئے لگتا نہیں کہ عمران خان اور طاہر القادری عنقریب دھر نے ختم کرنے کا اعلان کریں گے۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے تھے کہ عمران خان اور طاہر القادری زیادہ سے زیادہ تین دن بیٹھ کر چلے جائیں گے اور خاص کر تحریک انصاف کے ورکر تین دن سے زیادہ نہیں بیٹھ سکیں گے' ان تمام خیالات اور سوچ کی نفی ہوئی ہے۔

اگر اس وقت حکومت نے سنجیدگی کا مظاہرہ نہ کیا تو اب کم از کم کریں۔ حکومت کی سپورٹ میں قومی اسمبلی کا مشترکہ اجلاس جاری ہے جس میں حکومت کو تعاون کی یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ وزیر اعظم ہر گز استعفانہ دیں اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اب تک کے اجلاسوں میں یقین دہانیوں کے علاوہ مسئلے کو حل کرنے کے بارے میں کوئی سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کیا گیا ہے بلکہ ہم جیسے یہ امید کر رہے تھے کہ مشترکہ اجلاس میں دھرنے والوں کے تحفظات کو ایڈریس کیا جائیگا اور یہ فیصلہ ہو گا کہ تمام سیاسی جماعتوں کے قائدین بشمول وزیر اعظم نواز شریف کے دھرنے والوں کے پاس جائیں گے اور ان کو دھرنا ختم کرنے کی درخواست کریں گے لیکن بد قسمتی سے نہ صرف اس جانب توجہ نہیں دی گئی بلکہ مشترکہ اجلاس میں جو تقاریریں ہوئی' ایک دو کے علاوہ زیادہ ترد ھرنے والوں پر تنقید اور حکومت کا ساتھ دینے پر ہوئی' مسئلہ ختم کرنے

اور مطالبات کو حل کرنے کی تجویز سامنے نہیں آئی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جوں جوں وقت گزرتا جائے گا سیاسی جماعتوں کے رویے بھی تبدیل ہوں گے اور نئی گیم بھی شروع ہو سکتی ہے جس کا خمیازہ آخر کار نواز شریف حکومت کو ہی بھگتنا پڑے گا۔

مسلم لیگ نواز کی قیادت کو معاملات کی سنجیدگی سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ دھرنے والوں کو دھرنا ختم کرنے پر امادہ کر سکیں جس کے لیے وزیر اعظم کو خود پہل کر کے دھرنے والوں کے پاس جانا چاہیے جس میں کوئی ہار نہیں بلکہ دھرنے والوں کو وزیر اعظم صاحب کی طرف سے عزت مل جائے گی اور جس سے استعفے کی بات بھی ختم ہو سکتی ہے۔وزیر اعظم صاحب کے جانے سے نہ صرف یہ معاملہ حل ہو سکتا ہے بلکہ جمہوریت بھی مضبوط ہو گی اور سیاست میں نئی راہیں بھی کھل جائے گی۔ جو لوگ افرا تفری اور ملک کو غیر مستحکم ہونے کے انتظار میں بیٹھے ہیں ان کے خواب ٹوٹ جائیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ پہلے سے مسائل میں گھرا ہوا ملک مزید تباہی برداشت نہیں کر سکتا۔ اب وقت آگیا ہے کہ ملک میں آئین و قانون کی بالادستی قائم کی جائے' سب کے لیے یکساں قانون ہو۔ صحت اور تعلیم کے بنیادی ضروریات فری میں دی جائے' عوام کی فلاح و بہبود ہی جمہوریت کے بنیادی اصول ہے۔ جمہوریت یہ نہیں کہ عوام ووٹ ڈالے اور ملک میں وزیر اعظم ، صدر اور وزرا پانچ سال تک عیاشی کرتے رہے اور

عوام کے مسائل پہلے سے زیادہ ہو جائے۔آج کا یہ سچ ہے کہ عام آدمی کو جمہوریت اور آمریت میں کوئی فرق محسوس ہی نہیں ہوتا۔جمہوریت عوام کی خدمت اور فلاح وبہبود کا نام ہے جو پاکستان کے جمہوری ادوار میں نظر نہیں آتا بلکہ جس ملک میں کھلے عام دو نمبر سے لے کر دس نمبر تک جعلی ادویات ، مشروبات ، مسالاجات فروخت کی جارہی ہو ، غربت کی وجہ سے لوگ اعلیٰ تعلیم اور علاج سے محروم ہو وہاں جمہوریت ہو یا آمریت ' عام آدمی کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بہر کیف موجودہ ملکی حالات کو دیکھتے ہوئے ہر ذی شعور پریشان اور غمگین ہے کہ آخر نتیجہ کیا نکلے گا۔پاکستان واقعی ایک نیا پاکستان بن جائے گا جہاں پر عوام کو بنیادی سہولت دستیاب ہو گی یا حالات پہلے سے بھی خراب ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ جو بھی نتیجہ نکلے اس میں پاکستان اور عوام کی بہتری ہو۔

نیا پاکستان اور پرانا پاکستان

آزادی اور انقلاب مارچ والوں کا کہنا ہے کہ ہم نیا پاکستان بنانے جارہے ہیں جس میں لوگ کو انصاف ملے گا، صحت اور تعلیم ملے گی، میرٹ کا بول بالا ہوگا' وغیرہ وغیرہ ۔نئے پاکستان پر بات کرنے سے پہلے عمران خان اور ڈاکٹر طاہر القادری کے مطالبات جو حکومت کو پیش کیے گئے ہیں 'ان میں عمران خان کے چھ مطالبات نمبر ۱۔وزیر اعظم نواز شریف مستعفی ہو نمبر ۲۔ دوبارہ انتخابات کرائے جائیں نمبر ۳۔انتخابی اصلاحات کی جائیں نمبر ۴۔ تمام سیاسی جماعتوں کے مشاورت سے غیر جانبدار نگران حکومت بنائی جائے نمبر ۵۔ تمام الیکشن کمشنرز سے استعفے لیے جائیں نمبر ۶۔ 2013 کے الیکشن میں مبینہ دھاندلی میں ملوث افراد کو سزا دی جائے اور آرٹیکل 6 کے تحت مقدمہ چلایا جائے۔ اسی طرح ڈاکٹر طاہر القادری کے مطالبات جن میں نمبر ۱۔ نواز شریف اور شہباز شریف استعفیٰ دیں اور ان کو پورے کابینہ سمیت گرفتار کرکے ان کے خلاف تحقیقات کی جائیں نمبر ۲۔ موجودہ اسمبلیاں غیر آئینی ہے ان کو ختم کیا جائے کیوں کہ آرٹیکل 62 اور 63 پر اس کے اراکین پورا نہیں اترتے اکثریت ٹیکس چور ہے نمبر ۳۔ ان اسمبلیوں کے خاتمے کے بعد ایک قومی حکومت قائم کی جائے اور قومی اصلاحات کی جائیں نمبر ۴۔ کرپشن میں ملوث ہونے والے ہر شخص کا سخت اور کڑا احتساب کیا جائے نمبر ۵۔ قومی حکومت کے

ذریعے ملک کے حقوق سے محروم غریبوں کو حقوق اور ہر بے گھر شخص کو گھر دیا جائے اور 25 سالہ قرض دیا جائے جس پر سود نہ ہو نمبر ۶۔ ہر شخص کو روٹی، کپڑا اور مکان فراہم کیا جائے نمبر ۷۔ جس کے پاس علاج کا پیسہ نہ ہو ان کی سرکاری مفت علاج کرے نمبر ۸۔ ملک سے جہالت کے خاتمے کے لیے ہر بچے کو مفت تعلیم فراہم کی جائے اور بالغ افراد کی تعلیم کا انتظام کیا جائے نمبر ۹۔ کم وسائل کے افراد کو ضروریات کی تمام چیزیں نصف قیمت پر فراہم کی جائے اور کم آمدنی والے افراد کو بجلی، پانی اور گیس کے بلوں پر ٹیکس ختم کیا جائے اور ان سے نصف بل لیا جائے نمبر ۱۰۔ خواتین کو معاشی ضروریات کے لیے گھریلو صنعتیں لگانے کی انتظام کیا جائے نمبر ۱۱۔ تنخواہوں میں فرق کو ختم کرنے کے لیے کام کیا جائے تاکہ افسران اور ملازمین کے تنخواہ میں تفریق کے خاتمے سے معاشرتی فرق ختم کیا جائے نمبر ۱۲۔ ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کیا جائے اور آئین میں ترمیم کرکے پابندی لگائی جائے کہ کوئی فرقہ دوسرے کو کافر قرار نہیں دے گا، ملک میں امن کے قیام کے سنیٹر قائم کی جائے اور نصاب میں امن و برداشت کو بطور مضمون شامل کیا جائے نمبر ۱۳۔ اقلیتوں کو بنیادی شہری حقوق دی جائے نمبر ۱۴۔ ملک میں مزید صوبے بنائے جائیں، گلگت بلتستان اور ہزارہ کو صوبے کا درجہ دیا جائے نمبر ۱۵ ۔ بلدیاتی حکومتوں کا قیام کیا جائے اور شہریوں کے مسائل مقامی طور پر حل کرنا چاہیے نمبر ۱۶۔ عوام کے حقوق کا فیصلہ پانچ افراد کرتے ہیں جن میں وزیر اعظم اور وزرا اعلیٰ شامل ہیں،

قومی حکومتی اقتدار میں 10 لاکھ لوگوں کو شامل کریں گے نمبر ۱۷۔ کرپٹ شخص کو سر کاری عہدے پر نہیں بیٹھنے دیں گے ، یہاں بڑے شخص کو سزا نہیں ملتی اور غریب کو جیل بھیج دیا جاتا ہے نمبر ۱۸۔ دیہات کو برابری کی بنیاد پر حقوق دی جائے۔ تمام سر کاری اداروں کو غیر سیاسی کر کے متواری کیا جائے ۔ تمام ادارے غیر سیاسی ہونے چاہیے۔

دھرنا دینے والوں کے ان مطالبات میں سے ایک دو کے علاوہ ہر محب وطن، جمہوریت پسند اور عقل مند ان کو ٹھیک کہتا ہے۔ ترقی یافتہ ممالک میں یہ تمام مطالبات بنیادی انسانی حقوق گردانے جاتے ہیں اور جمہوریت کی بنیاد ہی ان پر ہے لیکن بد قسمتی سے ہمارے ملک میں انسانی حقوق کے یہ بنیادی ضروریات اور حقوق نا جمہوری ادوار میں ملتے ہیں اور نہ ہی آمریت میں دیے گئے ہیں جس کی وجہ سے لوگوں کو جمہوریت اور آمریت میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔ آج عوام اس نظام جمہوریت سے تنگ آچکی ہے جس میں عام آدمی کو بنیادی حقوق ہی نہیں مل رہے ہیں ۔ ایک مہینے کے بعد بھی دھرنا دینے والوں کے جوش وجذبے میں کمی نہیں آئی بلکہ نوجوانوں کے ساتھ ساتھ خواتین ، بچے ، بوڑھے ، امیر و غریب ، مڈل اور لوئر کلاس سمیت ہر مکتب فکر کے لوگ نہ صرف ان دھرنوں میں شریک ہوتے ہیں بلکہ ہر طبقے کے لوگوں میں اپنا اپنا جوش وجذبہ اور ولولہ موجود ہے جن کو دیکھتے ہوئے یہ لگنے لگتا ہے کہ عنقریب

نیا پاکستان بننے والا ہے آنکھوں میں خواب لیے یہ لوگ تصور کر بیٹھے ہیں کہ نئے پا کستان میں تمام بنیادی انسانی حقوق ملیں گے 'ہر طرف خوشحالی اور امن ہوگا، انصاف کا بول بالا ہوگااور بے روزگاروں کو روزگار ملے گا۔ راولپنڈی اسلام آباد جیسے شہر میں سی این جی بندش ختم ہو جائے گی لیکن جوں ہی انقلاب اور آزادی مارچ کے دھرنوں سے نکل کر پاکستان کے عملی زندگی اور حقائق کو دے کر امید مایوسی میں بدل جاتا ہے کہ آیا یہ ممکن ہے کہ نیا پاکستان ان دھرنوں سے بن جائیگا' عوام کو جمہوریت کے ثمرات مل جائیں گے؟ سچ تو یہ ہے کہ آج بھی ہمارے ہسپتالوں میں مریضوں کو بیڈ دستیاب نہیں، علاج معالج کے جدید مشینری تو دور پرانی بھی خراب پڑی ہے۔ تعلیم کی بات تو ہر حکومت کرتی ہے لیکن سکول، کالجز اور سرکاری یونیورسٹیز میں خود ساختہ فیس سسٹم بھی قائم ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا اب ناممکن ہونے جارہا ہے۔ پولیس، پٹواراور عدالتوں کا نظام بھی ہمارے سامنے ہیں۔

اگر حکمرانوں نے جمہوریت کے بنیادی اصولوں پر عمل اور سیاسی فیصلوں میں لچک کا مظاہرہ نہ کیا تو نیا پاکستان کیا بنے گا' موجودہ نظام کے ہاتھوں سے جانے کے خدشے کو تقو یت مل رہی ہے۔ وقت کا تقاضہ ہے کہ تمام جمہوریت پسند اور سیاسی جماعتوں کے سٹیک ہولڈرز آگے آئیں اور ایک سوشل کنٹریکٹ

سائی کریں کہ جس میں عام آدمی کے مسائل کا حل ہو اور بنیادی انسانی حقوق جن میں
سب سے اول پورے ملک میں صحت اور تعلیم فری دینے کا اعلان موجود ہو جس سے ہم
پرانے پاکستان سے نئے پاکستان کی جانب سفر کا آغاز کر سکتے ہیں اور دھرنا دینے
والوں کے مطالبات بھی پورے ہو سکتے ہیں۔

اسلام آباد میں دھرنوں کا آنکھوں دیکھا حال

اسلام آباد میں جاری دھرنوں نے ملک کے ہر طبقے کو اپنی طرف راغب کیا ہوا ہے۔ عمران خان اور طاہر القادری سے لاکھ اختلافات کیے جا سکتے ہیں' ان کی سیاسی زندگی اور فیصلوں پر بھی سوالات اٹھائیں جا سکتے ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ موجودہ نظام سے کوئی بھی خوش نہیں، سیاسی پارٹیوں سمیت کوئی بھی مکتب اس نظام کو صحیح نہیں مانتا' ہر گھر اور دوکان میں یہ بات کی جارہی ہے کہ ملک کا نظام تبدیل ہونا چاہیے'
حکمرانوں کو اپنا نہیں' عوام کا خیال کرنا چاہیے 'نعروں سے بڑھ کر اب حقیقی معنوں میں عوام کی خدمت کرنے کی ضرورت ہے۔
ان دھرنوں کی وجہ سے عوام سمیت اسمبلی میں موجود سیاسی جماعتوں کا بھی یہ خیال ہے کہ باہر دھرنا دینے والے عمران خان اور طاہر القادری کی باتیں بہت حد تک درست ہے۔ پیپلز پارٹی کے سینئر رہنما اعتزاز احسن نے اسمبلی فلور پر کہا جواب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے کہ عمران خان کی باتیں تیر کی طرح عوام کے دلوں میں اتر رہی ہے اگر ہم نے اپنا قبلہ درست نہ کیا تو عوام کا سامنا کرنا مشکل ہو جائے گا اسی طرح وزیر داخلہ چوہدری نثار کا بھی یہ فرمانا ہے کہ ہم جیسے بھی ڈاکٹر طاہر القادری کی تقریر زیادہ دیر تک نہیں سن سکتے ہم پر

بھی اس کا اثر ہونا شروع ہو جاتا ہے یعنی عوام کے مسائل پر بات کرنا اور حقائق کو بیان کرنا اثر رکھتی ہے اور پاکستان کا موجودہ نظام عوام کے بنیادی مسائل کو حل کرنے میں ناکام رہی ہے' جس کی وجہ سے اسلام آباد میں جاری دونوں دھرنوں کو پانچ ہفتے ہو گئے ہیں لیکن لوگوں کے جوش وجذبے میں کمی نہیں آئی ہے۔

حکومت نے بہت کوشش کی کہ کس طرح ان دھرنوں کو ختم کیا جائے' عوام ان دھرنوں میں نہ آئے' دھرنوں میں جانے کے تمام راستے کنٹینزوں سے بند کیے گئے ہیں جس کی وجہ سے تقریباً ڈیڑھ دو کلومیٹر پیدل دھرنوں میں جانا پڑتا ہے' خاص کر پاکستان تحریک انصاف کے دھرنے میں جانے والوں کو بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے کیوں کہ تحریک انصاف کے زیادہ تر لوگ شام کے وقت دھرنے میں اسلام آباد، پنڈی، روات، بارکھو وغیرہ سے اپنی گاڑیوں میں آتے ہیں جس میں نا صرف نوجون اور ان کی فیملی ہوتی ہے بلکہ بوڑھے والدین اور بچے بھی شامل ہوتے ہیں۔حکومت نے پولیس کے ذریعے بہت کوشش کی 'لوگوں کو پکڑا بھی کیا گیا' بہت سے لوگ جیل بھی گئے لیکن اس کے باوجود لوگوں کی تعداد میں کمی نہیں آئی بلکہ آزادی مارچ کو جب ایک مہینہ پورا ہوا جس پر عمران خان نے ملی یکجہتی کا اعلان کیا تھا اس رات دھرنے کی جگہ کچا کھچ بھری ہوئی تھی' عوام کی ایک بہت بڑی تعداد اس رات موجود تھی جبکہ اب عمران خان

نے جمعہ کے روز'' گو نواز گو'' دن منانے کا اعلان کیا جس میں بھی ان کا کہنا ہے کہ عوام کی تعداد پہلے سے زیادہ ہو گی۔ تحریک انصاف کی طرف سے اب یہ فیصلہ بھی ہوا ہے کہ اتوار کے روز کراچی میں ایک بہت بڑے جلسے کا انعقاد کیا جائے گا جس میں پارٹی کے چیئرمین عمران خان بھی خطاب کریں گے جب کہ ہر اتوار کو بڑے شہروں میں جلسے جلوس منعقد کیے جائیں گے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق پی ٹی آئی کی موجودہ پالیسی کو دیکھتے ہوئے نہیں لگتا کہ عمران خان احتجاجی دھرنے کو ختم کرنے والے ہیں۔

دوسری طرف اگر طاہر القادری کا انقلاب مارچ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ مستقل طور پر یہاں آباد ہونے آئے ہیں۔ ملک بھر سے ڈاکٹر طاہر القادری کے پیروکاروں سمیت ان کی پارٹی عوامی تحریک اور ڈاکٹر صاحب کے تقریروں اور بیانات سے متاثر ہونے والے نوجوان دھرنے میں موجود ہے۔ یہ نوجوان دن کا زیادہ تر وقت کھیل کود میں گزرتے ہیں جبکہ نوجوان لڑکیاں زیادہ تر پڑھنے پڑھانے اور خواتین کو تربیت دینے میں وقت صرف کرتی ہے۔ انقلاب مارچ میں مستقل دھرنا دینے والوں کی تعداد ہزاروں میں ہیں جبکہ عمران خان کے آزادی مارچ میں مستقل لوگوں کی تعداد چار ہزار کے لگ بھگ ہو گی' بہت سے لوگ رشتہ داروں اور ہوٹلوں میں بھی رہتے ہے جو دن کو دھرنے میں آجاتے ہیں جبکہ پی ٹی آئی کیمپ میں فیملز مقیم نہیں

اس کے بر عکس ڈاکٹر طاہر القادری کے دھرنے میں زیادہ تر فیملز آئی ہوئی ہے جو مستقل طور پر وہاں موجود رہتی ہے' ان میں چھوٹے بچوں کی تعداد بھی زیادہ ہے جس کو پڑھانے کے لیے انقلاب سکول بھی کھلے گئے ہیں۔ کھیل کود کے لیے جھولے بھی رکھے گئے ہیں۔ پچاس سال کی عمر سے زیادہ خواتین خیموں میں وقت گزرنے کے لیے مختلف گھریلو کام کرتی ہے۔ ان فیملز کو دیکھ کر یہ نہیں لگتا کہ یہ لوگ گھروں سے دور آکر پریشان ہے جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ ' ضرورت ایجاد کی ماں ہے' عین اسی فلاسفی کو دیکھتے ہوئے یہاں پر حجام خانے بھی کھلے گئے ہیں' موبائل چارجنگ بھی کی جاتی ہے اور موبائل کارڈز سمیت ہر چیز اس بستی میں موجود ہے۔ کھانے پینے کی ہر چیز پکوڑے سموسے، چائے، شربت وغیرہ سے لے کر موسمی فروٹ بھی یہاں دستیاب ہیں۔

ڈاکٹر طاہر القادری کا انقلاب مارچ اور عمران خان کا آزادی مارچ دونوں ایک دوسرے سے متصل ہے جبکہ اسٹیج دور دور ہے' ایک اسٹیج سے دوسرے دھرنے میں آواز نہیں جاتی۔ انقلاب مارچ کے شرکاکے لیے علاج معالجے کا بندوبست بھی کیا گیا ہے جہاں پر ڈاکٹر اور ادویات موجود ہوتی ہے جبکہ آزادی مارچ کے شرکاکے لیے بھی ڈسپنسری اور ڈاکٹر موجود ہے اور ساتھ میں ہر صوبے کے لیے علیحدہ سے خیموں میں وارڈز کا بھی بندوبست کیا گیا ہے۔ لوگوں کی جوش وجذبے کے لیے آزادی اور انقلاب مارچ کے دھرنوں میں ملی نغمے اور پارٹی ترانے بھی

لاؤڈ سپیکروں پر سنائیں جاتے ہیں۔

آزادی اور انقلاب مارچ کے شرکا پارلیمنٹ کے سامنے جہاں دھرنا دیے بیٹھے ہیں وہاں صرف سرکاری دفاتر ہے' بلیوایریا جواسلام آباد کا بزنس حب کہلایا جاتا ہے وہ دھرنوں سے کچھ فاصلے پر ہیں وہاں کاروبار زندگی رواں دواں ہے لیکن وہاں ایک طرف میٹرو بس منصوبے کے لیے مین جناح ایونیو کو بند کیا گیا ہے تو دوسری طرف دھرنوں میں عوام کو روکنے کے لیے مختلف جگہوں پر کنٹینر بھی رکھے گئے ہیں جس کی وجہ کاروباری طبقے کو بھی مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔کاروباری حضرات کا کہنا ہے کہ دھرنوں کی وجہ سے حکومت اقدامات نے ہمیں بھی مشکلات سے دوچار کر دیا ہے۔حکومت اگر دھرنوں کو ختم نہیں کرتی تو کم از کم راستوں سے کنٹینر ہٹا دے تاکہ کاروباری طبقے کے مشکلات حل ہو سکیں۔کاروباری طبقے کا یہ بھی کہنا ہے کہ دونوں فریقوں کو اپنے مطالبات میں لچک کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے اور حکومت سے اپیل ہے کہ جلد از جلد ان کے مطالبات تسلیم کیے جائیں۔

دھرنوں کو مذاکرات کے ذریعے ختم کرنے کے لیے ایک دفعہ پھر جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق کوششوں میں لگ گئے ہیں کہ دھرنے دینے والے اور حکومت کے درمیان بات چیت اور مذاکرات سے معاملات حل ہو جائے تاکہ سیاسی بحران ختم ہو

سکیں۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ اگر حکومت عمران خان کے پانچ مطالبات کو تسلیم کر یں اوراس پر عمل کو یقینی بنادیا جائے تو یہ نہ صرف عمران خان کی کامیابی ہو گی بلکہ یہ پاکستان کی بھی کامیابی ہو گی۔ سیاسی پنڈت طاہر القادری کے مطالبات پر یہ فرماتے ہیں کہ سانحہ ماڈل ٹاؤن کی ایف آئی آر تو درج ہو گئی اب اگر وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف ملک و قوم کی خاطر استعفا دیں تو اس سے ماڈل ٹاؤن کے لواحقین کا بھی غم و غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا اور یہ انقلاب مارچ کی بھی کامیابی تصور ہو گی۔

سسٹم کی خرابی

کیا ہو گا۔۔۔ کیا ہونے جا رہا ہے۔۔۔ آخر یہ معاملہ کب تک جاری رہے گا۔۔۔ اس کا حل اور نتیجہ کیا نکلے گا۔۔۔ کیا وزیر اعظم استعفا دے دینگے۔۔۔ تیسری قوت کونسی ہے۔۔۔ اب تک فیصلہ کیوں نہیں ہو پا رہا ہے۔۔۔ نظام واقعی تبدیل ہونے جا رہا ہے۔۔۔ فوج کا کردار ختم ہوا یا شروع۔۔۔ کیا اب بھی کچھ قوتیں چاہتی ہے کہ فوج اپنا رول ادا کریں؟۔ کیا وزیر اعظم کے استعفے سے ملک تبدیل ہو جائے گا؟ آخر یہ عوام کب تک سڑکوں پر بیٹھی رہے گی۔ یہ وہ سوالات ہے جو احتجاج اور دھرنے والوں کے بارے میں آج ہر گلی، محلے، دفتر، دوکان اور گھر میں ڈسکس کیے جا رہے ہیں لیکن اس کا جواب کسی کے پاس نہیں کہ آخر اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا۔

سسٹم کی خرابی دیکھیں کہ 14 اگست سے شروع ہونے والے انقلاب اور آزادی مارچ کا دوسرا مہینہ شروع ہے' پوری قوم اس انتظار میں ہے کہ کب اس احتجاج اور دھرنوں کا نتیجہ سامنے آئے گا تاکہ ملک کے حالات بہتر ہو جائے۔ اسی طرح دھرنے میں شریک نوجوان بچوں، بزرگوں، بے روزگاروں، مزدورں اور پروفیشنلز کا بھی یہ خیال ہے کہ جوں ہی وزیر اعظم استعفا دینگے اسی وقت ملک کے حالات

تبدیل ہو جائیں گے 'لوگوں کو روزگار ملنا شروع ہو جائے گا 'افراتفری ختم ہو جائے گی اور ملک میں امن امان قائم ہو جائے گا۔ ہسپتالوں میں مفت علاج شروع ہو جائے گا سرکاری ڈاکٹر پرائیویٹ پریکٹس بند کر دینگے اور مریضوں کا علاج عبادت سمجھ کر کریں گے ۔ سرکاری ملازمین وقت پر دفتر آئیں گے اور عوام کی خدمت کریں گے ، پولیس عوام کی خدمت اپنی ڈیوٹی سمجھ کر کریں گے۔ سفارش اور رشوت کا کلچر ختم ہو جائے گا۔
عدالتوں میں فیصلے سالوں میں نہیں بلکہ مہینوں میں شروع ہو جائیں گے 'منصف کے کرسی پر بیٹھا ہوا شخص صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا' فیصلے میرٹ پر کیے جائیں گے 'غریب کو انصاف حکومت دے گی 'ریاست مدینے جیسی ہو گی' ہر طرف انصاف اور قانون کا بول بالا ہو گا ، ہر پاکستانی پابند ہو گا کہ وہ دینی و دنیاوی تعلیم حاصل کریں۔ سرکار کی طرف سے فری ایجوکیشن دی جائیگی اور پورے ملک میں ایک ہی نظام اور نصاب تعلیم ہو گا۔ ملاوٹ کرنا اور دو نمبر اشیا بیچنا ناممکن ہو گا۔ صفائی جس کو ہمارے دین میں نصف ایمان کہا گیا ہے اس پر پورے ملک میں عمل شروع ہو جائے گا۔ کرپشن جس کی وجہ سے امیر امیر تر ہو رہا ہے اور غریب غریب تر ہو رہا ہے اس کا خاتمہ ہو جائیگا' سیاستدان نا خود کرپشن کریں گے نہ دوسروں کو کرپشن کرنے دیں گے ' اقتدار میں آنے والے حکمرانوں پر لازم ہو گا کہ وہ اپنے اثاثے اور ٹیکس گوشوارہ عوام کے سامنے رکھیں۔ پارلیمنٹ اور سینٹ میں صرف عوام کے مسائل پر بات ہو گی اور ایک ارب روپے سے زیادہ روپے کا پروجیکٹ

اسمبلی فلور پر ڈسکس کیا جائے گا۔پورے ملک میں اشیاخوردونوش کا ایک ہی ریٹ ہو گا ۔حکومت فوری طور پر ایسے منصوبے شروع کریں گی جس کی وجہ سے برآمدات میں اضافہ اور درآمدات میں کمی ممکن ہو سکیں گی'کسان کو بجلی آدھے قیمت پر ملے گی تاکہ ایک زرعی ملک پیاز اور آلو بھارت سے درآمد نہ کریں اور مہنگی بجلی کی وجہ سے جو ٹیوب ویل بند پڑے ہیں وہ دوبارہ شروع ہو جائیں۔تمام مقدس مقامات کو بجلی فری ملے گی وغیرہ وغیرہ۔

اگر ملک کے موجودہ حالات اور سسٹم کو دیکھا جائے تو یہ بھینس کے آگے بین بجانے کے مترادف ہے اور یہ انتہائی مشکل کام نظر آتا ہے کہ اس ملک میں جہاں ایف بی آر کی رپورٹ کے مطابق ہر روز 8 سے 12 ارب روپے کی کرپشن ہوتی ہے' اس ملک میں یہ ناممکن نظر آتا ہے لیکن اگر آج بھی حکومت صرف جزا وسزا کا اطلاق سب پر برابر کریں' عدالتوں سے انصاف سالوں میں نہیں بلکہ دنوں میں ممکن بنا دیں تو یہ تمام مشکلات خود بخود ختم ہو جائے گی۔پاکستان جیسے ملک جس کو اللہ تعالی نے تمام قدرتی وسائل سے مالامال کر رکھا ہے۔

اگر موجودہ حکومت بھی تہیہ کریں تو 90 فی صد عوام کے یہ توقعات پورے ہو سکتے ہیں صرف اور صرف حکومت اپنی ترجیحات کو متعین کریں کہ عوام کو کونسی چیز کی پہلے' ضرورت ہے اور اس پر فوری عمل شروع کریں۔یورپی ممالک میں عوام

کو یہ تمام بنیادی ضروریات مل رہی ہے وہاں پر انصاف اور قانون سب کے لیے برابر ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے ملک میں یہ ممکن نہیں۔ ہمارے دین میں تو میرٹ انصاف اور قانون سب کے لیے ایک جیسا ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے، غریب کی مدد کے لیے زکواۃ کو فرض قرار دیا ہے تاکہ ہمارے ہمسایہ اور پڑوس میں غریب کی مدد ہو سکیں لیکن سوال یہ ہے کہ موجودہ سسٹم کی خرابی کو کون دور کریں گا اور کب کریں گا۔

موجودہ سیاسی بحران اور امیر جماعت اسلامی کا کردار

کہا جاتا ہے کہ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے' اسی طرح سیاست کے بارے میں بھی کہا جاتا ہے کہ سیاست میں سب کچھ جائز ہو تا ہے' کل کا دوست آج کا دشمن بن جاتا ہے اور کل کا دشمن آج کا دوست ہوتا ہے 'سیاست میں نہ مستقل دوست ہوتے ہیں اور نہ ہی مستقل دشمن اور یہ فارمولا پاکستان کی سیاست پر بالکل اچھی امپلی منٹ ہوتا ہے۔ یہاں پر کسی بھی وقت حالات تبدیل ہو جاتے ہیں اور اس کے مطابق سیاسی دوستیاں بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ مسلم لیگ ن اور پیپلز پارٹی کے درمیان لندن میں میثاق جمہوریت ہوا تھا جس میں دونوں جماعتوں نے پاکستان کی سیاست میں مارشل لا کو روکنے' سیاسی دشمنیوں اور ایک دوسرے کی حکومتوں کو ختم کرنے کی سازشیں بند کرنے اور ایک دوسرے کی حکومت کو پانچ سالہ مدت پوری کرنے کا وقت دینے پر اتفاق کیا تھا۔ اس لیے جب آصف علی زرداری کی حکومت پر بُرا وقت آیا تھا تو میاں نواز شریف صاحب نے زرداری صاحب کو کہا تھا کہ اگر آپ کی پارٹی نے بھی آپ کو چھوڑ دیا تو ہم ساتھ نہیں چھوڑیں گے اور حقیقت بھی یہ ہے کہ زرداری حکومت نے میاں صاحب کے تعاون سے پانچ سال پورے کیے تھے اور آج پیپلز پارٹی اور زرداری صاحب اس لیے میاں نواز شریف کے ساتھ کھڑی ہے کہ میثاق جمہوریت میں

اس پر اتفاق ہوا تھا۔ اسی میثاق جمہوریت میں اس وقت مسلم لیگ کی طرف سے ایک شق یہ بھی آیا تھا کہ ایم کیو ایم کے ساتھ آئندہ کوئی پارٹی اتحاد نہیں کریں گی جس کو پیپلز پارٹی ماننے کے لیے تیار نہیں تھی' وجہ اس کی یہ تھی کہ ایم کیو ایم ہر حکومت میں شامل ہوتی ہے اور اب فوج کا ساتھ دے رہی ہے۔ جبکہ بعد ازاں ہم نے دیکھا کہ پیپلز پارٹی نے اپنے دور اقتدار میں ایم کیو ایم کو سندھ اور وفاق میں اپنے ساتھ شامل رکھا۔ اسی طرح آج وفاق میں ایم کیو ایم مسلم لیگ ن کی حکومت کو سپورٹ کرتی ہے اور اگر مسلم لیگ ن کی وفاق میں سیٹیں کم ہوتی تو ایم کیو ایم ان کے ساتھ وفاق میں شریک اقتدار ہوتی' اسی طرح موجودہ حالات میں کل کے دشمن آج کے دوست بن گئے ہیں۔ بہر کیف اس لیے تو کہا جاتا ہے کہ سیاست میں نہ مستقل دوستیاں چلتی ہے اور نہ ہی مستقل دشمنیاں۔

موجودہ غیر مبہم سیاسی صورت حال اور بحران کو مد نظر رکھتے ہوئے سیاسی رابطے بھی شروع ہے' اسلام آباد میں جاری دھرنوں اور سیاسی جلسوں نے سیاسی درجہ حرارت میں اب مزید اضافہ کر دیا ہے۔ اسلام آباد میں جاری دھرنوں کے مطالبات کو حکومت سے منوانے اور دھرنوں کو ختم کرنے اور سیاسی درجہ حرارت کو کم کرنے کے لیے امیر جماعت اسلامی سراج الحق کی کوششیں جاری ہے۔ میرے معلومات کے مطابق یہ جماعت اسلامی کی پہلی دفعہ اس طرح کی کوشش ہے کہ

حکومت کو ٹائم دیا جائے' مسائل اور مطالبات کو بات چیت اور مذاکرات سے حل کیا جائے ۔ماضی میں ہم نے دیکھا کہ بر سر اقتدار جماعت اور حکومت کے خلاف جماعت اسلامی نے نا صرف آواز بلند کی ہے بلکہ جلسے جلوس اور دھرنے بھی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ ن کے خلاف اسلام آباد میں دیے ہیں لیکن اس دفعہ جماعت اسلامی جس کی قیادت جناب سراج الحق صاحب کر رہے ہیں ماضی کی سیاست کو چھوڑ کر ثالث بن گئے ہیں جس کو نا صرف تمام سیاسی جماعتوں نے سراہا بلکہ تمام قوم نے سراج الحق صاحب کی ان کوششوں کی قدر کی جو وہ دن رات ادا کر رہے ہیں کہ حکومت اور دھرنے دینے والوں کے درمیان معاملات افہام و تفہیم سے حل ہو جائے۔ امیر جماعت کی کوشش ہے کہ موجودہ حکومت اپنی پانچ سالہ مدت بھی پوری کریں' الیکشن میں دھاندلی الزامات کی تحقیقات بھی ہو جائے اور آنے والے الیکشن بھی شفاف ہو سکیں لیکن تاحال ان کی کوششیں رنگ نہیں لائی ہے ۔جو لوگ سراج الحق صاحب کی سیاست کو جانتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ سراج صاحب موجودہ جمہوری نظام سے نالاں ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اس نظام کو تبدیل ہونا چاہیے' سیاست جس کا مطلب عوام کی خدمت کرنا اور عوام کے مسائل حل کرنا ہے وہ موجودہ نظام حکومت اور جمہوریت میں عوام کو حاصل نہیں' آئین و قانون صرف غریب لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے' جب تک قانون سب کے لیے برابر نہ ہو اور آئین پر مکمل عمل نہ ہو جائے اس وقت تک ملک کے حالات بدستور ایسے ہی رہیں گے ۔ جماعت اسلامی کی قیادت اب ماضی کو بھلا کر نئی سیاست کی طرف راغب

ہو رہی ہے ٬جہاں پر تمام سیاسی جماعتوں سے اختلافات ختم کرکے نئی راہیں متعین کی جا رہی ہے ٬امید ہے کہ یہ جماعت کی سیاست کے لیے اچھا شگون ثابت ہو جائے گا۔

موجودہ سیاسی بحران کے بارے میں مختلف اندازے لگائے جارہے ہیں اور ملک کی سیاست بہت تیزی سے تبدیل کی طرف جارہی ہے جبکہ حالات مڈٹرم الیکشن کی طرف گامزن ہیں۔ مختلف سیاسی جماعتوں کی جانب سے جلسوں کے اعلانات بھی ہورہے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مڈٹرم انتخابات کے لیے ماحول بن رہاہے۔ جماعت اسلامی کی قیادت کو بھی موجودہ حالات کا فائدہ اٹھانا چاہیے اور پورے ملک میں عوامی مہم شروع کرنے کی ضرورت ہے۔

باغی سے داغی تک

ملتان کے ضمنی الیکشن میں ریٹرننگ آفسر محمد شاہد کے مطابق آزاد امیدوار عامر ڈوگر نے 52ہزار تین سو اکیس ووٹ لے کر کامیابی حاصل کی جبکہ آزاد امیدوار جاوید ہاشمی کو ان کے مقابلے میں 38393ووٹ حاصل ہوئے اور پیپلز پارٹی کے امیدوار محمد صدیقی نے 6326ووٹ لیے جبکہ اس ضمنی الیکشن میں ٹرن آوٹ 30فی صد رہا جو کہ ضمنی الیکشن میں بڑا ٹرن آوٹ سمجھا جارہا ہے۔ یہ ضمنی الیکشن کئی حوالوں سے بہت اہم تھا' ایک تو یہ سیٹ تحریک انصاف کے ٹکٹ ہولڈر جاوید ہاشمی نے 2013کے عام انتخابات میں 83ہزار ووٹوں سے جیتی تھی جبکہ مسلم لیگ نے ان کے مقابلے میں 70ہزار ووٹ لیے تھے جبکہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ ہولڈر اور اب آزاد امیدار کی حیثیت سے جیتنے والے عامر ڈوگر نے 20ہزار ووٹ لیے تھے۔ جاوید ہاشمی نے تحریک انصاف چھوڑنے کے بعد جو الزامات کا سلسلہ شروع کیا تھا اور اس کے بعد تحریک انصاف کے وائس چیئر مین شاہ محمود قریشی نے ان کو داغی کا خطاب دیا جس کے بعد پی ٹی آئی میں ان کو داغی کے نام سے پکارا جاتا رہا ہے۔ 26 ستمبر کو جاوید ہاشمی نے میڈیا سے گفت گو کرتے ہوئے کہا تھا کہ ضمنی الیکشن 16اکتوبر ثابت کریں گا کہ داغی کون ہے اور ملتان کے عوام کس کو داغی مانتے ہیں ۔ ضمنی الیکشن کے بعد ملتان کے عوام نے فیصلہ سنا دیا کہ

داغی کون ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ جاوید ہاشمی کو مسلم لیگ ن کی سپورٹ حاصل تھی جبکہ عامر ڈوگر کو تحریک انصاف کی سپورٹ حاصل تھی' ہمارے ملک میں روایت یہی رہی ہے کہ ضمنی الیکشن میں زیادہ تر برسر اقتدار جماعت الیکشن جیتی ہے لیکن اس الیکشن میں جہاں پر پنجاب اور وفاق میں مسلم لیگ ن کی حکومت ہے جبکہ تحریک انصاف کے ممبران نے قومی اسمبلی میں استعفے پہلے سے جمع کر رکھیں ہے جو تاحال منظور نہیں ہوئے ہیں' یہ سیٹ جیتنا بڑی بات ہے۔ اب آزاد امیدوار عامر ڈوگر نے بھی تحریک انصاف میں شمولیت کا فیصلہ کر لیا ہے' اب پارٹی پالیسی کے مطابق عامر ڈوگر بھی اپنا استعفا سپیکر کے پاس جمع کرائیں گے۔ سیاسی حالات کس طرف جارہے ہیں اب تک واضح نہیں ہوا ہے کہ ایک طرف ضمنی الیکشن میں جاوید ہاشمی اور ان کو سپورٹ کرنے والی جماعت الیکشن ہارتی ہے تو دوسری طرف پیپلز پارٹی کے امیدوار پہلے سے بھی بہت کم ووٹ لیتے ہیں جس سے اندازہ یہی ہوتا ہے کہ پاکستان میں تبدیلی کی ہوا چل پڑی ہے اور روایتی سیاست کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ لوگ اب نظام کی تبدیلی چاہتے ہیں کہ ملک میں ایک ایسا نظام قائم ہو جائے جو انصاف پر مبنی ہو۔ ملکی کی موجودہ سیاسی فضا میں اگر ایک طرف حکمران جماعت کو نقصان ہو رہا ہے تو اس سے زیادہ نقصان پیپلز پارٹی کو ہو رہا ہے۔ پنجاب کے جنوبی اضلاع ملتان اور بہاولپور وغیرہ میں پیپلز پارٹی کا جو ووٹ بنک تھا اب وہ تحریک انصاف میں جارہا ہے۔ اسی طرح سندھ میں بھی پیپلز پارٹی کو نقصان ہو گا۔ وقت کا تقاضا ہے کہ دو

نوں بڑی سیاسی جماعتیں اپنی سیاست پر غور کریں۔

ملتان کے ضمنی الیکشن میں سب سے زیادہ نقصان جاوید ہاشمی نے اٹھایا۔ جاوید ہاشمی عمر کے آخری حصے میں ہے' تحریک انصاف پر الزامات لگانے کے بعد ان کو یہ الیکشن نہیں لڑنا چاہیے تھا وہ خاموشی سے وقت کا انتظار کرتے لیکن ہاشمی صاحب یہ سمجھ رہے تھے کہ میں نے جو الزامات لگائے ہیں اس کی وجہ سے تحریک انصاف کی سیاست ختم ہو جائے گی اور عوام مجھے ایک دفعہ پھر منتخب کریں گی اور میں تاریخ رقم کروں گا لیکن نتیجہ آنے کے بعد یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ جاوید ہاشمی کے الزامات میں صداقت نہیں تھی' عوام نے ان کو ری جیکٹ کیا۔ ساتھ میں جاوید ہاشمی جو خود کہے رہے تھے کہ ضمنی الیکشن ثابت کریں گا کہ داغی کون ہے اب وہ باغی سے داغی بن گیا۔ جاوید ہاشمی کے ہارنے پر اس بات کو بھی تقویت ملی کہ ہاشمی صاحب کہ مسلم لیگ ن کے ساتھ پہلے سے رابطے موجود تھے۔ ٹیلی فون کالز کی لسٹ آنے نے بھی جاوید ہاشمی کی ن لیگ قیادت سے رابطوں کی تصدیق کردی۔ پی ٹی آئی میں کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ جاوید ہاشمی کو مسلم لیگ سے ایک ایجنڈے پر لایا گیا تھا لیکن یہ تاریخ ثابت کریں گا کہ حقیقت کیا ہے۔ بحر کیف تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان کا کہنا ہے کہ ہاشمی صاحب نے مجھ پر غلط الزامات لگائے' جس سے مجھ بہت دکھ ہوا' انہوں نے اپنی سیاست خود ختم کردی۔ کچھ سیاسی تجزیہ کار

یہ بھی کہتے ہیں کہ ہاشمی صاحب کے سیاست اور جمہوریت کے لیے بہت قربانیاں ہے جس سے بہت سے لوگ اختلاف کرتے ہیں کہ جاوید ہاشمی کی جمہوریت کے لیے کوئی قربانی نہیں ہے عوام کی ان پر قربانی ہے کہ ان کو کئی دفعہ منتخب کیا لیکن جاوید ہاشمی نے ناجمہوری پر اسس کو مضبوط کرنے کے لئے کوئی قدم اٹھایا جس کا رونا آج بھی پاکستانی عوام کر رہے ہیں اور نہ ہی ہاشمی صاحب نے پاکستان کے عوام کے لیے اسمبلی فلور پر یہ آواز بلند کی کہ عوام کو صحت اور تعلیم فری ملنی چاہیے حالانکہ وہ کئی بار وفاقی وزیر اور وزیر صحت بھی رہے ہیں۔ جاوید ہاشمی کو پی ٹی آئی چھوڑنے کا اگر کوئی مالی فائدہ ہوا ہے لیکن دوسری جانب ان کی سیاست ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی ہے' اب وہ عوام کی نظروں میں باغی سے داغی بن چکے ہیں۔

اس طرف بھی توجہ دیں

جاوید مسیح کا تعلق راولپنڈی سے ہے۔جاوید کے تین بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی ہے جو گاڑیوں کے ورکشاپ میں کام کرتا ہے۔جاوید مسیح کا والد بھی ہفتے میں دو دن ایک فیکٹری میں کام کرتا ہے جبکہ پانچ دن بے روزگار رہتا ہے۔جاوید خود ایک ٹیکسی چلاتا ہے جس میں پانچ سو روپے ہر روز اپنے گاڑی کے مالک کو دیتا ہے۔جاوید مسیح کہتا ہے کہ میں پچھلے 8 سال سے ٹیکسی چلاتا ہوں لیکن مالی حالات اتنے خراب نہیں ہوئے جتنے آج خراب ہے'ایک طرف دن بدن مہنگائی بڑھ رہی ہے تو دوسری طرف روزگار بھی کم ہوتا جارہا ہے۔پٹرول اور سی این جی گیس تو مہنگی ہو ہی گئے ہیں لیکن اب پنڈی/ اسلام آباد میں تقریباًدو سال سے سی این جی کا مسئلہ انتہائی گھمبیر ہو گیا ہے۔'پرویز مشرف کے دور میں سی این جی ہر روز ملتی تھی جبکہ آصف علی زرداری دور میں سی این جی کا مسئلہ سردیوں میں شروع ہوا تو ہفتے میں دو بار سی این جی بند ہونا شروع ہوئی جو کہ زرداری حکومت کہ آخری سال میں تین اور چار روز تک پہنچ گئی جس پر سی این جی مالکان نے احتجاج شروع کیا کہ ہمارا کاروبار تباہ ہو رہا ہے لیکن احتجاج کا فائدہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ایک طرف سی این جی مالکان کو نقصان ہو رہا ہے تو دوسری ہم جیسے بھاڑے پر ٹیکسی چلانے والوں کو بھی جو اپنی دیہاڑی بھی

پوری نہیں کر پاتے۔جاوید مسیح کا کہنا ہے کہ ہماری امید یہ تھی کہ زرداری حکومت کہ بعد نئ آنے والی حکومت اس جانب توجہ دے گی اور سی این جی کی بندش کامسئلہ حل کر دی گی لیکن نئ حکومت کے آنے سے ہمارے تمام توقعات پر پانی پھیر کیا 'اب نواز شریف حکومت میں پوری سال سی این جی بندش کا سلسلہ جاری ہے اور ہفتے میں پانچ دن سی این جی بند ہوتی ہے جبکہ دو دن جب کھلتی ہے تو وہ بھی صرف دن کے وقت سی این جی ملتی ہے اور پریشر بھی بہت کم ہوتا ہے۔

راولپنڈی اسلام آباد سمیت سی این جی کا مسئلہ پورے پوٹھوہار ریجن میں ہے۔یہ حقیقت ہے کہ پہلے سی این جی اسٹیشنوں کو گیس کی سپلائی سردیوں میں صرف تین دن ہوتی تھی لیکن اب نہ صرف پانچ دن سی این جی اسٹیشن بند ہوتی ہے بلکہ اب پورے سال میں سی این جی اسٹیشن ہفتے میں دو دن یعنی پیر اور جمعرات کے دن وہ بھی صرف 12 گھنٹے کے لیے کھلی جاتی ہے۔پنڈی/ اسلام کے رہنے والے لوگ جس میں ٹیکسی ڈرائیو اور عام لوگ بھی شامل ہے جنہوں نے گاڑی مجبوری کے تحت رکھی ہے۔گاڑی میں سی این جی ڈالنے کے لیے تین سے چار گھنٹے کا انتظار کرنا پڑتا ہے وہ بھی قسمت کی بات ہے بعض اوقات جب لائن میں نمبرآ جاتا ہے تو بجلی چلی جاتی ہے گھنٹہ اس کے لیے انتظار کرنا پڑتا ہے جبکہ راولپنڈی میں گیس پریشر کم ہونے کی وجہ سے مزید ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑتا ہے تاکہ کمپریسر پریشر بنادیں لیکن مایوسی اس وقت ہو جاتی ہے کہ جب آپ یہ سارا

یکمر سائز کر لیتے ہیں اور گاڑی میں سی این جی ڈالنا شروع کر دیتے ہیں تو اس وقت سو روپے کی سی این جی ڈالنے کے بعد روک جاتی ہے کہ گاڑی سلنڈر میں مزید سی این جی نہیں بھری جاسکتی' وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ آپ کے گاڑی میں پہلے سے پچاس بار یعنی دو سو روپے کی سی این جی موجود تھی اس لیے اب مزید اس میں نہیں ڈالی جاسکتی۔ جو لوگ پنڈی/اسلام آباد میں نئے آجاتے ہیں اور ان کی گاڑی میں گیس کم ہوتی ہے اور لائن میں کھڑے ہو جاتے ہے لیکن نمبر آنے پر ان کو مایوسی ہو جاتی ہے کہ آپ کے پاس اتنا پریشر ہے جتنا ہمارے پاس موجود ہے۔ جاوید مسیح کا کہنا تھا کہ جب ہم تین چار گھنٹے لائن میں کھڑے ہوتے ہیں اور گیس پریشر بھی فل نہیں ہوتا تو پھر ہم مزدوری کیسے کریں گے اور اپنے مالک کو کیا دینگے ' مجبوراًہمیں زیادہ تر پٹرول استعمال کرنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے ٹیکسی کرایہ بھی بڑھانا پڑتا ہے تو پھر لوگ ٹیکس کی بجائے ویگن اور بس میں سواری کو ترجیح دیتے ہیں۔ جاوید مسیح کہتا ہے کہ موجودہ حکومت دوسری منصوبوں کی بجائے گیس اور بجلی پیداوار پر فوکس رکھیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ پورے ملک میں سی این جی گاڑی میں گیس کا استعمال صرف 7 فی صد ہے جس سے لاکھوں لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے لیکن گیس سی این جی اسٹیشنوں کی بجائے کارخانوں ، فیکٹریوں اور ملز کو دی جاتی ہے جو پہلے بجلی پر چلتی تھی لیکن سرمایہ داروں نے اب پورے کارخانے اور ملز گیس پر کر دی ہے۔ حکومت کو ان کا کوٹہ کم کرکے سی این جی اسٹیشن کو بھی دینی

چاہیے کیونکہ یہاں پر بھی بہت سے لوگوں کا روزگار وابستہ ہے۔ جس طرح ملک کے باقی حصوں میں سی این جی بندش اور ریٹ کا شیڈول ہے اسی طرح پوٹھوہار ریجن میں بھی شیڈول جاری کریں اور ریٹ بھی کم کریں جو اس ریجن اور خیبر پختونخوا میں پانچ روپے زیادہ ہے۔

افسوس ہو رہا ہے

آپریشن ضرب عضب کامیابی کے ساتھ جاری ہے ۔ اب تک آئی ایس پی آر کے مطابق شمالی وزیرستان کا 90 فی صد علاقہ کلیئر ہو چکا ہے جبکہ تقریباً ایک ہزار شدت پسندوں کو ٹارگٹ بھی بنایا گیا ہے اور سو کے قریب پاک فوج کے جوان بھی شہید ہوئے ہیں' بہت سے جنگجو افغانستان بھی فرار ہوئے ہیں۔پاک فوج نے خیبر ایجنسی میں بھی آپریشن شروع کیا ہے جس میں اب تک کئی عسکریت پسند مارے گئے ہیں جبکہ گزشتہ دنوں لنڈی کوتل میں دہشت گردی کے بڑے منصوبے کو ناکام بنایا گیا۔ لنڈی کوتل بازار میں بارود سے بھری گاڑی پکڑی گئ جس میں 250 کلو گرام بارود برآمد ہوا۔ پاک فوج کی کامیاب پلاننگ کی وجہ سے شدت پسندوں کی جانب سے ری ایکشن کا جو خدشہ ظاہر کیا جارہا تھا کہ شدت پسندوں کی طرف سے ملک بھر میں بڑے پیانے پر دہشت گرد کارروئیاں کی جاسکتی ہے' وہ کارروائیاں تو نہیں ہوئی البتہ اب ملک کے بعض حصوں میں مذہبی فرقہ پرستی کو ہوا دینے کے لئے دہشت گردانہ کارروائیاں شروع ہوئی ہے جس کا بنیادی مقصد ملک میں امن وامان کی صورت حال کو خراب کرنا ہے۔ کراچی میں ٹارگٹ کلنگ اور بھتہ وصولی کا سلسلہ تو کافی عرصے سے جاری تھا لیکن اب حالیہ دنوں میں جو مختلف مذہبی لوگوں کو ٹارگٹ کیا گیا اس کا بنیادی مقصد فرقہ واریت کو ہوا دینا ہے۔ بلوچستان میں ایک

دفعہ پھر خون کی ہولی کھیلی گئی جس میں ہزارا برداری کے 8 مزدوروں اور دوسرے تین افراد کو قتل کیا گیا۔ اس طرح کوئٹہ میں ایک اور افسوس ناک واقعہ پیش آیا کہ جب جمعیت علماء اسلام کے سربراہ کوئٹہ میں جلسہ ختم کرنے کے بعد واپس جا رہے تھے تو ایک خودکش حملہ آور نے ان کے گاڑی کو نشانہ بناتے ہوئے اپنے آپ کو اڑا دیا۔ بلٹ پروف گاڑی ہونے کی وجہ سے ان کی جان تو بچ گئی لیکن دوسرے تین افراد جاں بحق اور 20 زخمی ہوئے۔ بلوچستان میں پیش آنے والے ان واقعات کی ذمہ داری کالعدم تنظیم جنداللہ نے قبول کر لی ہے۔

دوسری طرف بلوچستان میں پاک ایران سرحد پر کشیدگی میں اضافہ ہوا ہے دونوں طرف سے فائرنگ کا تبادلہ بھی ہوا ہے۔ حالیہ کشیدگی کی وجہ سے دونوں ممالک کے تعلقات پر بھی اثر پڑا ہے' اسی طرح بھارت کی جانب سے پچھلے تین مہینوں سے لائن آف کنٹرول پر گولہ باری اور فائرنگ ہو رہی ہے جس میں اب تک کئی افراد شہید اور بہت سے زخمی ہوئے ہیں۔ بھارت مسلسل لائن آف کنٹرول کی خلاف ورزی بھی کر رہا ہے اور عالمی سطح پر پاکستان کے خلاف پروپیگنڈا بھی کرتا ہے لیکن جب اقوام متحدہ کی مبصر ٹیم نے لائن اف کنٹرول کا دورہ کیا تو انڈیا کی جانب سے ان کو اجازت نہیں دی گئی۔ پاکستان میں دہشت گردی اور فرقہ واریت کے حالیہ واقعات کو دیکھتے ہوئے اندازہ ہوتا ہے کہ پاکستان کے خلاف بعض قوتیں آج بھی اس کوشش میں ہے کہ یہاں پر حالات کو خراب کیا جائے اور

ملک میں افرا تفری پیدا کی جائے۔ بلوچستان میں پیش آنے والے واقعے پر مولانا فضل الرحمٰن کا یہ کہنا تھا کہ یہ سب کچھ عالمی ایجنڈے کے تحت ہو رہا ہے 'بسوں سے لوگوں کو اتار کر قتل کیا جا رہا ہے جبکہ مسخ شدہ لاشیں بلوچستان کا کلچر بن گیا ہے۔ مولانا کا یہ بھی کہنا تھا کہ کچھ تنظیمیں پاک ایران تعلقات خراب کرنے کی کوشش کر رہی ہے
کریڈٹ لینے والے ادارے کہاں ہیں۔ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر عبدالمالک کے' مطابق بلوچستان میں غیر ملکی طاقتیں دہشت گرد کارروائیوں میں ملوث ہے جو بلوچستان میں بے یقینی کی صورت پیدا کرنا چاہتی ہے۔ یہ بھی ریکارڈ پر ہے کہ بلوچستان میں شدت پسندوں کو سپورٹ انڈیا سے ملتی آ رہی ہے جبکہ کچھ دوسری قوتیں بھی بلوچستان میں اپنا اپنا گیم کھیل رہی ہے۔

حالیہ واقعات کو دیکھتے ہوئے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ سیاسی لیڈران اپنی اپنی سیاست میں لگے ہوئے ہیں جبکہ ملک کے خلاف اندرونی اور بیرونی سازشیں ہو رہی ہے۔ تمام سیاسی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ بھارت کی جارحیت اور بلوچستان سمیت ملک بھر میں دہشتگردوں کو سپورٹ کرنے والے عوامل کو بے نقاب کریں اور ساتھ میں ملک کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کے لیے مذاکرات کے راستے پر اتفاق کریں۔ ملک میں حالیہ غیر یقینی صورت حال پر ہر محب وطن پریشان اور افسوس کر رہا ہے۔ جہاں پر سیاسی جماعتوں کو ذمہ داری کا احساس

کرنا چاہیے وہاں پر حکمرانوں کو بھی تمام معاملات بات چیت سے حل کرنے کے اقدامات اٹھانے کی ضرورت ہے تاکہ ملک میں جاری سیاسی درجہ حرارت میں کمی آجائے اور بیرونی سازشوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک تحریک انصاف کے مطالبات پر سنجیدگی سے عمل نہیں ہو پاتا اس وقت تک نہ ملکی حالات میں بہتری آئے گی اور نہ ہی سیاسی درجہ حرارت کم ہو سکتا ہے۔ ملک کی اقتصادی صورت حال ہمارے سامنے ہیں' حالیہ اعداد وشمار کے مطابق پاکستان میں معاشی بحران تیزی سے آگے کی جانب بڑھ رہا ہے۔ ملک میں اندرونی سرمایہ کاری بھی رک گئی ہے جبکہ بیرونی سرمایہ کاری بھی نہ ہونے کے برابر ہے' یہ تمام حالات بے یقینی اور عدم سیاسی صورت حال کی وجہ سے ملک کو درپیش ہے' ملک کے استحکام اور سرمایہ کاری کے لیے ضروری ہے کہ ملک میں سیاسی بے چینی نہ ہو۔

پاک افغان تعلقات اور نئے چیلنجز

پاک افغان سرحد پر کشیدگی کی صورت حال، آئے روز بم دھماکے اور خود کش حملے اپنی جگہ اہمیت اور ڈسکس کرنے کے قابل ہے لیکن اس سے زیادہ اہم اگلے مہینے یعنی دسمبر میں امریکا کا 14 سال جاری جنگ کے بعد انخلا تقریباً مکمل ہو جائے گا۔افغانستان سے سمجھوتے کے تحت تقریباً پندرہ ہزار امریکی اور نیٹو فورسز افغان سرزمین پر موجود رہے گی جو آپریشن سے ہٹا کر صرف افغان فورسز کو ٹریننگ اور سپورٹ دے گی۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امریکی اور نیٹو فورسز افغانستان سے چلی جائے گی تو افغان حکومت اکیلے میں طالبان کا مقابلے کر پائے گی۔وہ بھی ان حالات میں جب امریکا اور نیٹو افغانستان سے ناکام ہو کر جا رہے ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ امریکا اور نیٹو فورسز نے طالبان کا خاتمہ نہیں کیا بلکہ طالبان آج بھی افغانستان میں ایک حقیقت کے طور پر موجود ہے جو آئے روز امریکی، نیٹو اور افغان فورسز پر حملے کرتی رہتی ہے۔یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ طالبان پہلے کی طرح مضبوط نہیں رہے' لیکن دیکھنا یہ ہے کہ افغانستان سے انخلا کے بعد طالبان کی حکمت عملی کیا ہو گی۔آیا طالبان افغانستان کی جمہوری سیاست میں حصہ لینے پر غور کریں گے یا نئی سوچ سے آنے والی اشرف غنی کی حکومت پر حملے شروع کرکے ماضی کی طرح

اقتدار پر قبضے کرنے کی کوشش کریں گے جو ماضی کے بر عکس انتہائی مشکل نظر آرہا ہے' اس وقت زمینی حقائق کچھ آور تھے اور آج کچھ آور ہے' اب افغانستان میں ادارے بن چکے ہیں اور ایک جمہوری حکومت بھی موجود ہے جن کو باقی دنیا کی طرح پڑوسی ممالک کی سپورٹ بھی حاصل ہے۔

امریکا کا افغانستان سے انخلا کے بعد پیدا ہونے والے صورت حال نے جہاں پر افغان حکومت کو تشویش سے دوچار کیا ہے وہاں پر پڑوس ممالک خاص کر پاکستان کو بھی تشویش سے لاحق کیا ہے کہ امریکی انخلا کے بعد افغانستان میں دوبارہ کشیدگی، خراب حالات اور خانہ جنگی کے اثرات پاکستان پر بھی پڑیں گے۔ پاکستان کی بدلی ہوئی نئی افغان پالیسی اس بات کا مظہر ہے کہ افغانستان میں جمہوری عمل پروان چڑھے، اندرونی خانہ جنگی پیدا نہ ہو اور طالبان سے نمٹنا افغان حکومت کا اندرونی مسئلہ ہے۔ پاکستان' افغانستان کی جمہوری حکومت سے بہتر تعلقات کا خواہاں ہے جس کا اندازہ اس طرح لگایا جاسکتا ہے کہ گزشتہ ہفتے پاک فوج کے سربراہ جنرل راحیل شریف نے افغانستان کا دورہ کیا اور اب افغان صدر اشرف غنی کا پاکستان دورہ اس بات کی دلیل ہے کہ دونوں ممالک پاک افغان تعلقات کو بہتر بنانے اور مستقبل کے چیلنجز سے نمٹنے کی حکمت عملی پر غور کر رہی ہے۔ ان ملاقاتوں میں پاک افغان تعلقات کو بہتر کرنے، سرحدوں پر کشیدگی کو ختم کرنے، دہشت گردی کے خلاف مشترکہ حکمت عملی بنانے

امریکی انخلا کے بعد پیدا ہونے والے صورت حال اور تجارت کو فروغ دینے کی کوششوں پر اتفاق ہوا ہے جبکہ افغان صدر اشرف غنی نے پاک فوج سے اپنی فورسز کی ٹریننگ کی دعوت کو بھی قبول کیا۔

افغان صدر اشرف غنی کے دورے سے اندازہ لگایا جارہاہے کہ نئی افغان حکومت کی خارجہ پالیسی بھی اب تبدیل ہو رہی ہے۔ نئی افغان حکومت پاکستان سے بہتر تعلقات کا خواہاں نظر آرہی ہے۔ افغان صدر اشرف غنی کا کہنا ہے کہ ماضی بھولا کر مستقبل کی پلاننگ کرنی چاہیے' بہتر تعلقات سے ہم نہ صرف معاشی طور پر مضبوط ہوں گے بلکہ دہشت گردی کا مقابلہ بھی ملکر کر سکتے ہیں۔ نئے صدر اشرف غنی کو اس بات کا ادارک ہو چکا ہے کہ پاکستان سے بہتر تعلقات میں افغانستان کی بہتری ہے۔ سرحدوں پر کشیدگی کم کرنے سمیت پاکستان کے ساتھ تجارت کو بھی پانچ ارب ڈالر تک لے جانا چاہتے ہیں اور ایشیا کا اقتصادی قوت بنے کے خواہاں ہے۔ افغان صدر کا یہ بھی کہنا ہے کہ ماضی کو بھلا کر ترقی پر توجہ دینی پڑے گی۔ یہ بھی یاد رہے کہ ماضی کی افغان حکومت کا زیادہ تر جھکاؤ بھارت کی جانب تھا اب نئی افغان حکومت امریکا اور بھارت سے ہٹا کر چین اور پاکستان کے ساتھ بہتر تعلقات بنانے کی خواہاں نظر آتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی اور شدت پسندی کا مقابلہ کرنے، امریکی اور نیٹو

افواج کی انخلا سمیت خطے میں تجارت کو فروغ دینے کے لیے پاکستان، افغانستان اور چین کے درمیان تعلقات بہتر ہونے اور مشترکہ حکمت عملی بنانے کے لیے ایک دوسرے کا تعاون ناگزیر ہے۔

جماعت اسلامی کا سہ روزہ اجتماع

ترقی یافتہ ممالک میں صحافیوں کو موزوات بہت مشکل سے ملتے ہیں کہ جن پر وہ لکھیں لیکن ترقی پذیر اور غریب ممالک میں موزوات کی بھرمار ہوتی ہے۔پاکستان میں آج کل موزوات کی انتہا ہے'ہر موزو چیخ چیخ کر آواز لگارہا ہے کہ مجھے بھی شامل کرو لیکن بدقسمتی سے جگہ کی کمی کی وجہ سے ہر موزو پر لکھنا مشکل ہوتا ہے۔ہمیں دوسرے اہم موزات جیسے کہ پنجاب میں اقلیت.برداری کے میاں بیوی کو زندہ جلایا گیا یا زمیندار نے مزدور کے ہاتھ کاٹ دیے۔ کراچی میں ایدھی صاحب جیسے مقدس ہستی کے آفس میں ڈاکے نے مجھ سمیت ہر پاکستانی کا دل دکھیا کہ ظلموں نے عبدالستار ایدھی جیسے نیک انسان کو بھی نہیں بخشا۔آرمی چیف کا دورہ امریکا سمیت کئی ایک موزوات ہے جن پر لکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن میڈیا میں زیادہ تر کرنٹ موزوات کو ترجیح دی جاتی ہے'پھر لوگ بھی زیادہ تر کرنٹ موزو پر لکھنے کو کہتے ہیں لہذا ہمیں بھی مجبوراً قارئین کی دلچسپی اور رائے کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔

جماعت اسلامی کا تین روزہ اجتماع کا آج اتوار کو آخری دن ہے۔ یہ اجتماع اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ ملک بھر میں سیاسی درجہ حرارت عروج پر ہے

۔ تحریک انصاف بھی ملک بھر میں جلسے کر رہی ہے' پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم نے بھی جلسے کیے اور مزید جلسے کرنے کی خواہاں نظر آ رہی ہے۔جماعت اسلامی بھی جلسے کر رہی تھی لیکن اپنی قوت کا باقاعدہ اور بڑا مظاہرہ انہوں نے اب لاہور میں کیا جس کو دیکھتے ہوئے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جماعت اسلامی کا ووٹ بنک میں کمی نہیں ہوئی ہے۔
جماعت اسلامی کا یہ سہ روزہ اجتماع نئے امیر سراج الحق صاحب کے لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ انہوں نے اپنے آپ کو قومی سیاست میں ایک معتبر اور بڑے سیاستدان کے طور پر متعارف کر دیا کہ نئے امیر قومی سیاست میں نہ صرف بھرپور حصہ لے رہے ہیں بلکہ اپنی رائے کا بھی کھل کر اظہار کرتے ہیں۔جماعت اسلامی کے اس اجتماع میں دنیا کے 30 ممالک کے مندوبین بھی شریک ہوئی ہے۔امیر جماعت نے اپنے ابتدائی خطاب میں اپنا ایجنڈا بھی پیش کیا انہوں نے جہاں پر کسانوں ، بے روزگاروں کو روزگار دینے 'صحت اور مفت تعلیم کی بات کی وہاں پر انہوں نے ملک میں سودی نظام کے خلاف بھی قومی سطح پر اپنی آواز کو بلند کیا 'جو نہ صرف خوش آئند بات ہے بلکہ اس نعرے کو اب عملی جامہ پہنانے کی بھی ضرورت ہے۔
جماعت اسلامی کو قومی سیاست میں آگے آنے کے لیے عوامی رابط مہم میں اضافہ کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ جماعت اسلامی کو اس بار جنرل الیکشن میں صرف خیبر پختونخوا میں زیادہ ووٹ ملے ہیں۔جماعت اسلامی کو اب پنجاب اور

بلوچستان میں بھی عوامی رابطہ مہم کی اشد ضرورت ہے جبکہ کراچی میں ایک وقت تھا کہ جماعت اسلامی بڑی سیاسی قوت تھی لیکن اب جماعت کے ووٹ بنک میں کافی کمی واقع ہوئی ہے۔ اپنی ووٹ بنک کو دوبارہ حاصل کرنے کے لیے جماعت کو کراچی میں دوبارہ عوام مہم کا آغاز کرنا چاہیے۔ جماعت اسلامی دوسری سیاسی جماعتوں سے ایک منفرد جماعت ہے۔ جماعت اسلامی صرف ایک سیاسی پارٹی نہیں بلکہ یہ سیاسی جماعت سے بڑھ کر ایک ادارے کی حیثیت رکھتی ہے جہاں پر میرٹ کا نظام موجود ہے اور الخدمت فاونڈیشن کے نام سے ایک بہت بڑا فلاحی ادارہ موجود ہے جو بلا تفریق عوام الناس کی خدمت کرتی ہے۔ بنوں اور خیبر پختونخواکے دوسرے اضلاع میں مقیم 20 لاکھ آئی ڈی پیز کی خدمت اور امداد میں بھی یہ ادارہ سب سے آگے ہیں۔ جماعت اسلامی کی انہی اوصاف کی وجہ سے یہ ملک کی مقبول جماعت بن سکتی ہے اگر قائدین عوامی مہم پر توجہ دے اور اپنا پیغام ملک کے کونے کونے تک پہنچادیں۔ جب عام ادمی کو معلوم ہو جائے گا کہ جماعت اسلامی ایک سیاسی پارٹی نہیں ایک ادارہ ہے جہاں پر سراج الحق جیسے غریب انسان بھی اپنی خدمت اور قابلیت کی وجہ سے آگے آسکتا ہے تو عوام اس جماعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینگے دوسری طرف اگر دیکھا جائے تو سیاسی جماعتوں میں جماعت اسلامی کی تنظیم انتہائی مضبوط ہے۔ ہر سطح پر ہمیں جماعت اسلامی کے مختلف ونگ نظر آتے ہیں ۔اسی اجتماع میں ہمیں خواتین کانفرنس بھی نظر آیا جو دوسری جماعتوں کے لیے مشعل راہ ہے۔ خواتین ونگ بھی جماعت

اسلامی کی انتہائی منظم اور مضبوط ونگ ہے۔ اسی طرح جمعیت طلبہ کا بھی اپنا ایک تاریخ ہے۔ موجودہ امیر جماعت اسلامی نے جمعیت طلبہ ہی سے اپنی سیاسی جدوجہد کا آغاز کیا تھا۔ جمعیت طلبہ ملک کے تقریباً تمام جامعات میں موجود ہے جو طلبہ کی سیاسی اور مذہبی ٹریننگ کرتی ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ملک کے سیاست میں بڑے بڑے نام اسلامی جمعیت طلبہ ہی سے آئے ہیں۔ آج بھی مسلم لیگ ن اور پاکستان تحریک انصاف میں بڑے نام اسلامی جمعیت طلبہ سے وابستہ سیاستدانوں کی ہیں۔

حق نواز جیلانی رپورٹ

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ متاثرہ ہونے والے ملک پاکستان میں جہاں پر 60 ہزار سے زائد لوگوں نے قربانیاں دی وہاں پر آج چودہ سال بعد بھی دہشت گردی کے واقعات میں کمی نہیں آئی ۔ 16 دسمبر 2014 کو آرمی پبلک سکول حملے نے پوری قوم کو سوچنے پر مجبور کر دیا کہ اب نہیں تو کب ان دہشت گردوں کا خاتمہ کیا جائے گا۔ ارمی پبلک سکول حملے میں جہاں پر 160 معصوم بچوں اور عملے نے جانوں کے نظرانے پیش کیے وہاں پر پوری قوم کی مائیں ، بہنیں، بیٹایاں بھی روئی۔ اس دہشت گرد کارروائی نے پشاور کے عوام سمیت ہر محب وطن ، سیاستدان اور مذہبی طبقے کو متاثر کیا۔ اس واقعے کے بعد تمام سیاسی اور عسکری قیادت اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ دہشت گردوں کو اب کسی بھی صورت نہیں چھوڑنا چاہیے ۔ جس کے لئے متفق طور پر21 ویں آئینی ترمیم بھی پاس کرائی گئی ۔جس میں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں قومی ایکشن پلان کے 20 نکات پر اتفاق کیا گیا جس میں ایک پوائنٹ فوجی عدالتوں کا قیام عمل میں لانا بھی تھا جس پر عمل ہوا ہے لیکن باقی نکات پر اس طرح عمل نہیں ہوا جس طرح ہونا چاہیے تھا۔ اس سلسلے میں اخبار خیبر سے بات کرتے ہوئے عوامی نیشنل پارٹی کے راہنما میاں افتخار حسین نے بتایا کہ قومی ایکشن پلان پر ہر صورت میں عمل کرنے کی ضرورت ہے ۔

سیاسی پارٹیز کو قومی ایکشن پلان پر سیاست نہیں کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ قومی ایکشن پلان پر باوجود تحفظات کے ہم نے اس لئے اتفاق کیا تھا کہ ملک سے دہشت گردی ختم ہو جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ جب تک قومی ایکشن پلان پر مکمل عمل نہیں ہوتا اس وقت تک عوام کنفیوژن کا شکار رہے گی۔ میاں افتخار حسین نے یہ بھی بتایا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پختون قوم سب سے زیادہ متاثر ہوئی ہے۔ اس جنگ میں ہمارے بچوں تک نے شہادتیں دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھی حکومت کا اچھا فیصلہ کہ اچھے اور برے طالبان کی تمیز ختم ہو گئی ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ صرف فوجی عدالتوں کے قیام سے دہشت گردی کا مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ اور قومی ایکشن پلان کے حوالے سے وزیر اعظم نواز شریف کا کہنا ہے کہ دہشتگردوں کا آخری وقت آچکا ہے ان کا نام و نشانہ مٹا دیں گے ۔وزیر اعظم کا یہ بھی کہنا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ جیتنا ہماری بقاکے لئے ضروری ہے۔ دوسری طرف تحریک انصاف کے چیر مین عمران خان کا بھی یہ کہنا ہے کہ حکومت سے اختلافات اپنی جگہ موجود ہے لیکن دہشت گردی کے خلاف قومی ایکشن پلان میں حکومت کا ساتھ دے رہے ہیں تاکہ ملک سے شدت پسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ ممکن ہو سکیں۔

قومی ایکشن پلان کے حوالے سے سابق جنرل (ر) طلعت مسعود نے اخبار خیبر کو

بتایا کہ دہشتگردوں کا قلع قمع کرنے کے لئے ان کے خلاف سخت سے سخت اقدامات اٹھا نے چاہیے جو مکتب فکر بھی دہشت گردوں کو سپورٹ کر رہا ہو ان کے خلاف ایکشن لینا چاہیے۔ فوجی عدالتوں کے قیام کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ یہ حکومت کا اچھا فیصلہ ہے۔ فوجی عدالتوں کے قیام سے دہشت گردی میں ملوث افراد کو جلد سزا ہو گی۔

طلعت مسعود نے بتایا کہ آرمی پبلک سکول پر حملہ ہو یا دوسرے دہشتگرد کارروائی' یہ سب شمالی وزیرستان میں آپریشن ضرب عضب کا نتیجہ ہے۔ انہوں نے بتایا کہ آپریشن ضرب عضب کامیابی سے جاری ہے جس کی وجہ دہشت گردوں کو اب پناہ کی جگہ نہیں مل رہی ہے۔

دوسری جانب وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار علی خان نے قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے کہا ہے کہ دہشت گردی ختم کرنے میں مہینے اور سال لگ سکتے ہیں۔ وفاق اور صوبے مل کر دہشت گردوں کامقابلہ کریں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ دہشت گردوں کے خلاف آپریشن کی وجہ سے جو ملک میں ردعمل آرہا ہے وہ آئندہ بھی آئے گا۔ چوہدری نثار کا کہنا تھا کہ دہشت گردوں کے خاتمے تک ہم بمباری کرتے رہیں گے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ماضی میں سکیورٹی اداروں کی اپنی اپنی سلطنت تھی 'اب بہتر کوآرڈی نیشن ہے جبکہ گزشتہ دنوں راولپنڈی میں کور کمانڈر اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے کہا ہے کہ ملک سے دہشت گردی، انتہا پسندی اور فرقہ واریت کے خاتمے کے لئے

وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے تعاون سے قومی ایکشن پر بلاامتیاز اور موثر عمل کو یقینی بنانے پر غور کیا گیااور اس عزم کا بھی اعادہ کیا گیا کہ دہشت گری کے خاتمے کے لئے قوم ایکشن پلان پر انتہائی موثرانداز سے عمل ہوگا۔

جہاں پر دہشت گردی کے خلاف جنگ اور قومی ایکشن پلان پر تمام سیاسی جماعتیں متفق ہے وہاں پر عوام اور سانحہ پشاور کے لواحقین کی جانب سے یہ سوالات بھی اٹھائے جارہے ہیں کہ پچاس دن ہو گئے ہیں آرمی پبلک سکول پر حملے کو لیکن آج تک ملوث افراد کے بارے میں رپورٹ سامنے نہیں آئی ہے۔ آرمی پبلک سکول حملے کے لواحقین نے حکومت سے مطالبہ بھی کیا ہے کہ جلداز جلد ملوث عناصر کو بے نقاب کیا جائے۔ عوام کی جانب سے جہاں پر دہشت گردوں کے خلاف سخت اقدامات اور قومی ایکشن پلان پر مکمل عمل کا مطالبہ کیا جارہا ہے وہاں پر دہشت گردی کے واقعات میں ملوث عناصر کو بے نقاب کرنے اور تحقیقی رپورٹس عوام کے سامنے لانے کی بات بھی ہو رہی ہے۔ عسکری اور سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق ملک میں دہشت گردوں کا خاتمہ اس وقت ممکن ہو جائے گا جب قومی ایکشن پلان کے بیس نکات پر عمل ہو جائے۔ حکومت صرف فوجی عدالتوں کے قیام پر خوش نہ ہو۔ حکومت کو ان لوگوں کے خلاف بھی ایکشن لینا ہو گا جہاں سے دہشت گردوں کو سپورٹ مل رہی

ہے۔ حکومت کو یہ بھی واضح کرنا ہوگا کہ جو ممالک پاکستان میں دہشتگردوں کو سپورٹ کرتے ہیں وہ بھی قوم کو بتائے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ دہشتگردی کے خلاف جنگ ہم اس وقت تک نہیں جیت سکتے جب تک قوم کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا اور قوم کے ساتھ سچ نہیں بولا جاتا اور دہشت گردوں کے خلاف مستقل طور پر لحہ عمل نہیں بنایا جاتا۔

ریڈیو کی اہمیت آج کے دور میں

دنیا بھر میں 13 فروری کو ریڈیو کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ آج جب دنیا گلوبل ویلج بن چکی ہے پل پل کی خبریں منٹوں میں دنیا کے ایک کونے سے دوسرے کونے میں پہنچ جاتی ہے۔ انٹرنیٹ، سوشل میڈیا اور ٹیلی وژن چینلز نے جہاں پر جدید ٹیکنالوجی کی وجہ سے اپنا مقام بنایا ہے وہاں پر آج بھی دنیا بھر میں ریڈیو کی اہمیت کم ہونے کی بجائے اضافہ ہوا ہے۔ جہاں پر ماضی میں ریڈیو سننے کے لیے ریڈیو سیٹ کی ضرورت ہوا کرتی تھی وہاں پر آج ایف ایم ریڈیو موبائل سیٹ سے باآسانی پروگرامز سنے جا سکتے ہیں جس کی وجہ سے ریڈیو سننے والوں میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ آج بھی پاکستان میں سب سے زیادہ ریڈیو نہ صرف شہروں، اور دیہی علاقوں میں سنا جاتا ہے بلکہ خاص کر دیہی اور قبائلی علاقوں میں مقیم لوگ زیادہ تر معلوماتی، تفریحی اور کھیلوں کے متعلق خبروں اور تجزیوں کے لیے ریڈیو پر انحصار کرتے ہیں۔ ہمارے ایک سروے کے مطابق ریڈیو کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔

ریڈیو کی تاریخ بڑی دلچسپ ہے۔ 1885 میں مارکونی نے ریڈیو ایجاد کیا تھا اس کے بعد ٹیکنالوجی کی بنیاد پر ایک تجرباتی اسٹیشن 1906 میں ایچ اے ایورسنڈن

نے بنایا۔ 2نومبر 1920 کو مسٹر ڈیوس نے پہلا کمرشل ریڈیو اسٹیشن متعارف کرایا جس نے صدارتی الیکشن پر پروگرام چلائیں‘اس طرح 1922 میں ریڈیو نے تیزی سے ترقی کرکے 576 ریڈیو اسٹیشن قائم ہوئے۔

میں برٹش براڈکاسٹنگ کمپنی (بی بی سی) نے اپنی ٹرانسمیشن شروع کردی‘ یہ 1922 ایک نجی کمپنی تھی‘ 1926 میں اس کمپنی کو ختم کر دیا گیا۔ بعدازاں حکومت نے محسوس کیا کہ یہ پاور فل کمیونی کیشن کا ذریعہ ہے جس کو 1927 میں دوبارہ برٹش براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے نام سے بنایا گیا۔ دوسری جنگ اعظیم میں ریڈیو کی اہمیت عوام میں بڑھ گئی ۔ 16 مئی 1924 کو برصغیر بھارت ‘مدارس میں پہلا ریڈیو اسٹیشن قائم ہوا تھا بعدازاں 16 جولائی 1936 کو آل انڈیا ریڈیو کے اشتراک سے مارکونی کمپنی نے پشاور میں اپنی نشریات کا آغاز کیا۔ 14 اگست 1947 کو ریڈیو پاکستان معروضی وجود میں آیا جس نے 15 اگست 1947 کو لاہور، پشاور اور ڈھاکہ سے اپنی نیوز سروس شروع کردی تھی‘ 31 اگست 1947 کو قائداعظم نے ریڈیو کے ذریعے اپنا پہلا خطاب کیا تھا۔

اسی طرح ریڈیو عوام کو معلومات، ثقافت اور تفریح کا ذریعہ بن گیا ہے اور عوام میں (مقبول ہوتا گیا لیکن ریڈیو تاریخ میں انقلابی تبدیلی اس وقت آئی جب دنیا اے ایم

Frequency) سے 1980 میں ایف ایم(Amplitude Modulation))

پر شفٹ ہو گئی ۔1994 میں ریڈیو پاکستان نے ایف ایم کو لڈ(Modulation
ٹرانسمیشن اسلام آباد، لاہور اور کراچی سے شروع کر دی تھی۔

ایف ایم ریڈیو بنیادی طور پر کمیونٹی کے لیے کام کرتی ہے۔ ایف ایم ریڈیو اسٹیشن نہ صرف کمیونٹی کے لیے پروگرام پیش کرتی ہے بلکہ ایف ایم ریڈیو نے کمیونٹی کی فلاح و بہبود، مسائل اور علاقائی معلومات بھی دینی ہے۔ مختصراً ایف ایم ریڈیو کا کام عوامی مسائل اور ایشوز کو اجاگر کرنا ہے۔ایف ایم ریڈیو کی اہمیت اس لیے بھی زیادہ ہے کہ اس کو بہت سے لوگ سنتے ہیں۔

کمیونٹی ریڈیو اسٹیشن غیر منافع بخش ادارے ہوتے ہیں جو عوامی ضروریات کے پیش نظر پروگرامز پیش کرتے ہیں جس میں نیوز، کرنٹ افیئر، سوشل ایشوز اور معاشرے کے دوسرے مسائل کو اجاگر کرتا ہوتا ہے۔ پاکستان میں ایف ایم ریڈیو چینلز کا مقصد اور جو ڈیوٹی تھی' وہ صحیح طور پر پوری نہیں ہو رہی ہے۔ زیادہ تر میوزک پروگرام چلائے جاتے ہیں۔ اب یہ وقت کی ضرورت ہے کہ ایف ایم ریڈیو مالکان اپنی پالیسی تبدیل کر یں اور عوام کی کے لیے معلوماتی اور علاقائی مسائل پر پروگرام پیش کیے جائیں تاکہ عوام کے مسائل حل ہو اور ریڈیو اپنا رول صحیح طور پر ادا کریں۔

دوسری جانب ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا بھر میں کمیونٹی ریڈیو کو ریاست کی جانب سے سپورٹ کیا جاتا ہے کہ عوام باآسانی ریڈیو پروگرامز میں نہ صرف علاقے کے مسائل حکومتی ادارے کے سامنے لاتے ہیں بلکہ حکومت کی جانب سے جاری مختلف سکیموں اور پروجیکٹس پر اپنا فیڈ بیک بھی دیتے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ حکومت ایف ایم ریڈیو کو سپورٹ کریں اور حکومتی اشتہارات میں ایک بڑا حصہ ایف ایم ریڈیو کو دیں تاکہ ایف ایم ریڈیو کمیونٹی کی بہتری اور فلاح و بہود کے مسائل کو اداروں اور حکمرانوں تک پہنچائے۔ آج افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے ایف ایم ریڈیو صرف میوزک سنانے کا کام کر رہے ہیں۔

پاکستان، افغانستان اور چین کے درمیان تعلقات

گزشتہ دنوں پاکستان، افغانستان اور چین نے سہ فریقی سٹرٹیجک مذاکرات کے تحت عملی تعاون کے فروغ، انسداد دہشت گردی اور سلامتی کے حوالے سے وسیع تر تعاون پر اتفاق کرتے ہوئے کہا ہے کہ افغانستان میں امن واستحکام کے لئے اجتماعی کوششوں کی ضرورت ہے۔ کابل میں پاکستان، افغانستان، چین کے سہ فریقی سٹرٹیجک مذاکرات کے پہلے دور میں یہ اتفاق رائے کیا گیا جس میں پاکستان کی جانب سے سیکرٹری خارجہ اعزاز چوہدری، چین کے اسٹنٹ وزیر خارجہ لیوشریان ژاو اور افغانستان کے نائب وزیر خارجہ حکمت خلیل کرزئی نے نمائندگی کی۔ چین اور پاکستان نے افغانستان کی زیر قیادت امن مصالحتی عمل کی حمایت کا اعادہ کیا۔ تینوں فریقوں نے افغانستان میں قومی اتحاد کی حکومت اور دو طرفہ سیاسی، سکیورٹی انسداد دہشگردی اور اقتصادی تعاون میں اضافے کا بھی خیر مقدم کیا گیا۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں سب سے زیادہ متاثرہ ہونے والے ممالک پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات میں اب چین کی شمولیت پر ہر جگہ یہ بحث ہو رہی ہے کہ آیا یہ تعلقات اور مذاکرات وقتی ہے یا مستقبل میں بھی یہ تعلقات اور مذاکرات جاری رہیں گے اور ان مذاکرات کے نتیجے میں پاکستان اور افغانستان

کے درمیان جو غلط فہمیاں اور بداعتمادیاں موجود ہے وہ ختم ہو جائے گی۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ بارڈر کے دونوں جانب جو دہشت گرد کارروائیاں ہو رہی ہے آیا وہ ختم ہو سکتی ہے اور دونوں طرف بارڈر سیکورٹی مضبوط ہو جائے گی۔ چین کا کردار پاک افغان مسائل حل کرنے میں کتنا مددگار ثابت ہوگا۔ یہ وہ سوالات ہے جس پر نہ صرف پاکستان اور افغانستان میں بحث ہو رہی ہے بلکہ عالمی سطح پر بھی اس پر بحث چلا رہی ہے ۔اس سلسلے میں جنرل (ر) طلعت مسعود کا کہنا ہے کہ چین کا افغانستان میں اہم رول بنتا جارہاہے جس کی بہت سی وجوہات ہے۔ چین پاکستان اور افغانستان کاپڑوسی ملک ہے چین کی کوشش ہے کہ اب خطے میں امن قائم ہو جائے۔ طلعت مسعود کا یہ بھی کہنا ہے کہ چین افغانستان میں بڑی پیانے پر سرمایہ کاری بھی کر رہاہے۔ چین چاہتا ہے کہ مذاکرات کے ذریعہ افغانستان میں طالبان کامسئلہ حل ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ گز شتہ دنوں افغان طالبان رہنما بھی چین کے دورے پر گئے تھے جس سے اشارہ ملتا ہے کہ چین کی کوشش ہے کہ طالبان کو مستقبل میں قومی افغان حکومت میں شمولیت ملیں۔ تجزیہ کاروں کے مطابق چین ،افغانستان اور پاکستان کی کوشش ہے کہ خطے میں جاری دہشت گردی جلد از جلد ختم ہو اور خطے میں امن قائم ہو جائے۔ پاکستان اور افغانستان کی حکومتوں سمیت عوام میں بھی چین کے حوالے سے اچھے جذبات پائے جاتے ہیں۔ چین کو یہ بھی کریڈٹ جاتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں چین غیر جانبدار رہاجس کی وجہ سے طالبان کی نظر میں بھی چین

کی اہمیت زیادہ ہے۔ چین کی یہ بھی کوشش ہے جو سرمایہ کاری انہوں نے افغانستان میں کی ہے یا کر رہا ہے وہ برقرار رہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ نئی افغان حکومتی کی سابق کرزئی حکومت کی نسبت چین کی طرف جھکاؤ زیادہ ہے۔ افغان صدر اشرف غنی نے صدرارت کی کرسی سنبھالتے ہوئے پہلے دورہ چین کا کیا تھا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مستقبل میں چین کا کرادر کتنا اہم بنتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ نہ صرف افغان حکومت کو یہ خدشات درپیش ہے کہ امریکی انخلا کے بعد افغانستان میں دوبارہ خانہ جنگی شروع نہ ہو بلکہ چین اور پاکستان کی حکومتیں بھی یہ چاہتی ہے کہ افغانستان میں سسٹم ڈی ریل نہ ہو اور طالبان کو کسی نہ کسی طور پر رام کیا جائے اور موجودہ سیٹ اپ اسی طرح چلتا رہے۔

اب طالبان کو بھی یہ سمجھنا ہو گا کہ اب 1991-92 کا زمانہ نہیں ہے بلکہ افغانستان میں ادارے بن چکے ہیں 'ایک سیاسی اور جمہوری نظام قائم ہو چکا ہے۔ اب پاکستان کی بھی وہ پالیسی نہیں جو بیس سال پہلے تھی اور نہ ہی آج افغانی عوام مزید خانہ جنگی اور لڑائی کے لیے تیار ہے۔ افغان طالبان کی بھی بہتری اسی میں ہے کہ وہ افغان حکومت کے ساتھ مل کر تمام معاملات حل کریں۔

پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات کے حوالے سے میں نے بریگیڈئر

محمود شاہ سے پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ پاک افغان تعلقات بہتری کیجانب جا رہے ہیں۔ نئی حکومت کی کوشش ہے کہ پاکستان کے ساتھ تمام معاملات بات چیت سے حل ہو اور دونوں ممالک کے درمیان موجودہ غلط فہمیوں کو عملی طور پر دور کیا جائے۔ محمود شاہ کا یہ بھی کہنا تھا کہ اب حالات ماضی کے برعکس نظر آرہے ہیں۔ پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات وقتی طور پر نہیں ہے بلکہ یہ تعلقات مستقل طور پر نظر آرہے ہیں جس میں چین بھی شامل ہے۔

گزشتہ ہفتے پاک افغان تاریخ میں پہلی دفعہ افغان فوجی تربیت حاصل کرنے کے لیے پاکستان آئے جس کو دفاعی تجزیہ کاروں کیطرف سے بہت اہم سمجھ جارہا ہے۔ یہ بھی کہا جارہاہے کہ اگر پاکستان نے افغان فورسز کو بہتر تربیت دے دی تو مزید بھی افغان فوجی تربیت کے لیے پاکستان آئیں گے۔ یاد رہے کہ پاک فوج کے سربراہ جنرل راحیل شریف نے افغانستان کے دورکے موقع پر افغان صدر اوران کے فوجی سربراہ کو یہ پیش کش کی تھی کہ پاکستان افغان فورس کو ہر قسم کی تربیت دینے کے لیے تیار ہیں۔ پشاور میں آرمی پبلک سکول پر حملے کے بعد پید ہونے والے صورت حال پر پاکستان کی جانب سے افغان حکومت کو یہ کہا گیا تھا کہ افغانستان میں مقیم پاکستانی شدت پسندوں اور دہشت گردوں کے خلاف کارروائی کی جائے جس پر افغان

حکومت کی جانب سے کارروائی بھی نظر میں آئی اور افغانستان میں پاکستانی شدت پسندوں کے ٹھکانوں پر بمباری بھی کی گئی ہے اور ان کے خلاف مزید کارروائیاں بھی ہو رہی ہے۔ اسی طرح پاک افغان بارڈر پر پاکستان کی جانب شدت پسندوں کے خلاف بھی بلاتفریق آپریشن جاری ہے۔ ماہرین

ان کارروائیوں کو دونوں ممالک کی جانب سے بہتر سمجھ رہے ہیں۔

دہشت گردوں کے حالیہ حملے اور نئی لہر

گزشتہ ڈیڑھ مہینے میں ملک کے مختلف شہروں میں 16 دہشت گردی کے واقعات رونما ہوئے جس میں تقریباً 130 افراد شہید اور اس سے زیادہ زخمی ہوئے۔ پشاور میں آرمی پبلک سکول پر حملے کے بعد بننے والی قومی ایکشن پلان پر عمل شروع ہونے کے بعد ملک میں دہشتگردوں کے حملے میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ دہشتگرد گروپوں کی جانب سے یہ کہا جارہا ہے کہ حکومت نے ہمارے لوگوں کو پھانسیاں دینے کا جو سلسلہ شروع کیا ہے یہ حملے اس کا رد عمل ہے۔

بعض تجزیہ کاروں کے مطابق ان حالیہ حملوں کے پیچھے دوسرے گروپ بھی کارفرما ہے جو ملک میں فرقہ وارانہ دہشت گردی شروع کرنا چاہتے ہیں۔ شکار پور میں امام بارگاہ پر حملہ ہو یا پشاور حیات آباد میں امامیہ مسجد پر حملہ اور دو دن پہلے راولپنڈی اسلام آباد کے سنگم پر واقع امام بارگاہ پر حملہ ہو۔ ان حملوں سے یہ تاثر دیا جارہا ہے کہ یہ حملے شیعہ سنی لڑائی ہے لیکن عوام نے دہشت گردوں اور شدت پسندوں کے اس پلان کو ناکام بنا دیا بلکہ ان حملوں نے پورے ملک کو اکٹھا کر دیا ہے۔ پاک فوج کے ترجمان لیفٹیننٹ جنرل عاصم باجوہ کے مطابق یہ حملے قوم کو تقسیم کرنے کی کوشش ہے۔

انہوں نے کہا ہے کہ یہ

بم دھماکے دراصل اسلام کی خوبصورت اقدار، امن اور ہم آہنگی پر حملے ہے۔
ملک میں دہشت گردوں کے خلاف روز بروز گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ اب تک قومی ایکشن پلان کے تحت 16 ہزار سے زائد سرچ آپریشنز کیے جا چکے ہیں جس میں 12 ہزار سے زائد لوگوں کو ان آپریشنز میں گرفتار کیا جا چکا ہے جن میں 140 کے دہشت گردوں سے رابطے تھے۔ قومی ایکشن پلان کے تحت ملک بھر میں مزید آپریشنز بھی ہو رہے ہیں۔ دہشت گردی اور فرقہ وارانہ لڑائی کو روکنے کے لیے ملک بھر میں 60 تنظیموں پر پابندی بھی لگائی گئی ہے جبکہ ایک تنظیم کو نگرانی میں رکھا گیا ہے لیکن دوسری جانب دہشت گرد کارروائیوں میں بھی دن بدن اضافہ ہو رہا ہے اور دہشتگرد اپنے اہداف میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں جس کی وجہ سے عوام کے ذہنوں میں بھی سوالات اٹھ رہے ہیں کہ دہشتگرد کیسے اتنی آسانی سے حملے کرتے ہیں۔ ان دہشتگرد گروپوں کو کہاں سے سپورٹ مل رہی ہے اور کیا دہشتگرد گروپوں کو بیرونی سپورٹ بھی حاصل ہے ؟ ان تمام سوالوں کے جواب بھی حکومتی اداروں کو دینا چاہیے اور ان حملوں آوروں کو بے نقاب ہونے کی بھی ضرورت ہے۔
دہشت گردی کے خلاف جنگ اور قومی ایکشن پلان پر عمل کرانے وزیراعظم پاکستان اور آرمی چیف صوبائی حکومتوں کے ساتھ مسلسل رابطے میں ہیں اور ہدایت دی ہے

کہ قومی ایکشن پلان پر عمل درآمد کو تیز کیا جائے۔ وزیراعظم میاں نواز شریف نے کو
ئٹہ میں ایپکس کمیٹی سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ فتنہ گری کے خاتمے تک چین سے
نہیں بیٹھیں گے، دہشت گردی کے خلاف ہمارا اعلان جنگ ہے۔ وزیراعظم کا مزید کہنا
تھا کہ ایکشن پلان پر عمل کے لیے وفاقی حکومت اور فوج صوبوں کو مکمل تعاون فراہم کر
ے گی۔ بعد ازاں وزیراعظم نے انسداد دہشت گردی فورس کی پاسنگ آوٹ پریڈ سے
خطاب میں کہا کہ ہمیں ہمت، صبر اور برداشت سے دہشت گردی کا مقابلہ کرنا ہے۔ یہ
جنگ ہمیں ہر حال میں جیتنی ہو گی۔

تجزیہ کاروں کے مطابق ملک میں حالیہ دہشت گرد حملے دہشت گردوں کے خلاف آپر
یشن ضرب عضب اور قومی ایکشن پلان کا نتیجہ ہے۔ بریگیڈائر (ر) سعد محمد نے بتایا کہ
دہشت گردی ملک میں دس بارہ سال سے ہو رہی ہے لیکن جو حالیہ دہشت گردی میں
تیزی دیکھنے کو مل رہی ہے یہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائیوں کا نتیجہ ہے اب
حکومت نے فیصلہ کر لیا ہے کہ دہشت گردوں کو کسی بھی صورت نہیں چھوڑا جائے گا۔

انہوں نے مزید بتایا کہ اب حکومت اور سیکورٹی اداروں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ
دہشتگردوں کے خلاف بلاتفریق کارراوئی کی جارہی ہے لیکن حکومتی اداروں کو بارڈر
کے اس پار دہشت گردوں کو روکنے کے لیے افغانستان کے ساتھ معاملات حل کرنے
ہوں گے۔ افغانستان سے جو دہشت گرد کارروائی کرتے ہیں ان کے خلاف بھی سخت
ایکشن لینے کی ضرورت ہے۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ کو جیتنے کے لیے ضروری ہے کہ بلا تفریق کارروائی کی جائے لیکن دہشت گردوں کی نیٹ ورک کو ختم کرنے کے لیے انٹیلی جنس سسٹم پر بھی توجہ دینا ہو گا تاکہ حملہ آوروں کو حملوں سے پہلے روک جائے دوسری اہم چیز یہ کرنی ہو گی کہ پولیس نفری میں اضافہ کرنا ہو گا۔پورے ملک میں پولیس نفری کی کمی ہے لیکن دہشت گردی کے خلاف سب سے متاثرہ ہونے والے صوبہ خیبر پختونخوا میں پولیس نفری انتہائی کم ہے جس کی تعداد بڑھانے کے لیے وفاقی حکومت کو صوبائی حکومت کے ساتھ مکمل تعاون کی ضرورت ہے۔ خیبر پختونخوا میں پولیس پر بہت زیادہ بوجھ ہے۔ صرف پشاور کی آبادی 70 لاکھ ہے جس کے لیے پولیس نفری تقریباً6 ہزار ہے۔ پولیس کے استعداد کار بڑھانے اور ان پر بوجھ کم کرنے کے لیے پولیس نفری میں فوری طور پر اضافہ کرنا چاہیے۔ خیبر پختونخوا پولیس کی تنخواہ ملک کے دوسرے صوبوں کے مقابلے میں بھی بہت کم ہے جس میں اضافہ کرنے کی بھی ضرورت ہیں۔یہ بھی بہت ضروری ہے کہ دہشت گردی کے نام پر صرف برائے نام خانہ پوری نہ کی جائے بلکہ مکمل شواہد کے بعد کارروائی کرنی چاہیے۔ بہت سے ایسی خبریں موجود ہے کہ دہشت گردی کے نام پر لوگ کو اٹھایا جاتا ہے اور بعدازاں ان کو رہا کر دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے عوام میں اداروں کے خلاف نفرت پیدا ہوتی ہے جس کو بھی ختم کرنے کی ضرورت ہے۔

بھارتی سکرٹری خارجہ کا دورہ پاکستان، برف پگھلنے لگی

پاکستان کے دفتر خارجہ سے جاری بیان کے مطابق بھارت کے سیکرٹری خارجہ ایس جے شنکر اپنے پاکستانی ہم منصب سے بات چیت کے لیے دو روزہ دورے پر تین مارچ یعنی منگل کے دن اسلام آباد آرہے ہیں۔ دفترے خارجہ کی ترجمان تسنیم اسلم کے مطابق یہ دورہ 13 فروری کو پاکستان اور بھارت کے وزرائے اعظم کے درمیان ٹیلی فونک بات چیت میں طے پایا تھا۔ دفتر خارجہ ترجمان کا کہنا ہے کہ ایس جے شنکر پاکستان کے سیکرٹری خارجہ اعزاز احمد چوہدری سے ملاقات کریں گے جس میں مسئلہ کشمیر سمیت دو طرفہ تعلقات اور باہمی دلچسپی کے مور پر بات چیت ہوگی۔ بھارت میں مودی حکومت آنے کے بعد دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں تلخی پیدا ہونا اس وقت شروع ہوئی جب بھارت نے گزشتہ برس اگست میں پاکستان سے تعلقات ختم کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اس دوران دونوں ممالک کے درمیان لائن اف کنٹرول اور ورکنگ باؤنڈری پر فائرنگ اور جھڑپوں کے متعدد واقعات پیش آئے جس کی وجہ سے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں کشیدگی میں اضافہ ہوا تھا۔

بھارتی سیکرٹری خارجہ کا یہ دورہ اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ

دونوں ممالک کے درمیان پایا جانے والا حدشات اور غلط فہمیاں دور ہونے کے ساتھ ساتھ 'تعلقات میں جو تعطل پیدا ہوا تھا وہ ختم ہوجائے گا اور دونوں جانب سے برف پگھلنا شروع ہو جایگا۔ تادم تحریر وزیر خارجہ کی جانب سے ایجنڈا تو نہیں دیا گیا لیکن ذرائع کے مطابق دونوں ممالک کے سیکرٹری خارجہ کشمیر سمیت دونوں ممالک کے ایک دوسرے کے خلاف پایا جانیوالے تحفظات دہشت گردی کے مسئلہ پر بات چیت ہو گی اور پاکستان کی طرف سے لائن آف کنٹرول اور ورکنگ پانڈری پر ہونے واقعات سمیت پاکستان میں شدت پسندوں کی سپورٹ اور بلوچستان میں بھارتی مداخلت پر بات ہوسکتی ہے۔

عسکری ماہرین اور تجزیہ کار کہتے ہیں کہ اس دورے سے جو مثبت بات سمجھ میں آرہی ہے وہ یہ ہے کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان تعلقات بحال ہونا شروع ہو گئے ہیں اس کے علاوہ دونوں ممالک کی طرف سے الزام ترشی اور مسائل پر بات چیت ہو گی لیکن یہ دورہ اتنی اہمیت کا حامل نہیں ہے کہ جس سے دونوں ممالک کے درمیان پایا جانے والے حدشات اور مسائل کا حل نکل سکیں۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق مسائل کا حل اس وقت ہی ممکن ہے جب دونوں طرف سے بات چیت کا آغاز ہو جائے اور ڈائیلاک کا سلسلہ چلتا رہے۔ چھ مہینے سے معطل مذاکرات کی وجہ سے نہ صرف دونوں کے تعلقات خراب ہوئے بلکہ خطے پر بھی اس کے اثرات پڑے ہیں۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن اتحادی پاکستان نے جب سے شمالی وزیر ستان میں شدت پسندوں کی جانب سے آپریشن ضرب عضب شروع کیا ہے اسکے بعد سے مشرقی سرحدوں پر بھارت کی جانب سے کشیدگی شروع ہوئی کہ پاکستان فورسز کی توجہ مغربی سرحدوں سے ہٹا کر مشرقی سرحدوں پر چلی جائے تاکہ شمالی وزیر ستان سمیت پاک فوج کے قبائلی علاقوں میں جاری آپریشنز میں ناکام ہو جائے۔ پاکستان کی جانب سے کئی بار اس کا اظہار کیا گیا ہے۔ یاد رہے کہ پاکستان کی جانب سے کئی بار عالمی سطح پر بھی یہ ایشو اٹھایا گیا ہے کہ بھارت پاکستان میں شدت پسندوں کو فنڈنگ کرتا ہے۔ پاکستان میں بہت سے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں کہ جس کی شاخیں بھارت سے ملتی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ جو افغانستان اور پاکستان میں لڑی جارہی ہے۔ پاک بھارت تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے اس پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ اس لئے عالمی ممالک کو چاہیے کہ پاک بھارت تعلقات کو بہتر بنانے میں اپنا کردار ادا کریں۔ مبصرین کے مطابق پاک بھارت تعلقات اس وقت بہتر نہیں ہو سکتے جب تک بھارت کشمیر کے مسئلہ پر سنجیدگی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ کشمیر کا مسئلہ حل کیے بغیر دونوں ممالک کے تعلقات میں بہتری نہیں آسکتی۔ اب یہ وقت کی ضرورت ہے کہ دونوں ممالک مل بیٹھ کر کشمیر کا مسئلہ اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کریں جو دونوں ممالک کے مفاد میں ہے۔ سابق صدر مشرف نے امریکی اخبار سے

انٹرویو میں کہا تھا کہ پاکستان اور بھارت افغانستان میں پراکسی جنگ لڑ رہے ہیں دونوں ممالک کو افغانستان میں پراکسی وار سے دور رہنا چاہیے۔

بھارت میں موجودہ قوم پرست مودی حکومت کو اپنی پالیسی پر نظرثانی کرنی پڑے گی انہیں جارحیت کی پالیسی ترک کرکے بات چیت کی طرف آنا ہوگا اور حقیقت پسندی کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ انسانی حقوق کی عالمی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے اپنی رپورٹ میں کہا ہے کہ بھارت میں مودی سرکار آنے کے بعد بھارت میں فرقہ وارانہ فسادات میں اضافہ ہوا ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں سے جبراً مذہب تبدیل کرایا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق مقبوضہ کشمیر سمیت متعدد مقامات پر لوگوں کی زندگیوں کو خطرات لاحق ہیں۔ بھارت سرکار کو ان پر تشدد واقعات کا بھی نوٹس لینا ہوگا جو بھارت میں مسلمانوں کو آئے روز درپیش ہوتے ہیں۔ مودی سرکار کو مقبوضہ کشمیر میں جاری قتل و غارت کا سلسلہ بھی روکنا ہوگا اور کشمیروں کی حق خودارادیت کو تسلیم کرنا ہوگا تب خطے میں بھارت کا رول مانا جاسکتا ہے اور خطے میں امن آسکتا ہے۔

ان حالات میں بھارت کے سیکرٹری خارجہ کا دورہ کتنا اہم ہوسکتا ہے اس کے متعلق ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا۔ دونوں ممالک میں واقعتاً برف پگھلے

گی یا یہ دورہ بھی دوسرے دوروں کی طرح وقتی ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ دونوں ممالک سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمام مسائل اور معاملات کو بات چیت سے حل کریں تاکہ خطے میں امن قائم ہو سکیں اور دونوں ممالک کے درمیان تعلقات نہ صرف بہتر ہو جائے بلکہ بات چیت اور مذاکرات کا یہ سلسلہ بھی جاری رکھنا چاہیے تب ہی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

خیبر پختونخوا میں تحریک انصاف حکومت کی بیس مہینوں کی کارکردگی پر وزیر اطلاعات مشتاق غنی کا انٹرویو

خیبر پختونخوا میں تحریک انصاف کی حکومت کو بیس مہینے ہو گئے ہیں کہ اقتدار انہوں نے سنبھالا ہوا ہے۔ ان بیس مہینوں میں حکومت کی کیا کارکردگی رہی ہے۔ عوام سے کیے گئے وعدوں پر تحریک انصاف نے کتنا عمل کیا ہے۔ عوام سے تبدیلی کے نام پر ووٹ حاصل کرنے والے جماعت نے عوام کے لیے صوبے میں کیا تبدیلی لے آئیں ہے جس سے عوام کے لئے آسانیاں پیدا ہوئی ہو۔ عوام کو روز مرہ زندگی میں پیش آنے والے اداروں کی جانب سے مشکلات، ہسپتالوں، تھانوں اور تعلیمی سہولیت کے علاوہ کرپشن اور لا اینڈ آرڈر کو بہتر کرنے کے لیے صوبائی حکومت نے کیا اقدامات اٹھائیں ہیں، ہم نے صوبائی وزیر اطلاعات خیبر پختونخوا مشتاق غنی سے ان تمام سوالات کے جوابات جانے کے لیے ان کا انٹرویو کیا تو سب سے پہلے انہوں نے ہمیں بتا یا کہ ہم نے قلیل عرصے میں 70 کے لگ بھگ قانون پاس کیے جس کا براہ راست تعلق عوام کو روزہ مرہ زندگی میں حکومتی اداروں کی جانب سے پیش آنے والے مشکلات سے ہیں ان کے جلد از جلد حل کے لیے قانون سازی کی اور ورثے میں ملنی والی بیڈ گورننس سسٹم اور کرپشن کو ختم کرنے کے حوالے سے قوانین اور ادارے بنائے۔ مشتاق غنی نے بتایا کہ تحریک انصاف جماعت جس نعرے پر بنی تھی وہ ملک میں میرٹ کا نظام لانا اور کرپشن کو

ختم کرنے کی سوچ اور نظریہ تھا۔ صوبے میں کرپشن ختم کرنے کے لیے رائٹ ٹو انفارمیشن سسٹم متعارف کرایا جو دنیا بھر میں بہترین سسٹم اور قانون مانا جاتا ہے۔ اس قانون کے تحت ہر آفسر جواب دے ہوگا کوئی بھی معلومات حاصل کر سکتا ہے کہ پیسے کہاں اور کیسے خرچ ہوئے۔ احتساب کے نظام کو شفاف بنانے کے لیے پہلی بار حکومتی وزرا اور وزیر اعلیٰ کا بھی احتساب کیا جاسکتا ہے کوئی شخص بھی وزرا اور وزیر اعلیٰ کے خلاف درخواست دے سکتا ہے جس پر مکمل عمل ہوگا۔ احتساب کے عمل کو بہتر اور شفاف بنانے کے لیے یہ قانون بنایا جس میں سیاسی مداخلت نہیں کی جاسکتی ہے جس پر اب عمل شروع ہو چکا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ بڑے پیمانے کرپشن ختم ہوئی ہے اور نچلی سطح پر بھی کم ہوئی ہے اب ان کو معلوم ہے کہ پوچھ گچھ ہوگی۔ وزیر اطلاعات نے رائٹ تو سروس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس قانون کے تحت عوام کو ڈومیسائل،
لائسنس وغیرہ مقررہ وقت پر ملے گی' مہینوں انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ میرٹ سسٹم کو بہتر بنانے کے لیے این ٹی ایس سسٹم لائے جس سے غریب ذہن بچے آگے آئیں۔ این ٹی ایس سسٹم کو لازمی قرار دیا تاکہ پڑھے لکھے نوجوان ملک کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کریں۔ پٹواریوں کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ پٹوارے سسٹم ٹھیک کرایا جس کو مزید بہتر بنایا جارہاہے۔ انھوں نے بتایا کہ اب عوام پر فرض ہے کہ صرف متعلق فیس بنک میں جمع کرائے اور اضافی پیسے کسی کو نہ دے اگر کوئی مطالبہ کرتا ہے تو ان کے خلاف درخواست دی جائے تاکہ متعلق

شخص کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ پولیس سسٹم کے حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ پولیس میں پہلے صرف سیاسی بنیاد پر بھرتیاں ہوا کرتی تھی' میرٹ سسٹم پولیس میں موجودہ نہیں تھا اب ہم نے پولیس کو غیر سیاسی کر دیا کوئی وزیر ایم پی اے پولیس اہلکار کو تبدیل نہیں کر سکتا۔ پولیس تھانوں میں بہتری لانے اور عوام کی سہولت کے لیے ہم نے ون لائن ایف آئی آر سسٹم متعارف کرایا اور اب عوام کی مزید سہولت کے لیے سنٹرل پولیس سسٹم جس میں ایس ایم ایس کے ذریعے کوئی بھی موبائل فون سے ایس ایم ایس کرکے اپنی شکایت درج کر سکتا ہے جس پر منٹوں اور گھنٹوں کے حساب سے متعلق تھانے عمل کرے گا۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ پولیس پر بوجھ زیادہ ہے اور ہمارے پاس نفری کم ہے ملک میں دہشت گردی کی وجہ سے لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال خراب ہے جس پر قابو پانے کے لیے پولیس کام کر رہی ہے۔ پولیس تنخواہ کے سوال پر انہوں نے بتایا کہ ماضی کے نسبت ہم نے تنخواہ پولیس کی بڑھائی ہے مزید بھی بڑھائیں گے اگر وفاقی حکومت ہمارے ساتھ دہشتگردی پر قابو پانے اور پولیس فورسز میں اضافے کے لیے تعاون کریں تو ہم مزید پولیس نفری بڑھائیں گے اور پولیس کو بہتر سروس کے لیے سہولتیں دینگے۔ مشتاق غنی نے بتایا کہ وفاقی حکومت ہمیں اپنے پیسے بھی نہیں دے رہی ہے اور نہ ہی پانی، بجلی گیس رائلٹی دے رہی ہے جو ہمارے حساب سے 500ارب بنتے ہیں جبکہ وفاق نے 300ارب مانے ہیں جو ابھی تک نہیں ملے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ رقم ہمارے

صوبے کے بجٹ جتنے ہیں اگر وفاقی حکومت تعاون کریں تو ہمارے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ صوبے میں دہشت گردی روکنا صرف صوبائی حکومت کا کام نہیں یہ ملکی مسئلہ ہے لیکن قبائلی علاقوں سے ملحقہ بارڈر سکیورٹی کو بہتر بنانے کے لیے ایف سی فورس موجود تھی جو اب اسلام آباد میں سکیورٹی کی ڈیوٹی دے رہی ہے وفاق کم از کم ان کو تو ہمارے حوالے کریں تاکہ ہماری سرحدیں محفوظ ہو جائے۔

خیبر پختونخواکے وزیر اطلاعات نے بتایا کہ ساٹھ سال سے ایجوکیشن نظام خراب تھا بیشتر سکولوں کی تو چاردیوریاں بھی نہیں تھی۔ بچے کھلے آسمان تلے تعلیم حاصل کرہے تھے جس کو چھت دے رہے ہیں فرنیچر بہتر کر رہے ہیں' ملکی کی تاریخ میں پہلی دفعہ سب سے زیادہ فنڈ ایجوکیشن کے لیے مختص کیا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ ٹیکنکل یونیورسٹی بنا رہے ہیں جبکہ ایجوکیشن سٹی پر کام ہو رہا ہے۔ ہسپتالوں کے حوالے سے انہوں نے بتایا کہ ہسپتالوں میں اب صرف ایمرجنسی میں علاج فری ہے ہماری کوشش ہیں کہ ہسپتالوں میں ایک بہتر سسٹم لے آئے تاکہ غریب لوگوں کو بہتر سہولت ملیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم نے ہسپتالوں میں ڈاکٹروں کی حاضر کو بہتر بنایا۔ میرٹ کے بنیاد پر ڈاکٹروں کو بھرتی بھی کر رہے ہیں اور ہسپتالوں کے نظام اور انفراسٹکچر بہتر بنا رہے ہیں۔

پشاور شہر میں ٹریفک کا مسئلہ دن بدن خراب ہوتا جارہا ہے تو اس حوالے سے ان کا کہنا تھا کہ ٹریفک سسٹم کو بہتر کرنے کے لیے منصوبہ بندی جاری ہے مفتی محمود فلائی اور مارچ کے آخر تک مکمل ہو جائے گا۔ مزید انڈر پاسس بنائے جائیں گے۔ عوام اور ملازمین سے بھی درخواست ہے کہ احتجاج ضرور کریں لیکن سڑکوں کو بلاک نہ کریں خاص کر جی ٹی روڈ سور پُل کو بند نہ کیا کریں جس سے ٹریفک جام ہا جاتا ہے اور عوام کو بہت تکلیف ہوتی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ اس دفعہ تعمیراتی بجٹ لیپس نہیں ہوگا' ہم تعمیرات کے حوالے سے خانہ پوری نہیں کر رہے ہیں بلکہ پورے حساب کتاب کے بعد پیسے خرچ کرتے ہیں۔ صوبائی وزیر اطلاعات نے نوجوانوں کو روزگار کے حوالے سے بتایا کہ اگر وفاقی حکومت اہمیں اپنے حصہ کی بجلی اور گیس دے دے تو اس سے ہمارے بند انڈسٹریز دوبارہ بحال ہو جائے گی جس سے روزگار کے مواقع بھی نکل آئیں گے اور دوسرے کارخانے بھی صوبے میں لگ جائیں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ وفاقی حکومت صوبے کے ساتھ تعاون نہیں کر رہی ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارا صوبہ سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے لیکن وفاق تعاون نہیں کرتا ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ صوبے میں بجلی پیدا کرنے کے بے پناہ ذرائع موجود ہے لیکن وفاقی حکومت ہمارے منصوبوں پر توجہ نہیں دے رہی ہے۔ ہم چھوٹے پیمانے پر بجلی پیدا کرنے کے منصوبوں پر کام کر رہے ہیں لیکن بڑے منصوبے وفاقی حکومت کی مدد کے بغیر نہیں شروع کیے جا سکتے ہیں'اگر وفاق خیبر پختونخوامیں ہا

یڈل پروجیکٹس پر کام کریں تو اس سے اسان اور سستی بجلی پیدا ہو سکتی ہے جس سے نوجوانوں کو روزگار بھی مل سکتا ہے۔

سینیٹ انتخابات کے حوالے سے مشتاق غنی نے بتایا کہ ہارس ٹریڈنگ کو روکنے کے لیے وزیر اعلیٰ صاحب اپوزیشن سے بات چیت کر رہے ہیں کہ بلا مقابلہ الیکشن ہو جائے لیکن اگر ہماری پارٹی میں کوئی ملوث پایا گیا تو ان کے خلاف سخت سے سخت اقدام اٹھایا جائے گا۔ ان کا کہنا تھا کہ سینیٹ الیکشن بھی دوسرے الیکشن کی طرح ہونا چاہیے تاکہ عوام براہ راست سینیٹرز کو منتخب کرایا کریں آخر میں وزیر اطلاعات مشتاق غنی نے بتایا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم نے 100 فی صد کامیابی حاصل کی ہے لیکن 70 فی صد کامیابی ضرور حاصل کی ہے اور مزید عوام کی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر عمل پیرا ہے۔ عوام صوبے میں تبدیلی کو خود محسوس کریں گے۔

وزیر اعظم نواز شریف کا دورہ سعودی عرب

وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف تین روزہ دورے پر سعودی عرف پہنچے تو سعودی فرمانروا نے خود ائیرپورٹ پر اپنے پورے کابینہ کے ہمراہ استقبال کیا جو پاکستان اور سعودی تاریخ میں پہلی بار ہوا کہ سعودی فرمانروا نے ائیرپورٹ پر استقبال کیا۔ وزیر اعظم کو ائیرپورٹ پر گارڈ آف انر بھی پیش کیا گیا جس سے دونوں ممالک کے تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے کہ دونوں ممالک کے درمیان تعلقات نہ صرف بہتر ہے بلکہ ایک دوسرے پر اعتماد بھی ہیں۔ وزیر اعظم نواز شریف کے ہمراہ ان کے بھائی پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف ، وزیر خزانہ اسحاق ڈار اور وزیر اعظم کے معاون خصوصی عرفان صدیقی اور طارق فاطمی بھی دورے پر تھے ۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے ریاض میں سعودی فرمانروا شاہ سلمان بن عبدالعزیز سے ملاقات کی ۔ ملاقات میں پاکستان اور سعودی عرب کے درمیان دو طرفہ تعلقات اور خطے کی صورت حال پر تبادلہ خیال کیا گیا۔ توانائی اور سلامتی کے شعبوں سمیت تجارت اور سرمایہ کاری میں بھی تعاون پر اتفاق ہوا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ دہشت گردی اور انتہاپسندی دونوں ممالک کے مشترکہ دشمن ہیں۔ وزیر اعظم نواز شریف نے ہر مشکل گھڑی میں سعودی عرب کا ساتھ دینے پر ان کا شکریہ بھی ادا کیا اور کہا کہ دونوں ممالک کے سیاسی تعلقات محدود نہیں، دونوں ملک مذہبی اور تاریخی

اقدار میں بندھے ہوئے ہیں۔ شاہ سلمان نے کہا کہ سعودی عرب پاکستان کے ساتھ اپنے تعلقات کو بے حد اہمیت دیتا ہے۔ سعودی عرب کی خواہش ہے کہ پاکستان ترقی کر یں۔ ان کا کہنا تھا کہ سعودی عرب پاکستان کے ساتھ تمام شعبوں میں ہر ممکن تعاون کریں گا۔ وزیر اعظم پاکستان نے سعودی عرب کے شاہ سلمان کو پاکستان دورے کی دعوت بھی دی جو انہوں نے قبول کی۔ رپورٹس کے مطابق وزیر اعظم بننے کے بعد میا ں نواز شریف کا یہ پہلا سرکاری دورہ ہے۔ اس سے پہلے وہ کئی بار غیر سرکاری دورے پر سعودی عرب گئے ہیں۔

وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف کا دورے سعودی عرب کئی حوالوں سے اہمیت کا حامل ہے۔ جہاں خطے میں دہشت گردی کے واقعات روز بروز بڑھ رہے ہیں وہاں پر عرب ممالک میں شام اور ایران کے مسائل بھی عالمی نوعیت کے ہیں جبکہ حال ہی میں داعش کے ظہور پذیر ہونے سے بھی سیاسی اور عالمی حالات تبدیل ہو رہے ہیں۔ جس کا خطرہ عرب ممالک سمیت دوسرے مسلمان ملکوں کو بھی درپیش ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف جنگ اور قومی ایکشن پلان بننے کے بعد سے شدت پسندوں کو فنڈز کے حوالے سے کئی سوالات بھی پیدا ہوئے ہیں اور قومی ایکشن پلان میں ایک شق جس کے تحت دہشتگردوں کو سپورٹ کرنے اور ان کی مالی امداد کرنے والوں کو بھی روکا جائے گا جس کے تحت پاکستان میں مدارس کے حوالے سے یہ سوالات اٹھنا شروع ہوئے کہ مدارس سے شدت پسند اور انتہا پسند

پیدا ہو رہے ہیں اور بہت سے مدرسوں کو سعودی عرب اور ایران کی طرف سے مالی سپورٹ بھی ملتی ہے جس کو روکنے کے لیے سعودی عرب سے بات چیت بھی ہو رہی ہے کہ سعودی عرب کسی بھی مدرسے کو براہ راست رقم نہ بھجوائے بلکہ جو رقم بھی خیرات اور صداقات کی مد میں ہو حکومت پاکستان کے ذریعے سے کی جائے۔ وزیر اعظم کے حالیہ دورے میں یہ ایشو بھی ڈسکس ہو گا۔ یہ بھی یاد رہے کہ پاکستان میں اس وقت رجسٹرڈ مدارس کی تعداد 22 ہزار ہے جس میں بہت سے مدارس غیر رجسٹرڈ بھی ہیں جبکہ صرف اسلام آباد میں 187 مدارس غیر رجسٹرڈ ہیں اور 46 مدرسے گرین بیلٹ پر تعمیر ہوئے ہیں۔ اس طرح خیبر پختون خوا میں تین ہزار سے زائد مدارس ہے جس میں 770 مدرسے رجسٹرڈ ہی نہیں۔ پنجاب میں غیر ملکی امداد سے چلنے والی 147 مدارس بھی موجود ہے۔ قطر، یو اے ای، ایران اور سعودی عرب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ ممالک پاکستان میں مدارس کو فنڈز دیتے ہیں جو بعدازاں انتہاپسندی اور دہشت گردی میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ ان ممالک سے خیرات، زکوات اور صداقات بہت عرصے سے پاکستان کے مدارس کو مل رہے ہیں جس کا کوئی حساب کتاب موجود نہیں کہ یہ رقم کہاں کہاں اور کس مقصد کے لیے خرچ کی جاتی ہے۔ پاکستان کو اب نہ صرف سعودی عرب سے اس معاملے میں بات کرنی چاہیے بلکہ دوسرے ممالک ایران وغیرہ کو بھی براہ راست فنڈز دینے سے روکنا چاہیے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان سب سے زیادہ متاثرہ ہوا اور اب مزید تباہی سے ملک کو بچانے کے لیے قومی ایکشن پلان پر

عمل ناگزیر ہو چکا ہے کہ تمام شقوں پر بلا تفریق عمل کیا جائے تو تب دہشت گردی روک سکتی ہے۔

سیاسی تجزیہ کاروں اور ماہرین کے مطابق سعودی عرب سے پاکستان کا تعلق انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ سعودی عرب نے پاکستان کی ہمیشہ مدد کی ہے اور ہر مشکل گھڑی میں ساتھ بھی دیا ہے۔ پاکستان نے بھی ہمیشہ سعودی عرب کے ساتھ تعاون جاری رکھا ہے۔ پاکستان نہ صرف سعودی عرب کے ساتھ مختلف شعبوں میں معاونت کرتا ہے بلکہ اب بھی ہمارے پاک فوج کے جوان سعودی عرب میں موجود ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ سعودی عرب کے ساتھ سکیورٹی تعاون بھی جاری رکھا ہے۔ ماہرین سمجھتے ہیں کہ سعودی عرب کو پاکستان کے ساتھ اقتصادی شعبوں میں بڑھ چڑھ کر تعاون کرنا چاہیے تاکہ پاکستان توانائی بحران سمیت مختلف اقتصادی مسائل سے نکل جائے۔ سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق سعودی عرب کو پاکستان کے مدارس کو براہ راست فنڈز' نہ صرف روکنا چاہیے بلکہ ان تمام مدارس کے نام بھی بتانے چاہیے جن کو سعودی عرب کی طرف سے رقوام ملی ہے اور یہ بھی ظاہر کرنا چاہیے کہ مدارس کو کتنی کتنی رقم ملتی رہی ہے اور یہ رقم صرف سعودی حکومت کی طرف سے ملتی ہے یا انفرادی طور پر بھی دی جاتی ہے۔ وزیر اعظم نواز شریف کے سعودی حکومت کے ساتھ خصوصی تعلقات ہے۔وزیر اعظم کو سعودی عرب میں مقیم پاکستانیوں کے مسائل پر بھی بات کرنی چاہیے اور سعودی حکومت کے

ساتھ درپیش مسائل کے حل پر سنجیدہ اقدامات اٹھانا چاہیے تاکہ دوطرفہ تعلقات میں
مزید بہتری نظر آئیں اور پاکستانیوں کے شکوک و شبہات ختم ہو جائے۔

لسن ٹولرن

کسی بھی ملک کی ترقی اور روشن مستقبل 'ان کی نئی نسل سے وابستہ ہو تی ہے۔ اگر وہ نسل تعلیمی یافتہ اور پڑھی لکھی ہو تو اس ملک کو ترقی کرنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ پاکستان میں اس وقت ڈھائی کروڑ بچے اسکولوں سے باہر ہے اور جو بچے اسکولوں میں پڑھ رہے ہیں ان کو بھی کوئی خاص تعلیم وتربیت نہیں دی جارہی ہے جس کی بنیادی وجہ اسکولوں میں اساتذہ کی کمی 'پست معیار تعلیم ،انفرسٹر یکچر کی تباہ حالی اور اساتذہ کی ٹرننگ 'وہ بنیادی عوامل ہے جس کی وجہ سے جو بچے سرکاری اسکولوں میں پڑھ بھی رہے ہیں ان کی تعلیمی قابلیت اتنی بہتر نہیں ہوتی کہ وہ معاشرے اور ملک کی تعمیر وترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اپنے بچوں کو تعلیم دلوانا ہر ماں باپ کی تمنا ہوتی ہے لیکن پاکستان جیسے غریب ملک جس میں 11 کروڑ آبادی کو دووقت کی روٹی بھی پوری طرح دستیاب نہیں ہوتی وہاں پر اپنے بچوں کو تعلیم دینا' انتہائی مشکل اور ناممکن ہوتا ہے۔ حکومتی سطح پر بات تو کی جاتی ہے کہ پاکستان کی نئی نسل کو تعلیمی یافتہ بنائیں گے لیکن زمینی حقائق ہمیں مختلف نظر آرہے ہیں۔ صوبائی حکومتیں ہو یا وفاقی پہلے تو تعلیمی بجٹ انتہائی کم رکھا جاتا ہے پھر جو بجٹ مختص ہوتا ہے وہ بھی زیادہ تر تنخواہوں، انفر اسٹرکچر وغیرہ پر خرچ ہوتا ہے۔ بچوں کے نصاب ، تربیت

اور دلچسپی کے حوالے سے کوئی اقدام نہیں اٹھایا جاتا جس سے بچے اسکول کی طرف راغب ہو سکیں۔ حقیقت یہ ہے کہ 100 سالہ پرانے طریقوں کو آج بھی ہم نے آپنایا ہوا ہے۔ اساتذہ اور ولدین کی رویوں، سختیوں اور سزاؤں کی وجہ سے بہت سے بچے اسکول آنا ہی چھوڑ لیتے ہیں۔ بچوں کو اسکولوں کی طرف کیسے راغب کیا جائے اور ان کے اسکول کے ساتھ دلچسپی اور محبت کیسے پیدا کی جائے' اس پر کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔' حکومتی ادارے ہو یا دوسرے غیر سرکاری تنظیمیں ہر جگہ صرف زبانی بحث ومباحثے ہو رہے ہیں۔

مایوسی اور پریشانی کے اس عالم میں ایسے ادارے اور لوگ بھی موجود ہے جو اس گھمبیر مسئلے کو حل کرنے کے لیے عملی کام کر رہے ہیں۔ اسلام آباد میں قائم ادارے دی کمیونگیٹر نے سرکاری اسکولوں میں چھوٹے بچوں کی تعلیم وتربیت بہتر بنانے کے لیے ایک پروگرام ''لسن ٹولرن'' کے نام سے شروع کیا ہے جس میں اسلام آباد/ راولپنڈی اور ایبٹ آباد ہری پور کے شہری اور دیہی علاقوں کے اسکولوں میں پروگرام لسن ٹولرن ایف ایم ریڈیو پاور 99'' کے ذریعے بچوں کو تربیت اور انگریزی زبان سکھانے کا کام '' کر رہا ہے جو نہ صرف ملک کی تاریخ میں انوکھا اور سب سے مواثر پروگرام ہے بلکہ دنیا بھر میں ایسے پروگرام کی مثال نہیں ملتی۔ لسن ٹولرن یعنی سنو اور سکھو کا یہ پروگرام بچوں، اساتذہ اور ان کے والدین میں اتنا مقبول ہو چکا ہے کہ بچے، اساتذہ اور بچوں کے

والدین صبح نو بجے کا انتظار کرتے ہیں کہ یہ پروگرام کب شروع ہوگا۔
پہلی بار جب میں نے یہ پروگرام ایف ایم ریڈیو 99 پر سنا تو مجھے بحیثیت صحافی یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ پروگرام پاکستان کے ایک ادارے نے تیار کیا ہوا ہے اور پھر ریڈیو کے ذریعے اس کو پیش کیا جاتا ہے جس کو لاکھوں لوگ سنتے ہیں۔ بظاہر تو یہ پروگرام بچوں کے لیے ترتیب دیا گیا ہے لیکن اس پروگرام کی خوبصورتی اور اعلیٰ پروڈکشن کی وجہ سے ہر طبقے کو متاثر کیا ہے اور تمام لوگوں کے لیے یہ پروگرام فائدہ مند ہے۔ پروگرام میں پہلے دُعا اور پھر ڈاکٹر صاحب آج کی بات سے آغا کرتا ہے جس میں بچوں کو صفائی کے حوالے سے بتایا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر صاحب کی باتیں ریڈیو سننے والے تمام افراد کے لیے مفید ہوتی ہے۔ اس پروگرام کی ترتیب اتنے نرالے اور دل فریب انداز سے کی گئی ہے کہ جس سے میں بچے مکمل طور پر انوال یعنی شامل ہوتے ہیں۔ اس پروگرام کے ذریعے بچے بہت آسانی سے انگریزی سیکھ رہے ہیں۔ کلاس روم میں ایک بہت بڑا ریڈیو سیٹ رکھا ہوتا ہے جس کی آواز پورے کلاس میں سنائی دیتا ہے اور ساتھ میں کلاس کی ٹیچر صاحبہ بچوں سے عملی طور پر ''لسن ٹولرن'' پروگرام میں موجود کردار آمنہ بی بی اور یاسر چاچو کی ہدایت پر عمل کرکے بچوں سے مشق کراتے ہیں۔ پروگرام کا سگرپٹ' جس میں جدید دور کے پڑھانے کے انداز کو مدنظر رکھتے ہوئے بچوں کو سبق سکھایا جاتا ہے جس میں بچوں سے مشق

بھی کرائیں جاتے ہیں اور آئے روز ان کو نئے نئے الفاظ بھی سکھائے جاتے ہیں۔ جب سے میں نے یہ پروگرام سننا شروع کیا تو میری دلچسپی اس پروگرام میں پیدا ہونا شروع ہوئی تو میں نے اس پر ریسرچ کرنے کی غرض سے مختلف اسکولوں کا وزٹ کیا اور وہاں پر بچوں سے ملا، بچوں کے والدین سے بات کی اور اسکولوں میں متعلق پروگرام میں شریک اساتذہ سے بھی بات کی۔ بچوں میں یہ پروگرام انتہائی مقبول ہو چکا ہے۔ بچے بہت دلچسپی سے اس پروگرام میں شریک ہوتے ہیں۔ اسلام آباد کے ایک اسکول میں اس پروگرام کے حوالے سے ایک خاتون ٹیچر نے بتایا کہ سرکاری اسکولوں میں زیادہ تر غریب والدین کے بچے جاتے ہیں جہاں پر کلاس روم میں بچے زیادہ ہوتے ہیں اور اساتذہ کم تو اسکول میں تمام بچوں کو پوری توجہ نہیں دی جاتی، پھر جب وہ گھر چلے جاتے ہیں تو وہاں پر والدین کی طرف سے بچوں پر کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہوتا' پہلے زیادہ تر بچے اسکول آنے میں ہچکچاہٹ اور عدم دلچسپی ظاہر کرتے تھے لیکن اس پروگرام کے شروع ہونے سے بچے بہت شوق سے اسکول آنا شروع ہوئے اور ان کے والدین بھی بچوں کے تعلیم وتربیت کے متعلق دلچسپی لینے لگے ہیں۔ والدین یہ پروگرام گھروں میں سنتے ہیں۔ آسان الفاظ کی وجہ سے والدین کی بھی بہت زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی ہے کہ وہ بھی ڈاکٹر صاحب کی باتوں پر عمل کرکے بچوں کو صاف ستھرا رہنے صاف کپڑوں میں اسکولوں بھجواتے ہیں۔ خاتون ٹیچر کا کہنا تھا کہ اس پروگرام کو جاری رہنا چاہیے' اس پر وگرام سے بچوں کو کوالٹی ایجوکیشن مل رہی ہے۔

ایک اور خاتون ٹیچر نے بتایا کہ پہلے بچوں کی حاضر بہتر نہیں تھی' اس پروگرام میں بچے ایسے انوال ہوئے ہیں کہ ہمارے اسکولوں میں بچوں کی حاضر 98اور99فی صد ہو گئی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ اس پروگرام کی وجہ سے بچوں میں اعتماد پیدا ہوا ہے۔ بچوں کے ساتھ ساتھ اساتذہ کی معلومات میں بھی اضافہ ہوا ہے۔بچے پڑھائی میں دلچپی لینا شروع ہوئے ہیں۔ بچوں کی سکل اور لرننگ میں اس پروگرام کی وجہ سے بہت اضافہ ہوا ہے۔ وہاں پر موجود ایک بچی کی والدہ نے بتایا کہ ہمارے پاس اتنے پیسے نہیں ہوتے کہ ہم اپنے بچوں کو انگلش میڈیم اسکولوں میں پڑھائیں۔جب سے یہ پروگرام شروع ہوا ہے توہم میں بھی احساس ذمہ داری پیدا ہوئی ہے اور ہمارے بچوں میں بہت آگاہی پیدا ہوئی ہے،اس پروگرام سے تمام بچے آسانی سے انگریزی سیکھ رہے ہیں۔ یہ پروگرام بہت ہی اچھا ہے۔ میں نے پروگرام کے متعلق اس کے فیس بک پیج جو broadclass کے نام سے ہیں' وزٹ کیا تو وہاں پر میں نے ایک ٹیکسی چلانے والے کی آڈیو گفتگو سنی تو وہ کہتا ہے کہ میں یہ پروگرام ہر صبح سنتا ہوں۔ اس سے میں بھی بہت کچھ سیکھتا ہوں۔ اسی طرح ایک اسکول کے چوکیدار کا کہنا ہے کہ میں خود اس پروگرام سے بہت کچھ سیکھ رہا ہوں۔

میڈیاکے متعلق کہا جاتا ہے کہ میڈیا کا بنیادی کام اور مقصد لوگوں کو تعلیم، معلومات آگاہی اور تفریح دینا ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے میڈیا،

خاص کر الیکٹرونک میڈیا جس میں ٹیلی وژن اور ریڈیو شامل ہے' اس میں عوام کو تعلیم دینے کے پروگرام نہ ہونے کے برابر ہے۔ زیادہ تر کرنٹ افیئر کے پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔ یہ میڈیا اور ریڈیو کی تاریخ میں بھی پہلی دفعہ ہے کہ ریڈیو پر ایک ایسا پروگرام پیش کیا جاتا ہے کہ جس سے بچے اسکولوں میں اور ان پڑھ اور کم پڑھ لکھے لوگ گھروں، دکانوں اور گاڑیوں میں ریڈیو سن کر تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ میں نے میڈیا کی تاریخ میں اتنا بہترین، معلوماتی اور انفارمیٹیو پروگرام کبھی نہیں سنا ہے۔ میری تمام صوبائی حکومتوں اور خاص کر وفاقی حکومت سے درخواست ہے کہ اس پروگرام کو تمام اسکولوں میں خاص کر سرکاری اسکولوں میں لازمی قرار دیں تاکہ بچوں کی بہتر طور پر تعلیم وتربیت کی جاسکیں اور اساتذہ کی بھی ٹریننگ ہو سکیں' کہ بچوں کو کیسے پڑھنا چاہیے اور پڑھائی میں بچوں کی دلچسپی کیسے پیدا کی جاسکتی ہے۔

افغان طالبان اور کابل حکومت کے درمیان پاکستان کا کردار

خطے میں موجودہ دہشت گردی کی صورت حال کے پیش نظر عالمی طاقتوں سمیت کابل اور اسلام آباد کی کوششیں جاری ہے کہ افغان طالبان کو مذاکرات کے میز پر لایا جائے اور تمام خدشات اور معاملات کا بات چیت سے حل نکالا جائے۔ حکومت پاکستان کی جانب سے بھی کوششیں جاری ہے کہ افغان طالبان کابل میں موجود اشرف غنی کی حکومت کے ساتھ بات چیت شروع کریں۔ وزیراعظم کے مشیر برائے قومی سلامتی و امور خارجہ سرتاج عزیز کا بھی کہنا ہے کہ پاکستان افغان حکومت اور طالبان کے مابین مذاکرات کی حمایت کرتا ہے۔ سرتاج عزیز کا کہنا ہے کہ پاکستان مذاکرات کے لیے سہولیات دے رہے ہیں۔ چین اور پاکستان کی طرف سے سہولتات کے بعد طالبان نے اشرف غنی انتظامیہ کے تحت افغان حکومت کے امن عمل کے لیے مذاکرات پر رضامندی ظاہر کی لیکن اب تک ابتدائی رابطوں کی تصدیق نہیں ہوئی ہے۔ مشیر خارجہ کے مطابق افغانستان میں افغانوں کی زیر قیادت اور افغانیوں کے مابین مصالحتی عمل کی حمایت کر رہے ہیں۔ سرتاج نے گزشتہ روز سینٹ کی قائمہ کمیٹی کو بریفنگ میں بتایا کہ امریکہ اور طالبان کے درمیان مذاکرات ہو رہے ہیں اور نہ ایسی کوئی تجویز ہے۔

دوسری جانب ہمارے ذرائع کا کہنا ہے کہ افغان طالبان مذاکرات کے لیے رضامند ہو گئے ہیں ۔ ماضی کی سخت پالیسیوں کے برعکس اب طالبان کے روایہ میں تبدیلی آئی ہے۔ خواتین کی تعلیم سمیت کئی معاملات اور حقوق میں نرمی پیدا کی ہے۔ ذرائع کا یہ بھی کہنا ہے کہ طالبان نے اپنے پالیسی کے بارے میں ہمسایہ ممالک کو بھی آگاہ کر دیا ہے ۔ افغانستان کے موجودہ حالات اور خطے میں رونما ہونے والے واقعات کے پیش نظر افغان طالبان کو نہ صرف اپنے موقف میں تبدیلی لانے کی ضرورت ہے بلکہ اپنے روایہ میں زیادہ لچک کا مظاہرہ کرکے افغان حکومت کے ساتھ حکومت میں شامل ہونا چاہیے۔

کابل حکومت اور افغان طالبان کے درمیا مذاکرات میں پاکستان کا کردار کتنا اہم ہے ۔ میں نے سابق سفارت کار بی اے ملک سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ طالبان کے ساتھ افغان حکومت کی مذاکرات میں پاکستان کا کردار انتہائی اہم ہے ۔ پاکستان کے طالبان کے ساتھ ایک تعلق رہا ہے ۔ پاکستان کی کوشش ہے کہ طالبان مفاہمتی عمل میں شامل ہو جائے ۔ اگر طالبان مین سٹریم میں آتے ہیں اور دہشت گردی چھوڑتے ہیں تو طالبان کی افغانستان میں اگلی حکومت بن سکتی ہے۔ بی اے ملک کا کہنا تھا کہ امن کی بات کر نے والوں کو سپورٹ کرنا چاہیے ۔ امن اسلام کا دوسرا نام ہے۔ افغانستان میں امن قائم ہونے سے پورے خطے میں امن قائم ہوگا اور پاکستان پر اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔ پاکستان پہلے

بھی امن پروسس کو سپورٹ کرتا تھا اور اب بھی کرتا ہے۔ سب طاقتوں کو مل کر افغانستان میں امن قائم کرنے میں کردار ادا کرنا چاہیے۔ بی اے ملک نے بتایا کہ طالبان مذاکرات میں سنجیدہ نہیں ہوتے لیکن اگر مذاکرات کے میز پر آتے بھی ہے تو شرائط بہت سخت رکھتے ہیں جس کو پورا کرنا مشکل ہوتا ہے۔

افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کامیاب ہوں گے یا نہیں ۔ یہ وہ سوال ہے جس پر آج ہر جگہ بحث ہورہی ہے۔ پاکستان مذاکرات کو کامیاب بنانے میں کیا کردار ادا کرسکتا ہے میں نے سنئیر تجزیہ کار پروفیسر حسن عسکری سے پوچھا تو ان کا کہنا تھا کہ پاکستان سہولت کار ہے۔ پاکستان مدد کرسکتا ہے کہ افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات شروع ہو جائے ۔ افغان حکومت اور طالبان پر منحصر ہے کہ وہ مذاکرات کو کامیاب بناتے ہیں یا نہیں۔ حسن عسکری نے بتایا کہ کابل حکومت کی بھی کوشش ہوگی کہ جن لوگوں اور گروپوں سے بات ہوسکتی ہے ان سے بات کریں تاکہ سیاسی راستہ نکل جائے اور مخالفین کم سے کم ہو جائے۔ انہوں نے بتایا کہ طالبان سے بات چیت کرکے ان کازور کم کیا جائے تو یہ اچھا ہوگا۔

سیاسی تجزیہ کاروں اور عسکری ماہرین کا کہنا ہے کہ افغان طالبان کی بہتری

اسی میں ہیں کہ وہ افغان حکومت سے مذاکرات جلد از جلد شروع کریں اور اپنے مطالبات اور موقف کو قوم اور دنیا کے سامنے پیش کریں۔ افغان طالبان کو اب دنیا کی سیاست اور خطے میں رونما ہونے والے واقعات کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ افغانستان کی پوزیشن اب ماضی کے بر عکس بہت تبدیل ہو چکی ہے۔ ادارے بن چکے ہیں۔ فوج پولیس اور سکیورٹی کے دوسرے ادارے بھی کام کر رہے ہیں۔ پورے دنیا کی سپورٹ، اب افغان حکومت کے ساتھ ہے جبکہ طالبان کو اب کسی ملک کی سپورٹ حاصل نہیں ہے۔ مسلسل جنگوں سے اب افغان عوام بھی تنگ آچکی ہے۔ افغان عوام اب چاہتے ہیں کہ ملک میں پائیدار امن قائم ہو جائے۔ افغانستان میں مضبوط حکومت قائم ہو جو افغان عوام کے بنیادی مسائل حل کریں۔

افغان طالبان اور اشرف غنی کی حکومت کے درمیان ہونے والے مذاکرات کا آغاز بہت جلد شروع ہونے والا ہے۔ پاکستان کی بھی کوشش ہے کہ یہ مذاکرات کامیاب ہو ۔ پاکستان کابل میں اشرف غنی انتظامیہ اور طالبان کے درمیان بہتر اور مثبت کردار ادا کر سکتا ہے لیکن مذاکرات کی کامیابی کی ذمہ داری جہاں پر افغان حکومت پر عائد ہوتی ہے اس سے زیادہ کامیابی کا انحصار طالبان پر ہے کہ وہ اپنے موقف میں کتنا لچک کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کامیاب ہونے کی صورت میں نہ صرف افغانستان میں امن قائم ہو جائے گا بلکہ پاکستان سمیت پورے خطے پر اس کے مثبت اثرات مرتب ہوں گے

اور دہشت گردی کے خلاف جنگ کا تعین کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ جو لوگ پا کستان اور افغانستان میں شدت پسندوں کو سپورٹ کرتے ہیں اور حالات کو خراب کر تے ہیں۔ ان دہشت گردوں اور شدت پسندوں کے خلاف آپریشن میں بھی آسانی پیدا ہو گی۔

ملک کے موجودہ حالات

جہاں پر پیر کے دن اسلام آباد میں 23 مارچ کو یوم پاکستان کی فوجی پریڈ کے لیے سکیورٹی کے سخت انتظامات کیے گئے ہیں تاکہ کوئی ناخوشگوار واقع رونما نہ ہو جائے۔ پولیس، رینجرز اور آرمی کے جوانوں نے اسلام آباد میں ہونے والے پریڈ کو پرامن بنانے کے لیے سخت چیکنگ کی حکمت عملی بھی بنائی ہے۔ وہاں پر یوم پاکستان کے موقعے پر ہونے والے اس پریڈ میں تینوں مسلح افواج کے سربراہاں کے علاوہ وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف اور صدر مملکت ممنون حسین بھی شریک ہوں گے۔ جہاں پر فورسز پریڈ کے علاوہ جیٹ جہازوں کے فضائی کرتب، میزائلوں، ٹینکوں اور ممکنہ طور پر حال ہی میں بننے والے ڈرون طیاروں کی بھی نمائش کرائی جائے گی۔

پاک فوج اور سکیورٹی اداروں کی جانب سے دہشت گردوں کے خلاف اعلان جنگ شروع ہے۔ جہاں قبائلی علاقوں میں آپریشن ضرب عضب جاری ہے وہاں پر یقینی طور پر یوم پاکستان کے موقعے پر فوجی پریڈ کا انعقاد پورے قوم کے لیے ایک اچھا شگون اور مثبت پیغام ہے کہ مسلح افواج ہر قسم کی چیلنجز اور قربانیوں کے لیے تیار ہے اور شدت پسندوں کے خلاف آپریشن اور قومی ایکشن پلان پر عمل کو

یقینی بنانے پر کوئی سمجھوتا نہیں کیا جائے گا۔

ان حالات میں جہاں پر کراچی میں گزشتہ ہفتے متحدہ قومی مومنٹ کے مرکز نائن زیرو پر رینجرز کی جانب سے آپریشن کیا گیا تھا وہاں پر بہت سے مطلوب ٹارگٹ کلر، جرائم پیش عناصر کے علاوہ سزایافتہ افراد کا پکڑے جانا اور ایم کیوایم کے سینئر رہنما عامر خان کا تاحال حراست میں ہونا اور لاہور میں گرجا گھر پر حملے کے بعد پیدا ہونیوالے صورت حال پر ہر ز شعور پریشان اور غمگین ہے۔ایم کیوایم کے بارے میں پہلے بھی اس طرح کی کارروائیوں کی جاچکی ہے لیکن اس دفعہ قومی ایکشن پلان کے تحت کسی بھی جرائم پیش عناصر وہ سیاسی پارٹی ہو یا مذہبی جماعت کو معاف نہیں کیا جائے گا۔ ایم کیوایم کے بارے میں پہلے اتنی کھل کر نہ بات کی جاتی تھی اور نہ ہی آپریشن کیا گیا تھا۔ ان کے مرکز سے ملنے والا اسلحہ اور گرفتار ہونے والے افراد کی انکشافات نے مزید قومی سیاست میں ہلچل پیدا کردی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ ایم کیوایم پر پابندی کب لگتی ہے۔ بعض سیاسی جماعتوں کی جانب سے بھی یہ مطالبہ سامنے آیا ہے کہ جس سیاسی جماعت میں دہشت گرد موجود ہو ان کیخلاف سخت ایکشن لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں گزشتہ روز اسلام آباد میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان نے کہا ہے کہ ہم کراچی میں جاری نائن زیرو پر رینجرز کے آپریشن کو سپورٹ کرتے ہیں۔ رینجرز کو بلاتفریق

کارروائی کرنی چاہیے۔ عمران خان کا کہنا تھا کہ سیاسی جماعتوں کے عسکری ونگز ختم کرنی چاہیے جس کے پاس بھی اسلحہ اور مجرم ہو اس سیاسی جماعت پر پابندی ہونی چاہیے۔ ایم کیوایم کے خلاف یہ آپریشن بہت پہلے ہونا چاہیے تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ الطاف حسین تاجروں اور صحافیوں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔ مجھے بھی دھمکیاں دی ہے۔نائن زیرو پر چھاپہ تبدیلی کااشارہ ہے۔ چیئر مین تحریک انصاف کا کہنا ہے کہ آپریشن کراچی کے لوگوں کے لیے آزادی کا ابتدا ہے۔ دوسری طرف وزرات داخلہ نے ڈی جی رینجرز کو جرائم پیش عناصر کے خلاف جاری ٹارگٹڈ آپریشن میں کسی قسم کا دباؤ نہ لاتے ہوئے ہر قیمت پر جاری رکھنے کی ہدایت بھی کی ہے اور بتایا گیا ہے کہ پکڑے ہوئے مجرموں سے تفتیش پر کسی قسم کا دباؤ قبول نہ کیا جائے جبکہ آنے والے دنوں میں مزید ایسی کارروائیاں کی جائے گی۔ وفاقی وزیر داخلہ چوہدری نثار نے برطانوی ہائی کمیشنر سے اسلام آباد میں گزشتہ روز ملاقات کی اور ان کو ایم کیوایم کے قائد کے خلاف درج ایف آئی آر کی کاپی بھی دی اور ان سے مطالبہ کیا کہ لندن میں بیٹھے برطانوی شہری الطاف حسین کے خلاف کارروائی کی جائے اور ان کی زبان روکی جائے۔ انہوں نے ہائی کمیشنر کو بتایا کہ پاکستان دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے۔ پاک فوج قبائلی علاقوں میں جاری آپریشن ضرب عضب میں مصروف ہے۔ الطاف حسین سکیورٹی فورسز کے خلاف الزامات لگا رہے ہیں اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جبکہ قومی اسمبلی میں وزیر داخلہ نے خطاب کر

تے ہوئے کہا ہے کہ عمران فاروق کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے گا۔ برطانوی ہائی کمشنر سے اس سلسلے میں بات ہوئی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ عمران فاروق قتل کیس کو سیاسی جوڑ توڑ کا حصہ نہ بنایا جائے۔

دوسری طرف لاہور یوحنا آباد چرچ میں پیش آنے والے سانحے پر ہر کوئی آفسردہ تھا لیکن اس کے بعد مظاہرین کی جانب سے دو بے گناہ مسلمانوں کی جلانے جانے پر بھی سوالات اٹھائے جارہے ہیں کہ مسیحی آبادی کا پر تشدد احتجاج کے وقت پولیس اور دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے بننے والی فورس کہاں پر تھی انہوں نے فوری طور پر رد عمل کا مظاہرہ کیوں نہیں کیا۔ سیاسی رہنماؤں کی جانب سے بھی یہ مطالبہ سامنے آیا کہ جو لوگ دو بے گناہوں کو جلانے میں ملوث ہے ان کے خلاف فوری اقدامات کیے جائے اور ملوث عناصر کو سخت سے سخت سزا دی جائے لیکن تاحال ملوث عناصر کو گرفتار نہیں کیا گیا ہے۔ وزیر داخلہ چوہدری نثار نے اس معاملہ پر کہا ہے کہ انسانوں کو زندہ جلانے بدترین دہشتگردی ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ دو افراد کو زندہ جلانے والوں کے خلاف کارروائی ہوگی۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ حکومت ہر عبادت گاہ کو سکیورٹی فراہم نہیں کر سکتی۔

تجزیہ کاروں کے مطابق ملک کے موجودہ حالات انتہائی نازک ہے۔ ایک طرف دہشت

گردوں کے خلاف فاٹا میں آپریشن جاری ہے تو دوسری جانب قومی ایکشن پلان کے تحت ملک بھر میں شدت پسندوں اور دہشت گردوں کے خلاف گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے۔ جہاں پر حکومت کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ قومی ایکشن پلان کے تحت ہونے والے کارروائی کے تحت سکیورٹی فورسز کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہو وہاں پر یہ ذمہ داری تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں پر بھی عائد ہوتی ہے کہ وہ حکومت اور سکیورٹی فورسز کا ساتھ دیں۔ عوام بھی حکومت اور فورسز کے ساتھ کھڑی ہو جائے تاکہ جس سیاسی جماعت میں بھی دہشتگرد موجود ہو ان کے خلاف بلاتفریق کارروائی ہو سکیں۔

آپریشن ضرب عضب کے بعد خیبر 2 آپریشن

سکیورٹی فورسز کی جانب سے شمالی وزیرستان میں آپریشن ضرب عضب جاری ہے جب کہ خیبر ایجنسی کے علاقے تیراہ میں بھی شدت پسندوں کے خلاف آپریشن خیبر 2 جاری ہے ۔ اب تک کے سکیورٹی معلومات اور اطلاعات کے مطابق آپریشن ضرب عضب میں تقریباً 90 فی صد علاقہ کلیئر ہو چکا ہے۔ سکیورٹی فورسز نے تقریباً 25 سو شدت پسندوں کو مار دیا ہے جبکہ تقریباً سو فوجی جوانوں سمیت آفیسر بھی آپریشن کرتے ہوئے شہید ہوئے ہیں۔ سکیورٹی فورسز کی جانب سے بڑی تعداد میں شدت پسندوں کے ٹھکانے ، ٹریننگ سنٹر سمیت بڑی تعداد میں اسلحہ و بارود بھی برآمد اور تباہ کیا گیا ہے۔ پہاڑی علاقہ اور دشوار گزار راستوں کی وجہ سے آپریشن میں سکیورٹی فورسز کو مزاحمت کا سامنا بھی کرنا پڑ رہا ہے۔ افغانستان سے طویل سرحد کی وجہ سے شدت پسند حملے کرکے واپس افغانستان چلے جاتے ہیں جس کی وجہ سے فورسز کو مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ آپریشن ضرب عضب کی وجہ سے شدت پسند فاٹا کے دوسرے علاقوں میں بھی محفوظ ٹھکانے تلاش کر رہے ہیں ۔ اب خیبر 2 آپریشن خیبر ایجنسی میں تیزی کے ساتھ جاری ہے ۔ خیبر ایجنسی کے علاقہ تیراہ میں جو ایک پہاڑی علاقہ ہے وہاں پر شدت پسندوں کے ٹھکانے تباہ کیے جا رہے ہیں۔ سکیورٹی فورسز کی جانب سے جاری کارروائیوں میں اہم کامیابیاں

ملنے اور دہشت گردوں کو پسپا کرنے کا دعوی بھی کیا گیا ہے۔آئی ایس پی آر کی جانب سے یہ بتایا گیا ہے کہ افغان سرحد سے متصل قبائلی علاقوں میں سکیورٹی فورسز نے فضائی حملے کیے اور دہشت گردوں کے کئی ٹھکانے تباہ کیے ہیں۔ڈی جی آئی ایس پی آر میجر جنرل عاصم باجوہ کے مطابق سکیورٹی فورسز نے مستول سرنگ پر قبضہ بھی کیا ہے جو شدت پسند خیبر ایجنسی سے افغانستان آنے جانے کے لیے استعمال کرتے تھے۔انہوں نے مزید بتایا کہ فوج پیش قدمی کر رہی ہے اور دہشت گردوں کے خلاف گھیرا مزید تنگ کیا جا رہا ہے۔

یاد رہے کہ سکیورٹی فورسز کی جانب سے خیبر ایجنسی کے دور افتادہ علاقہ وادی تیراہ میں گزشتہ کچھ دنوں سے کارروائیوں میں تیزی آئی ہے جبکہ دو ہفتوں کے دوران دو سو سے زائد شدت پسند کو مارا کیا ہے۔دوسری طرف گزشتہ دنوں افغان سرحدی علاقے میں امریکا نے شدت پسندوں کے خلاف ڈرون حملہ کیا جس میں اہم کمانڈرز ٹارگٹ ہوئے

۔

قبائلی علاقوں میں جاری آپریشنز کی وجہ سے شدت پسندوں کے خلاف لڑائی میں تیزی آئی ہے۔ ہمارے ذرائع کے مطابق وادی تیراہ میں وقتاً فوقتاً مختلف علاقوں میں جیٹ طیاروں سے بمباری کی جارہی ہے جس میں تحریک طالبان اور لشکر اسلام کے اہم ٹھکانے بھی تباہ ہوئے ہیں۔اطلاعات کے مطابق بدھ کے روز

وادی تیراہ میں اہم کمانڈرروں سمیت 30 شدت پسند کو مار دیا گیا ہے تاہم کمانڈرز کے نام نہیں بتائے گئے ہیں۔ ذرائع کے مطابق کارراوئی کے دوران شدت پسندوں کے اسلحے کے دو ذخیرے بھی تباہ کیے گئے ہیں۔

سکیورٹی کے ان حملوں میں لشکر اسلام کے ترجمان صلاح لدین ایوبی کو بھی ٹارگٹ کیا گیا ہے لیکن جوابی کارروائی میں شدت پسندوں کی جانب سے فاٹا کے مختلف علاقوں میں رد عمل بھی سامنے آرہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بم دھماکے اور حملے بھی سرکاری املاک اور اداروں پر کیے جارہے ہیں۔

سکیورٹی اداروں کی جانب سے شدت پسندوں کے خلاف کارروائیاں اور ان کی طرف سے رد عمل پر دفاعی تجزیہ کار جنرل (ر) طلعت مسعود نے بتایا کہ فوجی کارروائیوں میں کامیابیاں ضرور حاصل ہوئی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ شدت پسندوں کا مکمل خاتمہ یا صفایا ہوا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ اب بھی کئی علاقوں میں ان کا کنٹرول ہے جبکہ بعض لوگوں کی حمایت بھی ان کو حاصل ہے۔ جنرل (ر) طلعت مسعود نے بتایا کہ صرف فوجی کارروائیوں سے یک دم شدت پسندوں کا خاتماں مشکل ہے۔ آپریشن کی وجہ سے ان کا رد عمل ضرور آئے گا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ فوجی کارروائی اور آپریشن سے شدت پسند کمزور ہوئے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ صرف فوجی آپریشن پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔

تجزیہ کاروں اور ماہرین کے مطابق جہاں پر قبائلی علاقوں میں ملٹری آپریشنز کیے جارہے ہیں، سکیورٹی اداروں کی جانب سے کارروائی ہورہی ہے۔ پاک فوج اور سکیورٹی اداروں کے اہلکار قربانیاں بھی دے رہے ہیں لیکن سیاسی جماعتوں اور عوام میں خاص کر قبائلی لوگ آج بھی تذبذب کا شکار ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ پہلے سیاست دان خود اس کنفیوژن سے نکلے اس کے بعد سیاست دان اور حکومت مل کر قبائلی عوام اور پاکستانی قوم کی رہنمائی کریں تاکہ تذبذب ختم ہوجائے۔ہم سب کو مل کر ملک و قوم کے ان دشمنوں کے خلاف صف آرا ہونا پڑے گا تب ہم ان شدت پسندوں اور ملک دشمنوں کے خلاف لڑا سکتے ہیں اور یہ جنگ جیت سکتے ہیں۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ صرف ملٹری فورس کے ذریعے لڑائی نہیں جیتی جاسکتی۔ قومیں فوج کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑی ہوتی ہے تب دشمن کو شکست ہوتی ہے۔

یمن کی موجود صورتحال میں پاکستان کا کردار

یمن میں خانہ جنگی جاری ہے۔ حالات روز بروز خراب ہوتے جارہے ہیں۔ یمنی حکومت کی مدد کے لیے سعودی عرب کی سربراہی میں خلیجی ممالک کی یمن کے حوثی قبائل کے خلاف فوجی کارروائیوں کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ حالیہ اطلاعات کے مطابق پناہ گزین کیمپ پر فضائی حملے جاری ہے گزشتہ روز ایک حملے میں 45افراد جاں بحق جبکہ 65زخمی ہو گئے۔ یمن کی حکومت اور حوثی قبائل کے درمیان شروع ہونے والی کشیدگی کے بعد مذکورہ کیمپ بے گھر ہونے والے شہریوں کے لیے 2009 میں قائم ہوا تھا۔ میڈیا رپورٹ کے مطابق یمن میں جاری کشیدگی کے باعث گزشتہ تین چار روز میں ہزاروں خاندان آکر آباد ہوئے ہیں جبکہ روز بروز اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔اطلاعات کے مطابق سعودی عرب اور اس کی اتحادیو ں نے گزشتہ روز بھی یمنی باغیوں کے اہم ٹھکانو ں پر فضائی کارروائی جاری رکھی جبکہ ایران کی جانب سے یمن کے حوثی قبائل کی حکومت کے صدر منصور ہادی کے خلاف مبینہ امداد بند نہ ہونے تک باغیوں کے خلاف فضائی کارروائیاں جاری رکھنے کے عزم کا ایک بار پھر اظہار کیا ہے۔ رپورٹس کے مطابق یمن کے دارالحکومت صنعا کے اطراف کے علاقوں میں حوثی باغیوں اور ریپبلکن گارڈز پر بھی فضائی حملوں کی اطلاعات ہے۔

یمن میں جاری خانہ جنگی کے اثرات پاکستان پر بھی پڑنے کے خدشات جنم لے رہے ہیں
۔ پاکستان کے دوست ملک سعودی عرب کو بھی اس جنگ کی وجہ سے تشویش لاحق ہے
جس کے پیش نظر سعودی عرب نے پاکستان سے فوجی امداد کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ عالمی
میڈیا کی جانب سے یہ خبریں بھی آ رہی ہے کہ پاکستان پہلے سے اس جنگ میں شریک
ہے لیکن پاکستانی حکام کی جانب سے ایسی خبروں کی تردید کی گئی ہے۔ وزیر اعظم
پاکستان میاں نواز شریف نے صورت حال کا جائزہ لینے کے لیے اعلیٰ سطحی وفد وزیر
دفاع خواجہ آصف کے سربراہی میں سعودی عرب بھجوایا جس میں مشیر خارجہ سرتاج
عزیز اور اعلیٰ فوجی قیادت شامل ہے جس نے سعودی حکام سے ملاقاتیں کی ہے۔اب
تک اطلاعات کے مطابق سعودی حکام نے پاکستانی وفد سے فوجی دست بھجوانے کا مطالبہ
کیا ہے کہ جلد از جلد پاکستانی فوج بھجوا دی جائے۔ تاتام تحریر پاکستان کی جانب اس کی
تصدیق نہیں ہو سکی ہے کہ پاکستان اپنی فوج یمن بھیجے گا یا نہیں۔

پاکستان میں سیاسی جماعتوں کی جانب سے خلیجی جنگ میں کودنے کی مخالفت کی گئی ہے
۔پاکستان تحریک انصاف، عوامی نیشنل پارٹی، جماعت اسلامی، جمعیت علما اسلام اور پیپلز
پارٹی کی جانب سے کھل کر مخالفت سامنے آ گئی ہے کہ پاکستان پہلے سے حالات جنگ
میں ہے۔ حکومت اس جنگ میں نہیں کودنا چاہیے۔ فوج

آپریشن ضرب عضب اور ملک بھر میں دہشت گردوں کے خلاف برسرپیکار ہے۔
اپوزیشن لیڈر اور پیپلز پارٹی کے سنئیر رہنما خورشید شاہ نے سکھر میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا ہے کہ یمن کے حوالے سے تمام فیصلے مستقبل کے پیش نظر سوچ سمجھ کر کیے جائیں۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم 30 سال سے دوسروں کی جنگ کی آگ میں جل رہے ہیں۔ افغانستان کے صدر طالبان سے معافی مانگ رہے ہیں جبکہ ہم یہاں دہشت گردی کی آگ میں جل رہے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ ہمیں کسی کی جنگ میں شامل ہونے سے قبل تمام فیصلے سوچ سمجھ کر کرنے چاہیے۔
حکومت کی جانب سے یمن میں جاری خانہ جنگی پر کہا گیا ہے کہ پاکستان جو بھی فیصلہ کریں گا وہ پارلیمنٹ کو اعتماد میں لے کر کریگا لیکن پاکستان اپنے دوست ملک سعودی عرب کو مشکل حالات میں تنہا نہیں چھوڑے گا۔ اگر سعودی عرب کو اس جنگ سے خطرہ ہوا تو پاکستان سعودی عرب اور حرمین شریفین کو بچانے کے لیے اپنی فوج سعودی عرب بھجوادے گا لیکن حکومت نے تاحال اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔
جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق کی طرف سے یہ بیان سامنے آیا ہے کہ پاکستان اس جنگ میں گودنے کے بجائے اس آگ کو ٹھنڈا کرنے میں کردار ادا کریں۔ پاکستان کو دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ مل کر یمن کی صورت حال میں اپنا مثبت کردار ادا کرنا چاہیے۔

دوسری طرف یمن میں موجود پاکستانیوں کو بھی خطرات لاحق ہے۔ وزیراعظم نواز شریف نے متعلقہ حکام کو ہدایت جاری کی ہے کہ تمام محصورین کو پاکستان واپس لایا جائے۔ اب تک پانچ سو سے زائد محصورین وطن واپس پہنچ چکے ہیں جبکہ دو سو افراد کو چین کے بحری جہاز کے ذریعے عدن سے جبرتی کے لیے روانہ کیا گیا ہے جو وہاں سے پی آئی اے کے ذریعے وطن واپس آئیں گے لیکن بہت سے پاکستانی اب بھی یمن میں محصور ہے جس کو لانے کے لیے کوششیں جاری ہے لیکن یمن میں موجود پاکستانی محصورین حکومت کی کوششوں سے مطمئن نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ یمن میں پاکستانی سفارت خانے کی بندش بھی ہے۔ نجی ٹیلی وژن ڈان نیوز سے گفتگو کرتے ہوئے وہاں پر مقیم ایک پاکستانی نے کہا کہ صنعا میں زندگی اجیرن ہو چکی ہے۔ دوسرے ممالک کے جہاز ایئر پورٹ پر آتے ہیں اور اپنے لوگوں کو لے جاتے ہیں لیکن پاکستان نے اپنی ائر لائنز کی سروس بند کر دی ہے۔ صنعا میں موجود آئل فیکٹری پر بھی بمباری ہوئی ہے جس میں پاکستانیوں کی جاں بحق ہونے کی اطلاعات بھی آئی ہے۔

یمن کے موجود حالات پر ہر مسلمان پریشان ہے۔ تجزیہ کاروں کے مطابق پاکستان کو یمن کی موجود حالات میں بہت سوچ سمجھ کر قدم اٹھانا چاہیے۔ پاکستان ایک ایٹمی قوت ہے۔ دنیا اور خاص کر امت مسلمہ میں اپنا ایک مقام رکھتا ہے۔ پاکستان کو ملک کے اندر روانی حالات کو دیکھتے ہوئے اپنا کردار

امن کے لیے ادا کرنا چاہیے تاکہ یمن میں بات چیت سے مسئلہ حل ہو جائے۔ پاکستان کو یمن کے مسئلے میں فریق بننے سے گریز کرنا چاہیے۔

اجلاس یمن پر اور تنقید تحریک انصاف پر

یمن کے مسئلے پر 6 اپریل کو پارلیمنٹ کا مشترکہ اجلاس شروع ہوا جس میں اراکین اسمبلی نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت کو یمن کی خانہ جنگی سے دور رہنا چاہیے۔ پاکستان سعودی عرب کی سلامتی اور جغرافیائی وحدت کو لاحق خطرات کے تدارک کے لیے فوج بھجوانے کے بجائے سفارتی کوششیں کریں۔ اراکین اسمبلی کا کہنا ہے کہ اقوام متحدہ کے ذریعے متحارب فریقوں میں سیز فائراور بات چیت کے ذریعے مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔ پاکستان اور ترکی دیگر اسلامی ممالک کو ساتھ ملا کر ایران اور سعودی عرب کو ایک میز پر بٹھائیں۔ مشترکہ اجلاس سے خطاب میں پیپلز پارٹی، تحریک انصاف، ایم کیو ایم، عوامی نیشنل پارٹی، جماعت اسلامی، جمعیت علما اسلام اور پختون میپ کے اراکین اسمبلی نے یمن کے مسئلے پر بحث میں حصہ لیا۔ تمام سیاسی جماعتوں نے اس بات پر زور دیا کہ حکومت کو یمن میں اپنی فوج نہیں بھیجنا چاہیے۔ پاکستان خود دہشت گردی کے خلاف جنگ لڑ رہا ہے جس میں کسی بھی ملک نے پاکستان کے ساتھ مدد نہیں کی۔ بعض اراکین اسمبلی نے کہا کہ پہلے ہی ہماری افغانستان میں مداخلت کی وجہ سے ملک دہشت گردی کا شکار ہوا ہے۔ پی پی پی اراکین اسمبلی کی طرف سے بھی کہا گیا کہ یہ شیعہ سنی لڑائی نہیں ہے' اس تاثر کو ہمیں خود ختم کرنا چاہیے۔ چوہدری اعتزاز احسن

نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ حکومت اراکان اسمبلی کو حقیقت سے آگاہ کریں۔ حکومت واضح پالیسی اختیار کریں۔ تحریک انصاف کی جانب سے کہا گیا کہ پاکستان کو سعودی عرب اور یمن کے باغیوں کے معاملے میں غیر جانبدار رہنا چاہیے۔ پی ٹی آئی کے شاہ محمود قریشی اور شریں مزاری کی جانب سے کہا گیا کہ سعودی عرب کی سلامتی کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ یہ یمن کا اندرونی جھگڑا ہے۔ ہمیں ماضی سے سبق سیکھ کر دوسرے ممالک کے معاملات میں مداخلت نہیں کرنا چاہیے۔ ایم کیوایم کی جانب سے کہا گیا کہ یمن میں اندرونی جنگ جاری ہے۔ سعودی عرب مداخلت کررہا ہے۔ ہم کیسے سعودی عرب کا کہنا مانے۔ ایم کیوایم کے رہنماؤں نے بھی فوج بھجوانے کی مخالفت کردی کہ پاکستان متحمل نہیں ہوسکتا۔ عوامی نیشنل پارٹی کے رہنماؤں نے بھی یمن جنگ کا حصہ بنانے کی مخالفت کرتے ہوئے سینیٹر الیاس بلور نے کہا کہ سعودی عرب کی محدو مدد کرنی چاہیے اور اپنی فوج کو ملوث نہیں کرنا چاہیے۔ ہم اپنی توجہ مشرق وسطی پر مرکوز نہیں کرسکتے۔ جماعت اسلامی اور جمعیت علما اسلام کے رہنماؤں نے بھی اپنے خطاب میں کہا کہ پاکستان کو دوسرے اسلامی ممالک کے ساتھ ملا کر اس آگ کو ٹھنڈا کرنا چاہیے۔ ہمیں سوچ سمجھ کر فیصلے کرنے ہوں گے۔ سعودی عرب کے ساتھ ہمارے اچھے تعلقات ہیں اور دوسرے برادار اسلامی ممالک کے ساتھ بھی ہمارے اچھے اور بہتر تعلقات ہیں۔

یمن اور سعودی عرب کے مسئلے پر حکومت کی جانب سے یہ کہا گیا کہ دوسرے اسلامی ممالک کو بھی کردار ادا کرنا چاہیے۔حکومتی اراکان کا کہنا تھا کہ پارلیمان میں ہونے والی بحث سے حکومت کو عوامی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرنے اور پالیسی بنانے میں مدد ملے گی۔وزیراعظم میاں نواز شریف کی جانب سے کہا گیا کہ پاکستان جو بھی فیصلہ کریں گا وہ ایوان کو اعتماد میں لے کر کرے گا۔ حکومت نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا ہے۔ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ پاکستان ترکی اور ایران کے ساتھ بھی بات چیت کر رہا ہے۔ پاکستان کا کردار مثبت ہوگا۔ حکومت چاہتی ہے کہ یمن مسئلے کا پرامن حل نکلیں۔

تجزیہ کاروں کی جانب سے بھی یہ کہا گیا ہے کہ حکومت کو عرب اسپرنگ میں حصہ نہیں لینا چاہیے۔ بجائے فریق بننے کے پاکستان کو ثالث کا کردار ادا کرنا چاہیے ۔ تجزیہ کاروں کے مطابق پاکستان کو اپنی افواج امن کے لیے صرف بھیجنی چاہیے۔ پاکستان نے ماضی میں دوسرے ممالک میں امن کے لیے اپنی فوج بھجوائی ہے۔ یمن مسئلے پر اوآئی سی کی خاموشی حیران کن ہے۔ اوآئی سی سمیت اقوام متحدہ کو بھی اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ حکومت فوج نہیں بھجوائے گی۔

حکومت نے جب یمن مسئلے پر مشترکہ اجلاس پیر کے روز بلایا تو تحریک انصاف نے

بھی سات ماہ بعد اسمبلی میں واپس جانے کا فیصلہ کیا کہ ہمیں یمن کے مسئلے پر اجلاس میں شریک ہونا چاہیے کہ جب حکومت نے دو سال بعد تحریک انصاف کا الیکشن 2013 میں دھاندلی کے خلاف تحقیقات کا جوڈیشل کمیشن کا مطالبہ مان لیا ہے تو اسمبلی سے باہر رہنے کا جواز بھی ختم ہو جاتا ہے۔ حکومت کے سینئر وفاقی وزیر اور وزیر اعظم کے دست راز اسحاق ڈار نے بھی تحریک انصاف کو منالیا تھا کہ وہ اسمبلیوں سے اپنا احتجاج ختم کریں جبکہ تمام سیاسی جماعتیں اور میڈیا بھی تحریک انصاف پر تنقید کر رہا تھا کہ پی ٹی آئی اپنا احتجاج اسمبلی کے فلور پر کیا کریں۔اب جب تحریک انصاف کے ارکان پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں آئیں تو حکومتی اراکین سمیت ایم کیوایم ، جمعیت علما اسلام اور عوامی نیشنل پارٹی کے ارکان نے بھی خوب تنقید کی لیکن مسئلہ اس وقت زیادہ خراب ہوا جب حکومت کے وزیر دفاع خواجہ آصف نے پی ٹی آئی اراکین پر تنقید کرتے ہوئے شرم و حیا جس غیر پارلیمانی الفاظ استعمال کر کے ان پر برسے جس کا جواب پیپلز پارٹی کے رہنما چوہدری اعتزاز احسن نے دیا کہ حکومت کا روایہ درست نہیں ہے ۔ یہ سب کچھ وزیر اعظم نواز شریف کے موجودگی میں ہوا جس سے بھی کئی سوال پیدا ہوئے کہ یہ سب کچھ پلاننگ کے تحت پی ٹی آئی اراکین سے بدلہ لینے کے لیے کیا گیا۔ یمن کے مسئلے پر بلایا گیا اجلاس سے محسوس یہ ہو رہا تھا کہ شاید تحریک انصاف کے ممبران سے بدلہ لینے کے لیے بلایا گیا ہو جس سے ایوان کا ماحول خراب ہو گیا۔ مبصرین کا کہنا ہے کہ حکومتی اراکان

اور سیاسی جماعتوں کا تحریک انصاف کے خلاف احتجاج بلاجواز اس لیے تھا کہ پی ٹی آئی نے چار ماہ احتجاج کیا اور دو سال سے مسلسل انتخابات میں دھاندلی کا رونا رویا ہے جس پر اب دو سال بعد حکومت نے جوڈیشل کمیشن بنا دیا جس کا پہلا اجلاس بھی منعقد ہوا اور آئندہ اجلاسوں میں دھاندلی کے حوالے بہت سے سیاسی جماعتوں کے اکابرین کو بھی بلایا جائے گا کہ وہ اپنا بیان ریکارڈ کرلے۔یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ آنے والے دنوں میں پاکستانی سیاست تبدیل ہونے والی ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ جوڈیشل کمیشن کب تک اپنا کام ختم کرتی ہے اور اس پر کتنا عمل ہوتا ہے۔

چین، سعودی عرب کے پاکستان سے تعلقات، مفادات کی جنگ

آخر کار چینی صدر ژی جنگ پن کا دورہ پاکستان کا شیڈول اور تاریخ طے پا ہی گیا۔ اب چینی صدر 20 اپریل پیر کے روز اسلام آباد کا دو روزہ دورہ کریں گے جس میں وہ وزیر اعظم میاں نواز شریف سمیت صدر مملکت، سیاسی اور عسکری قیادت سے ملاقاتوں کے علاوہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے بھی خطاب کریں گے۔ چینی صدر کا دورہ پاکستان کئی حوالوں سے اہمیت حامل ہے۔ بہت عرصے بعد یہ کسی بھی سربراہ مملکت کا دورے پاکستان ہے جس کے بارے میں ہمارے سیاسی رہنمااور حکومتی اہلکار کہتے ہیں کہ چین اور پاکستان کی دوستی ہمالیہ سے بلند اور سمندر سے گہری ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ چین نے ہمیشہ پاکستان کی مشکل وقت میں مدد کی ہے۔ آج بھی بہت سے منصوبے چین کے تعاون سے چینی حکام پاکستان کے مختلف علاقوں میں سرانجام دے رہاہے۔ چینی صدر کے حالیہ دو روزہ دورے میں بھی پاکستان اور چین کے درمیان مختلف منصوبوں پر دستخط ہوں گے جس میں توانائی، مواصلات اور انفراسٹرکچر کے شعبوں میں سمجھوتے شامل ہے۔

چینی صدر کے دورے پاکستان کے بارے میں ہماری حکومت بہت انتظار میں تھی پہلے کہا جارہا تھا کہ وہ 23 مارچ کے دن پریڈ میں شامل ہوں گے جس طرح امریکی

صدر نے بھارت کا دورہ کیا تھا اسی طرح ہمارا دوست ملک کا صدر بھی دورہ کرکے دنیا کو پیغام دیں گے کہ پاکستان اور چین خطے میں مضبوط قوتیں ہیں۔ خطے میں ان کا مقام کو نظرانداز نہیں کر سکتا اور دنیا کی سیاست میں بھی دونوں ممالک کا اثرورسوخ ہے لیکن پاکستان کی یہ خواہش پوری نہیں ہوئی۔ بعدازں گیارہ اپریل کا کہا جا رہا تھا کہ چینی صدر پاکستان کا دورہ کریں گے لیکن اب یہ دورہ بیس اپریل کو طے پایا ہے۔ کسی بھی ملک کے سربراہ کا دورہ دوسرے ملک سے تعلقات کو مضبوط کرتا ہے۔ چینی صدر کے دورے سے بھی دونوں ممالک کے تعلقات مزید مضبوط ہوں گے لیکن ہمیں دنیا کی حقیقتوں کو بھی مدنظر رکھنا چاہیے۔ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک ایک دوسرے کے ساتھ مفادات کا تعلق رکھتا ہے۔ وہ پاک امریکا تعلقات ہو یا سعودی عرب اور پاکستان کے تعلقات ہمیشہ مفادات کو مدنظر رکھتے ہوئی تعلقات میں اتار چڑھاؤ آیا ہے ۔اسی طرح چین کے تعلقات بھی پاکستان کے ساتھ مفادات کے ہیں لیکن ہم نے ان تعلقات کو معلوم نہیں کیا کیا نام دیے ہیں اور ہر ایک چین کی محبت میں گرفتار ہے۔ ہم بحیثیت قوم جذباتی قوم ہے ہم ملکوں کے ساتھ تعلقات میں بھی وہی رویہ رکھتے ہیں جس طرح ہم رشتہ داری میں رکھتے ہیں۔ حالاں کہ حقیقت یہ ہے کہ رشتوں میں بھی آج کل مفادات آگیا ہے لیکن مجھے معلوم نہیں کہ ہم نے آج تک چین سے کیا فائدہ حاصل کیا ہے۔زیادہ تر ہم ان کو ٹھیکے دیتے ہیں اور چینی بھائی اس کام کو پایا تکمیل تک پہنچ دیتے ہیں۔ آج پا

کستان کے بڑے سے بڑا شہر سے لے کر چھوٹے سے چھوٹا گاؤں اور دیہات تک جنرل اسٹوروں میں روزمرہ استعمال ہونے والے چینی اشیا موجود ہوتی ہے۔ اس طرح آج ہر گھر میں اور ہر فرد کے پاس موبائل سیٹ ہوتا ہے جو چین کا بنا ہوتا ہے بیس سال سے پاکستان میں موبائل سروس جاری ہے لیکن ہم نے آج تک موبائل سیٹ اپنا نہیں بنایا جس کا دوش یا قصور چین کا نہیں بلکہ ہمارا اپنا ہے کہ ہم نے چین سے درآمد کرکے اور ٹھیکے دے کر خوش ہوتے ہیں۔ ہم نے سال انڈسٹری میں چین سے کوئی مدد حاصل نہیں کی تاکہ پاکستان میں انڈسٹری لگے اور یہاں لوگوں کو روزگار ملیں۔

ہر پاکستانی چین سے دوستی کے حق میں ہے اور چین ایک اچھا دوست ملک بھی ہے لیکن چین سے جو فائدہ اٹھانا چاہیے بحیثیت اسٹیٹ ہم نے وہ فائدہ نہیں اٹھایا۔ جہاں پر پاکستان کو چین سے دوستی کی ضرورت ہے اس سے زیادہ چین کو خطے میں اپنی بالادستی کو قائم رکھنے کے لیے پاکستان کی بھی ضرورت ہے۔ چین کی پالیسی ہے کہ سب کے ساتھ اچھے تعلقات قائم رکھے جائے۔ ہمیں کم از کم چین کے اس پالیسی پر عمل کرنا چاہیے۔ ہمیں دنیا کے ساتھ اپنے مفادات کو مدنظر رکھا کر تعلقات استوار کرنے چاہیے۔ یمن کا مسئلہ ہمارے سامنے ہیں جس میں پاکستان نے نیوٹرل رہنے کا فیصلہ پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس میں کیا۔ اس کے بعد متحدہ عرب امارات اور سعودی عرب کی جانب سے کافی دباؤ پاکستان پر آیا

کہ پاکستان ہر صورت اس جنگ میں کود جائے۔ سعودی حکام کے پاکستان دورے اور پاکستانی حکام کے سعودی عرب کے دورے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ پاکستان کو شدید دباؤ کا سامنا ہے۔ سعودی عرب کے ساتھ پاکستان کے اچھے تعلقات ہے لیکن کیا سعودی عرب نے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں پاکستان کی مدد کی ہے۔ اپنا فوج بھجوایا ہے یا مالی تعاون جاری رکھا ہے۔ پاکستان کو دہشت گردی کے خلاف جنگ میں 100 ارب ڈالر سے زیادہ کا نقصان ہو چکا ہے۔ ہمارے ساٹھ ہزار لوگوں نے جانوں کی قربانی دی ہے۔ کسی بھی اسلامی ملک نے مدد کی ہے یا کسی بھی سربراہ مملکت نے پاکستان کا دورہ کیا ہو۔ ان سوالوں کا جواب نفی میں ملتا ہے۔ بہت سے تجزیہ کار یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ سعودی عرب سمیت عرب ممالک میں پاکستانیوں کو نیشنلٹی بھی نہیں دی جاتی اور نہ ہی آزاد ویزے جبکہ سعودی عرب میں پاکستانیوں کے ساتھ کوئی خاص سلوک بھی نہیں رکھا جاتا۔ پاکستان کے حالیہ اقتصادی بدحالی میں بھی سعودی عرب سے تیل عالمی مارکیٹ نرخ پر ہی ملتا ہے یعنی ہر ملک اپنے مفاد کو دیکھتے ہوئے فیصلے کرتا ہے۔ مفادات کی اس جنگ میں پاکستان کو بھی اپنے مفادات اور ملک کے حالات کو مد نظر رکھا کر فیصلے کرنے چاہیے۔ جہاں سعودی عرب ہو یا چین ہمیں اپنے ضروریات اور پالیسی کو سامنے رکھا کر تعلقات رکھنے ہوں گے تب ہی دنیا میں ہماری عزت ہو گی۔

پاکستا کو چین سے سولر انرجی میں مدد حاصل کرنا چاہیے تاکہ پاکستان

سستے داموں سولر سے بجلی پیدا کر سکیں۔ اگر ہم نے ملک کو ترقی دینی ہے تو ہمیں اپنے پا
ؤں پر کھڑا ہونا پڑے گا۔ ملک کے اندر انڈسٹریز ی کو ترقی دینی ہو گی۔ چین سے ہمیں
سمال انڈسٹریز سمیت بجلی پیدا کرنے میں مدد لینی کی ضرورت ہے۔ ہمارے حکمرانوں کو
اس جانب بھی توجہ دینی چاہیے۔ اپنی ذاتی دوستویوں کو بلائے طاق رکھا کر ملک کے
مفاد میں فیصلے کرنے چاہیے۔

چین معاہدوں پر تحفظات

چین اور پاکستان کے درمیان ہونے والے معاہدوں پر سیاسی جماعتوں کی جانب سے سوالات اٹھنا شروع ہو گئے ہیں۔ پاکستان کے دو روزہ دورے پر چینی صدر شی چن پنگ نے 51 معاہدوں اور مفاہمتی یاداشتوں پر دستخط کر دیے ہیں جس میں توانائی، دفاع، مواصلات اور انفرااسٹرکچر کے شعبے شامل ہے جس کی مالیت 46ارب ڈالر بتائی گئی ہے۔ جن 51 ایم او یوز پر دستخط ہوئے ان میں سدا بہار پارک، چین سٹریٹجک پارٹنرشپ کے قیام کا مشترکہ اعلامیہ، اقتصادی راہداری کافریم ورک معاہدہ، اقتصادی اور تیکنکی تعاون کا سمجھوتہ، ڈی ٹی ایم بی پروجیکٹ کی فزیبلٹی سٹڈی کی تفصیلات کا تبادلہ، انسداد منشیات آلات کی فراہمیکے منصوبے کی تفصیلات کا تبادلہ، سکیورٹی آلات کے منصوبے کی تفصیلات کا تبادلہ، گوادر ہسپتال کی تعمیر، حویلیاں سے تھاکوٹ تک شاہراہ ریشم کی اپ گریڈیشن کے لیے رعایتی قرضے کی فراہمی، لاہور کراچی موٹر وے منصوبے کے سکھر ملتان سیکشن کی تعمیر کے لیے رعایتی قرضے کی فراہمی، گوادر اور چینی شہر کرامے کو جڑواں بھائی قرار دینے کی مفاہمتی یاداشت، گوادر نوابشاہ ایل این جی ٹرمینل اور پائپ لائن کی تعمیر میں تعاون، لاہور اورنج لائن میٹرو ٹرین پروجیکٹ کے لیے کمرشل کنٹریکٹ ،لاہور اورنج لائن میٹرو ٹرین پروجیکٹ کی فنانسنگ

کامعاہدہ، کراچی لاہور موٹروے، گوادر شرقی ایکسپریس وے اور گوادر انٹرنیشنل ائر پورٹ کے منصوبوں کے لیے فنانسنگ کامعاہدہ، 870 میگاواٹ کے سوکی کناری ہائیڈرپاور پروجیکٹ کی فنانسنگ، 720 میگاواٹ کے کروٹ ہائیڈروپاور پروجیکٹ کامعاہدہ، پنجاب میں 900 میگاواٹ کے زونراجی سولر پروجیکٹ میں تعاون،ٹریڈ سروسز کامعاہدہ،اہم مواصلاتی انفراسٹرکچرپروجیکٹ کافریم ورک ایگریمنٹ،ساہیوال میں کوائلے سے چلنے والے پاور پلانٹ کامعاہدہ،سالٹ رینج کوئلے کے پاور پروجیکٹ کیلئے حکومت پنجاب اور چین کے ادارے سی ایم ای سی میں معاہدہ، نمل یونیورسٹی پاکستان اور سنکیانگ کے درمیان تعاون کاایم او یو، دواد ونڈو پاورپراجیکٹ کااپریٹنگ معاہدہ جھمبرپورونڈوپاورپروجیکٹ کامعاہدہ اور دیگر کئی اہم ایم اویوز شامل ہیں۔

میاں نواز شریف اور چینی صدر نے 8 منصوبوں کی نقاب کشائی کی اور 1820 میگاواٹ بجلی منصوبوں کا سنگ بنیاد رکھا۔ان میں میٹروٹرانزٹ سسٹم اورنج لائن لاہور کا منصوبہ بھی شامل ہے۔اسی طرح بہاولپور میں 100 میگاواٹ کے سولر پارک، اسلام آباد میں ایف ایم ریڈیو98دوستی چینل،ڈی ٹی ایم بی براڈکاسٹنگ، سمال ہائیڈروپاور مشترکہ ریسرچ، پاک چین ثقافتی مرکزکے قیام، انڈسٹریل اینڈ کمرشل بنک آف چین کی لاہور میں برانچ اور720 میگاواٹ کے پن بجلی منصوبے کروٹ کا بھی افتتاح کر کیاگیا۔آپٹیکل فائبر منصوبوں کاآغاز بھی کر دیاگیا

جبکہ پنجاب میں 900 میگاواٹ کے شمسی توانائی کے منصوبے کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ منصوبوں کا افتتاح ویڈیو لنک کے ذریعے کیا گیا۔ وفاقی وزیر بجلی خواجہ آصف نے میڈیا سے گفتگو میں بتایا کہ چینی کمپنیوں کے ساتھ توانائی کے 20 ارب ڈالر مالیت سے زائد معاہدوں پر دستخط کیے گئے ہیں۔ اس سے آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک پر انحصار ختم ہوگا۔ ان کا کہنا تھا کہ تین سال میں 8 ہزار تین سو میگاواٹ بجلی سسٹم میں آئے گی۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے پریس کانفرس کرتے ہوئے کہا ہے کہ چین کی جانب سے 46 ارب ڈالر کا پیکیج پورے پاکستان کے لیے ہیں۔ ان منصوبوں سے پاکستان کا قسمت بدل جائے گا۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ہم جنگی بنیادوں پر ان منصوبوں کو مکمل کریں گے۔ دوسری طرف خیبر پختونخوا کے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک نے بھی پریس کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ پاک چین معاہدوں میں حق تلفی کی گئی ہے۔ 27.7 ارب ڈالر منصوبوں میں خیبر پختونخوا کے لیے صرف 2.7 ارب ڈالر کے معاہدے شامل ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ چین نے 45 ارب ڈالر مفت میں نہیں دیئے بلکہ قرضہ سود سمیت واپس لیا جائے گا۔ انہوں نے بتایا کہ پنجاب کے لیے 11 ارب ڈالر اور سندھ کو 9 ارب ڈالر کے منصوبے دیئے گئے۔ وزیر اعلیٰ پرویز خٹک کا مزید کہنا تھا کہ کاشغر گوادر کا اصل روٹ بحال نہ کیا گیا تو عدالت جائیں گے اور دھرنا بھی دیں گے۔ جب کہ ان منصوبوں میں بلوچستان کو

بھی نظرانداز کیا گیا ہے۔ تجزیہ کاروں کی جانب سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ حکومت کو صرف پنجاب کا نہیں بلکہ پورے ملک کا سوچنا چاہیے ۔ چین کے ساتھ ان معاہدوں میں زیادہ تر پنجاب پر فوکس کیا گیا ہے جس سے چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی بڑھ گی۔ وزیر اعظم پورے ملک کے ہیں ان کو ملکی مفاد کے مطابق میرٹ پر منصوبے تقسیم کر نے چاہیے تھے۔تب ہی ملک کا فائدہ ہو گا اور چھوٹے صوبوں میں احساس محرومی ختم ہو گی۔

جہاں پر سیاسی جماعتیں چینی صدر کے دورے کو مثبت قرار دیتے ہیں وہاں پر اپوزیشن جماعتوں کی جانب سے سوالات بھی اٹھائیں جارہے ہیں کہ زیادہ تر پنجاب پر فوکس رکھا گیا ہے اور ملک کے باقی صوبوں خصوصاً خیبر پختونخوا کو نظرانداز کیا گیا ہے۔ حالاں کہ خیبر پختونخوا میں بجلی پیدا کرنے کے سب سے سستے اور آسان ذریعے موجود ہے جس سے وفاقی حکومت فائدہ نہیں اٹھارہی ہے۔ چین کی جانب سے کی گئی معاہدوں اور منصوبوں پر یہ سوالات بھی اٹھائے جاتے ہیں کہ ان معاہدوں میں کتنے منصوبوں پر براہ راست چین کی جانب سے سرمایہ کاری ہو رہی ہے اور ان میں قرضہ کتنا شامل ہے عوام کو ان تمام حقائق کے بارے میں سچ سچ بتایا جائے۔جب کہ اہم سوال یہ بھی ہے کہ ان منصوبوں کو بروقت مکمل کرنے کے لیے حکومت کیا اقدامات کررہی ہے۔۔

صرف کاغذات پر دستخط اور معاہدوں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا، عوام کو ریلیف دینے کے لیے جلد از جلد

اقدامات اٹھانے چاہیے اور بجلی منصوبوں پر کام شروع کرنا چاہیے۔

الیکشن میں دھاندلی کے ثبوت تحریک انصاف نے پیش کر دیے

2013 کے عام انتخابات میں مبینہ دھاندلی کی تحقیقات کرنے والے جوڈیشل کمیشن کے سوالنامے کے جواب میں تحریک انصاف سمیت 7 سیاسی جماعتوں نے جواب جمع کرادیئے ہیں۔ گزشتہ روز جوڈیشل کمیشن کی جانب سے سیاسی جماعتوں کو سوالنامہ دیا گیا تھا جس میں لکھا تھا کہ سیاسی جماعتیں ان سوالوں کے جواب جمع کرادے کہ کیا 2013 کے عام انتخابات صاف، شفاف غیر جانبدار اور ایماندارانہ انداز سے ہوئے .?جس پر تحریک انصاف [illegible] 2013 صاف، شفاف، غیر جانبدار اور ایماندارانہ انداز میں نہیں ہوئے۔ جوڈیشل کمیشن کا سوال تھا کہ انتخابات میں دھاندلی کا منصوبہ کس نے بنایا تھا؟ جس کے جواب میں کہا گیا کہ دھاندلی کا منصوبہ مسلم لیگ ن کے سیاسی سیل نے بنایا تھا، مسلم لیگ ن کسی بھی قیمت پر الیکشن جیتنا چاہتی تھی۔ منصوبہ سازوں نے منظم دھاندلی کا منصوبہ ن لیگ کی قیادت کو پیش کیا۔ جوڈیشل کمیشن نے یہ بھی سوال کیا تھا کہ عام انتخابات 2013 میں منظم دھاندلی کا کیا منصوبہ تھا؟ جس کے جواب میں پی ٹی آئی نے موقف اختیار کیا کہ منظم دھاندلی کے منصوبے میں پنجاب سے قومی اسمبلی کی زیادہ سے زیادہ نشستیں حاصل کرنا شامل تھا۔ جوڈیشل کمیشن نے اس سوال کا بھی جواب طلب کیا تھا کہ منظم دھاندلی کے منصوبے پر عملدرامد کس نے کیا جس کے جواب میں کہا

گیا کہ منصوبہ پر اس کے تخلیق کاروں ، ن لیگ کے حمایتیوں، ہم نشینوں اور رفقا نے عمل کیا، دھاندلی کے منصوبے میں آر اوز، پریذائیڈنگ آفیسرز، پولنگ عملے اور انتخابی مشینری نے مدد فراہم کی۔ جوڈیشل کمیشن نے یہ بھی پوچھا کہ کیا منظم دھاندلی صرف قومی اسمبلی کی حد تک تھی یا اس میں صوبائی اسمبلیاں بھی شامل تھیں؟ جس کے جواب میں تحریک انصاف نے کہا کہ منظم دھاندلی قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی پنجاب، سندھ اور بلوچستان کی حد تک تھی۔ جوڈیشل کمیشن کے سوالنامے میں منظم دھاندلی کے حوالے سے دستاویزات اور شواہد بھی طلب کیے گئے تھے جس کے جواب میں تحریک انصاف نے موقوف اختیار کیا کہ دھاندلی کے الزامات سے متعلق 74 قومی اور صوبائی حلقوں سے متعلق مواد جمع کرا چکے ہیں، الزامات سے متعلق ویڈیو ریکارڈ اور نادرا کی فرانزک رپورٹ بھی جمع ہو چکی ہے۔ جوڈیشل کمیشن نجم سیٹھی اور انتخابات کے وقت چیف سیکرٹری پنجاب کو طلب کر کے جرح کرے۔ جواب میں موقوف اختیار کیا گیا کہ تحریک انصاف آرڈیننس کے تینوں سوالوں سے متعلق شواہد تک رسائی نہیں رکھتی، دوسری سیاسی جماعتوں کی جانب سے پیش کردہ شواہد پر انحصار کا حق بھی رکھتے ہیں۔ انتخابی ریکارڈ کے آڈٹ فارم 14 سے 17 تک کے معائنہ، سپیشل تحقیقاتی ٹیم کے نتائج پر بھی انحصار کریں گے، الزامات سے متعلق قابل ذکر شواہد کی نشاندہی اور ممکنہ حد تک ثبوت فراہم کر چکے ہیں۔ تحریک انصاف کا اپنے جواب میں کہنا تھا کہ جوڈیشل کمیشن میں سیاسی جماعتوں کا کردار معاونت

فراہم کرنے کا ہے۔ الزامات ثابت کرنے کا بوجھ صرف سیاسی جماعتوں پر نہیں ڈالا جا سکتا۔ جوڈیشل کمیشن قانونی طور پر آرڈیننس کے تین سوالوں کی انکوائری اور حتمی رپورٹ دینے کا پابند ہے۔

جوڈیشل کمیشن نے تحریک انصاف کو اگلے اجلاس میں گواہ اور شہادتیں پیش کرنے کا حکم دیا اور پیپلز پارٹی کے وکیل اعتزاز احسن کو تھیلے کھولنے کی باقاعدہ درخواست جمع کرانے کی ہدایت کی۔ اگلی سماعت جو کہ منگل کے دن ہے، تحریک انصاف اپنا پہلا گواہ پیش کریں گی اور ن لیگ کے وکلا گواہ پر جرح کریگی۔

عام انتخابات 2013 میں مبینہ دھاندلی کے خلاف بننے والی جوڈیشل کمیشن میں 21 سیاسی جماعتیں نے موقف اختیار کیا ہے کہ عام انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ جس سے تحریک انصاف کے موقف کو تقویت ملی کہ پی ٹی آئی نے الیکشن میں دھاندلی کے حوالے سے سب سے زیادہ آواز بلند کی اور دھاندلی میں تحقیقات کے حوالے سے اسلام آباد میں 126 دن دھرنا بھی دیا جس کے نتیجے میں آخرکار حکومت نے مجبور ہو کر جوڈیشل کمیشن قائم کیا۔ اب تمام سیاسی جماعتیں دھاندلی کا رونا رو رہی ہے جو پارٹیاں تحریک انصاف کے اسلام آباد دھرنے کے خلاف تھی،آج وہ سب کے سب عام انتخابات میں دھاندلی کا کہہ رہے ہیں جو کہ ایک

خوش ائند اقدام ہے۔ کوئی سندھ اور بلوچستان میں دھاندلی کی بات کر رہا ہے تو کوئی پنجاب اور خیبر پختونخوا میں دھاندلی کا شور مچارہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے لیکن اس کو منظم انداز میں ثابت کرنا بہت مشکل کام ہے۔ وجہ یہ ہے کہ منظم دھاندلی کو ثابت کرنا حکومتی اداروں اور اہلکاروں کا کام ہے لیکن حکومت چوں کہ خود دھاندلی کو ثابت کرنے اور ثبوتوں کو ختم کررہی ہے تو اس معاملے میں دوسری سیاسی جماعتوں کو منظم دھاندلی کے ثبوت پیش کرنا مشکل کام ہے لیکن حکمران جماعت سمیت جب ساری سیاسی جماعتیں کہہ رہی ہے کہ عام انتخابات 2013 میں دھاندلی ہوئی تھی تو اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے کہ سب جماعتیں اس الیکشن کو شفاف قرار نہیں دے رہے ہیں۔

یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ جنرل الیکشن 2013 میں دھاندلی تو ہوئی ہے جس کا فیصلہ بھی آجائے گا لیکن کیا موجود حکومت اور الیکشن کمیشن جو صرف کاغذات میں بااختیار ادارہ ہے، آئندہ بلدیاتی اور عام انتخابات کو دھاندلی سے پاک کرانے اور بائیومیٹرک سسٹم کو لانے کے لیے کوئی اقدامات کر رہے ہیں تاکہ آئندہ جو بھی انتخابات ہو وہ صاف اور شفاف، دھاندلی سے پاک ہو، بدقسمتی سے اس کا جواب نفی میں ملتا ہے آج بھی حکومت اور الیکشن کمیشن نے بائیومیٹرک نظام کو لانے اور انتخابات میں دھاندلی کو ختم کرانے کے لیے

کوئی قدم نہیں اٹھایا ہے تاکہ کم از کم آئندہ ہمارا انتخابی نظام درست ہو جائے۔

،،بھارتی خفیہ ایجنسی را

گزشتہ روز کور کمانڈرز کانفرس نے دہشت گردی کے واقعات میں بھارتی خفیہ ایجنسی ،،را،،کے ملوث ہونے کا سخت نوٹس لیتے ہوئے اس عزم کا اظہار کیا کہ پاکستان ، عوام اور بہادر مسلح افواج کی عزت و وقار کا تحفظ ہر قیمت پر کیا جائے گا۔آئی ایس پی آر کے مطابق جنرل ہیڈ کوارٹرز میں آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی زیر صدارت کور کمانڈرز کانفرنس میں پاک فوج کے پیشہ وارانہ امور، ملک کی داخلی اور خارجی سکیورٹی صورت حال پر تفصیلی غور کیا گیا جب کہ آپریشن ضرب عضب میں پیشرفت اورانٹیلی جنس بنیادوں پر کارراوئی کا جائزہ بھی لیا گیا، اعلیٰ عسکری قیادت نے پاکستان میں بھارتی خفیہ ایجنسی ،،را،، کا بھی سنجیدہ نوٹس لیا۔ پاک فوج کے سربراہ کا کہنا تھا کہ دہشتگردی سے پاک پاکستان اب ایک قومی عزم بن چکا ہے، بچوں سمیت ہزاروں معصوم پاکستانی دہشتگردوں اورانتہاپسندوں کے ہاتھوں شہید ہوئے، اپنی اگلی نسل کو محفوظ اور بہتر مستقبل دینے کے لیے قانون نافذ کرنے والے اداروں اور ہماری بہادر مسلح افواج نے ان گمراہ اور سفاک مجرموں کے ساتھ جنگ میں بے پناہ قربانیاں دیں ، یہ قربانیاں رائیگاں نہیں جائیں گی۔ ہم اس جنگ کو منطقی انجام تک پہنچائیں گے۔

جنرل راحیل نے کہا کہ پوری قوم کی حمایت سے آپریشن ضرب عضب کامیابی سے جاری ہے اور دہشت گردوں کو بھاری نقصان پہنچایا۔ انہوں نے تمام متعلق حکام کو ہدایت کی کہ فاٹا میں دہشتگردوں کے الگ تھلگ خفیہ ٹھکانوں کونشانہ بنایا جائے جبکہ ملک میں پائیدار امن کے لیے شہری علاقوں میں جرائم پیشہ افراد، دہشت گردوں اور ان کے سہولت کاروں کے خلاف انٹیلی جنس بنیادوں پر کارروائیاں بھی تیز کی جائیں۔ آرمی چیف نے مزید کہا کہ آپریشن غیر سیاسی اور بلاامتیاز ہے جس کا مقصد ملک میں امن کا حصول ہے۔

پاکستان میں حالیہ سیاسی صورت حال کے پیش نظر کور کمانڈرز کا اجلاس اس حوالے سے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ ایک طرف ملک میں سیاسی صورت حال غیر یقینی ہے تو دوسری طرف ملک میں دہشتگردی کے واقعات اور کراچی میں پکڑے جانے والے ٹارگٹ کلرز کے انکشافات سمیت، پورے ملک میں اس وقت مزید پریشانی پیدا ہوئی جب ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین نے لندن سے اپنے خطاب میں سکیورٹی اداروں کو تنقید کا نشانہ بنایا اور بھارتی خفیہ ایجنسی ،،را،، سے مدد کی دراخواست کی۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار سکیورٹی اداروں پر بلاوجہ تنقید کرتے تھے لیکن اس بار ان تمام باتوں، افواہوں، رپورٹوں اور ثبوتوں کو تقویت ملی جب الطاف حسین نے براہ راست بھارتی خفیہ ایجنسی ،، را،، سے مدد کی اپیل کی جس پر پاک آرمی کی طرف سے بیان آیا کہ الطاف حسین کے خلاف

قانونی کارروائی کی جائے گی۔ تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان نے بھی ایم کیو ایم کے قائد کے خلاف سخت بیانات دیے اور حکومت پر بھی تنقید کی کہ حکومت کھل کر الطاف حسین کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کرتی اور وزیراعظم خاموش کیوں ہے۔
عمران خان نے یہ بھی کہا کہ حکومت کے بجائے آرمی نے خود ہی ایکشن لیا جبکہ یہ ایکشن وزیراعظم کو لینا چاہیے تھا۔ تحریک انصاف نے خیبر پختونخوا اسمبلی سے قرارداد بھی منظور کرائی اور قومی اسمبلی میں الطاف حسین کی تقریر کے خلاف قرارداد جمع بھی کرائی جس نے حکومتی جماعت اور پیپلز پارٹی کو بھی امتحان میں ڈال دیا کہ اب ووٹنگ میں کیا کریں۔ بلوچستان اسمبلی نے بھی الطاف حسین کے خلاف قرارداد پاس کرائی ہے۔
تمام سیاسی جماعتوں سمیت کوئی بھی یہ نہیں چاہتا کہ ایم کیوایم پر پابندی لگائی جائے لیکن ہر محب وطن شہری کی یہ ضرور خواہش ہے کہ کراچی میں امن قائم ہو جائے۔ ٹارگٹ کلنگ میں ملوث کوئی بھی ہو ان کو سخت سے سخت سزائیں دی جائے۔ ایم کیوایم کو سیاست بندوق کے ضرور پر نہیں بلکہ منشور کے زور پر کرنی چاہیے۔ قومی اسمبلی میں پیش کی جانے والا الطاف حسین کے خلاف قرارداد پاس تو ہو جائے گی لیکن ان قراردادوں پر عمل کون کریں گا۔
تجزیہ کاروں کے مطابق متحدہ قومی مومنٹ کو اپنی سیاست بدلنی پڑے گی اب

سیاست بندوق اور پریشر کے زور پر نہیں ہونی چاہیے۔ دوسرا ماہرین کی جانب سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایم کیوایم کے قائد بھارتی خفیہ ایجنسی سے مدد کیوں مانگ رہے ہیں۔ آیا جو الزامات ایم کیو ایم پر لگائے جارہے تھے وہ سب کے سب درست تھے کہ ایم کیوایم ایک دہشت گرد جماعت ہے اور ایم کیو ایم کے رابطے پاکستان مخالف قوتوں کے ساتھ رہے ہیں۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ملک کے اندر سیاسی جماعتوں میں ہو یا طالبان کے نام پر دہشت گردی کرنے والے لوگ، بیرونی خفیہ اداروں سے تعلقات ماضی میں بھی رہے ہیں اور اب بھی ہے لیکن ان روکا نہیں کیا گیا ہے۔ ان کو روکنے کی ذمہ داری ہماری خفیہ ایجنسیوں پر ہے کہ جو بھی ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث پائے جاتے ہیں ان پر نہ صرف پابندیاں لگانی چاہیے بلکہ ان سیاسی جماعتوں اور لوگوں کے خلاف سخت سے سخت ایکشن لینا چاہیے اور پورے قوم کے سامنے بے نقاب کرنا چاہیے، صرف الزامات کی سیاست کو ختم ہونا چاہیے۔

پاکستان کے خلاف یہ سازشیں نئی نہیں ہے بلکہ جب سے یہ ملک بنا ہے اس وقت سے ایسی سازشیں جاری ہے جس کو روکنے میں ہم ناکام ہوئے ہیں۔ کور کمانڈرز کانفرس میں آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی جانب سے جو کچھ کہا گیا ہے کہ ہمارے ملک میں دہشت گرد کارروئیوں میں بھارتی راملوث ہے یہ بات میں نے اپنی کتاب ،، کیا پاکستان ٹوٹ جائے گا؟ میں تین سال پہلے لکھی تھی بلکہ نہ

صرف بھارتی را دہشتگردوں کو سپورٹ کرتی ہے بلکہ دوسرے ممالک کی خفیہ ایجنسیاں بھی پاکستان کو توڑنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہمارے ملک کی سکیورٹی ادارے ان لوگوں کے خلاف بلا تفریق کارروائیاں کریں جو ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہواور حکومت کو بھی چاہیے کہ سکیورٹی ادارے کے ساتھ نہ صرف بھرپور تعاون کریں بلکہ کراچی جیسے آپریشن کو اون بھی کیا کریں اور ان لوگوں اور جماعتوں کے خلاف فوج کی بجائے خود بیانات دیں۔ سکیورٹی اداروں کی کامیابی اس وقت بہتر ہو گی جب حکومتی ادارے اور سربراہان مملکت ان کے پشت پر کھڑے ہو جائے تو ملک کو کوئی بھی خفیہ ایجنسی یا سیاسی جماعت نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے۔

دہشت گردی میں کون ملوث

کراچی میں ایک دفعہ پھر خون کی ہولی کھیلی گئی ۔ اس دفعہ دہشت گردی کا نشانہ اسماعیلی برادری کو بنایا گیا۔ بدھ کے دن صبح کے وقت صفورا گوٹھ میں پیش آنے والے اس افسوس ناک واقعے پر ہر کوئی آفسردہ اور پریشان ہے۔ 6 سے زائد دہشت گردوں نے بس کو روک کر اندر داخل ہو گئے جس میں 60 افراد سوار تھے ۔ دہشت گردوں نے 16 خواتین سمیت 45 افراد کو موقعے ہی پر چن چن کر مار دیا جبکہ 8 افراد ذخمی بھی ہوئے۔ حملہ آوروں نے پہلے بس ڈرائیور اور پھر سب مسافروں کو سروں میں گولیا ماریں ۔ سیاسی و عسکری قیادت نے اس افسوس ناک واقعے پر اعلیٰ سطح کا اجلاس بھی بلا یا جس میں وزیراعظم میاں نواز شریف نے کہا کہ یہ حملہ عالمی سازش کا حصہ ہے۔ اجلاس میں فیصلہ کن کارروائی کی منظوری بھی دی گئی اور کہا گیا کہ حملے کا مقصد پاک چین سرحد کے قریب مقیم اسماعیلی برادری میں عدم تحفظ پیدا کرنا ہے۔ عسکری قیادت نے فیصلہ کیا کہ کراچی آپریشن کو وسیع کیا جائے گا اور جارحانہ کارروائی کی جائے گی ۔ وزیراعظم نے یہ بھی کہا کہ دشمن پاکستان کو پھلتا پھولتا نہیں دیکھ سکتا۔ آرمی چیف جنرل راحیل نے کہا کہ حملہ آورں کے ساتھ ان کے سہولت کاروں کو بھی پکڑیں گے۔ پاک فوج سانحہ صفورا گوٹھ میں ملوث دہشت گردوں کو ان کے منطقی انجام تک پہنچائے گی ۔ ان کا یہ بھی کہنا

تھا کہ ذمہ داروں کو پکڑنے کے لیے ہر اقدام کریں گے۔

دہشت گردوں کی جانب سے ملک یا کراچی میں یہ پہلا حملہ نہیں تھا بلکہ اس طرح کے حملے وہ آئے روز ملک کے مختلف حصوں میں کرتے آرہے ہیں۔ حملہ کے بعد اعلیٰ سطح کے اجلاس بھی بلائے جاتے ہیں لیکن بعدازاں نتیجہ صفر ہی ہوتا ہے۔ قومی ایکشن پلان بھی بنایا گیا اور آرمی چیف کے زیر قیادت اجلاس میں دہشت گرد واقعات اور دہشت گردوں سپورٹ کرنے میں بھارتی خفیہ ایجنسی را کا نام بھی لیا گیا اور حالیہ واقعے میں بھی را کے ملوث ہونے کی ثبوت سکیورٹی اداروں کے پاس آئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بھارتی ایجنسی را پاکستان کو غیر مستحکم کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں دے رہی ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ملک کے حکمران اور سیاسی جماعتیں کھل کر اس بارے میں بات کریں اور اس مسئلہ کو عالمی سطح پر اٹھائیں۔ سیاسی اور عسکری قیادت کو ان لوگوں کو روکنے کے لیے سخت سے سخت اقدامات اٹھانے پڑیں گے۔

گزشتہ روز دورہ کابل کے موقعے پر عسکری قیادت نے بھی افغانستان میں ''را'' پاکستان مخالف سرگرمیوں کو بند کرانے پر افغان قیادت سے بات کی۔ عسکری ذرائع کے مطابق فوجی قیادت نے افغان حکام پر واضح کیا ہے کہ کابل سے تعمیر و ترقی کے معاہدوں سے قبل بھارتی اثرورسوخ کا خاتمہ ہونا چاہیے۔ وزیر

اعظم پاکستان اور آرمی چیف کے دورہ کابل بہت اہمیت کا حامل دورہ تھا۔ اس دورے میں جہاں پر پاکستان اور افغانستان کے درمیان مشترک دشمن پر بات ہوئی وہاں افغان قیادت سے مولوی فضل اللہ کی حوالگی کے متعلق بھی بات چیت کی گئی۔ سرحد بار دہشت گردکارروائیوں کو روکنے اور مشترکہ حکمت عملی بنانے پر بھی غور کیا گیا۔ جہاں پر پاکستان کی کوشش ہے کہ افغانستان میں دہشت گردی کا خاتمہ ممکن ہو جائے وہاں پر پاکستان کی یہ بھی کوشش ہے کہ افغانستان میں مقیم پاکستانی دہشت گردوں کے خلاف بھی کارروائی کی جائے جو نہ صرف پاکستان کے لیے خطرہ ہے بلکہ زیادہ خطرہ یہ خود افغانستان کے لیے بھی بن سکتا ہے۔ اب یہ راز کی بات نہیں رہی کہ ان دہشت گردوں کو مالی اور اسلحہ و بارود بھارتی خفیہ ایجنسی را سے ملتا ہے۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بھی وہاں پر کہا کہ پاکستان کا دشمن افغانستان کا دشمن اور افغانستان کا دشمن پاکستان کا دشمن تصور ہوگا۔ پاکستان اور افغانستان ایک دوسرے کے خلاف اپنی سر زمین استعمال نہیں ہونے دینگے۔ وزیر اعظم نواز شریف کا کہنا تھا کہ دہشت گردی کے خاتمے کے بغیر خطے میں امن و استحکام ممکن نہیں۔ افغان صدر اشرف غنی کا بھی یہ کہنا تھا کہ پاکستان اور افغانستان کو ایک جیسے خطرات کا سامنا ہے۔ دہشتگردوں نے پاکستان اور افغانستان کو بہت زیادہ نقصان پہنچایا، ہمیں مشترکہ خطرات سے ملکر نمٹنا ہوگا۔

لیکن سوال وہی ہے کہ یہ تمام باتیں بہت اچھی ہے لیکن دہشت گردی سے سب سے زیادہ متاثرہ ہونے والے پاکستان کے عوام جو آئے روز جنازے اٹھاتے ہیں۔آخر کب تک ان حملوں سے نجات حاصل کریں گے۔آئے روز دہشت گرد کسی نہ کسی روپ میں آکر حملہ کرکے چلے جاتے ہیں۔افغان قیادت کو اپنی سرزمین سے بھارتی مداخلت پاکستان میں روکنی ہوگی تب جاکر پاکستان اور افغانستان کے درمیان تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں۔صرف زبانی جمع خرچ سے کچھ نہیں ہوگا۔دونوں ممالک کو سنجیدگی سے اقداماتا ٹھانے چاہیے۔خاص کر پاکستان کو اب بھارتی مداخلت جو افغانستان کی طرف سے ہو یا دوسری طرف سے اس کو ہر صورت میں روکنا ہوگا۔حالات جیسے طرف جارہے ہیں اس میں سنجیدہ فیصلے کرنے پڑیں گے اور سیاسی جماعتوں کو ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا پڑیگا تب حالات پر قابو پایا جاسکتا ہے اور دہشت گردی کی کارروائیوں کو روکا جاسکتا ہے۔عسکری قیادت کو بلا تفریق کراچی میں آپریشن کرنا چاہیے۔اگر کوئی دہشت گرد متحدہ قومی مومنٹ میں ہو یا صوبائی حکمران جماعت پیپلزپارٹی میں ان کے خلاف کارروائی کرنے میں کوئی لحاظ نہیں رکھنا چاہیے۔کراچی پاکستان کا معاشی حب ہے لیکن یہ معاشی حب اب دہشگردوں، بھتہ خوروں اور ٹارگٹ کلنگ کا شہر بن چکا ہے جس کو آزاد کرانے میں عسکری قیادت اور سکیورٹی اداروں کو عملی طور پر اقدامات کرنے پڑیں گے اور دہشت گردوں کو بے نقاب کر

نا پڑے گا کہ اس میں کون ملوث ہے۔ بصورت دیگر جس طرح اب دہشتگرد کارروائی ہو رہی ہے اسی طرح دہشت گرد حملے ہوتے رہیں گے اور ہم صرف اجلاس بلاتے رہیں گے۔

افغان طالبان کے حملوں میں تیزی

14 سال کے طویل عرصے کے بعد بھی افغانستان میں طالبان کو شکست نہیں دی جا سکی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ طالبان کے ہاتھوں پندرہ ہفتوں میں 5 ہزار افغان اہلکار زندگی کی بازی ہار گئے۔ یو ایس کولیشن فورس کے ترجمان کرنل برائن کے مطابق کہ رواں سال میں یہ حملے ہوئے ہیں۔ طالبان کے حملوں میں ماضی کے برعکس اضافہ دیکھنے کو ملا رہا ہے۔ عالمی تجزیہ کاروں نے طالبان کے مسلسل حملوں کو موثر حکمت عملی قرار دے دیا ہے۔ امریکی جریدے یو ایس اے ٹوڈے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے کہ امریکی و اتحادی کمانڈرز نے 13 سالہ جنگ میں اربوں ڈالر پھونک دینے کے باوجود ،اتحادی افواج افغان طالبان کو شکست نہیں دے سکیں۔ دوسری جانب فرنٹ پیج میگزین نے اپنے رپورٹ میں ایک اعلیٰ اتحادی کمانڈر نے شمالی افغانستان کے حوالے سے بتایا ہے کہ یہاں محض 4 ہزار طالبان نے 32 ہزار اتحادی اور افغان فوجیوں کو زچ کر کے رکھا ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق سوئس عسکری کمانڈر اور افغان آرمی کورپس کے مشیر اعلیٰ لیفٹیننٹ کرنل کینتھ پرسون نے بتایا کہ طالبان کا حملہ ہوتے ہی افغان پولیس اور فوجی اہلکار ہتھیار چھوڑ کر بھاگ نکلتے ہیں جس سے دیگر علاقوں میں تعینات اہلکاروں پر منفی اثر مرتب ہوتے ہیں۔ امریکی جریدے کے خصوصی

رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ جرمن فوجی انسٹرکٹر کرنل وولف گینگ کوہلر نے اعتراف کیا ہے کہ طالبان جنگجو، افغان آرمی کے مقابلے میں زیادہ تربیت یافتہ، نڈر اور انتہائی تیزی سے متحرک ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یو ایس اے ٹوڈے کے عسکری نامہ نگار جم مچل نے کابل پر طالبان کے تازہ حملوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ حملے انتہائی منظم ہیں۔ طالبان 8 صوبوں کے 30 اہم ترین اضلاع پر قابض ہو چکے ہیں۔

حالیہ رپورٹس کے مطابق افغان کمانڈرز نے تسلیم کیا ہے کہ طالبان جنگجوؤں کی حالیہ یلغار گزشتہ 13 سالوں میں شدید یلغار ہیں۔ امریکی جریدے کے مطابق افغان طالبان پورے افغانستان پر چھا رہے ہیں۔ ان کی مسلسل پیش قدمی کے سبب یہ سوالات اٹھ رہے ہیں کہ افغانستان میں امریکی اور اتحادی مشن واقعی کامیاب رہا؟ دوسری طرف واشنگٹن کے سینٹر فار اسٹریٹیجک اینڈ انٹرنیشنل اسٹڈیز کے اجلاس سے خطاب میں اسپیشل انسپکٹر جنرل فار افغانستان ری کنسٹرکشن، جان سوپکو نے کہا ہے کہ افغان فورسز اب تک اس لائق نہیں بن سکی ہے کہ وہ طالبان جیسے آزمودہ کار جنگجوؤں کا مقابلہ کر پائیں جب کہ یو ایس اے ٹوڈے سے گفتگو کرتے ہوئے افغان چیف آف اسٹاف جنرل شیر کریمی نے تسلیم کیا ہے کہ افغان طالبان پورے ملک میں جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں اور انہیں کنٹرول کرنا بہت مشکل ہے۔

طالبان کے حالیہ حملوں اور ان کی آئے روز پیش قدمی کے باعث اب امریکی اور اتحادی افواج بھی یہ تسلیم کر چکے ہیں کہ طالبان کو رام کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے مذاکرات کا، کہ طالبان سے مذاکرات جلد از جلد شروع کی جائے۔

افغانستان میں موجودہ حالات کے پیش نظر تمام اسٹک ہولڈرز پریشان ہے کہ طالبان کی بڑھتی ہوئی کارروائیوں کو کیسے روکا جا سکیں۔ طالبان نے گزشتہ تین چار مہینوں سے اپنی کارروائیوں میں اضافہ کیا ہے اور یہ کارروائیاں دور دراز علاقوں میں نہیں بلکہ شہروں کے اندر افغان فورسز اور اتحادی افواج کے مرکزوں، ٹریننگ سینٹرز اور اجلاسوں پر کیے جاتے ہیں۔ گزشتہ روز بھی کابل کے ایک ہوٹل پر حملہ کیا گیا جو کافی دیر تک جاری رہا جس میں تین پاکستانی بھی ٹارگٹ ہوئے۔ طالبان کے مطابق یہ حملہ ایک مجاہد نے کیا تھا۔

طالبان ترجمان نے اخبارات و جرئد کو بھیجی جانے والے ای میل میں کہا ہے کہ حالیہ ایام میں ،، وزارت انصاف،، کے غلاموں کو خاص کر ٹارگٹ بنایا گیا ہے جس میں پہلا حملہ 4 مئی کو وزارت انصاف سے تعلق رکھنے والے پراسیکیوٹرز کی بس پر ایک خود کش گاڑی سے حملہ کیا گیا۔ دوسرا حملہ 10 مئی کو وزارت انصاف

کے ملازمین کی گاڑی پر کیا گیا جس میں تین افراد جاں بحق اور بارہ زخمی ہوئے۔ تیسرا بڑا حملہ کابل کے انتہائی سکیورٹی والے علاقے میں کیا گیا جس میں بھارتی سفیر کو نشانہ بنایا گیا، چوتھا حملہ کابل ائرپورٹ کے حساس علاقہ میں کیا گیا جس میں چھ غیر ملکی اہلکار ہلاک ہوئے۔ پانچوں حملہ وزارت انصاف کے پارکینگ میں کیا گیا جس میں چھ افراد ہلاک اور تیس زخمی ہوئے۔ طالبان ترجمان نے حالیہ حملوں کے حوالے سے واضح کیا ہے کہ یہ حملے اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک اتحادی افواج کا مکمل انخلا نہیں ہوتا۔

افغانستان میں موجودہ حالات کا اثر براہ راست پاکستان پر بھی پڑتا ہے۔ جب تک افغانستان میں اتحادی افواج رہے گی اس وقت تک پاکستان میں بھی دہشت گردی کے خلاف جنگ منطقی انجام تک نہیں پہنچ سکتی۔ پاکستان کے سکیورٹی فورسز نے تقریباً ایک سال سے قبائلی علاقوں میں آپریشن ضرب جاری رکھا ہوا ہے لیکن افغانستان سے بارڈر کی وجہ سے بہت سے شدت پسند اور دہشت گرد افغانستان بھاگ گئے ہیں جو اب وہاں سے پاکستان کے سکیورٹی فورسز پر حملے کرتے ہیں۔

موجودہ حالات کے پیش نظر دونوں ممالک کو افغانستان میں مقیم طالبان کے ساتھ بات چیت کا آغاز کرنا چاہیے اور اتحادی افواج کو افغانستان سے مکمل

انخلا پر بات کرنی چاہیے اس کے بعد افغان طالبان کو حکومت میں شامل کرنے کے حوالے سے سمجھوتہ کیا جا سکتا ہے اور طالبان کی مستقبل کی حکمت عملی بھی واضح ہو سکتی ہے کہ وہ افغانستان پر قبضہ کرتے ہیں یا ہتھیار رکھ دیتے ہیں۔

بھارت کا اقرار

بھارتی وزیر دفاع منوہر پریکر کے بیان نے پورے پاکستان پر واضح کر دیا کہ بھارت پاکستان کے قبائلی علاقوں اور بلوچستان سمیت ملک بھر میں کونسا کھیل کھیلا رہا ہے۔ بھارتی وزیر دفاع کا بیان جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ہم پاکستان کے ساتھ دہشت گردی کا مقابلہ دہشتگردی سے کریں گے یعنی پاکستان میں جو دہشت گرد کارروائیاں کر تے ہیں ان کو براہ راست سپورٹ بھارت کی حاصل ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی کے حالیہ واقعات کے بعد اب پاکستان نے بھی کھل کر بھارت کا نام لینا شروع کیا جب کہ اس سے پہلے کبھی بھی بھارت کا نام سیاستدانوں سمیت عسکری ادارے بھی نہیں لیتے تھے ۔ پاکستان نے دہشتگردوں کے خلاف ہر جگہ پر آپریشن شروع کیا ہے جس میں سکیورٹی اداروں کو کامیابیاں بھی مل رہی ہے تو دہشتگردوں سمیت ان کے حواری بھی پریشان ہے کہ ہمیں کیسے اپنی جانوں کی پناہ مل سکتی ہے۔ دہشت گردوں اور ان کے حواریوں نے اسلام کا نام استعمال کیا۔ پاکستان کے بہت سے سادہ لوح عوام کو ان شدت پسند گروپوں نے اپنے ساتھ دہشتگرد کارروائیوں میں بھی استعمال کیا ہے ۔ بہت سے نوجوانوں کو خودکش حملوں کے لیے بھی تیار کیا جس میں اب تک کے اعداد وشمار کے مطابق 60ہزار پاکستانی جس میں سکیورٹی فورسز ، ڈاکٹرز ، طلبا، اساتذہ، وکیل ، مزدورکار، علما، سیاستدانوں سمیت

بازروں میں عام معصوم لوگ، بچوں اور خواتین کو شہید کیا گیا جب کہ ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو عمر بھر کے لئے اپاہج بنایا گیا۔ سیاستدانوں سمیت عام عوام کو بھی یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ پاکستان میں جو لڑائی لڑی جارہی ہے وہ کوئی عام لڑائی نہیں بلکہ یہ ایک گریٹ گیم ہے جس میں بھارت کے علاوہ بہت سے دوسرے ممالک کے ایجنسیاں بھی ملوث ہے۔ یہ خفیہ ایجنسیاں پاکستان میں شدت پسندوں، فرقہ واریت اور دہشت گرد گروپوں کو اسلحہ، بارود اور پیسے دیتے ہیں جس کا ایک ہی مقصد اور ٹارگٹ ہے کہ پاکستان کو توڑا جائے اور یہاں پر افراتفری پیدا ہو جائے۔ پاکستان اور اس ملک کے عوام کے دشمنوں کو اب سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی ہے وہ افغانستان سے حملے کر رہے ہیں جس کا سربراہ فضل اللہ ہے ان کے بارے میں ان کے چچا اور سسر صوفی محمد نے کہا ہے کہ فضل اللہ اسلام کی خدمت نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کر رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ اسلام میں بچوں، خواتین اور معصوم لوگوں کو مارنا جرم اور زیادتی ہے۔

بھارتی وزیر دفاع کا بیان ذاتی نہیں بلکہ ان کے بیان پر بھارتی وزیر داخلہ نے بھی یہ کہا ہے کہ وزیر دفاع کا بیان درست ہے۔ ہم پاکستان کا مقابلہ ان ہی کے دہشت گرد تنظیموں کے ذریعے کر رہے ہیں۔ بھارتی وزیر دفاع کے بیان پر سینیٹ کی قائمہ کمیٹی برائے دفاع کے چیئرمین مشاہد اللہ سید نے ایک قرارداد بھی پیش کی، اس مذمتی قرارداد میں کہا گیا ہے کہ حکومت عالمی برادری سے رجوع

کریں اور عالمی سطح پر اس مسئلے کو اٹھائے۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ او آئی سی، اقوام متحدہ سمیت یورپی یونین میں پاکستان کو بھارتی جارحیت کے خلاف آواز بلند کرنے کی ضرورت ہے۔

بھارت میں مودی حکومت کے برسراقتدار آنے سے پہلے بھی بھارتی حکومت پاکستان کے خلاف جنگ میں مصروف تھی جس میں اب اضافہ ہوا ہے۔ پاکستان نے ہمیشہ کوشش کی ہے کہ بھارت کے ساتھ مل کر مسئلہ کشمیر سمیت تمام متنازعہ مسائل پر بات چیت ہو لیکن بھارت کی جانب سے کبھی سنجیدہ جواب نہیں ملا ہے بلکہ بھارت کی طرف سے سرحدی خلاف ورزی اور جارحیت ہمیشہ دیکھی گئی ہے۔ 2007 میں سمجھوتہ ایکسپریس واقعے کے بعد سے مذاکرات کا عمل ختم ہو چکا ہے جو تاحال معطل ہے۔ سمجھوتہ ایکسپریس واقعے سمیت بہت سے واقعات جو پاکستان میں ہوئے ہیں اس میں بھارت بلاواسطہ یا بلواسطہ ملوث رہا ہے۔ پاکستان کی جانب سے ہمیشہ کھل کر بات نہیں ہوئی ہے بلکہ صرف بھارتی اہلکاروں کو شواہد دیتے رہے ہیں۔ بھارتی حکومتوں کی طرح بھارتی میڈیا کا کردار بھی ہمیشہ منفی اور جانبدار رہا ہے۔ ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ بھارتی کی جانب سے ایسے بیانات آرہے ہیں اور ہمارے وزرا سمیت وزیراعظم نواز شریف بھی خاموش ہے ان کی طرف سے بھی تادم تحریر کوئی بیان سامنے نہیں آیا ہے بلکہ اب تک بھارتی سفارت کار کو بھی، رسمی احتجاج ریکارڈ کرانے کے لئے نہیں بھلایا گیا ہے۔

سیاسی تجزیہ کاروں اور عسکری ماہرین کے مطابق پاکستان کو اس مسئلے پر خاموش نہیں رہنا چاہیے بلکہ نہ صرف عالمی سطح پر بات کرنی چاہیے بلکہ بھارت کے ان دہشتگردوں کو ہر صورت میں بے نقاب کرنے کی ضرورت ہے اور ملوث تنظیموں کے خلاف سخت سے سخت کارروائیاں بھی کی جانی چاہیے۔ قوم کے سامنے ان تنظیموں کے بارے میں کھل کر بات کرنی پڑے گی تاکہ عام لوگ بھی بھارتی دہشتگردی سے واقف ہو جائے۔ عسکری ماہرین کا یہ بھی کہنا ہے کہ بھارتی جارحیت اور دہشت گردی کامقابلہ کرنا صرف فوجی قیادت کا کام نہیں بلکہ حکومت سمیت پوری قوم کویک زبان ہو کر بھارت کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے اور ان کے حواریوں کو جو پاکستان میں دہشتگردی پھیلا رہے ہیں ان کو بھی روکنا چاہیے۔ جب تک پوری قوم فوجی قیادت اور عسکری اداروں کے ساتھ تعاون نہیں کرتی اس وقت تک پاکستان کے خلاف ایسی کارروائی ہوتی رہے گی۔

بحیثیت قوم ہمیں نہ صرف بھارتی دہشت گردی کو روکنا ہو گا بلکہ جس طرح ماضی میں قوم نے قربانیاں دی ہے اسی طرح آج بھی قربانی دینی پڑے گی۔ ہمارے ارد گرد موجود شدت پسندوں اور دہشت گردوں کے بارے میں سکیورٹی اداروں کے ساتھ مکمل تعاون کرنا پڑے گا اور ہمیں خود اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے تو پھر پاکستان کے خلاف کوئی بھی ملک دہشت گردکارروائیوں میں کامیاب

نہیں ہو سکتا۔

مصر میں اخوان المسلمون کے خلاف ریاستی تشدد اور مرسی کی پھانسی

نائن الیون کے بعد دہشت گردی کے خلاف نام نہاد جنگ نے پوری دنیا کو بالعموم اور مسلم دنیا کو بالخصوص اپنے لپیٹ میں لیا ہے۔افغانستان میں جو آگ لگائی گئی تھی وہ آگ کم ہونے کے بجائے اس میں اضافہ ہوا ہے۔اسی طرح عراق میں آئے روز بم دھماکے خودکش حملے ہوتے جارہے ہیں۔ عراق سے امریکی اور اتحادی افواج کے انخلاکے باوجود حالات قابو میں نہیں ہے۔ شام، یمن، سعودی عرب، پاکستان اور مصر کے حالات بھی ہمارے سامنے ہیں جب کہ برما میں مسلمانوں کی قتل عام نے تو انسانیت کو شرم دیا ہے۔ چاروں طرف صرف اور صرف مسلمان مر رہے ہیں۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ مسلم حکمران نہ صرف اس تمام صورت حال پر نہ کوئی ایکشن لے رہے ہیں بلکہ خاموش تماشائی بن بیٹھے ہیں۔ اقوام متحدہ جو پوری دنیا میں انسانی حقوق کے لئے بنائی گئی تھی آج صرف مغربی حقوق کی بات کرتا ہے۔آج اقوام متحدہ مسلمانوں کے قتل عام پر اس لیے بھی خاموش ہے کہ جب مسلم ممالک کے حکمران بزدل اور کٹھ تپلی بنے بیٹھے ہیں تو اقوام متحدہ کیا رول ادا کریں گا۔ سب سے بڑا المیہ ہمارا یہ بھی ہے کہ مسلم ممالک کی اپنی تنظیم او۔آئی۔سی میں بھی اس نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ جس نے اب پوری مسلم دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ یہ جنگ پہلے القاعدہ اور طالبان کے نام پر تھی

اب داعش کے نام پر جاری ہے۔ قتل و غارت کا جو بازار پہلے افغانستان و عراق میں گرم تھا آج اس میں بہت سے دوسرے اسلامی ممالک بھی شامل ہو گئے ہیں اور آہستہ آہستہ وہ ممالک بھی اس کے اثر میں آ رہے ہیں جو پہلے بچے ہوئے تھے اور وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ ہم اس آگ سے بچ جائیں گے لیکن آج یہ آگ چاروں طرف پھیل چکی ہے اور ہم خود ہی اس آگ کو نہ صرف بھڑکا رہے ہیں بلکہ اس کو پھیلانے میں بھی خود مسلمان شامل ہے۔ جس کی تازہ مثال سعودی عرب میں خود کش حملوں کا آغاز ہے۔ مصر میں اخوان المسلمون کی منتخب جمہوری حکومت کا تختہ الٹنے والے آمر جنرل سیسی نے اخوان المسلمون اور اسلام پسندوں کے خلاف کارروائیاں دو سال سے شروع کی ہوئی ہے۔ اخوان المسلمون کے منتخب صدر مرسی کی حکومت کا خاتمہ اور ان کو جیل میں بند کر کے جمہوری پسند اور مسلم حکمران خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں۔ مصر میں حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو چکے ہیں۔ فوجی جنرل سیسی نے حکومت پر قبضہ کرنے کے بعد سے اخوان المسلمون کے کئی رہنماؤں کو پھانسی دی اور بہت سوں کو قتل اور گرفتار کیا۔ جنرل سیسی کا ٹارگٹ اور سوچ بہت واضح ہے کہ جیسے بھی ہو اخوان المسلمون کو ختم کرنا ہے اور نئی نسل میں اسلام پسند سوچ کا خاتمہ یقینی بنانا ہے جس کے لیے وہ مختلف طریقے اپنا رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں جنرل سیسی نے سابق صدر مرسی کو سزائے موت دینے کا فیصلہ کیا جس

پر مصر کے عوام نے احتجاج بھی کیا اور اس کو ایک سیاسی فیصلہ قرار دیا ہے۔ اس سے پہلے بھی کئی رہنماؤں کو مصری عدالت کے ذریعے پھانسی پر لٹکایا جا چکا ہے۔ اب کٹھ پتلی مصری عدالت مرسی کو سولی پر چڑھانے پر تل گئی ہے۔ غیر ملکی خبر رساں ایجنسی کے مطابق مصری عدالت نے اعلان کیا ہے کہ سابق صدر مرسی کو پھانسی دینے کا حتمی فیصلہ 16 جون کو کیا جائے گا۔ دوسری جانب مصری پولیس نے اخوان کے دو سرکردہ رہنماؤں کو بھی گرفتار کر لیا ہے۔ مصر میں جنرل سیسی کے ماورائے قانون اور انسانی حقوق کے اقدامات پر نہ صرف اقوام متحدہ خاموش ہے بلکہ انسانی حقوق کے علمبردار امریکا اور یورپی یونین نے بھی چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ پوری دنیا کو جمہوریت کا درس دینا والا امریکا اور اسکے حواریوں کو مصر میں میں جمہوری حکومت کے خاتمے اور وہاں پر اخوان المسلموں کی قتل کیوں نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس سے بڑا کر ہمارے لیے المیہ کی بات یہ ہے کہ ان تمام قانونی اور انسانی خلاف ورزیوں پر مسلم دنیاکے حکمران اور او آئی سی کی خاموشی بھی مسلم دنیاکے عوام کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ پاکستان کے دفتر خارجہ سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ مصری حکومت قانون کے مطابق فیصلے کریں اور انسانی حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے ہیں سزائے دیں۔ اس برائے نام بیان کے علاوہ پاکستان کی جانب سے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا ہے۔ جماعت اسلامی کے سربراہ سراج الحق نے مرسی کی سزائے موت کے فیصلے کو غیر انسانی اور غیر قانونی قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ مصری حکومت کے خلاف اقوام

عالم کو آواز بلند کرنا چاہیے دوسری جانب تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اقوام متحدہ کو خط لکھا ہے جس میں برما کے مسلمانوں کے قتل عام پر اقوام متحدہ کے کردار کو شرمناک قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ بان کی مون سیکرٹری جنرل فوری طور پر مسلمانوں کے قتل عام پر ایکشن لیں اور اس کو ہر صورت میں روکے۔ جنرل سیسی اب مشہور معروف جامعہ ازہر کو استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جامعہ ازہر پر زور دیا جارہا ہے کہ وہ اخوان المسلمون کے خلاف فتوے دیں اور ان کے جامعات میں تقریریں کریں تاکہ نئی نسل کو اخوان المسلمون کے نظریے سے بچایا جا سکیں۔

آج پوری دنیامیں مسلمانوں کا قتل عام ہو رہا ہے لیکن اس کی ذمہ داری مسلمانوں کے اوپر ہی آتی ہے۔ آج افغانستان ، عراق ، شام ، پاکستان اور مصر میں مسلمان ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں ، سازشی عناصر اپنی جگہ لیکن مسلمان خود ایک دوسرے کے قتل بنے ہوئے ہیں جس کو روکنے کے لیے کوئی بھی مسلم حکمران آواز بلند نہیں کرتا اس قتل عام کو روکنے کے لیے جب تک مسلمان خود کردار ادا نہیں کرتے اس وقت تک یہ خون اسی طرح بہتا جائے گا۔

بھارتی جارحیت پر خطے کی صورت حال

پاکستان اور چین کے درمیان اقتصادی راہداری معاہدے کے بعد پڑوسی ملک بھارت کے اس منصوبے پر خدشات اب کھلے کر سامنے آ گئے ہیں۔ بھارت پر آج یہ ضرب المثل بالکل درست ثابت ہو رہی ہے کہ منہ میں رام رام اور بغل میں چوری۔ پاکستان اور ہمسایہ ممالک کے ساتھ بہتر تعلقات کا انڈیا پروپیگنڈا اب کھل کر واضح ہو گیا کہ بھارت کسی ملک کی بہتری نہیں چاہتا اور خطے میں پر امن ماحول کو خراب کرنا چاہتا ہے۔ پاکستان کے خلاف پہلے چھپ کر اور خاموشی سے پروپیگنڈا کیا جاتا تھا۔ اب جب سے پاکستان کا چین کے ساتھ اقتصادی راہداری کا معاہدہ ہوا ہے تو بھارت پاکستان کے خلاف کھل کر دھمکی آمیز بیانات دے رہا ہے۔ ان بیانات میں ان کے وزار کے علاوہ وزیراعظم نریندر مودی بھی برابر کے شریک ہے۔ تاریخ میں سانحہ مشرقی بنگال کے حوالے سے جو کچھ لکھا اور کہا گیا تھا آج مودی نے خود اسے درست اور حقیقت پر مبنی قرار دیا کہ کیسے انہوں نے بنگلہ دیش میں حالات کو خراب کیا اور پاکستان کو دو لخت کر دیا۔

پاکستان کے خلاف مسلسل بیانات دینے سے دونوں ممالک کے درمیان حالات بہت کشیدہ ہو چکے ہیں۔ پاکستان کی جانب سے بھارت کے ان سخت بیانات پر آئی ایس پی

آر کی جانب سے جاری بیان کہ مطابق پاک فوج کے سر براہ جنرل راحیل شریف نے کہا ہے کہ پاکستان کسی بھی ملک میں پراکسی وار کے خلاف ہے اور کسی کو بھی اپنے ملک میں پراکسی وار لڑنے کی اجازات نہیں دے گا۔ جنرل راحیل شریف کا کہنا ہے کہ غیر ملکی ایجنسیاں بلوچستان کو غیر مستحکم کرنے سے باز رہے۔ نیشنل ڈیفنس یونیورسٹی میں خطاب کرتے ہوئے جنرل راحیل کا کہنا تھا کہ ہمارے دشمن پاکستان میں دہشت گردوں کی حمایت کرکے مسلح تصادم کو ہوا دے رہے ہیں اور پاکستان کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کررہے ہیں لیکن دشمن اپنے مذموم عزائم میں کبھی کامیاب نہیں
ہوسکتے۔انھوں نے کشمیر کے حوالے سے اپنے خطاب میں کہا کہ کشمیر تقسیم ہند کا نامکمل ایجنڈا ہے۔ پاکستان اور کشمیر کو علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔ جنرل راحیل نے مزید اپنے خطاب میں کہا کہ ہم خطے میں امن اور استحکام چاہتے ہیں لیکن ہم اقوام متحدہ کی قراردادوں کی روشنی میں کشمیر کا حل چاہتے ہیں تاکہ خطے میں پائیدار امن قائم ہوسکے۔ دوسری جانب پاکستان کے دفتر خارجہ سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ کشمیر متنازعہ علاقہ ہے لیکن بھارت اقوام متحدہ کی قراردوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کو اپنا حصہ قرار دیتا ہے۔ دفتر خارجہ کا کہنا ہے کہ جموں وکشمیر پر بھارت نے ناجائز قبضہ کیا ہوا ہے۔ اس متنازعہ علاقے پر ناجائز قبضہ برقرار رکھنے کی خاطر بھارت نے سات لاکھ افواج کو جموں وکشمیر میں تعینات کیا ہے جو کشمیروں کی آواز دبانے کی کوشش کررہے ہیں۔

یہ بھی یاد رہے کہ بھارتی وزیراعظم مودی اور ان کے وزار کی جانب سے کشمیر کو اپناحصہ قرار دینے اور پاکستان کے صوبے بلوچستان ، کراچی اور قبائلی علاقوں میں شدت پسندوں کو سپورٹ کرنے کے بیانات اب ریکارڈ کا حصہ بن چکے ہیں۔ ہم تو عرصہ دراز سے کہہ رہے ہیں کہ پاکستان میں شدت پسندوں اور دہشتگردوں کو بھارت کی جانب سے ناصرف مالی امداد ملتی ہے بلکہ اسلحہ و بارود بھی ملتا ہے۔ ملک کے چاروں صوبوں میں انتہاپسندوں اور دہشت گردوں کو پاکستان میں دہشت گردانہ واقعات کرانے اور حملوں کے پیچھے بھارت کا ہاتھ ہے جواب کھل کر بھارتی اہلکار، وزار اور وزیراعظم مودی مانتے ہیں۔پاکستان میں سیاسی رہنماؤں نے بھارت کی اس روایے پر افسوس اور دکھ کااظہار کیا ہے۔پارلیمنٹ میں بھی بھارتی عزائم کے خلاف قرارداد منظور ہوئی ہے اور اقوام متحدہ سے نوٹس لینے کا مطالبہ بھی کیا گیا ہے۔

بھارت کی دھمکی آمیز روایہ پاکستان کی طرف تو ہمیشہ رہا ہے لیکن پاک چین راہداری پر اپنی ناکام کوشش کرتے ہوئے بھارتی وزیراعظم مودی نے چین کے دورے پر اپنے تحفظات کا اظہار چینی حکام سے بھی کیا، بھارت کی وزیرخارجہ شاسوراج نے کہا ہے کہ بھارت ہمسایہ ممالک پاکستان اور چین کے اقتصادی راہدری کا سخت خلاف ہے ۔ وزیر اعظم مودی نے اپنے چین کے دورے پر چین حکام

کو اپنے تحفظات سے آگاہ کیا ہے۔

تجزیہ نگاروں کے مطابق چین کو اس اقتصادی راہداری پر اس لئے اعتراض ہے کہ راہداری کشمیر سے ہو کر گزارے گی اور اسے فکر ہے کہ یہ بنیادی ڈھانچہ فوجی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاسکتا ہے۔وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف نے کہا ہے کہ چین حکام نے پاکستان اور چین کے درمیان طے پایا جانے والے اقتصادی راہداری پر بھارتی تحفظات کو رد کیا ہے۔ وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ پڑوسی ملک کو پاکستان کی ترقی ہضم نہیں ہو رہی ہے۔ میاں نواز شریف کا مزید کہنا تھا کہ اس منصوبے سے پاکستان بہت ترقی کر یں گا۔

واضح رہے کہ اپریل میں چینی صدر شی جن پنگ نے پاکستان کے دورے پر کہا تھا کہ پاکستان اور چین کے درمیان طے پانے والے منصوبوں میں 30 سے زائد منصوبے اقتصادی راہداری سے متعلق ہے۔پاکستان اور چین نے 51 معاہدوں اور مفاہمت کی یاداشتوں پر دستخط کیے ہیں۔

بھارتی بیانات پر پورے پاکستان میں تشویش کا اظہار کیا جا رہاہے۔ ایک جانب بھارت کی طرف سے دہشت گردوں کو ہر قسم کی سپورٹ مل رہی ہے تو دوسری جانب اب بھارت کی جانب سے دھمکی آمیز بیانات نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی جس کی

وجہ سے کمزور تعلقات مزید خراب ہو گئے، اب وہ تجزیہ کار اور سیاستدان بھی بھارت کے ان بیانات پر غم و افسوس کا اظہار کر رہے ہیں جو بھارت سے دوستی اور بہتر تعلقات کے حق میں چوبیس گھنٹے گن گاتے تھے۔

پاکستان کی جانب سے سخت ردعمل کے باعث اب گزشتہ روز بھارتی وزیراعظم نریندر مودی نے اپنے ہم منصب میاں نواز شریف کو فون کیا اور دونوں ممالک کے درمیان پائے جانے والے کشیدہ صورت حال پر بات چیت کی گئی۔ وزیراعظم میاں نواز شریف نے بھارتی وزیر اعظم سے کہا کہ پاکستان بہتر تعلقات کا ہمیشہ سے خواہاں رہا ہے۔ بھارت کی جانب سے ایسے بیانات نہیں دینے چاہیے جس سے تعلقات خراب ہو۔ میاں نواز شریف نے کہا کہ جنگ کی باتوں کو بھلا کر امن کی طرف جانا چاہیے۔ سیاسی تجزیہ کاروں اور عسکری ماہرین کے مطابق بھارت کی جانب سے ان بیانات کے بعد واضح ہو گیا ہے کہ بھارت خطے میں امن کا خواہاں نہیں ہے بلکہ اب دہشتگردوں کو سپورٹ کے حوالے سے بھارت کی جانب سے جو کچھ کہا گیا ہے عالمی برادری کو اس کا نوٹس لینا چاہیے۔ اگر بھارت خطے میں امن چاہتا ہے تو اسے پاکستان کی اہمیت کو تسلیم کرنا ہوگا اور دوسرے ممالک کے اندرونی حالات میں مداخلت سے باز رہنا پڑے گا۔

آغاز رمضان سے

پاکستان سمیت پوری دنیا میں رمضان کا مہینہ شروع ہو چکا ہے۔ اس بابرکت مہینے میں کروڑں مسلمان اللہ تعالٰی کے حکم پر سحری سے لے کر افطاری تک بھوکے پیاسے رہتے ہیں۔جب ہم نے رمضان کے روزے رکھنا شروع کیے تو ہم بھی یہ سوچتے تھے کہ سحری سے لے کر افطاری تک بھوکے پیاسے رہنے سے اللہ میاں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے حالاں کہ اللہ میاں تو بہت غفور و رحیم ذات ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہم پر بھی یہ واضح ہو گیا کہ سارا دن بھوکے پیاسے رہنے سے اللہ میاں کا نہیں بلکہ ہمارا اپنا فائدہ ہوتا ہے جو جسمانی اور روحانی کے علاوہ بھی ہے۔ اللہ تعالٰی نے انسانی فلاح کے لیے روزے کو فرض کیا ہوا ہے تاکہ ہم سارا دن بھوکا پیاسا رہ کر ان مجبوروں، بے کسوں، غریبوں کا دکھ درد کا اندازہ لگا سکیں جہاں دنیا بھر میں خصوصاًاور پاکستان میں عموماً کروڑں کی تعداد میں لوگوں کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی اور جہاں چندہ روپوں کی خاطر انسان پر حیوانیت غالب آ جاتی ہے۔ لمحوں میں قتل عام شروع ہو جاتا ہے۔ پورے عالم کے لیے آنے والے دین اسلام نے ہمیں اس لیے پورے انسانیت کا درس دیا تاکہ ہمیں نا صرف مسلمانوں کے دکھ درد کا احساس ہو بلکہ غیر مسلمانوں کے دکھ درد کا بھی احساس ہو جائے کیوں کہ اللہ تعالٰی صرف مسلمانوں کا رب

نہیں بلکہ وہ پورے چھ ارب انسانوں کا رب ہے جس میں چار ارب سے زائد غیر مسلم ہیں۔ جب ہم اس فلسفے کو سمجھے کہ ہمارا اللہ رب المسلمون نہیں بلکہ رب العلمین ہیں تو ہمارے پچاس فی صد سے زیادہ کے مسائل اور اختلافات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ جہاں پر ہم آئے روز دوسروں کو اچھا مسلمان بنانے کے لیے قتل و غارت کرتے ہیں، خود کش حملے اور بم دھماکے کرتے ہیں۔ پوری دنیا پر اللہ کا پیغام نہیں بلکہ اپنا قبضہ جمانے اور فوائد کے لیے جہاد جیسے مقدس پیغام کو استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور بحیثیت مسلمان ہم اپنے سو روپے کے فائدے کے لیے دوسروں کو لاکھوں کا نقصان منٹوں میں دینے سے گریز نہیں کرتے۔ پورے پاکستان اور خیبر پختونخوا میں جس کو ہم مسلم معاشرہ کہتے ہیں میں گوشت کے نام پر گدھوں اور کتوں کا گوشت بکنا اب معمول بن چکا ہے۔ دودھ میں جو ملاٹ ہوتی ہے وہ اپ جان کر دودھ کا نام لینا بھی گناہ سمجھیں گے، وہ غلاظت اور کیمیکل دودھ بنانے میں استعمال کی جاتی ہے جس کا ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ آج پورے پاکستان میں دودھ پیدا نہیں کیا جاتا بلکہ بنایا جاتا ہے۔ پشاور، مردان، صوابی اور نوشہرہ سمیت پورے پاکستان میں شہروں کے علاوہ دیہات میں بھی اپ کو خالص دودھ نہیں مل سکتا۔ دیہات میں تو گجر حضرات کہتے ہیں کہ خالص دودھ تو صرف بھینس کا بچہ پی سکتا ہے۔ بچپن میں ہم اپنے کتابوں میں پڑھتے تھے کہ دودھ میں پانی ملانا گناہ ہے۔ آج تو کتابوں سے وہ باتیں نکل گئی ہے کیوں کہ اب دودھ میں پانی ملانا گناہ نہیں

بلکہ یہ غنیمت ہے کہ اگر کسی نے گائے اور بھینس کے دودھ میں پانی ملایا بلکہ آج تو دودھ کو مصنوعی طریقوں سے بنایا جاتا ہے جس کا استعمال انسانی صحت کے لیے بہت نقصان دے ہیں۔

ناپ تول میں کمی غیر مسلمان نہیں کرتے بلکہ ہم خود کرتے ہیں۔ دن رات اسلام کا نام لے کر اور استعمال کرکے کیا کچھ نہیں کرتے۔ دوسروں کی زمینیوں پر قبضہ جمانے کے لیے ہم معصوم بچوں کو قتل کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔آج یہاں پر کیا کچھ نہیں ہوتا وہ کام بھی ہوتے ہیں جس کا بیس پچیس سال پہلے تصور بھی نہیں کیا جاتا۔ سود جس کو اسلام نے منع کیا ہے آج ہم نے ان کو دوسرے نام دیکر اپنے معاشرے میں رائج کردیا ہے۔ عام لوگوں سے کیا گلہ شگواہ کروں آج تو معذرت کے ساتھ دین کا لبادہ اڑھنے والے بھی وہ کام کرتے ہیں جس کو دیکھ کر اور سن کر مسلمان نہیں انسانیت شرما جاتی ہے۔

بات کہاں سے شروع کی تھی اور کہاں پہنچی لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہم اپنے آپ کو تو مسلمان کہتے ہیں لیکن رمضان شروع ہوتے ہی ملاوٹوں، دو نمبری نہیں بلکہ دس نمبری کا بازار گرم ہو جاتا ہے۔ دنیا بھر میں جب غیر مسلموں کا کوئی تہوار شروع ہو جاتا ہے تو بازاروں اور دکانوں میں ریٹ کم ہوجاتے ہیں لیکن ہمارے معاشرے میں الٹا گنگا بہتی ہے۔ یہاں تو رمضان اور عید شروع ہوتی

ہی مہنگائی کا نیا طوفان بھی شروع ہو جاتا ہے۔ ہر بازار اور دکان میں خود ساخت ریٹ چلتے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کے اس بازار میں عوام برابر کے شریک ہے۔ رمضان کا بنیادی فلسفہ کہ دوسروں کے ساتھ مدد اور ہمدردی کرو۔ بھوکا پیاسا رہ کر احساس پیدا ہو جائے کہ ہم اگر ساری عمر کے لیے ایسے ہو جائے تو کیا ہو گا۔ ہمیں کم از کم آج رمضان کے مقدس مہینے سے اسلام کے بنیادی تعلیمات پر عمل کرنا چاہیے۔ رمضان کا جو درس ہے اس پر عمل کرنا چاہیے جو ہمیں پورے انسانیت کے لیے دیا گیا ہے۔ ہمیں آج خود سے آغاز کرنا ہو گا کہ ظلم و زیادتی، بد دیانتی، لوٹ کھسوٹ کا بازار خود ہی ختم کرنا ہو گا، تب ہم رمضان کے بنیادی درس کا فائدہ ہمیں اور معاشرے کو حاصل ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ رمضان میں بہت سے لوگوں کو بھوکے پیاسا رہنے کے سوا کوئی اجر نہیں ملتا، حالاں کہ اللہ تعالیٰ نے تو رمضان میں مسلمان کے ہر کام کو عبادت سے زیادہ کا درجہ دیا ہے۔ رمضان میں نیکیوں کا ثواب ڈبل سے بھی زیادہ کا ہو جاتا ہے۔ آج رمضان کے اس بابرکت مہینے میں ہم نے خود سے آغاز کرنا ہے کہ ہم ایک اچھے شہری اور انسان بنتے گے خود بھی غلط کام نہیں کریں گے اور دوسروں کو بھی منع کریں گے۔ تب بحیثیت مسلمان اللہ ہم سے راضی ہو گا۔

سب سے بڑا مسئلہ

پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے۔ تعلیم ، صحت ، صاف پانی، ترقیاتی کام یعنی موٹروے ، میٹرو بس یا کچھ اور۔ اس پر بات کرنے سے پہلے میں صرف ایک کہانی اپ لوگوں سے شیئر کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ میاں نے دربار لگایا تھا اور مختلف ممالک کا حال فرشتوں سے پوچھا رہے تھے۔ فرشتوں سے پوچھا کہ جرمنی کا حال کیا ہے فرشتے نے بتایا کہ وہاں پر گندم کی کمی ہے لوگوں کو بہت زیادہ مسئلہ ہے۔ اللہ میاں نے کہا کہ آگے جاؤ تو فرشتہ نے عرض کی کہ برطانیہ میں لوگوں کو ایک مرض لاحق ہو گیا ہے جس کی وجہ سے ہپستالوں میں راش بڑھتا جا رہا ہے۔ اللہ میاں نے کہا آگے جاؤ تو فرشتہ نے عرض کی ترکی میں عوام کو پانی کا مسئلہ ہے، لوگ مشکلات کا شکار ہے۔ اس ملک میں زلزلے کی وجہ سے اتنے لوگ مرے اور مکان تباہ ہوئے۔ اللہ میاں نے کہا آگے اسی طرح مختلف ممالک کے بارے میں فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کو رپورٹ دی لیکن جب پاکستان کی باری آئی کہ پاکستان کا کیا حال ہے تو فرشتوں نے بتایا کہ بجلی دستیاب نہیں، لوگ مہنگائی کے جن سے تنگ ہیں، ملک کے حکمران کو کرپشن سے فرصت نہیں۔ مختصراً جس طرح دوسرے ممالک کے مسائل بیان ہوئے اسی طرح پاکستان کے مسائل بھی بیان کیے گئے لیکن جب پاکستان کے مسائل

بیان ہونا شروع ہوئے تو اللہ میاں نے یک دم سے فرشتوں کو حکم دیا کہ جاؤ پاکستان
میں یہ مسائل حل کرو بارش برساؤ وغیرہ وغیرہ تو فرشتوں نے عرض کی کہ اے
غفورو کریم ذات جب سارے ممالک کا ذکر ہوا تو آپ نے ان کا حکم نہیں دیا صرف پا
کستان کے لیے حکم کیوں دیا کہ جاؤ جلدی سے ان کے مسائل حل کرو تو اللہ نے فرمایا
کہ باقی ممالک تو مسائل کو خود حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں جب کہ پاکستان میں لو
گ ہر کام مجھے پر چھوڑ لیتے ہیں اب تو حکومت بھی عوام سے کہہ رہی ہے کہ اللہ سے دعا
کریں کہ بارش ہو جائے تاکہ موسم بہتر ہو، بجلی کی ضرورت ہی نہ پڑے۔اس کہانی پر
اگر ٹھنڈے دماغ سے سوچا جائے تو مسائل سمجھ میں آجاتے ہیں کہ ہم خود کچھ بھی
نہیں کرتے صرف باتیں ،بیانات اور تقریری کرتے ہیں۔ حکومت کے ان نعرو پر نہیں
جاتے جب میاں نواز شریف اور شہباز شریف جلوسوں میں نعرے لگا رہے تھے کہ ہم
بجلی لوڈ شیڈنگ کو چھ ماہ اور ایک سال میں ختم کر دینگے اور اس وقت کی زرداری
حکومت پر کیا کچھ نہیں فرما رہے تھے وہ تاریخ کا حصہ ہے لیکن جب میاں نواز شریف
حکومت کو ایک سال ہوا تو وفاقی وزیر خواجہ اصف نے عوام سے کہا کہ دعا کریں کہ
بارش ہو جائے اور موسم ٹھنڈا ہو جائے ہم تو ابھی تک بجلی لوڈشیڈنگ کو ختم نہ کر سکیں
آئندہ سال بہتی ہو گی۔آپ سال پہلے کہ اخبارات اٹھائیں اور اس میں حکومتی
وزرااور میاں نواز شریف کے بیانات ، افتتاح کے اشتہارات دیکھے تو معلوم ہو جاتا ہے
کہ بجلی کا جو 35 سو کا شارٹ فال ہے وہ انہوں نے

اتنی بجلی پیدا کی ہے کہ وہ ختم ہو گیا ہے بلکہ اب سسٹم میں زیادہ بجلی آ رہی ہے جس پر اسوقت میں نے تمام حکومتی بیانات اور وزیر اعظم میاں نواز شریف کی افتتاح کے اعداد وشمار کو اکٹھا کیا تھا جو مختلف پروجیکٹ سے دو سو، پانچ سو بارہ سو وغیرہ کے اعداد وشمار سے شارٹ فال کا تقریباً خاتمہ ہو چکا تھا لیکن بد قسمتی ہماری کی عوام پر لوڈ شیڈنگ کا عذاب نہ تھم سکا۔ اب دو سال گزرنے کے باوجود کوئی کمی نہیں آئی۔ حکومت صرف وہی باتیں وعدے کر رہی ہے جو باتیں اور وعدے زرداری دور حکومت میں وزرا کر رہے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ اب میڈیا اسی طرح رپورٹ نہیں کرتا کہ جسے زرداری دور حکومت میں کرتا تھا۔میڈیا کو نہ اس دور کی کرپشن نظر آتی ہے اور نہ ہی دوسری نااہلی۔ وجہ یہ ہے کہ بڑے گروپس نے تو ایکری منٹ کر لیے ہیں جب کہ دوسرے گروپ کے اتنے وسائل نہیں کہ وہ حکومت کی کرپشن اور نا اہلی پر تحقیقات کر یں ، لہذا سب ٹھیک ٹاک ہیں۔

بجلی لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے نہ صرف عوام کو گرمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلکہ اب تک کے اعداد وشمار کے مطابق ہزاروں کی تعداد میں سرمایہ کار کراچی ، پنجاب اور خیبر پختونخوا سے ہجرت کرکے بنگلہ دیش ، سری لنکا، دبئ وغیرہ شفٹ ہو گئے ہیں جو لوگ یہاں پر کام کر رہے ہیں انہوں نے اپنی شفٹوں کو کم کر دیا اور مشکلات سے دوچار ہے جس کی وجہ سے ملک کے برآمدات میں کمی اور بے

روزگاری میں اضافہ ہوا ہے جس کا ایک نقصان چوری اور ڈاکو میں اضافے کی شکل میں بھی نظر آرہا ہے۔ خواتین عزت نفس کو بیچنے پر مجبور ہیں۔

میرے معلومات کے مطابق پاکستان میں بجلی پیدا کرنے کے ذریعے تو بہت زیادہ ہے جس سے چھوٹے پیانے پر سستی بجلی پیدا کی جاسکتی ہے لیکن جو موجود سسٹم سے بھی تقریبا 24ہزار سے زائد بجلی پیدا کی جاسکتی ہے جب کہ ہماری ضرورت سردیوں میں 12 ہزار میگاواٹ جبکہ سخت گرمی میں زیادہ سے زیادہ 18ہزار میگاواٹ ہو جاتی ہے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ حکومت پہلے اس مسئلے کو حل نہیں کرتی جو لائن لاسس اور لوڈ برداشت کرنے والے گرڈ سسٹم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو نقصانات بجلی پیدا، لائن لاسس اور ڈسٹری بیوشن میں پی پی پی دور میں تھا وہی آج بھی ہے۔ پہلے ان کو ٹھیک کرنے کی ضرروت ہے جس پر بہت ہی کم خرچ آتا ہے جس کو اگر ٹھیک کیا جائے تو لوڈشیڈنگ ختم ہو جائے گی بلکہ ہمارے پاس بجلی زیادہ آجائے گی۔ پاکستان کے سب سے بڑے مسلہ کو حل کرنے میں شریف حکومت بالکل ناکام ہوئی ہے۔ نااہل لوگوں کو بجلی لوڈ مینجمنٹ سسٹم پر بیٹھایا ہے۔ وفاقی وزیر بجلی اور وزیر مملکت کا اس شعبے سے دوردور کا تعلق اور تجربہ نہیں۔ مذاق تو یہ ہے کہ سب سے بڑے مسئلے کے لیے وفاقی وزیر خارجہ کو بجلی کا اضافہ چارج دیا گیا ہے۔ مسلہ خراب نہیں ہوگا تو کیا ہوگا۔ جب سب رشتہ دار اہم پوسٹوں پر تعینات ہو اور دوسروں کے پاس

اختیار نہ ہو تو پھر یہی ہو گا جو آج پورے ملک میں لوڈشیڈنگ کے خلاف احتجاج کی شکل میں نظر آتا ہے۔ خیبر پختوخوا کے ساتھ تو بالکل دشمنوں والا سلوک کیا جا رہا ہے ۔پختونخوا کی ضرورت تقریباً دو ہزار میگاواٹ ہے جبکہ صوبہ بجلی زیادہ پیدا کرتا ہے ۔وزیر اعلیٰ کے حلقے میں پندرہ اور اٹھارہ گھنٹے کی لوڈشیڈنگ ہوتی ہے جبکہ وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ بجلی چوری ہوتی ہے جناب بجلی چوری روکنا اپ کا کام ہے اپ کے اہلکار بجلی چوروں سے ملی ہے۔ بجلی کو دو سال میں کتنی مہنگی کر دی گئی ہے اس پر آئندہ بات ہو گی۔

افغانستان کا مستقبل

افغانستان کا مستقبل کیا ہے۔ کیا ایک دفعہ پھر افغانستان میں طالبان کی حکومت قائم ہو جائے گی ؟ یہ وہ سوال ہے جس پر آج ہر جگہ بحث کی جارہی ہے۔ طالبان کے بڑھتے ہوئے حملے اور غیر رسمی مذاکرات کا نتیجہ آخر کار کیا نکلے گا, اس پر نہ صرف افغان حکومت تذبذب کا شکار ہے بلکہ افغانستان میں امن کے لیے کوشش کرنے والے ممالک خاص کر پاکستان کو بھی تشویش سے دو چار کر دیا ہے کہ جب افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کی بات کی جاتی ہے تو پھر طالبان کی جانب سے حملوں میں تیزی کا مطلب کیا ہو سکتا ہے۔ افغان سکیورٹی فورسز اور عمارتوں پر طالبان کے پے درپے حملوں میں گزشتہ چند مہینوں میں کافی اضافہ دیکھنے کو آیا ہے۔ حالیہ حملوں کو دیکھتے ہوئے لگتا ہے کہ طالبان کی قوت میں پہلے سے اضافہ ہوا ہے۔طالبان چودہ سال طویل عرصہ گزرنے کے باوجود بھی اس پوزیشن میں اپنے آپ کو باآور کر رہے ہیں کہ وہ آج بھی افغانستان کی حکومت سنبھال سکتے ہیں جس کا اندازاس طرح بھی لگایا جاسکتا ہے کہ طالبان نے کئی صوبوں میں شیڈو حکومت بنائی ہے کچھ دن پہلے ہی انہوں نے صوبہ قندوز میں دو اضلاع پر قبضے کیا تھا اس کے بعد طالبان نے مشرقی صوبے نورستان کے ضلع وانٹ وایگل پر قبضہ کر لیا ہے۔ طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے مطابق لڑائی میں افغان

فوجیوں کو قتل کرکے بڑی تعداد میں اسلحہ بھی لے لیا گیا جبکہ ضلع کے حکومتی سربراہ مولوی رحمت نے میڈیا کو بتایا کہ حکومتی فورسز حملے کی صبح ساڑھے پانچ بجے ضلع سے نکل گئی تھی۔اس کے علاوہ گزشتہ روز طالبان نے جنوبی صوبہ ہلمند میں پولیس چیک پوسٹ پر حملہ کرکے بیس سے زائد پولیس اہلکاروں کو مار دیا تھاجب کہ اس سے پہلے بھی ہلمند کے دوسرے اضلاع میں طالبان نے حملے کرکے بہت سے پولیس اہلکاروں کو قتل کیا اور بڑی تعداد میں اسلحہ بھی قبضے میں لیا تھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ اس سے پہلے طالبان نے جلال آباد میں پولیس ہیڈ کوارٹرز پر خود کش حملہ کیا تھا جس میں بھی دس افراد مر گئے تھے لیکن ان تمام حملوں سے زیادہ المناک حملہ طالبان کا کابل میں پارلیمنٹ پر حملہ ہے جس نے مزید بہت سے سوالوں کو جنم دیا۔اس حملے میں جانی نقصان تو کم ہوا یعنی ایک بچی اور خاتون ٹارگٹ ہوئی لیکن سوالات بہت سے پیدا ہوئے کہ طالبان کی قوت آج بھی اتنی ہے کہ وہ پارلیمنٹ پر حملہ کر سکتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ شاید وہ پارلیمنٹ کو نہیں مانتے اور وہ یہ باآور کر رہے ہیں کہ ہمارا مستقبل پارلیمانی نظام نہیں بلکہ کچھ آور ہے۔

تجزیہ کاروں کی جانب سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ پارلیمنٹ پر حملہ دراصل مذاکراتی عمل جو ابھی تک باقاعدہ طور پر شروع بھی نہیں ہوا ہے اس کو

سبوتاژ کرنے کی کوشش ہے کہ طالبان مذاکرات پر یقین نہیں رکھتے بلکہ بندوق کے زور پر حکومت کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ تجزیہ کاروں کی جانب سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ بعض عناصر افغانستان اور پاکستان کے درمیان بہتر تعلقات نہیں چاہتے بلکہ ان کی کوشش ہے کہ اشرف غنی حکومت اور پاکستان کے درمیان تعلقات کو خراب کیا جائے اور امن کے لیے کی جانے والے مشترک کوشیش ناکام ہو جائے۔ پارلیمنٹ پر حملے کو بھی بعض عناصر نے پاکستان سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔

پاکستان میں موجود افغان سفیر جانان موسی زئی کا کہنا ہے کہ طالبان سے مذاکرات شروع ہو چکے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ طالبان قیادت میں کچھ لوگ مذاکرات کے حامی ہیں ۔ امید ہے کہ ملاعمر بھی مذاکرات کی حمایت کریں گے۔ افغان سفیر کا کہنا ہے کہ مذاکرات کی میز پر نہ آنے والوں کے خلاف سخت کارروائی ہو گی۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ پاکستان مذاکرات میں اہم کردار ادا کر سکتا ہے ۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ افغانستان خوش قسمت ہے کہ ان کے پاکستان اور چین کے ساتھ اچھے تعلقات ہے۔ دوسری جانب افغان صدر اشرف غنی نے افغان طالبان کے خلاف پاکستانی قیادت کو خط لکھا جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان افغان طالبان کے خلاف سخت کارروائی اور انسداد دہشتگردی کے خلاف جنگ میں مزید تعاون کریں۔ پاکستانی فورسز خود قبائلی علاقوں میں جاری آپریشن

ضرب عضب میں مصروف عمل ہے جس میں اب تک کے اعداد وشمار کے مطابق تین ہزار کے لگ بھگ دہشت گردوں کو مارا گیا ہے مزید کارروائی بھی کی جارہی ہے لیکن پاکستان کے یہ بھی تحفظات ہے کہ قبائلی علاقوں سے جانے والے شدت پسند افغانستان سے پاکستانی فورسز پر حملے کر رہے ہیں جس سے پاکستان کو نقصان ہو رہا ہے جب کہ افغانستان میں شدت پسندوں کے خلاف کارروائی کرنا افغان حکومت کا کام ہے پاکستان کا نہیں۔

موجود حالات کے پیش دونوں ممالک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سرحدی علاقوں کی حفاظت کے لیے مشترک حکمت عملی بنائے۔دوسرا اہم کام افغان پارلیمنٹ کا ہے کہ وہ امن کے لیے پاکستان اور افغان حکومت کے درمیان طے پانے والے معاہدے میں اشرف غنی حکومت کا ساتھ دیں۔افغانستان میں بھارتی لابی کی مسلسل کوشش ہے کہ اشرف غنی حکومت کی پاکستان کے ساتھ تعلقات بہتر نہ ہو بلکہ پاکستان کے خلاف افغان عوام میں غلط فہمیوں کو پیدا کی جائے ۔۔بحر کیف دونوں ممالک کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان سازشوں کو ناکام بنادے جو ان کے خلاف ہو رہی ہے۔ موجود حالات کے پیش نظر افغان حکومت کو اپنی حکمت عملی میں تبدیلی لانی چاہیے اور جلد از جلد افغان طالبان کے ساتھ مذاکرات شروع کرنے چاہیے۔اب افغانستان کی پوزیشن یہ ہے کہ ایک طرف طالبان لڑ رہے ہیں تو دوسری جانب افغان فورسز ان کا مقابلہ کر رہی ہے عملی طور پر

اتحادی افواج نے افغان حکومت کو اکیلے چھوڑ دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا افغانستان میں آنے والے دنوں میں پر تشدد کارروائیاں مزید بڑھ جائے گی یا کوئی تاریخی معاہدہ طے پا سکتا ہے جس کا فیصلہ خود افغان حکومت اور طالبان نے کرنا ہے کہ وہ آخر کب تک افغان سرزمین کو آگ میں جلنے دیں گے۔ یہ آگ کوئی اور نہیں بلکہ افغانیوں نے خود بجانی ہے۔

قوم کو مبارک ہو

پوری قوم کو مبارک ہو۔ عالمی بنک اور آئی ایم ایف کی جانب سے پاکستان کی معاشی پوزیشن بہتر ہونے پر قرض دینے کی قسط جاری کر دی ہے۔ ایک اور مبارک باد بھی وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے قوم کو دی ہے کہ پاکستان کی معاشی حالات کی بہتری کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ملکی تاریخ میں پہلی دفعہ زر مبادلہ کے ذخائر 18 ارب سے تجاوز کر گئے ہیں۔ وزیر خزانہ نے قوم کو مبارک باد دینے کے اس بیان میں کہا ہے کہ عالمی بنک کی جانب سے آسان اقساط پر 70 کروڑ 60 لاکھ ڈالر کا قرضہ پاکستان کو موصول ہو گیا ہے جس کے بعد زر مبادلہ کے ذخائر اٹھارہ ارب سے زیادہ ہو گئے ہیں اور یہ رقم عالمی بنک کے ہدایت کے مطابق معاشی ترقی کے چار منصوبوں پر خرچ ہو گی جس میں 50 کروڑ ڈالر سماجی تحفظ، ٹیکس محاصل اور نجکاری کے عمل میں بہتری پر خرچ کیے جائیں گے جب کہ 20 کروڑ 60 ڈالر تعلیم کے شعبے پر خرچ کیے جائیں گے۔ مبارک باد کا یہ سلسلہ صرف وزیر خزانہ اسحاق ڈار تک محدود نہیں بلکہ وزیر اعظم پاکستان جناب میاں نواز شریف نے بھی وزیر خزانہ کی دن رات محنت جو وہ قرضہ وصول کے لیے کر رہے تھے، ان کی ٹیم اور پوری قوم کو مبارک باد دی کہ ہمیں قرض مل رہا ہے اور یہ ہماری بہتری معاشی پالیسی کا مظہر ہے۔ عالمی مالیاتی فنڈ نے بھی پاکستان کے لیے پچاس کروڑ ڈالر قرض کی

قسط جاری کی ۔ وزیر خزانہ کا اس پر کہنا ہے کہ پاکستان کی معیشت بہتری کی جانب گامزن ہے اور قرضے کی قسط کا اجرا معاشی استحکام اور بین الاقوامی ادارے کا اطمینان کا ثبوت ہے۔

اب 15 کروڑ عوام جو جاہل ،ان پڑھ ، غریب اور دو وقت کی روٹی کی محتاج ہو ان کو کیا معلوم کہ عالمی بنک سے قرض لینا کتنا بڑا اور ملکی مفاد کے لیے ضروری کام ہے اگر یہ قرض نہیں ملتا تو پاکستان کے پچاس لاکھ لوگ کیا کرتے ، ان کی معاشی پوزیشن کمزور ہوتی، دوبئ اور لندن میں جو پلازہ بن گئے اور جو بن رہے ہیں ان پر کام کی رفتار کیا ہو جاتا ۔ میں سے پچاس کروڑ ڈالر جو صرف عوام سے ٹیکس کی حصولی ، اداروں کی نجی کاری 70 اور سرمایہ کاروں یعنی ارب پتوں کی سکیورٹی اور فلاح پر خرچ ہوں گے ۔ اب دو کمروں میں رہنے والے گل خان اور کراچی میں مقیم ایک کمرے والے شوکت علی کو کیا معلوم کہ جب تک پندرہ کروڑ عوام سے سیلز ٹیکس تمام خوردنی اور عام روزہ زندگی میں استعمال ہونے والے اشیاپر تیکس لگانا کتنا ضروری ہے اگر ہم یہ نہیں کریں گے تو جو قرض عالمی بنک سے ملا ہے وہ تو ضائع ہو جائے گا۔ اس سے بڑھ کر اب ان ذاکر خانوں اور گل خانوں کو کیا معلوم کہ جب تک حکومتی ادارے جو سالوں سال میں بنتے ہیں یعنی ،ریلوے ، پی آئی اے

نادرااور سرکاری ہسپتال وغیرہ پرائیویٹ لوگوں یعنی منشا جیسے ایماندار اورحب الوطن کو نہیں بیچتے تواس وقت تک ملک ترقی نہیں کر سکتا۔

ان کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ارب پتی بنا پڑتا ہے اس کے بعد کسی لیگ یا پی پی پارٹی میں شمولیت اختیار کرنی پڑتی ہے، تب جا کر یہ اربوں کی سکیموں میں سے اربوں بنانے کی باتیں اور کام پر، آپ بھی قوم کو مبارک باد دینگے۔ اب کراچی میں بارسو سے زائد لوگ ہسپتالوں میں دوائی، بجلی، چیک آپ کے لیے مشینری موجود نہ ہونے سے اگر مر جاتے ہیں تو اس میں حکمرانوں کا کیا قصور ہے۔ جب انسان کا وقت پورا ہو جاتا ہے تو اللہ میاں ان کو اپنے پاس بلاتا ہے۔ اب پوری ملک میں بجلی نہیں ہے تو اس میں حکمرانوں کو کیا کہنا۔ اسلام آباد، لاہور، کراچی، کوئٹہ اور پشاور کے ہسپتالوں میں مریضوں کو ڈاکٹر نہیں ملتا یا چیک اپ کے لیے ٹیسٹ مشین خراب ہے تو یہ آج سے تو نہیں یہ تو بے نظیر بھٹو کے پہلے دور سے لے کر مشرف کے اٹھ سال اور زرداری کے پانچ سال کے بعد اب میاں نواز شریف کی تیسری باری میں خراب ہے تو اس میں دو سال سے آئی ہوئی صوبائی حکومت جس کا نعرہ انصاف کا ہے اور جس نے صحت کے انصاف پروگرام پر اربوں روپے معلوم نہیں کہاں خرچ کیے ٹھیک نہیں کرا سکا تو کیا ہوا۔ جب ملک کی آبادی بڑھ گئی تو ہسپتالوں پر تو راش ہو گا اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ سندھ پر پیپلز پارٹی کی حکومت معلوم نہیں کتنی سالوں سے کر رہی

ہے اگر پانچ سال میں ایک بھی بڑا ہسپتال بناتے تو عوام کو بروقت علاج معالجے کی سہولت پہنچتی تو اتنی اموات نہ ہوتی، اسی طرح آئے روز پنجاب اور خاص کر لاہور میں اگر ایک ہسپتال بھی پانچ سالوں میں بنتا تو میاں برادران کی 25 سالہ دور اقتدار میں کم از کم پانچ بڑے ہسپتال بن جاتے جس میں میٹرو بس کی طرح عوام کو بیس روپے میں انٹرنیٹ اور اے سی کے علاوہ آرام دے بیڈز دستیاب ہوتے۔ ہسپتالوں اور بازار میں دواء دو اور چار نمبر ملے تو اچھی اور خوش قسمتی بلکہ جس طرح عالمی بنک سے قرض لینے پر وزیر خزانہ اور وزیراعظم نے قوم کو مبارک باد دی اسی طرح میں بھی اپ کو مبارک باد دوگا کہ اپ کو دس اور بیس نمبر دوائی کی جگہ دو اور چار نمبر دوائی ملی۔ اپ لوگ یہ سمجھتے کہ دس اور بیس نمبر دوائیاں صرف پشاور اور لاہور میں ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ پورے ملک میں جعلی ادویات کا کاربار عروج پر ہے بلکہ آج کل بڑے سرمایہ کار اسی بزنس میں پیسہ لگتے ہیں۔ اس بزنس میں ڈبل شاہ سے زیادہ رقم مل جاتی ہے۔ بات مبارک باد سے شروع کی تھی پتہ نہیں کیا کیا دل سے نکل گیا لیکن شکر کرے کہ عالمی بنک سے قرضے میں بیس کروڑ ڈالر تعلیم پر بھی خرچ ہوگے اب یہ ناں کہنا کہ تعلیم حاصل کرنا تو امیروں کا کام ہے غریب تو میٹرک تک پچاس فی صد مفت تعلیم بھی حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا کرتے ہیں۔ غریب والدین کی امید ہوتی ہے کہ چلوں اب بچہ بوری اٹھا سکتا ہے یا ورکشاپ میں کام شروع کرکے استاد جی سے پچاس روپے لے سکتا ہے تو سرکاری یونیورسٹی میں سالانہ

لاکھوں کی فیس کہاں سے ادا کریں کہ بچے کو اعلیٰ تعلیم دلوادے۔ بحر کیف جس طرح عالمی بنک کے قرض عوام پر ٹیکس لگانے اور سرکاری اداروں کو کیسے فروخت کی جانے پر خرچ ہو گی اسی طرح یہ بیس کروڑ ڈالر جو تعلیم پر خرچ ہونی ہے خرچ ہو جائے گی لہذا اگل خانوں اور ذاکر خانوں کو اس بارے میں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ میری طرف سے بھی اپ سب کو مبارک ہو کہ عالمی بنک سے قرض مل گیا ہے ورنہ ان چند ارب پتوں کے لیے مشکل ہو جاتا۔ اللہ کا دین بے شک مکمل ہے، کراچی میں بارسو سے زائد افراد کی موت سمیت ہر چیز کے بارے میں گھر کے سربراہ سے لے کر ملک کے سربراہ سے پوچھا جائے گا۔ طبّی اموات کے علاوہ دہشت گردی سمیت، دو نمبر دوائیوں سے لے کر بیس نمبر ادویات سے مرنے اور ہپستالوں میں علاج معالجے کی سہولت نہ ہونے سے تمام اموات کی ذمہ داری نواز شریف سے لے چاروں وزرااعلیٰ سے اللہ میاں پوچھے گا۔ باقی ہمیں اپنے گناہوں کی سزا تو ملے گی جب ہم نے ان لوگوں کو منتخب کیا ہے۔

افغانستان میں نئی جنگ شروع

13 سالہ طویل عرصے کے بعد افغانستان میں مقیم اتحادی افواج کا انخلا گزشتہ دنوں مکمل ہو گیا۔ اب معاہدے کے مطابق چند ہزار امریکی فوجی کیمپوں تک محدود ہے لیکن اس طویل عرصے میں اتحادی افواج، افغان طالبان کو شکست نہیں دے سکیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ افغان سرزمین نے ایک دفعہ پھر تاریخ کو دہرا دیا ہے کہ افغان سر زمین غیر ملکیوں کے لیے قبرستان ہے۔ آج نیٹو ممالک کے سربراہان اور افغانستان میں اتحادی افواج کے کمانڈ سنبھالنے والے یہ حقیقت تسلیم کر چکے ہیں کہ افغانستان میں ان کو شکست ہو چکی ہے۔

اگر اس حقیقت کو تسلیم بھی کیا جائے کہ افغانستان میں غیر ملکیوں کو شکست ہوئی لیکن اس سچ کو بھی ماننا پڑے گا کہ آج افغانستان ایک دفعہ پھر خانہ جنگی کے دہانے پر کھڑا ہے۔ ایک طرف افغان حکومت اور طالبان کے درمیان لڑائی جارہی ہے تو دوسری جانب طالبان اور داعش کے درمیان نئی جنگ شروع ہو چکی ہے، وہ طالبان جن کو امریکہ اور اس کے پچاس اتحادی ممالک شکست نہیں دے سکیں۔ آج داعش کے ساتھ خطرناک لڑائی لڑ رہے ہیں۔ کیا امریکا نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت داعش جیسے تنظیم کو لانچ کیا ہے کہ افغانستان سمیت دوسرے

اسلامی ممالک میں جو خون بہہ رہا ہے اس میں مزید اضافہ ہو اور خاص کر افغانستان میں ایک دفعہ پھر خانہ جنگی شروع ہو جائے۔

رپورٹر کے مطابق داعش نے گزشتہ روز ایک ویڈیو جاری کی جس میں تین افغان طالبان کے سر قلم کرنے کے مناظر دکھائے گئے۔ ویڈیو پیغام میں بتایا گیا ہے کہ جن افراد کے سر قلم کیے گئے ہیں انہوں نے داعش کو چھوڑ کر طالبان میں شمولیت اختیار کی تھی جس کی وجہ سے انہیں موت کی سزا دی گئی۔ یہ بھی واضح رہے کہ چند روز قبل افغان طالبان کے نائب ملا اختر منصور نے داعش کے سربراہ ابوبکر بغدادی کے نام ایک خط جاری کیا تھا جس میں انہیں متنبہ کیا گیا تھا کہ داعش افغانستان میں داخلے کی کوشش نہ کریں اگر انہوں نے غیر ملکی فوج کے خلاف لڑنا ہے تو سب سے پہلے طالبان کے جھنڈے تلے جمع ہو اور جہاد کریں لیکن ایک الگ جماعت کے طور پر داعش نے افغانستان میں داخلے کی کوشش کی تو طالبان شدید ردعمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے واضح کیا تھا افغان سرزمین پر آنے والے داعش کے جنگجوؤں کے سر قلم کر دیئے جائیں گے۔

دوسری جانب تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ افغانستان میں داعش کا اثرورسوخ بڑھنے لگا ہے۔ داعش نے ایک ضلع میں باقاعدہ حکومت بنا رکھی ہے اور دیگر اضلاع تک دائرہ بڑھایا جا رہا ہے۔ یہ بھی اطلاع آ رہی ہے کہ داعش نے صوبہ

ننگر ہار کے چھ اضلاع میں کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔طالبان اور داعش کے درمیان ننگر ہار کے اضلاع خوگیانی اور پے چیراگام میں شدید لڑائی جاری ہے۔ بعض رپورٹز کے مطابق طالبان نے کچھ جگہوں پر پسپائی بھی اختیار کر لی ہے۔ داعش کے جنگجوؤں نے مقامی لوگوں کو بھرتی کرنے کے لیے رقم بھی تقسیم کر رہے ہیں جب کہ طالبان امیر ملا عمر کے خلاف بھی بیان سامنے آیا ہے۔ ننگر ہار کے معرکے میں داعش کے حامیوں کو طالبان کے رہنما ملا عمر کو قتل کرنے کے لیے لوگوں پر زور دیا گیا کہ خلیفہ ایک ہی ابو بکر بغدادی موجود ہیں۔افغان حکام کے مطابق داعش کے جنگجوؤں کی بڑی تعداد افغانستان کے مختلف اضلاع میں طالبان کے ساتھ لڑائی میں مصروف ہے۔ طالبان کے لیے فنڈز کا ذریعہ ختم کرنے کے لیے داعش نے پوست کی فصل کا بھی خاتمہ کر دیا ہے۔بی بی سی کے مطابق افغانستان میں تعینات سینئر امریکی فوجی کمانڈر جنرل شان سوئنڈل کا کہنا ہے کہ افغانستان میں داعش سے منسلک جنگجو شام میں تنظیم کی قیادت سے رابطے میں ہیں۔ ان کے مطابق غیر مطمئن طالبان جنگجوؤں نے ایک فرنچائز قائم کی ہے۔ تاہم ان کا کہنا ہے کہ افغانستان میں داعش تنظیم اس قدر سنجیدہ نہیں جس طرح وہ عراق یا لیبیا میں ہے۔داعش سے منسلک ایک ویب سائٹ کے بعض حصے اب مکمل طور پر 'خراسان دولت اسلامیہ' کے لیے مخصوص ہے۔خراسان افغانستان اور اس سے ملحقہ علاقوں کا پرانا نام ہے۔ اسی ویب سائٹ پر طالبان کو دولت اسلامیہ میں شامل نہ ہونے پر دھمکی دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ آپ چاہتے ہیں کہ آپ

کا سر تن سے جدا کیا جائے اور آپ کے گھر تباہ کیے جائیں ؟ کیا آپ کو یہ گمان ہے کہ آپ عراقی ملیشیا سے زیادہ طاقت ور ہیں، جن کی پشت پر امریکا کھڑا ہے ؟۔

سینئر صحافی طاہر خان کے مطابق گزشتہ روز افغانستان میں طالبان سے الگ ہونے والے جنگجو دھڑے نے اسلامی خلافت کا دعوی کرنے والے تنظیم دولت اسلامی یعنی داعش کے خلیفہ ابوبکر بغدادی سے ملاقات کے لیے اپنا تین رکنی وفد شام بھیجا ہے اور انہیں یقین دہانی کرائی ہے کہ وہ تنظیم کی افغانستان میں سرگرمیوں کے مخالف نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ کچھ دن پہلے طالبان کی جانب سے جاری خط کا جواب تاحال داعش رہنماؤں نے نہیں دیا ہے۔ افغانستان میں داعش کی قیادت اس وقت گوانتاناموبے کے سابق قیدی عبدالرحیم مسلم کے پاس ہے۔

افغانستان کے موجود حالات میں جہاں پر اتحادی افواج کو ناکامی ہوئی وہاں آج افغان طالبان سے منحرف گرپ جو اب داعش میں شامل ہو چکا ہے، آپس میں نہ صرف اختلافات شدید ہو گئے ہیں بلکہ شدید لڑائی میں ایک دوسرے کو بہت زیادہ نقصان بھی دے رہے ہیں۔ طالبان اور داعش کے درمیان لڑائی سے افغانستان کی سرزمین ایک نئی جنگ میں داخل ہو گئی ہے یعنی ایک دفعہ پھر افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اس نئی جنگ کا نتیجہ بھی افغانیوں کے لیے مایوسی، جنگ وجدل اور قتل وغارت کے علاوہ کچھ نہیں ہو گا۔

افغانستان میں طالبان اور داعش کی شروع ہونے والے لڑائی کے بارے میں مختلف باتیں کی جارہی ہے، بعض تجزیہ کار اور ماہرین اس لڑائی اور خانہ جنگی کو بہت بڑے پلان کا حصہ قرار دے رہے ہیں۔ اس پلان کا بنیادی مقصد افغانستان میں طالبان کو کمزور کرنا ہے۔ جس طرح شام، عراق اور لیبیا وغیرہ میں داعش کے جنگجوؤں نے آپس میں لڑائی شروع کرکے اپنے ہی لوگوں کو قتل کر رہے ہیں اسی طرح افغانستان میں بھی یہ تاثر پیدا کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ افغانستان میں طالبان اب کمزور ہو چکے ہیں۔ اب داعش نے ان کی جگہ لے لی ہے اسی افواہ اور پلاننگ کے تحت افغان طالبان میں دارڑیں اور گروپ پیدا کیے جارہے ہیں تاکہ طالبان کو عوام کی نظر میں کمزور ثابت کیا جائے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق افغان طالبان کی جانب سے افغانستان میں حالیہ حملوں میں تیزی بھی اسی سبب زیادہ ہوئی ہے کہ طالبان باآور کرائیں کہ افغانستان میں ان کی قوت کو چیلینج کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ گزشتہ دو مہینوں کے دوران افغان طالبان نے پے درپے حملے کیے ہیں جس میں زیادہ تر ہائی سکیورٹی زون، اتحادی افواج اور افغان سکیورٹی فورسز کو ٹارگٹ کیا گیا اور بہت سے اضلاع میں افغان سکیورٹی فورسز سے شدید لڑائی بھی ہوئی جس کے نتیجے میں بعض اضلاع پر طالبان نے قبضہ بھی کیا ہے۔

افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات جاری رکھنے پر اتفاق

مذاکرات جاری رہنے تک ایک دوسرے کے خلاف بڑی کارروائی نہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے

بکس

پاکستان، افغانستان بلکہ عالمی برادری کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مذاکرات عملی کو متاثر ہونے سے بچائیں

طالبان کی شروع ہی سے جو سب سے بڑا مطالبہ رہا ہے وہ غیر ملکی افواج کا افغانستان سے انخلا کا ہے کہ اتحادی افواج افغان سرزمین سے نکلے ۔تب معاملات حل ہوں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکا اس مطالبے پر کتنا عمل کرتا ہے جو تمام سوالوں کے اردگرد گھومتا ہے اوران مذاکرات کو کامیاب بنانے کے لیے امریکا کس حد تک تعاون کرتا ہے۔

طالبان کو اب اس بات کا ادارک کرنا چاہیے کہ اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے ہیں۔ افغان عوام اب ملک میں امن چاہتے ہیں۔دونوں فریقوں کو اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور موقف میں لچک کا مظاہر پیدا کرنا چاہیے۔

ایسا نہ ہو کہ کوئی آور افغانستان کا وارث بننے کے لیے اٹھ کھڑے ہو
گزشتہ تین مہینوں سے افغانستان میں جاری طالبان کے حملوں میں اضافہ دیکھنے کو ملا جس میں اہم عمارتوں ، سکیورٹی اداروں اور غیر ملکی افواج کو بھی کئی بار ٹارگٹ کیا گیا۔افغانستان میں طالبان حملوں میں تیزی آنے کے بعد افغان حکومت نے پاکستان پر الزامات شروع کیے ۔ افغان صدر اشرف غنی کا بیان ہو یا وزیر دفاع کی جانب سے جاری کردہ بیان کہ پاکستان افغان صوبہ پکتیکا میں طالبان کو اسلحہ ہیلی کاپٹروں سے گرا کر دے رہا ہے۔ حالیہ دنوں میں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں اتار چڑھاؤ اور سرحدی کشیدگی میں اضافہ دیکھنے کو ملا ۔ دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے سفیر طلب کرکے احتجاج بھی کیا ۔ پاکستان کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ افغان طالبان پر زور دیا جائے کہ وہ افغانستان میں حملوں کو روکے اور مذاکرات کا عمل دوبارہ شروع کریں ۔ان حالات میں افغان ن طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مذاکرات کا آغاز یقینی طور پر ایک اچھا عمل ہے ۔ گزشتہ روز سیاحتی مرکز مری میں مذاکرات کا دور رات گئے اور اگلے روز بھی جاری رہا جس میں افغان طالبان کی طرف سے ملا جلیل،فرہاد اللہ اور ملا عباس افغانستان اور قطر سے اسلام آباد آئے ہوئے ہیں جب کہ افغان وفد کی سربراہی نائب وزیر خارجہ اور سابق افغان صدر حامد کرزئی کے بھتیجے حکمت خلیل کرزئی نے کی جبکہ افغان امن کونسل کے رکن اور

سابق گورنر ننگرہار حاجی دین محمد کے علاوہ 7 دیگر ارکان بھی افغان حکومتی وفد میں شامل ہے۔اطلاعات کے مطابق ان مذاکرات میں چین اور امریکا بھی بطور مبصر شامل ہے۔ مری کے پر فضا مقام میں ہونے والے مذاکرات کو چین میں گزشتہ دنوں ہونے والے مذاکرات کا تسلسل یا دوسرا راونڈ کہا جا رہا ہے۔ رپورٹر کے مطابق اس ابتدائی طور پر ہونے والے مذاکرات میں طالبان پر زور دیا گیا کہ طالبان، افغنستان میں سیز فائر کریں۔ ان سے یہ بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اگر مکمل طور پر سیز فائر ممکن نہیں تو کم از کم شہروں میں اپنی کارروائیاں اور حملے بند کیے جائیں۔ اطلاعات کے مطابق افغان طالبان کی جانب سے افغنستان میں موجود غیر ملکی افواج کا مکمل انخلا پر بھی بات چیت ہوئی ۔افغان حکومت کی جانب سے جاری بیان کے مطابق افغان حکومتی وفد پاکستان میں طالبان کے ساتھ مذاکرات کیے ہیں۔ میڈیا رپورٹر کے مطابق مذاکرات میں دفتر خارجہ اور سکیورٹی اہلکار بھی شریک ہوئے ۔ دوسری جانب تادم تحریر مذاکرات کے بارے میں افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے مذاکرات کی تردید یا تصدیق نہیں کی ۔ذرائع کے مطابق اس دفعہ مذاکرات کافی اہمیت کے حامل اس حوالے سے بھی ہے کہ مذاکرات میں جنگ بندی، غیر ملکی افواج کا انخلا وغیرہ پر سنجیدگی کے ساتھ بات چیت ہوئی ۔دفتر خارجہ کے مطابق پاکستان دونوں فریقوں یعنی افغان حکومت اور طالبان کے درمیان ، خیر خواہ ملک کی حیثیت سے افغان مفاہمتی عمل کو کامیاب کرانے کے لیے کوشاں ہے۔ذرائع کا کہنا

ہے کہ پاکستان میں مذاکرات چین میں ہونے والے مذاکرات کا تسلسل ہیں۔ چین بھی ان مذاکرات کی انعقاد اور کامیاب بنانے کے لیے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ذرائع کے مطابق ان مذاکرات کی نوعیت ابتدائی ہے اور یہ کوشش ہو رہی ہے کہ آگے جا کر دونوں فریقوں کے درمیان معنی خیز مذاکرات ہو جو باقاعدہ طور پر آگے بڑھیں۔ رپورٹر کے مطابق پاکستان اور چین کے علاوہ اقوام متحدہ بھی افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کی حمایت کر رہا ہے جب کہ امریکا نے بھی ان مذاکرات کو اچھا عمل قرار دیا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ افغنستان مسئلے کا پر امن حل مذاکرات کے ذریعے نکلے۔ وائٹ ہاؤس سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ امریکا ان مذاکرات کی حمایت کر تا ہے۔ خطے میں قیام امن کے لیے تمام فریقوں کو مل بیٹھ کر مسائل کا حل نکالنا چاہیے۔ پاکستان کی سرکاری نیوز ایجنسی اے پی پی کے مطابق وزیر اعظم نواز شریف نے بھی ناروے کے وزیر اعظم کے ساتھ اپنے مشترک پریس کانفرس میں کہا ہے کہ افغان حکام اور طالبان کے درمیان مذاکرات کامیاب ہونے چاہیے۔ وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ نہ صرف پاکستان، افغنستان بلکہ عالمی برادری کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مذاکرات عملی کو متاثر ہونے سے بچائیں۔ میاں نواز شریف نے کہا کہ توقع ہے کہ مذاکرات کے مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ افغان حکام اور طالبان کے درمیان مذاکرات ایک بریک تھرو ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ علی اعلان ملاقات ہے۔

سیاحتی مقام مری میں ایک سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ہونے والے جاری دو دن کے مذاکرات کے بارے کہا جارہا ہے کہ دونوں فریقوں نے مذاکرات جاری رہنے تک ایک دوسرے کے خلاف بڑی کارروائی نہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔تاہم دونوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس دوران ناراض عناصریا اس عمل کے مخالفین کی جانب سے ایک ادھ حملے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ طالبان اور ان کی تنظیم نے اب بدلتے ہوئے حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لائے ہیں۔

تجزیہ کاروں کے مطابق دونوں فریقوں یعنی طالبان اور افغان حکام کے درمیان ہونے والے مذاکرات کا پتہ آنیوالے کچھ دنوں میں چلے گا کہ آیا یہ مذاکرات کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں اگر طالبان کی حملوں میں کمی آئی اورمذاکرات کے دور آئندہ بھی ہونے لگے تواس کا مطلب ہوگا کہ بات چیت کا عمل آگے بڑھ رہا ہے لیکن اہم سوال یہ ہے کہ ان مذاکرات کو کامیاب بنانے کے لیے امریکا کس حدتک تعاون کرتا ہے۔ طالبان کی شروع ہی سے جوسب سے بڑا مطالبہ رہا ہے وہ غیر ملکی افواج کا افغانستان سے انخلا کا ہے کہ اتحادی افواج افغان سرزمین سے نکلے ۔ تب معاملات حل ہوں گے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکا اس مطالبے پر کتنا عمل کرتا ہے جو تمام سوالوں کے اردگرد گھومتا ہے۔

طالبان کو اب اس

بات کا ادارک کرنا چاہیے کہ اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے ہیں۔ افغان عوام اب ملک میں امن چاہتے ہیں۔ دونوں فریقوں کو اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور موقف میں لچک کا مظاہر پیدا کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آور افغانستان کا وارث بننے کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔

بکس

پاکستان نے افغان حکومت اور طالبان کو ایک میز پر بٹھا کر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

پاکستان کی کوشش ہے کہ یہ مذاکرات کامیاب ہوجائے۔ افغانستان میں حالات خراب ہونے کا سب سے زیادہ نقصان پاکستان کو ہی ہوتا ہے۔ ایک طرف افغان حکومت کی جانب سے الزام ترشیسلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو دوسری طرف سرحدی کشیدگی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر پاکستان سے بھاگے ہوئے شدت پسند آسانی سے حملے کرتے ہیں ان کو افغان بارڈر پر اس پار سے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پاکستان کا افغانستان سے ہمیشہ مطالبہ رہا ہے کہ وہ سرحدپار دہشتگردوں کے خلاف کارروائی کریں۔

دنیا بھر میں طالبان مذاکرات کو مثبت قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کے سیاسی

جماعتوں نے بھی ان مذاکرات کو خطے میں امن کے لیے بہتر قرار دیا ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ اسفندیار ولی نے بھی اپنا ردعمل دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ مذاکرات منطقی انجام تک پہنچائے جائیں۔ ان مذاکرات سے بہت سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کٹھن مراحل کے بھی امکانات ہے۔ حالات کا خوش اسلوبی سے سامنا کرنا ہوگا۔ اسفندیار ولی کا کہنا ہے کہ ہم ہمیشہ سے مذاکرات کے حامی رہے ہیں۔ کسی بھی مسئلے کا پر امن اور دیر پا حل مذاکرات ہی میں پوشیدہ ہے۔

تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات پر اپنا ردعمل دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب میں مذاکرات کی بات کرتا تھا تو مجھے طالبان خان کہا جا رہا تھا جبکہ اب امریکہ کے دباؤ میں پاکستان، افغان حکومت اور طالبان سے مذاکرات کرا رہے ہیں تو سب اس کو مثبت اور دیر پا حل قرار دے رہے ہیں۔

بکس

جنگ بندی بارے پیش رفت نہیں ہو سکی

افغان حکومت نے طالبان کے ساتھ پہلے باضبط مذاکرات کو کامیاب قرار دیتے

ہوئے کہا ہے کہ دونوں طرف سے قیام امن کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ کابل میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے افغان وزیر خارجہ حکمت کرزئی نے کہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کا پہلا دور کامیاب رہا۔ طالبان نے غیر ملکی افواج، قیدیوں اور پابندیوں کے مسائل اٹھائے۔ ان کا کہنا تھا کہ آئندہ اجلاس میں دونوں اپنی شرائط پیش کریں گے۔ حکمت کرزئی کا کہنا تھا کہ مذاکرات میں حقانی نیٹ ورک کی بھی نمائندگی تھی جبکہ آئندہ ملاقات چین میں ہو سکتی ہے جو عید کے بعد ہوگا۔ جنگ بندی بارے پیش رفت نہیں ہو سکی، یہ پہلے رسمی مذاکرات تھے۔ انھوں نے طالبان اور افغان حکام کے درمیان براہ راست مذاکرات میں تعاون پر پاکستان کا شکریہ بھی ادا کیا۔

افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات جاری رکھنے پر اتفاق

گزشتہ تین مہینوں سے افغنستان میں جاری طالبان کے حملوں میں اضافہ دیکھنے کو ملا جس میں اہم عمارتوں ، سیکورٹی اداروں اور غیر ملکی افواج کو بھی کئی بار ٹارگٹ کیاگیا۔افغانستان میں طالبان حملوں میں تیزی آنے کے بعد افغان حکومت نے پاکستان پر الزامات شروع کیے ۔ افغان صدر اشرف غنی کا بیان ہو یا وزیر دفاع کی جانب سے جاری کردہ بیان کہ پاکستان افغان صوبہ پکتیکا میں طالبان کو اسلحہ ہیلی کاپٹروں سے گرا کر دے رہا ہے۔ حالیہ دنوں میں دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں اتار چڑھاؤ اور سرحدی کشیدگی میں اضافہ دیکھنے کو ملا۔ دونوں ممالک نے ایک دوسرے کے سفیر طلب کرکے احتجاج بھی کیا۔ پاکستان کو یہ بھی کہا گیا تھا کہ افغان طالبان پر زور دیا جائے کہ وہ افغنستان میں حملوں کو روکے اور مذاکرات کا عمل دوبارہ شروع کریں ۔ ان حالات میں افغان ن طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مذاکرات کا آغاز یقینی طور پر ایک اچھا عمل ہے ۔ گزشتہ روز سیاحتی مرکز مری میں مذاکرات کا دور رات گئے اور اگلے روز بھی جاری رہا جس میں افغان طالبان کی طرف سے ملا جلیل، فرہاد اللہ اور ملا عباس افغنستان اور قطر سے اسلام آباد آئے ہوئے ہیں جب کہ افغان وفد کی سربراہی نائب وزیر خارجہ اور سابق افغان صدر حامد کرزئی کے بھتیجے حکمت خلیل کرزئی

نے کی جبکہ افغان امن کونسل کے رکن اور سابق گورنر ننگرہار حاجی دین محمد کے علاوہ 7 دیگر ارکان بھی افغان حکومتی وفد میں شامل ہے۔اطلاعات کے مطابق ان مذاکرات میں چین اور امریکا بھی بطور مبصر شامل ہے۔ مری کے پر فضا مقام میں ہونے والے مذاکرات کو چین میں گزشتہ دنوں ہونے والے مذاکرات کا تسلسل یا دوسرا راونڈ کہا جا رہا ہے۔رپورٹر کے مطابق اس ابتدائی طور پر ہونے والے مذاکرات میں طالبان پر زور دیا گیا کہ طالبان ،افغانستان میں سیز فائر کریں۔ان سے یہ بھی مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ اگر مکمل طور پر سیز فائر ممکن نہیں تو کم از کم شہروں میں اپنی کارروائیاں اور حملے بند کیے جائیں۔اطلاعات کے مطابق افغان طالبان کی جانب سے افغانستان میں موجود غیر ملکی افواج کا مکمل انخلا پر بھی بات چیت ہوئی۔افغان حکومت کی جانب سے جاری بیان کے مطابق افغان حکومتی وفد پاکستان میں طالبان کے ساتھ مذاکرات کیے ہیں۔میڈیا رپورٹر کے مطابق مذاکرات میں دفتر خارجہ اور سکیورٹی اہلکار بھی شریک ہوئے۔

دوسری جانب تادم تحریر مذاکرات کے بارے میں افغان طالبان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے مذاکرات کی تردید یا تصدیق نہیں کی۔ذرائع کے مطابق اس دفعہ مذاکرات کافی اہمیت کے حامل اس حوالے سے بھی ہے کہ مذاکرات میں جنگ بندی، غیر ملکی افواج کا انخلا وغیرہ پر سنجیدگی کے ساتھ بات چیت ہوئی۔دفتر خارجہ کے مطابق پاکستان دونوں فریقوں یعنی افغان حکومت اور طالبان کے درمیان ، خیر خواہ ملک کی حیثیت سے افغان مفاہمتی عمل کو کامیاب

کرانے کے لیے کوشاں ہے۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ پاکستان میں مذاکرات چین میں ہونے والے مذاکرات کا تسلسل ہیں۔ چین بھی ان مذاکرات کی انعقاد اور کامیاب بنانے کے لیے اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ ذرائع کے مطابق ان مذاکرات کی نوعیت ابتدائی ہے اور یہ کوشش ہو رہی ہے کہ آگے جاکر دونوں فریقوں کے درمیان معنی خیز مذاکرات ہو جو باقاعدہ طور پر آگے بڑھیں۔ رپورٹرز کے مطابق پاکستان اور چین کے علاوہ اقوام متحدہ بھی افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات کی حمایت کر رہا ہے جب کہ امریکا نے بھی ان مذاکرات کو اچھا عمل قرار دیا ہے اور امید ظاہر کی ہے کہ افغنستان مسئلے کا پرامن حل مذاکرات کے ذریعے نکلے۔ وائٹ ہاؤس سے جاری بیان میں کہا گیا ہے کہ امریکا ان مذاکرات کی حمایت کرتا ہے۔ خطے میں قیام امن کے لیے تمام فریقوں کو مل بیٹھ کر مسائل کا حل نکالنا چاہیے۔ پاکستان کی سرکاری نیوز ایجنسی اے پی پی کے مطابق وزیر اعظم نواز شریف نے بھی ناروے کے وزیر اعظم کے ساتھ اپنے مشترک پریس کانفرس میں کہا ہے کہ افغان حکام اور طالبان کے درمیان مذاکرات کامیاب ہونے چاہیے۔ وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ نہ صرف پاکستان، افغنستان بلکہ عالمی برادری کی بھی ذمہ داری ہے کہ وہ مذاکرات عملی کو متاثر ہونے سے بچائیں۔ میاں نواز شریف نے کہا کہ توقع ہے کہ مذاکرات کے مثبت نتائج سامنے آئیں گے۔ افغان حکام اور طالبان کے درمیان مذاکرات ایک بریک تھرو ہے اور یہ کوئی ڈھکی چھپی نہیں بلکہ علی اعلان ملاقات ہے۔

سیاحتی مقام مری میں ایک سرکاری ریسٹ ہاؤس میں ہونے والے جاری دو دن کے مذاکرات کے بارے کہا جارہا ہے کہ دونوں فریقوں نے مذاکرات جاری رہنے تک ایک دوسرے کے خلاف بڑی کارروائی نہ کرنے کا بھی فیصلہ کیا ہے۔تاہم دونوں نے تسلیم کیا ہے کہ اس دوران ناراض عناصریا اس عمل کے مخالفین کی جانب سے ایک ادھ حملے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ ذرائع کا کہنا ہے کہ طالبان اور ان کی تنظیم نے اب بدلتے ہوئے حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لائے ہیں۔

تجزیہ کاروں کے مطابق دونوں فریقوں یعنی طالبان اور افغان حکام کے درمیان ہونے والے مذاکرات کا پتہ آنیوالے کچھ دنوں میں چلے گا کہ آیا یہ مذاکرات کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں اگر طالبان کی حملوں میں کمی آئی اورمذاکرات کے دور آئندہ بھی ہونے لگے تواس کا مطلب ہوگا کہ بات چیت کا عمل آگے بڑھ رہاہے لیکن اہم سوال یہ ہے کہ ان مذاکرات کو کامیاب بنانے کے لیے امریکا کس حدتک تعاون کرتا ہے۔ طالبان کی شروع ہی سے جوسب سے بڑا مطالبہ رہاہے وہ غیر ملکی افواج کا افغانستان سے انخلا کا ہے کہ اتحادی افواج افغان سرزمین سے نکلے ۔ تب معاملات حل ہوں گے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ امریکا اس مطالبے پر کتنا عمل کرتا ہے جو تمام سوالوں کے ارد گرد گھومتا ہے۔

طالبان کو اب اس

بات کا ادارک کرنا چاہیے کہ اب حالات پہلے جیسے نہیں رہے ہیں۔ افغان عوام اب ملک میں امن چاہتے ہیں۔ دونوں فریقوں کو اس بارے میں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے اور موقف میں لچک کا مظاہر پیدا کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی آور افغانستان کا وارث بننے کے لیے اٹھ کھڑے ہو۔

پاکستان نے افغان حکومت اور طالبان کو ایک میز پر بٹھا کر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ پاکستان کی کوشش ہے کہ یہ مذاکرات کامیاب ہو جائے۔ افغنستان میں حالات خراب ہونے کا سب سے زیادہ نقصان پاکستان کو ہی ہوتا ہے۔ ایک طرف افغان حکومت کی جانب سے الزام ترشی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو دوسری طرف سرحدی کشیدگی میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر پاکستان سے بھاگے ہوئے شدت پسند آسانی سے حملے کرتے ہیں ان کو افغان بارڈر پر اس پار سے روکنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پاکستان کا افغانستان سے ہمیشہ مطالبہ رہا ہے کہ وہ سرحد پار دہشتگردوں کے خلاف کارروائی کریں۔

دنیا بھر میں طالبان مذاکرات کو مثبت قرار دیا گیا ہے۔ پاکستان کے سیاسی جماعتوں نے بھی ان مذاکرات کو خطے میں امن کے لیے بہتر قرار دیا ہے۔ عوامی نیشنل پارٹی کے سر براہ اسفندیار ولی نے بھی اپنا ردعمل دیتے ہوئے کہا ہے کہ

یہ مذاکرات منطقی انجام تک پہنچائے جائیں۔ ان مذاکرات سے بہت سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کٹھن مراحل کے بھی امکانات ہے۔ حالات کا خوش اسلوبی سے سامنا کرنا ہوگا۔ اسفندیار ولی کا کہنا ہے کہ ہم ہمیشہ سے مذاکرات کے حامی رہے ہیں۔ کسی بھی مسئلے کا پرامن اور دیرپا حل مذاکرات ہی میں پوشیدہ ہے۔

تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے افغان حکومت اور طالبان کے درمیان مذاکرات پر اپنا ردعمل دیتے ہوئے کہا ہے کہ جب میں مذاکرات کی بات کرتا تھا تو مجھے طالبان خان کہا جارہا تھا جبکہ اب امریکہ کے دباؤ میں پاکستان، افغان حکومت اور طالبان سے مذاکرات کرا رہے ہیں تو سب اس کو مثبت اور دیرپا حل قرار دے رہے ہیں۔

جنگ بندی بارے پیش رفت نہ ہو سکی

افغان حکومت نے طالبان کے ساتھ پہلے باضبط مذاکرات کو کامیاب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ دونوں طرف سے قیام امن کی خواہش کا اظہار کیا گیا ہے۔ کابل میں میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے افغان وزیر خارجہ حکمت کرزئی نے کہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کا پہلا دور کامیاب رہا۔ طالبان نے غیر ملکی افواج، قیدیوں اور پابندیوں کے مسائل اٹھائے۔ ان کا کہنا تھا کہ آئندہ اجلاس میں

دونوں اپنی شرائط پیش کریں گے۔ حکمت کرزئی کا کہنا تھا کہ مذاکرات میں حقانی نیٹ ورک کی بھی نمائندگی تھی جبکہ آئندہ ملاقات چین میں ہو سکتی ہے جو عید کے بعد ہوگا۔ جنگ بندی بارے پیش رفت نہیں ہو سکی، یہ پہلے رسمی مذاکرات تھے۔ انہوں نے طالبان اور افغان حکام کے درمیان براہ راست مذاکرات میں تعاون پر پاکستان کا شکریہ بھی ادا کیا۔

یہ معاملہ کچھ اور ہے

معاملات جوں کے توں ہے۔ حکومتیں تبدیل ہو جاتی ہے۔سالوں گذر جاتے ہیں لیکن حالات آج بھی وہی ہے جو سالوں پہلے تھے بلکہ اب پہلے سے زیادہ غربت، بے روز گاری، بغض، کینہ، جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی میں اضافہ ہوا ہے۔ حکومتوں اور حکمرانوں کا رونا تو ہر روز کیا جاتا ہے۔ اداروں میں کرپشن کی بھی انتہا ہے۔ احتساب کے نام پر صرف اور صرف بدلہ لیا جاتا ہے۔ عدل وانصاف کا قانون صرف اور صرف اشاروں پر کیا جاتا ہے۔اللہ کا قانون تو بالکل واضح اور اٹل ہے۔ جو اچھائی کریں گا اس کو اس اچھائی کا اجر ملے گا اور جو برائی کریں گا اس کو اس کا بدلہ ملے گا یعنی جیسا کام ویسا بدلہ لیکن افسوس اگر ہم غور کرتے تو ہمارے تمام معاملات درست ہو جاتے۔ قران حکیم نے بھی ہمیں بار بار غور وفکر کرنے کی تلقین کی ہے لیکن افسوس کہ ہم غور نہیں کرتے حالاں کہ مسلمان ایک سورخ سے بار بار نہیں ڈاسا جاتا لیکن ہم ہر بار ڈسے جاتے ہیں۔

نیب کی جانب سے جاری لسٹ کے مطابق ایک سو پچاس افراد جن میں سابق اور موجودہ وزیر اعظم سمیت، وزرائے اعلیٰ اور وفاقی وزرا کی بھی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ کہا جارہاہے کہ ان لوگوں نے کروڑوں اور اربوں کی کرپشن

کی ہوئی ہے لہذا اب ان لوگوں کے خلاف کارروائی کی جائے گی جس پر بہت سے لوگ خوش ہوئے کہ چلوں اب ملک میں انصاف اور قانون سب کے لیے برابر ہو گیا۔ احتساب کا عمل شروع ہو گیا جس میں ان گناہ گاروں کو سزائیں ملے گی لیکن افسوس صد افسوس کہ ایسا نہیں ہو گا۔ یہ تمام قانونی کارروائی سزائیں دینے کے لیے نہیں کی جارہی ہے بلکہ اس میں سے بہت سوں کو کلین چٹ دینے کے لیے یہ ایکسرسائز کی جارہی ہے تاکہ آئندہ ان کا نام کرپشن لسٹ سے نکلے اور الزام ترشی کا سلسلہ بند ہو جائیں اور عوام کو باآور کرایا جائیں کہ احتساب کا عمل سب کے لیے برابر ہیں۔ تفتیش اور تحقیقات میں یہ لوگ بالکل پارسا نکلے۔ لہذا اب سب کے منہ بند ہونے چاہیے۔

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا تھا کہ میرا اُمتی ہر گناہ کر سکتا ہے لیکن جھوٹ اور دھوکہ نہیں دے سکتا۔ آج چاروں طرف جھوٹ اور فریب کا بازار گرم ہے۔ نبوت سے پہلے میرے آقا کی پہچان صادق اور آمین کے نام سے تھی کہ آپؐ کبھی جھوٹ نہیں بولتے، امانت میں خیانت نہیں کرتے تھے۔ آج ہم مسلمان جو مختلف فرقوں میں تقسیم ہو چکے ہیں۔ مختلف وجوہات بنائے ہیں، کسی کا ایمان ہے کہ پورا سال جو کرنا ہے کرو، جھوٹ فریب اور دھوکہ دہی سے مال کماؤ، قتل و غارت کرو بس رمضان کے مہینے میں روزے رکھو تو حساب ختم ہو جائے گا، کسی کی یہ سوچا ہے کہ جو کرنا ہے کیا کرو بس صرف نماز پڑھو تو باقی معاف ہو جائے گا۔ کوئی

نماز اور روزے کی تکلیف بھی نہیں کرتا وہ صرف تعویزوں ، پیروں ، فقیروں کے پاس جا کر دُعائیں لیتا ہے۔ کوئی کسی بزرگ کی زیارت پر جا کر سب گناہ معاف کراتا ہے۔ رشوت اور کرپشن کے پیسوں سے زاکوت تو نہیں دیتا، کیوں کہ زکوات زیادہ بنتا ہے لیکن خیرات اور صداقات ضرور کرتا ہے۔ایسے بھی لوگ موجود ہے جو رمضان کے روزے تو رکھتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے ، ان کا اپنا فلسفہ حیات ہے۔ میں تو ایک گناہ گار انسان ہوں ۔ مجھے تو دین کی بھی سمجھ بوجھ نہیں لیکن علما کہتے ہیں کہ جو چیز اسلام نے فرض قرار دی ہے وہ فرض ہے جو واجب اور سنت ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہونا چاہیے۔ ہم ہمیشہ اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ شاید میں صحیح ہوں۔ اللہ کے رسول نے جب فرمایا میرا اُمتی جھوٹ اور دھوکہ نہیں دے سکتا تو پھر ہم کیوں ہر وقت جھوٹ اور دھوکہ بازی سے زندگی گزرنے میں لگے ہوئے ہیں ۔

آج وزیر اعظم، وزرائے اعلیٰ ، وزرا اور سیاستدانوں کو تو ایک سائٹ پر کر دیجئے۔ بازار میں ایک عام دکاندار سے لے کر ریڑھی والے تک ہر ایک جھوٹ اور دھوکہ دہی میں لگ ہوا ہے جس کا جتنا بس چلتا ہے وہ اتنا کرتا ہے۔

آج ہمیں ہر ایک کو اپنے اپنے قریبان میں دیکھنا چاہیے کہ بحیثیت مسلمان میری ذمہ داری کیا ہے ؟ آیا جھوٹ اور فریب سے میں اپنی زندگی سنوار سکتا

ہوں یااللہ اور اس کے رسول نے جو احکامات اور تعلیمات دی ہے میں نے اس پر عمل کرنا ہے۔ اپنے آپ کو دھوکہ دینے کے لیے صرف وہ کام کرنا ہے جس سے مجھے فائدہ ہو جو میرے نظر میں اچھا ہو۔ اسلام کو تو پورے انسانیت کے لیے بھیجا گیا ہے وجہ صرف یہ ہے کہ اس دین میں ہمارے لیے وہ تمام چیزوں اور احکامات کو جائز و ناجائز کہا گیا ہے جو ہمارے لیے دنیا و آخرت میں فائدہ مند ہو۔ اگر ساری رات نوافل پڑھتے رہیں لیکن فرض نماز نہ پڑھے تو کوئی ثواب نہیں کمایا۔ خیرات وصداقات جس کی دین اسلام میں بہت زیادہ اہمیت ہے کہ تمام بلاؤں سے نجات خیرات و صداقات کرنے میں ہیں لیکن اگر آپ صاحب نصاب ہے اور آپ پر زکواتہ فرض ہے تو پہلے فرض ادا کرو،اس کے بعد خیرات و صداقات کیا کرو۔ اس گناہ گار آنکھوں نے ایسے ایسے لوگوں کو دیکھا جو صاحب نصاب تھے اللہ تعالٰی نے ان کو کروڑوں کی دولت دی لیکن بد نصیب زکواتہ کی جگہ صرف چند ہزار کا خیرات کرکے اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں کہ شاید اس سے جان چھوٹ جائیں۔ ایسے بھی لوگ دیکھے ہیں جو بزرگوں کی باتیں تو نہیں مانتے لیکن بزرگوں کی قبروں پر رات گزرتے ہیں۔ کاش ہمارے بھائی دین فطرت کو سمجھے اور صرف وہ کام کریں جس کے لیے اللہ تعالٰی نے حکم دیا ہو۔ بد قسمتی سے آج ہم مستحب اور مباح کام تو کرتے ہیں لیکن فرض ، واجب اور سنت کو چھوڑ چکے ہیں۔

جب میں اپنے آپ اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو دیکھتا ہوں کہ ہم روزے تو رکھتے ہیں لیکن نماز نہیں پڑھتے ، خیرات اور صداقات دیتے ہیں لیکن کروڑوں کی کرپشن ، دھوکہ دہی اور فریب نہیں چھوڑتے۔ دو ہاتھ اور پاؤں تو سب کے ہیں ۔آنکھیں ، کان اور سر بھی سب کے ایک جیسے ہیں لیکن کسی کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں تو کوئی کروڑوں اور اربوں میں کھیلتا ہے تو بس میرے دل سے صرف یہ آہ نکلتی ہے کہ یہ معاملہ کچھ آور ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم سب کو اس معاملے میں کامیابی عطا فرما دیں۔

نیب کے ایک سو پچاس کیسز کی اصل کہانی

قومی احتساب بیورو یعنی نیب کے چیئر مین قمر زمان چوہدری کو وزیر اعظم میاں نواز شریف اور پیپلز پارٹی کے اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ نے مشاورت سے نیب کا چیئر مین مقرر کیا تھا۔ یعنی قمر زمان چوہدری ان کی نظر میں وہ شخص تھا جو ن لیگ اور پیپلز پارٹی کے لیے مسائل پیدا نہیں کر سکتا ہے۔ تحریک انصاف کی طرف سے ہمیشہ پیپلز پارٹی اور ن لیگ پر یہ الزامات لگائے جاتے ہیں کہ دونوں پارٹیوں کی درمیان مک مکاؤ ہو چکا ہے۔آپ میری کرپشن پر بات نہیں کریں گے اور میں آپ کے کرپشن کیسز نہیں کھلوں گا۔

سب سے پہلے تو یہ طریقہ کار ہی غلط ہے کہ حکومت اور اپوزیشن مل کر نیب چیئر مین کا چناؤ کریں۔ جب نیب جسے ادارے کا چیئر مین جس کا کام حکومت کی کرپشن کو روکنا اور سابق حکومتی کیسز کو منطقی انجام تک پہنچانا ہوتا ہے جب ان کا انتخاب یہ لوگ کریں تو وہ احتساب کیا کریں گا اگر غلطی سے وہ احتساب کی کوشش بھی کریں تو عوام کی نظروں میں اس میں بھی سچائی نہیں ہو گی بلکہ اس کے پیچھے لوگ دوسری کہانیاں تلاش کریں گے جس کہ آج کر رہے ہیں، تو لہذا سب سے پہلے اس طریقہ کار کو تبدیل ہونا چاہیے۔نیب کے ان ایک سو پچاس کیسز کی کہانی ایسی نہیں ہے جس طرح میڈیا میں بات کی جاتی ہے کہ نیب

نے حکومت کے خلاف اعلان بغاوت کر دیا اور اب کوئی نہیں بچے گا۔ حقیقت اس کے بر عکس ہے۔ سپریم کورٹ میں ایک درخواست جمع ہوئی کہ نیب میں ماضی کی کیسز کے خلاف کارروائی نہیں ہوتی ہے، سپریم کورٹ ایکشن لے اور ان ہائی پروفائل کیسز کا نیب سے جواب طلب کریں۔ سپریم کورٹ نے دراخوست پر عمل کرتے ہوئے حکومت کے اٹارنی جنرل سے کیسز کی تفصیلات جمع کرانا کا حکم دیا جس پر اٹارنی جنرل نے نیب سے تفصیلات مانگی، نیب حکام نے وہ تفصیلات اٹرنی جنرل کو دی جو انہوں نے سپریم کورٹ میں جمع کرا دی۔ اس لسٹ میں میاں نواز شریف سے لیکر سابق تین وزرائے اعظم، یوسف رضا گیلانی، راجہ پرویز اشرف اور چوہدری شجاعت سمیت وزیر خزانہ اسحاق ڈار اور بہت سے دوسرے وفاقی وزرا کے نام شامل ہے۔ سپریم کورٹ میں اس لسٹ کو پیش کرنے کے بعد حکومت اور پیپلز پارٹی جاگی اور نیب کو اپنی اوقات یاد دلائی۔ حالاں کہ یہ لسٹ نیب نے براہ راست نہیں جمع کرائی تھی بلکہ وفاقی حکومت کے نمائندے اٹارنی جنرل کے ذریعے جمع کرائی تھی لیکن حکومت کا غصہ یہ ہے کہ نیب کی جرات کیسی ہوئی کہ وزیراعظم نواز شریف اور دوسرے وفاقی وزرا کا نام لسٹ میں ڈالے۔ یہاں سے کہانی خراب ہوئی جس پر وزیر اطلاعات پرویز رشید اور اسپیکر قومی اسمبلی نے نیب پر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا کہ نیب حکومت کو چیلنج کر رہی ہے۔ پارلیمنٹ سب سے بڑا ادارہ ہے ان کی ایک عزت ہے، نیب کے خلاف پارلیمنٹ میں ریفرنس بھی آسکتا ہے۔ نیب اپنی اوقات میں رہے جبکہ پرویز رشید کا کہنا تھا کہ نیب ہی

سب سے کرپٹ ادارہ ہے ،نیب کرپٹ لوگوں کے خلاف تحقیقات کیوں نہیں کرتا۔
پندرہ پندرہ سالوں سے کیسز نیب میں موجود ہے لیکن کارروائی نہیں ہوتی۔ اب نیب کو پرانے کیس یاد آئیں۔ پارلیمنٹ بڑا ادارہ ہے تو کیا ان کے ارکان کے خلاف کارروائی نہیں ہو سکتی؟ دوسرا پرویز رشید اگر سچ کو پہلے بیان کرتے تو آج نیب میں پرانے کیسز نہ ہوتے۔ پرویز رشید صاحب کی خدمت میں صرف یہ عرض ہے کہ جب بھی نیب تحقیقات شروع کرتا ہے آپ جیسی حکومتیں رونا شروع کرتی ہے اور معاملے کو دبا دے دیتی ہے۔ آپ کی پارٹی جب اپوزیشن میں تھی تو اس وقت کے صدر آصف زرداری کی حکومت کو سب سے کرپٹ حکومت کہتے تھے اور زرداری سے کرپشن کا پیسہ نکالنے کے لیے ان کو سڑکوں پر گھسیٹنے کی باتیں کر رہے تھے کہاں کیا وہ کرپٹ حکومت سے کرپشن کا پیسہ نکالنے کے بیانات اور تقریریں؟ آپ ان کے خلاف کرپشن کیسز کی تحقیقات کیوں نہیں کر رہے ہیں اور وہ آپ کے کرپشن پر خاموش کیوں ہے؟ وجہ صاف ہے کہ دونوں کا مک مکاؤ ہوا ہے بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کچھ دن پہلے پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے تو اس پر پیپلز پارٹی اور ایم کیو ایم سے معافی بھی مانگی تھی کہ میں نے غلط کہا تھا کہ ہم آپ سے کرپشن کا پیسہ وصول کریں گے۔ حکومت اب بھی پریشان نہ ہو کہ ان کے اور پیپلز پارٹی کے خلاف کوئی کارروائی ہونے جارہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان کیسز میں کوئی دم خم ہی نہیں جس پر کسی کو سزا ملے۔ سپریم کورٹ میں کیسز چلے گئے وہاں سے اب ختم ہو جائیں گے۔

صرف ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے پریس کانفرنس میں کہا کہ ہم نے تو دسمبر دو ہزار چودہ میں تمام رقوم جمع کرائی تھی تو ان سے یہ سوال پوچھا جا سکتا ہے کہ آپ نے پھر کس قانون کے تحت 2013 کے الیکشن میں حصہ لیا تھا حالاں کہ نیب نے اس کیس کو دبایا تھا۔ اب سپریم کورٹ میں یہ چیلنج ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کا پتہ کچھ دنوں میں ہو جائے گا۔

ملک میں کرپشن اس وقت تک ختم نہیں کی جا سکتی جس تک احتساب کا قانون سب کے لیے برابر نہیں ہوتا۔ نیب کو اگر خود مختیار ادارہ بنانا ہے تو ان کو آزادنہ طور پر کام کر نے دیا جائے ان کا سربراہ حکومتی اثرورسوخ سے آزاد ہو، جیسا کہ اب خیبر پختون خوا حکومت نے کیا ہے لیکن وفاقی حکومت نیب کو آزاد نہیں کریں گی۔ وجہ یہ ہے حکومت چاہتی ہی نہیں کہ احتساب سب کے لیے ہو۔ پیپلز پارٹی کی طرح میڈیا کا بھی زیادہ تر حصہ حکومت کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ حکومت کے خلاف کوئی کرپشن کیسز پر بات نہیں ہوتی۔ اگر آنے والے وقتوں میں ایک آزاد حکومت آئی جو پیپلز پارٹی اور ن لیگ حکومت کی کرپشن کی تحقیقات کریں تو دونوں پارٹیوں کی لیڈرشپ جیلوں میں ہو گی۔ چیئرمین نیب کے پاس بھی اچھا موقع ہے کہ وہ صحیح معنوں میں ان کیسز کی تحقیقات شروع کریں تو پوری قوم ان کے ساتھ کھڑی ہو گی۔ حکومت کی کرپشن اور پیپلز پارٹی کے

درمیان مک مکاؤ پر انشاءاللہ آئندہ کالم میں بات ہو گی۔

ملک کے حالات

ویسے حقیقت تو ہے کہ جب سے ہم پیدا ہوئے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک یہی سنتے آرہے ہیں کہ ملک کے حالات اچھے نہیں ہے۔ مہنگائی روز بروز بڑھ رہی ہے۔ حکومتی بجٹ میں بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے کوئی پروگرام شامل نہیں۔ سر کاری نوکریاں صرف سفارش پر ملتی ہے۔ میرٹ کا کوئی نظام نہیں ۔ حکومتی کرپشن عروج پر ہے لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں ۔ ملک کی آدھی آبادی کو دو وقت کی روٹی نصیب نہیں جبکہ حکمران دبئی ، لندن میں پلازے بنارہے ہیں۔ حکمرانوں کی اولاد تعلیم ، علاج ومعالجے توپہلے بیرونی ممالک کیا کرتے تھے جبکہ اس لیے پاکستان میں تعلیمی اداروں اور ہسپتالوں کی بہتری پر توجہ نہیں دی جاتی تھی لیکن اب توان کے رہائش اور گھر بھی بیرونی ممالک چلے گئے ہیں۔ عیدیں بھی وہاں منارہے ہیں صرف حکومت کے لیے آتے ہیں جبکہ ادارے صرف نام کے رہ گئے ہیں۔ یہ وہ باتیں ہے جو ہم عرصہ دارز سے سن رہے ہیں ۔ اس کا یہ ملطب ہر گز نہیں کہ ان باتوں میں سچائی یا حقیقت نہیں بلکہ یہ باتیں تیس سال پہلے بھی درست تھی اور آج بھی درست ہیں۔ ہمارے ملک کی بدقسمتی یہی ہے کہ جو بھی حکمران آجاتا ہے وہ پہلے سے زیادہ ظلم دجبر بن جاتا ہے۔ دوسری حقیقت یہ بھی ہے کہ عوام کے پاس چوائس ہونے کے باوجود انہوں نے دو پارٹیوں کو منتخب کیا۔

ہم بہت پرانی بات نہیں کریں گے بلکہ پرویز مشرف کی دور سے شروع کرتے ہیں ۔ پرویز مشرف جب اقتدار میں آیا تو لوگوں نے مٹھایاں تقسیم کی ، کہ اچھا ہوا نواز شریف سے جان چوٹی ۔ پرویز مشرف کا دور شروع ہوا تو وہی لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہوا جو میاں نواز شریف کے دوسرے دور میں تھا۔ پرویز مشرف نے کوشش بھی کی اختیارات نچلے سطح تک جائے جس کے لیے انہوں نے بلدیاتی انتخابات کرائیں جو کچھ حدتک ٹھیک بھی تھے کہ فنڈز ناظمین کے پاس چلے گئے لیکن احتساب اور سسٹم نہ ہونے کی وجہ سے اس میں بھی کرپشن عروج پر تھی جبکہ سب سے بڑا مسئلہ اس وقت بھی موجود تھا اور آج بھی کہ پرویز مشرف نے اس جانب توجہ نہیں دی وہ اداروں کو مضبوط اور خود مختیار بنانا تھا۔ دوسرے اداروں کو اگر سائٹ پر بھی کریں لیکن بنیادی انسانی ضروریات پر بھی توجہ نہیں دی گئی یعنی ہسپتال ، تعلیمی ادارے اور انصاف کا نظام جس میں پولیس اور عدالتیں شامل ہے ۔ آخر میں تو مشرف نے حد ہی کردی تھی کہ پرائی جنگ کو ملک میں لے آئیں اور لال مسجد پر حملہ آور ہوئے جس کی وجہ سے مشرف سے بھی لوگ بہت بے زر ہوئے تو اس کے بعد اقتدار کی چڑیا پیپلز پارٹی اور آصف علی زرادری کی سر پر بیٹھ گئی ۔ زرادری دور حکومت میں تو کرپشن، لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال ہو یا اداروں میں اقرپاپروری عروج کو پہنچ گئی تھی ۔ کرپشن کو تقانون حیثیت مل گئی تھی ۔اس وقت اپوزیشن جماعت اور آج کے حکمرانوں نے

اعلانات کیے تھے کہ ان سے لوٹا ہوا ایک ایک پیسہ وصول کریں گے ۔ پیپلز پارٹی دور میں بجلی اور گیس لوڈ شیڈنگ تو عروج پر تھی لیکن اسے بڑھ کر آئی ایم ایف سے قرض بھی دوگنا کر دیا جبکہ قرض کی شرائط میں بجلی تین سو فی صد مہنگی کر دی گئ ۔ بے روزگاری ختم کرنے کے لیے انہوں نے اپنے میٹرک پاس لوگوں کو چیئر مین شپ جسے عہدے دیے ۔ وہ اقدامات کیے جس سے ادارے مزید کمزور ہو گئے ۔ ناقدین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ زرداری صاحب نے وزارتوں ں کو بھی تین تین دفعہ بھیجا جو وزیر منتلی نہیں دیتا یا کم دیتا وہ فارغ ہو جاتا ۔ کہا جاتا ہے کہ پیپلز پارٹی کی پرانی سب کرپشن اور نااہلی ایک سائٹ پر اور سابق صدر زرادری کی کرپشن دوسری سائٹ پر تو یہ بھاری ہو جائی گی جس طرح کہا جاتا ہے کہ ایک زرداری سب پر بھاری ۔ زرداری کی اثاثوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ وہ لیڈر جوان کو لاہور کی سڑکوں پر گھسٹانے کی باتیں کر رہے تھے آج ان سے معافی مانگ رہے ہیں۔ پیپلز پارٹی کے اس دور میں عوام جتنی ذلیل و خور ہوئی پہلی کبھی نہیں ہوئی تھی ۔یہی وہ عوامل ہے جس کی وجہ سے ذولفقار علی بھٹو کی پارٹی زوال پزیر ہوئی۔

مئی 2013 کا الیکشن ہوا تو نتائج کے بعد ہی تمام سیاسی جماعتوں نے بالعموم اور تحریک انصاف نے بالخصوص انتخابات میں دھاندلی کی بات کی اور پی ٹی آئی چیئر مین نے ہسپتال کے بیڈ سے میاں نواز شریف کو مبارکباد دی اور مطالبہ

کیا کہ الیکشن میں دھاندلی کی تحقیقات کرائی جائے۔ بعدازاں اس پر کتنا عمل ہوا۔ پی ٹی آئی نے سڑکوں کو پر آکر 126 دن دھرنا دیا یہ سب کچھ تاریخ کا حصہ بن چکا ہے لیکن آغاز ہی حکومت کا ٹھیک نہیں ہوا۔ آج دوسال گزرنے کے باوجود حالت پہلے سے کئی گنا خراب اور ابتر ہو چکے ہیں۔آج مہنگائی عروج پر ہے تو اداروں کو مضبوط بنانے کے لیے بھی کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا ہے۔ بجلی اور گیس لوڈ شیڈنگ پیپلز پارٹی دور سے زیادہ ہوچکی ہے بلکہ ن لیگ دور میں تو گیس سی این جی اسٹیشنز کو پنجاب اور اسلام آباد میں تو گرمیاں میں بھی نہیں ملتی ہے جس کی وجہ سے لاکھوں لوگ بے روزگار ہوگئے۔ بجلی لوڈشیڈنگ کو کم کرنے کے لیے کوئی کام نہیں ہوا جب کہ بجلی کی قیمت پیپلز پارٹی دور سے دوگنی ہو چکی ہے۔ ایسے ایسے ٹیکس نافذ کیے گئے ہیں جس کا نام ٹیکس کے کتابوں میں بھی نہیں ہے۔ مثلاً ایڈونس ٹیکس ، عام ٹیکس، مزید ٹیکس وغیرہ وغیرہ سچ تو یہ ہے کہ اغوا برائے تعاون ، چوریوں اور ڈکیتیوں میں کئی گنا اضافہ ہو چکا ہے۔ ہم جیسے صحافی جو پرویز مشرف کے خلاف دن رات بولتے اور لکھتے تھے کہ انہوں نے ملک کو تباہ کیا آج لوگوں کو اُن کا دور اچھا لگتا ہے کہ اُن کے دور میں تو ایسا نہیں تھا بلکہ اب تو عوام کی جانب سے یہ بھی کہا جارہا ہے کہ اگر میڈیا اور سپریم کورٹ اس طرح کام کر تے تو حکومت اپنی نااہلیوں کی وجہ سے گھر جا چکے ہوتے۔ اب تو کھلے عام یہ باتیں کی جارہی ہے کہ حکومت نے میڈیا کے ایک بڑے حصے کو خرید ہوا ہے۔ صحافت کے

علمبرادروں کی جانب سے کرپشن کی کوئی خبر نہیں آتی۔ حالاں کہ آج بھی کرپشن اسی طرح جاری ہے جس طرح پہلے ہوا کرتی تھی لیکن طریقے تبدیل ہو گئے۔ اسلام آباد کیپٹل میں تعلیم سب سے مہنگی اور ہسپتالوں میں علاج معالجے کی سہولتیں دستیاب نہیں باقی ملک کا تو اللہ ہی حافظ ہے۔ غربت اور بے روزگاری کی وجہ سے والدین بچوں سمیت خودکشیاں کر رہے ہیں۔ پنجاب تو پولیس اسٹیٹ بن چکا ہے۔ پولیس کو ٹھیک کرنے اور ان کو ٹریننگ دینے پر کوئی توجہ نہیں جبکہ عوام کی فلاح اور بنیادی چیزوں پر بھی کوئی کام نہیں ہو رہا ہے۔ جہاں جہاں مسائل اور پریشانی ہو وہاں صرف فوج موجود ہوتی ہے۔ یہ آج ملک کے حالات ہے جو پہلے سے ابتر ہو چکے ہیں۔

جوڈیشل کمیشن کا فیصلہ اصل حقیقت اور پی ٹی آئی کارکن

ایک گاؤں میں زمیندار کے جوان بیٹے کا قتل ہوا۔ حسب معمول زمیندار ایف آئی آر درج کرنے تھانے پہنچا۔ تھانے میں ایف آئی آر درج کرتے ہوئے لکھا کہ گزشتہ روز میرے بیٹے کو کسی نامعلوم افراد نے قتل کیا للہذا ان نامعلوم افراد کے خلاف کارروائی کی جائے۔ کچھ عرصہ گزر گیا لیکن FIR پر کوئی عمل نہیں ہوا یعنی جنہوں نے قتل کیا تھا ان کا سراغ نہ ملا۔ زمیندار نے عدالت میں درخواست دی جس میں انہوں نے پورا واقعہ لکھا کہ دو سال گزرنے کے باوجود میرے بیٹے کے قاتلوں کا سراغ پولیس نے نہیں لگایا۔ عدالت نے پولیس کو حکم دیا کہ دو سال گزرنے کے باوجود قاتل کیوں نہیں پکڑے گئے جس پر پولیس نے کہا کہ مقتول کے والد انکوائری میں تعاون نہیں کر رہا ہے۔ عدالت نے مقتول کے والد سے پوچھا کہ تعاون کیوں نہیں کر رہے ہیں جس پر انہوں نے کہا کہ پولیس کسی پر بھی دعویٰ کرنے پر زور دے رہے ہیں اور مجھے کہہ رہے ہیں کہ آپ قاتل کو ڈھونڈئے۔ جج صاحب اگر مجھے قاتلوں کا معلوم ہوتا تو میں تھانے نہ جاتا بلکہ ان سے بدلہ لیتا اور قتل کرتا جس پر جج نے کہا کہ ہاں یہ تو سچ ہے کہ اگر قاتل معلوم ہوتے تو مقتول کے والد آپ کے پاس کیوں آتا۔ پولیس کو حکم دیا گیا کہ جلد از جلد ان کے قاتلوں کو گرفتار کیا جائے اور اصل حقائق کو سامنے لایا جائے۔
عدالت کی

دوسری حاضری پر پولیس افسر نے ایک چیٹ جج کو دیا جس کو پڑھنے کے بعد جج نے کہا کہ ہاں عدالت کے پاس اور بھی بہت سے کیسز ہیں۔ مقتول کے والد قاتلوں کو ڈھونڈ کر عدالت لائے۔ پولیس بھی سو مسئلے دیکھ رہی ہے۔یہ کہانی یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ وہ زمیندار دربدر کی ٹھوکریں کھاتا رہا بہت عرصہ گزرنے کے بعد وہ جج رٹیئرڈ ہوکر فوت ہوا۔پولیس افسر بھی مرگ بستر پر پڑا تھا کہ ان کا بیٹا قتل ہوا۔زمیندار بھی بوڑھا ہو چکا تھا جبکہ دونوں ایک ہی دیہات کے تھے لہٰذا زمیندار پولیس افسر کی حال پوچھنے ان کے گھر گئے اور ان سے پوچھا کہ اس چیٹ پر آخر کیا لکھا تھا؟ جس پر جج نے پینتر بدل دیا تھا پولیس افسر نے روتے ہوئے کہا کہ اگر اس وقت آپ کو انصاف ملتا تو آج میرا بیٹا قتل نہ ہوتا اس چیٹ پر جو لکھا تھا وہ میں آپ کو آخر میں بتاؤں گا۔

اب ہم جوڈیشل کمیشن کے فیصلے پر آتے ہیں۔11 مئی 2013 کو پاکستان میں عام انتخابات ہوئے جس میں مسلم لیگ ن کو اکثریت مل گئی اور انہوں نے وفاق میں حکومت بنادی۔پی ٹی آئی چیئرمین عمران خان لفٹ سے گرنے کے باعث بستر پر علیل پڑے تھے۔انتخابات کے بعد عمران خان نے بستر سے میاں نواز شریف کو الیکشن جیتنے کی مبارکباد دی اور مطالبہ کیا کہ الیکشن میں دھاندلی کے حوالے سے ہمارے پاس شکایت موصول ہوئی کہ کچھ حلقوں میں دھاندلی ہوئی ہے۔

ہمارا مطالبہ ہے کہ حکومت چار حلقوں میں ان لوگوں کے خلاف انکوائری کریں اور ملوث عناصر کو سزا دے تاکہ آئندہ کوئی دھاندلی کا مرتکب نہ ہو جائے۔ تین چار مہینے بعد عمران خان اسمبلی میں آئے اور تقریر کی اور اپنے مطالبے کو دہرایا جس پر حکومتی ارکان نے بھی ان کو داد دی اور کہا کہ ہم چار کی جگہ چالیس حلقوں میں تحقیقات کے لیے تیار ہے یہ سب ریکارڈ پر موجود ہے۔ ایک سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود تحقیقات نہیں ہوئی۔ اسمبلی فلور پر چوہدری نثار نے کہا کہ بہت سے حلقوں میں 70اور80 ہزار جعلی ووٹ موجود ہے۔ عمران خان کے مطالبات زور پکڑ گئے لیکن حکومت کی جانب سے کوئی عمل نہیں ہوا اور آخر میں 126دن کا دھرنا دیا گیا جو تاریخ کا حصہ بنا۔

2013 الیکشن واحد الیکشن تھا جس میں 21سیاسی جماعتوں نے کہا کہ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے۔ میڈیا رپورٹس آئی، ویڈیو پیش کی گئی جبکہ افتخار چوہدری پر آر اوز کے ساتھ دھاندلی اور نجم سیٹھی پر پینتیس پنکچر کا الزام لگایا لیکن جوڈیشل کمیشن میں افتخار چوہدری اور پینتیس پنکچر کا ذکر نہ ہوا۔ جوڈیشل کمیشن نے رپورٹ دی کہ پی ٹی آئی منظم دھاندلی کو ثابت نہ کرسکی لیکن کمیشن نے انتخابات میں کی گئی مختلف بے ضبطگیوں اور بے قاعدگیوں کا ذکر کیا کہ الیکشن میں 149 حلقوں میں اضافی بیلٹ پیپرز دیے گئے کچھ حلقوں میں اضافی بیلٹ پیپرز کی تعداد لاکھوں میں تھی اور زیادہ تر لاہور میں تقسیم ہوئے۔ ڈھائی کروڑ فورم 15 غائب تھے جس میں تمام معلومات درج ہوتی ہے کہ پولنگ اسٹیشن

میں ٹوٹل کتنے ووٹ ڈالے گئے کس پارٹی نے کتنے ووٹ حاصل کیے، باقاعدہ طور پر ریٹرننگ افسر کے سائن ہوتے ہیں جو الیکشن کمیشن میں تمام جمع ہوتے ہیں اور اس بنیاد پر نتیجے کا اعلان کیا جاتا ہے۔اسی طرح ہزاروں کی تعداد میں بیگ غائب اور ہزاروں بیگز کے سیل کھولے ہوئے تھے۔ جوڈیشل کمیشن رپورٹ کے مطابق الیکشن کمیشن کا عملہ بھی تربیت یافتہ نہیں تھا۔آر اوز پر دباؤ بھی تھا،ناقص منصوبہ بندی اور کوتاہیوں کی ذمہ داری الیکشن کمیشن پر عائدہ ہوتی ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں نادرا سے ووٹوں کی تصدیق بھی نہ ہو سکی۔جوڈیشل کمیشن نے یہ بھی تسلیم کیا کہ پی ٹی آئی کے تحفظات درست تھے کہ انہوں نے انتخابات میں دھاندلی تحقیقات کا مطالبہ کیالیکن پی ٹی آئی منظم دھاندلی ثابت نہ کر سکی۔یہ سچ ہے کہ تحریک انصاف منظم دھاندلی ثابت نہ کر سکی۔ میرے خیال میں تو پی ٹی آئی کو انتخابات میں منظم دھاندلی جوڈیشل کمیشن میں ثابت کرنا ہی غلط فیصلہ تھا۔ منظم دھاندلی کبھی ثابت نہیں ہو سکتی اور پھر اس صورت میں جب ملک کے ادارے آزاد نہ ہو۔ حکومتی دباؤ اور حکم سے کام کر رہے ہو اور پھر دھاندلی میں ادارے خود شامل اور انتخابات میں کس جماعت نے حکومت بنانی ہے فیصلے کہی اور کی جارہی ہو وہاں بذات خود دھاندلی تحقیقات کا مطالبہ ہی غلط ہے۔

جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ پی ٹی آئی کارکن مایوس ہوئے اور پی ٹی آئی

سیاست کا دھچکا لگا تو میرے خیال میں عمران خان کو ماننے والے پورے سسٹم کو سمجھ رہے ہیں۔ وہ آج بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کا لیڈر سچا ہے۔ آئندہ الیکشن میں کم از کم لوگ احتیاط کریں گے اور حکمرانوں سمیت الیکشن کمیشن اپنی ذمہ داری پوری کریں گے ۔ باقی سیاسی جماعتوں کا یہ حق بنتا ہے کہ وہ اس طرح آواز بلند کریں۔ باقی رہی جوڈیشل کمیشن پر اعتراضات کی بات کہ ان کا بھی کام تھا کہ وہ الیکشن میں منظم دھاندلی کے حوالے سے تفتیشی اداروں سے کام لیتے ،زرداری، مولانا فضل الرحمٰن، اسفندیار ولی، عمران خان اور میاں نواز شریف کو بھی بلاتے کہ آپ لوگوں نے کس بنیاد پر کہا تھا کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے۔ دوسرا پنتیس پنکچر کا مسئلہ تو ختم نہیں ہوگا۔ حقیقت کیا ہے اور کیا رول پنتیس پنکچر اور افتخار چوہدری کا رہا ہے۔ پی ٹی آئی نے اس کو اب کیوں نہیں چھیڑا اس کا بھی عنقریب معلوم ہو جائے گا اور یہ بھی وقت ثابت کریں گا کہ اس الیکشن میں سب سے زیادہ دھاندلی ہوئی ہے۔ تحریک انصاف اور اس کے کارکنوں کو تو اس پر بھی شکر ادا کرنا چاہیے کہ جوڈیشل کمیشن میں بہت سی باتوں کا اعتراف ہوا ہے۔

آخر میں وہ واقعہ جو میں نے شروع میں سنایا تھا تو پولیس افسر نے کہا کہ میں چیٹ پر لکھا تھا کہ جناب قتل میں آپ کے والد صاحب ملوث ہے۔بڑے زمیندار نے چھوٹے زمیندار کے بیٹے کو قتل کیا ہوا ہے۔پولیس افسر روپڑا کہ اگر میں

اس وقت آپ کو انصاف دیتا تو آج مجھے بھی انصاف ملتا۔ اللہ کا قانون قدرت ہے کہ وہ ظلم و جبر کو اس دنیا میں بے نقاب کرتا ہے اور ظالم کو سزا مل جاتی ہے لیکن افسوس ہم صبر نہیں کرتے ہیں۔ حقیقت تو یہ تھی کہ قتل ہوا ہے لیکن عدالت میں ثابت نہیں ہوا اسی طرح الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے لیکن منظم دھاندلی جوڈیشل کمیشن میں ثابت نہیں ہوئی۔

ہم سبق حاصل نہیں کرتے

ایک گاؤں میں سیلاب آیا ،جہاں جہاں سیلاب کی خبریں پہنچتی وہاں لوگ گھر بار چھوڑ کر نقل مکانی کرتے اور محفوظ مقام پر جاتے ۔ اس گاؤں میں ایک ایسا شخص بھی موجود تھا جو سیلاب کے اطلاع ملنے کے باوجود وہاں پر بیٹھ رہا کہ اللہ مالک ہے ۔ اللہ جان بچائے گا۔ لوگوں کے لاکھ سمجھانے کے باوجود وہ کسان گھر نہیں چھوڑ رہا تھا۔ کچھ گھنٹوں بعد پانی ان کے گھر میں داخل ہوا لیکن وہ پھر بھی گھر سے نکلنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ سیلابی پانی میں اضافہ ہوتا گیا،ریسکیو ٹیم کی کشتی ان کے پاس آئی اور کہا کہ آجاؤ لیکن وہ یہی اپنا فلسفہ بیان کرتا رہتا کہ نہیں اللہ میاں حفاظت کریں گا،اللہ مالک ہے۔ ریسکیو ٹیم نے ان کو کہا کہ پانی کا بہاؤ زیادہ ہو رہا ہے ۔ ابھی پانی آپ کے ناف تک ہے ۔ اب مزید پانی آنے والا ہے اور آپ ڈوب جائیں گے لیکن وہ بضد تھا اور کشتی میں سوار نہیں ہو رہا تھا ۔ ریسکیو ٹیم آگے بڑھی اور دوسرے لوگوں کو بیٹھا کر کشتی چلی گئی ۔ وہ آدمی وہاں رہا گیا دوسرا دن شروع ہوا ۔ پانی کے بہاؤ میں بھی کافی اضافہ ہوا۔ پانی اس شخص کے سینے تک آگیا ۔ اس دوران پاک فوج کی جانب سے ریسکیو ہیلی کاپٹر آگیا ۔ چکر لگاتے ہوئے اس شخص کو دیکھا ۔ ہیلی کاپٹر نیچے آیا اس شخص کو رسیوں کی سیڑھی پھینکی اور کہا کہ

سیڑھی پر چڑھو لیکن وہ مسلسل انکار کر رہا تھا اور اپنی ضد پر قائم تھا کہ اللہ میاں بچائے گا۔ فوجی ہیلی کاپٹر نے دوسرا چکر لگایا لیکن وہ نہیں مانا۔ آخر میں ہیلی کاپٹر بھی چل گیا اور وہ شخص آکیلے رہ گیا۔ پانی کا بہاؤ مزید تیز ہوا اور وہ شخص پانی میں ڈوب گیا۔
اب یہ شخص اللہ میاں کے پاس جا کر کیا کہہ گا کہ میرا تو ایمان تھا کہ آپ مجھے بچائیں گے لیکن آپ نے مجھے نہیں بچایا بلکہ پانی کے حوالے کر دیا۔ اب وہ بھول گیا کہ ان کے پاس ایک دفعہ گاؤں کے لوگ آئیں کہ سیلاب آرہا ہے گھر سے نکلو لیکن تم نہیں مانے پھر کشتی والے آئیں لیکن تم بضد تھے۔ تیسری بار فوجیوں کی ریسکیو ہیلی کاپٹر آیا، تمھارے پاس سیڑھی پھینکی لیکن تم نے اپنی ضد نہ چھوڑی اور ہر دفعہ منع کر رہے تھے ۔اب ان کے تمام گلے شکوے بے کار ہے اللہ میاں نے تو بار بار ان کے پاس لوگ بھجوائے لیکن وہ خود ہی منع کر رہا تھا۔ اللہ میاں خود تو نہیں آسکتا بلکہ اپنے لوگ ہی بھیجواتا ہے لیکن افسوس ہم سبق حاصل نہیں کرتے اور بعد میں اپنے مقدر پر روتے ہیں۔
پاکستان میں ان دنوں بھی سیلاب کی وجہ سے تقریباً سو لوگ مر چکے ہیں، ہزاروں گھر تباہ ہو چکے ہیں۔ مال مویشیوں سمیت لاکھوں کا سامان سیلاب کی نظر ہوا۔ سڑکے، پل ٹوٹ گئے، خیبر پختونخوا، پنجاب اور سندھ میں سیلابی

پانی نے کروڑ کا نقصان پہنچایا۔ عام لوگ سڑکوں پر آ گئے۔ پورے کے پورے دیہات بھی مٹ گئے لیکن شہروں میں بھی بارش کے پانی نے بہت سے گھروں کو نقصان پہنچایا۔ باقی شہروں کا حال کیا، اسلام آباد کیپٹل میں بھی سڑکے ٹوٹ پھوٹ کی شکار ہو گئی۔ خیبر پختون خوا ہو یا سندھ اور پنجاب کے شہر کہی بھی انفراسٹکچر ٹھیک نہیں۔ نکاسی آب کا سسٹم نہیں۔ سب سے بڑھ کر راولپنڈی اسلام آباد میں شروع کی جانے والی میٹرو بس سڑک بھی بارش میں تالاب کی صورت حال اختیار کر جاتی ہے۔ میٹرو اسٹیشن کے بعض حصے ٹوٹ چکے ہیں۔ بہت سی جگہوں پر نکاس آب کا سسٹم ہی نہیں۔ راولپنڈی میں سالوں سے موجودہ نالہ لئی بارش میں پانی کے بہاؤ سے تباہی کی تصور پیش کرتا ہے۔ ہر سال اس کی وجہ سے نقصانات ہوتے ہیں۔ اگر حکومت کم از کم اس نالے کو تعمیر کریں، دونوں طرف سڑکے بنائیں تو راولپنڈی کی خوبصورتی میں بھی اضافہ ہو جائے گا اور نقصانات بھی ختم ہو جائیں گے۔

پاکستان میں سیلاب کی صورت حال نئی نہیں ہے بلکہ ہر سال سیلاب آ جاتا ہے۔ پانچ سال پہلے سیلابی کی تباہی نے ملک کو اربوں کا نقصان پہنچایا تھا۔ پنجاب، سندھ اور خیبر پختونخوا میں تو ہر سال اور بعض اوقات بلوچستان کے بعض علاقوں میں بھی سیلابی کی تباہ کاری ہوتی ہے۔ ہمارے حکمران ہمیشہ بیانات دیتے ہیں کہ ہم عوام کے ساتھ کھڑے ہیں، عوام کے دکھ درد میں ان کے

ساتھ ہے۔ حکومت ہر قسم کی تعاون کریں گی لیکن اس کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔ یہ حقیقت ہے کہ سیلابی کی تباہ کاریوں پر 100 فی صد قابو نہیں پایا جاسکتا لیکن یہ بھی نہیں ہے کہ ہر سال ایسے ہی نقصان کیا کریں۔ ایک طرف ہم یہ شور مچاتے ہیں کہ ملک کو پانی بحران کا سامنا ہے۔ صوبوں کا پانی پر جھگڑا ہوتا رہتا ہے تو دوسری طرف ملک میں ہر سال کروڑ کیوسک پانی ضائع اور تباہی دے کر سمندر میں گر جاتا ہے۔ اگر حکومت میٹر و بسوں سے ہٹا کر عوام کا سوچے اور ان منصوبوں پر کام کریں جس سے ہر سال اربوں کا نقصان ہوتا ہے تو اس ملک کے عوام کو سکون مل جائے گا اور یہ ملک ترقی کریں گا۔

جہاں جہاں سے سیلاب کا پانی کا بہاؤ ہو وہاں وہاں چھوٹے چھوٹے ڈیم بنائے جائے۔ جس سے ملک کو ہر سال پہنچنے والے اربوں کے جانی اور مالی نقصان سے بچایا جا سکتا ہے لیکن ہمارے حکمران یہ نہیں کریں گے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ ان سیلابوں کے نقصان سے ہمارے حکمران ہر سال اربوں روپے بناتے ہیں، سڑکے دوبارہ تعمیر ہوتی ہے۔ پل بنائے جاتے ہیں۔ نئے نئے ٹینڈرز نکلتے ہیں جس سے پیسے بنائے جاتے ہیں تو جب یہ نقصانات نہ ہو تو حکمران کیا کھائیں گے۔ پیسے کیسے بنائیں گے، جب تک ہم خود اپنا احتساب نہیں کریں گے، سسٹم کو ٹھیک کرنے کی کوشش نہیں کریں تو یہ ایسا ہی چلتا رہے گا۔

جب ملک کے حکمران نااہل ہو اور ہم نا اہل لوگوں کو ووٹ دیتے ہو تو پھر اللہ

میاں سے کیا گلہ شکواہ کیا جائے۔ اللہ میاں تو خود نہیں آسکتا جس طرح اس گاؤں میں
کسان کے پاس ایک نہیں بلکہ تین تین دفعہ مواقعے آئے، کشتیاں اور ہیلی کاپٹر آئیں
لیکن وہ اپنی ضد پر قائم تھا تو نتیجہ ہمارے سامنے ہیں۔ اسی طرح اللہ میاں ہمیں وقتاً فو
قتاً مواقعے دیتا ہے کہ ہم ایماندار، سچے اور اہل لوگوں کو منتخب کریں لیکن ہم کسان کی
طرح انتظار میں ہے کہ حکمران نہیں خالق حقیقی ہمارے پاس خود آئے گا اور مجھ ہاتھ
سے پکڑ کر بچائے گا۔ ہمیں خود سبق حاصل کرنا چاہیے اور اپنے مسائل حل کرنے
چاہیے۔ اللہ میاں تو ہمیں بار بار مواقع دیتا ہے۔

آخر راحیلہ کو انصاف کون دے گا؟

یہ کہانی صرف راحیلہ کی تو نہیں ہے بلکہ اس بد قسمت ملک میں آئے روز ایسا ہی ہوتا ہے اور شاہد کیا یقینا ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ ہماری تعلیمی نظام یا والدین کی تربیت کا مسئلہ ہے کہ ہم اپنے بچوں کو صحیح معنوں میں تربیت نہیں دیتے یا معاشرہ اتنا بے حس ہو چکا ہے کہ اب ایسے کام کرنے والوں کے لیے سزا کی بجائے حوصلہ افزائی ہوتی ہے لیکن میرے نزدیک سب سے بڑا مسئلہ قانون کی بالادستی کا ہے جس معاشرے میں قانون اور انصاف غریب اور امیر کے لیے الگ الگ ہو، انصاف پیسوں سے خریدا جائے۔ مجرموں کو سزا نہ ہو، ریاست اپنی ذمہ داری بھول جائے تو پھر ایسا ہی ہوتا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا ہم اور آپ جیسے غریب در بدر کی ٹھوکریں کھاتے رہیں گے۔

ملک کی مجموعی صورت حال تسلی بخش نہیں ہے لیکن سندھ اور کراچی میں تو بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہاں پر قانون نہیں بلکہ چور اور لیٹروں کی بادشاہت ہے جس کا جی چاہے وہ کرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ سب سے بڑی وجہ حکمرانوں کا خود جرائم میں ملوث ہونا ہے۔ راحیلہ بھی اب ان بد قسمت لڑکیوں میں شامل ہو گئی جن کی خواہش موت ہے وہ شیشے میں نہیں دیکھ سکتی، وہ لوگوں

سے منہ چھپائے پھرتی ہے۔ راحیلہ کی قسمت دو ہفتے پہلے چاند رات کو تبدیل ہو گئی ۔
کراچی شہر میں مقیم 19 سالہ راحیلہ چاند رات پر شاپنگ کے لیے گھر سے اپنے بھائی کے ساتھ نکلی تو واپسی پر گھر کی دروازے کا تالا جب کھل رہی تھی تو اس دوران اس کا سابق منگیتر ذیشان علی نے تیزاب کے بوتلوں سے تیزاب ان کے چہرے پر پھینکا اور ساتھ میں ڈیڑھ سالہ بھتیجے پر بھی تیزاب پھینکا گیا۔ بچے کا تو چہرہ معمولی خراب ہوا، صرف چہرہ جل گیا لیکن راحیلہ تو ہسپتال میں موت اور زندگی کی کشمکش میں بتلا ہو گئی ۔ گزشتہ روز نجی چینل اے آر آر وائی نیوز پر جب راحیلہ کی تصویریں دکھائی گئی تو اس نوجوان خوبصورت لڑکی کی تصویریں دیکھ کر دل خون کے آنسو رویا۔ ہسپتال میں پڑی اس بدقسمت لڑکی کی والدہ کا کہنا تھا کہ راحیلہ کی ایک آنکھ مکمل طور پر ضائع ہو گئی ہے ۔ تیز تیزاب کی وجہ سے ان کا ایک آنکھ کھلی کی کھلی رہے گئی ہے، چہرہ مکمل طور پر جل چکا ہے ۔ ڈاکٹروں کے مطابق تیز تیزاب کی وجہ سے راحیلہ کی جلد کی تہے بالکل ختم ہو چکی ہے۔ چہرے کی ہڈی تک اثر پہنچ چکا ہے۔ راحیلہ ہسپتال میں مد ہوشی کے حالات میں پڑی ہے ۔ والدہ کے مطابق راحیلہ نے صرف ایک دفعہ کہا ہے کہ میری آنکھ کیوں نہیں کھل رہی ہے۔ اب بے چاری راحیلہ کو کیا معلوم کہ ان کی آنکھ ہمیشہ کے لیے کھلے کی کھلے رہے گی لیکن اس میں نظر نہیں ہو گا۔
راحیلہ کی سال ڈیڑھ سال پہلے پڑوس میں ذیشان علی نامی لڑکے سے منگنی ہو

گئ تھی ۔ ذیشان علی کے بھائی پولیس میں ہے۔ بقول راحیلہ کی والدہ کی ذیشان علی کی دوسری لڑکیوں کے ساتھ تعلقات تھے جس پر راحیلہ کو معلوم ہوا تو دونوں کے درمیان جھگڑا ہوا اور آخر میں ذیشان علی اور راحیلہ نے چند مہینے پہلے منگنی توڑ دی ۔ چاند رات یہ افسوس ناک اور دل دہلانے والا واقع پیش آیا۔ دو ہفتے گزرنے کے باوجود راحیلہ کے گھر کے گیٹ اور دیوار پر تیزاب کے نشانات موجود ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اگر ہسپتال میں ان کو بروقت علاج شروع ہوتا تو راحیلہ کا جو 90 فی صد چہرہ جھسم ہو چکا ہے ،اس پر کچھ حد تک قابو پایا جا سکتا تھا لیکن ہمارے سسٹم کے مطابق اس طرح کے واقعات ہو یا گولی اور لڑائی میں زخمی ہونے والے لوگ پہلے پولیس میں ایف آئی آر درج کرتے ہیں پھر پولیس والے کی موجودگی میں ڈاکٹر علاج شروع کرتے ہیں۔ کیا نظام ہے ہمارا کہ پولیس موجود ہو گی تو علاج شروع ہو گا ورنہ جب تک پولیس نہیں آتی اس وقت تک متاثرہ شخص کا علاج ممکن نہیں ہوتا۔ راحیلہ کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ دو تین گھنٹے پولیس کی منت ساجت اور سفارش ڈھونڈنے میں لگے اس کے بعد ہسپتال میں علاج شروع ہوا۔ اطلاعات کے مطابق پولیس نے متعلق شخص ذیشان علی کو گرفتار کیا ہے لیکن پولیس میں اثرورسوخ رکھنے کی وجہ سے متاثرہ خاندان کو مزید دھمکیاں بھی دی جارہی ہے ۔ متاثرہ خاندان چونکہ کرایے کے گھر میں رہتا ہے۔ اب ذیشان کی بھائیوں کی طرف سے مالک مکان کو بھی پریشرائز کیا جارہا ہے کہ راحیلہ کے والدین سے یہ گھر خالی کر ایا جائے جس پر ان کو گھر

خالی کرانے کا نوٹس بھی مل گیا ہے۔ شنید ہے کہ عدالت سے چند دنوں میں عدم ثبوتوں کی بنا پر ذیشان علی ضمانت پر رہا ہو جائیں گے اور وکٹری کا نشان بنا کر عدالت سے باہر آ جائیں گے۔ ملک بھر میں خصوصاً اور سندھ اور کراچی میں عموماً یہی ہوا ہے۔ راحیلہ کی طرح ہزاروں لڑکیاں زندگی بھر منہ چھپائے ذیشان جیسے درندوں کی وجہ سے موت کے انتظار میں گزرنی پر مجبور ہو جاتی ہے۔ راحیلہ کی والدہ کی طرح ہر وہ ماں جن کی بچیوں کو تیزاب اور آگ سے جلایا گیا ہو زندگی کی بجائے موت کی دعائیں اپنی بچیوں کے لیے مانگتی ہے۔ ان والدین اور بہن بھائیوں پر کیا گزر رہی ہو گی جن کے ساتھ ایسے واقعات پیش آئے ہو اور وہ اپنے بچیوں کو دیکھتے ہو، پھر ہمارے ملک کے سسٹم پر دل ہر وقت جلتا ہے، جہاں انصاف لینے کے لیے اپ کو کسی وزیر، مشیر، وزیر اعظم اور صدر کا رشتہ دار ہونا لازمی ہے۔ قتل بھی اپ کا ہوا ہو گا اور قاتلوں کو ڈھونڈنا اور گواہوں کو عدالتوں میں پیش کرنا بھی اپ کے ذمہ داری ہو گی۔ بہت سوں کی طرح ہماری بھی تمنا پیدا ہوئی ہے کہ اس نظام کو اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا جائے۔

کہا جاتا ہے کہ آگ کی تپش وہاں معلوم ہوتی ہے جہاں پر لگی ہو۔ اگر راحیلہ سے پہلے کسی ایسے شخص کو سزا ملتی تو آج شاید راحیلہ کے ساتھ یہ واقعہ پیش نہ آتا۔ بہت سوں کی طرح راحیلہ کی ولدین بھی اس انتظار میں ہے کہ ہمیں

انصاف دیا جائے لیکن انصاف کون دے گا۔ راحیلہ کی ایک بد قسمتی یہ بھی ہے کہ یہ واقعہ اثرورسوخ رکھنے والے باآثر خاندان نے کیا ہے اگر اس میں کسی مدرسے، مذہبی جماعت کا کوئی طالب علم ،یا عام شخص ملوث ہوتا تو ہمارے ملک کے سیاستدان، حکمران این جی اوزاور میڈیا میں شور مچانا شروع کرتے اور ان کو کیفر کردار تک پہنچایا، جاتا لیکن ایسا نہیں ہے جس میں اب صبر کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ یہاں پر لوگ قتل کر جاتے ہیں۔ عدالتوں سے بری ہو کر وکٹری کا نشانہ بنا کر ملک سے باہر چلے جاتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہوتا۔ عدالتی کمیشن میں وزیراعلیٰ اور ان کی ٹیم کو سانحہ ماڈل ٹاون کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے کوئی سزا نہیں ہوتی بلکہ وہ پھر بھی ملک کے سیاہ و سفید کے مالک رہتے ہیں کوئی ان سے پندرہ لاشوں کا نہیں پوچھتا، یہاں پر جو جتنا زیادہ کرپٹ اور ظلم ہوگا اتنا ہی وہ بڑی کرسی پر بیٹھے گا۔ راحیلہ کا تو صرف چہرہ اور جسم بھسم ہو چکا ہے ان کو انصاف کون دے گا؟

قصور ہمارا ہے

آئے روز نئی نئی کہانیاں، پوری دنیا کی کہانیاں ایک سائٹ پر جب کہ ہمارے ملک اور حکمرانوں کی کہانیاں دوسری طرف تو پھر بھی ہم ہی جیتیں گے۔ روز جب آنکھ کھولتی ہے تو نئی دن کے ساتھ ایک نیا واقع پیش آجاتا ہے اور ہمارے حکمران اس پر اپنی مذمتی بیانات، تحقیقات، عدالتی کمیشن، جوائنٹ انوسٹی گیشن ٹیم یا کمیٹی بنانے کا اعلان کر دیتے ہیں۔ جو ادارے بنے ہیں وہ اپنا کام خود نہیں کریں گے۔ ہمارے وزیر اعظم صاحب تو بادشاہ یا شہنشاہ آدمی ہے۔ وہ تو جب بھی بیان دیتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ میاں صاحب وزیر اعظم نہیں بلکہ کسی اپوزیشن جماعت کی نمائندگی کرتے ہیں گزشتہ دنوں وزیراعظم میاں نواز شریف پنجاب میں کسی سیلاب زدہ علاقے کے دورے پر گئے تھے وہاں میرے خیال میں کسی نے بتایا ہوگا کہ اگر ملک میں ٹیم بن جاتے تو سیلاب سے اتنا نقصان نہ ہوتا۔ وزیر اعظم صاحب نے فوراً بیان جاری کیا کہ چھوٹے ٹیم بنانے چاہیے اگر ٹیم ہوتے تو آج اتنا نقصان نہ ہوتا۔ اسی طرح پولیس یا ہسپتال میں کوئی واقع پیش آجائے تو میاں صاحب فرماتے ہیں کہ حکومت کو جعلی ادویات کی روک تھام کرنی چاہیے۔ ہسپتالوں میں اضافہ کرنا چاہیے۔پولیس کی ٹریننگ ہونی چاہیے۔ پولیس کی نفری میں اضافہ ہونا

چاہیے۔اندھے افراد پر پولیس کی جانب سے تشدد نہیں کرنا چاہیے۔ لوڈشیڈنگ کم کرنی چاہیے۔ تعلیم عام کرنی چاہیے۔ معلوم نہیں کیا کیا کرنا چاہیے اور کس کو کرنا چاہیے ، یہ وزیراعظم کا کام نہیں بلکہ تو کس کا کام ہے کہ ان کو کرنا چاہیے۔ وزیراعظم صاحب ان سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کو یہ کرنا چاہیے جب ملک کے سربراہ ایسے بیانات دیتے ہو کہ فلاں کام کرنا چاہیے اور فلاں کام کرنا چاہیے تو پھر اللہ ہی حافظ ہو ،جو ہمارا ہے۔ میرے خیال میں تووزیراعظم حکم دیتا ہے کہ یہ کل شروع کریں اور میں کام کرنے کا حکم دیتا ہوں ۔بحر حال تیسری باری تو ہے شاید اگلی باری پر ٹیم ، پولیس ، تعلیم اور ہسپتال ٹھیک ہوجائیں۔

پہلاایک واقعہ یادآیا وہ آپ لوگوں سے شیئر کرتا ہوں اس کے بعد اصل موضوع کی طرف آتا ہوں ۔ سات ، اٹھ سال پرانی بات ہے میں ان دنوں پشاور میں ایک اخبارکا بیوروچیف تھا۔ پشاور میں جرمن اورگنائزیشن کی جانب سے انوسٹی گیشن جرنلزم ان وارزون پر تین روزہ ٹرننگ تھی جس میں میں نے بھی حصہ لیا تھا۔اس میں ہمارے ایک دوست صحافی نے ایک قصہ سنایا کہ جب میں نیا نیا جرنلزم میں آیا تھا تو میں بھی کافی ایکٹیو تھا۔ اصولوں کی باتیں کرتا تھا۔ ایک دن کارخانوں چوک میں احتجاج ہو رہا تھا تو وہاں احتجاج کرنے میں بھی گیا۔ احتجاج کے دوران میں نے دیکھا کہ ایک صحافی احتجاج کرنے والوں میں سے

ایک سے رقم وصول کر رہا تھا میں نے تھوڑا سا معلوم کرنے کی کوشش کی تو پتہ چلا کہ وہ صحافیوں کے نام پر پیسے لے رہا ہے تاکہ اخبارات میں ان کی کوریج ہو جائیں۔ مجھے بہت غصہ آیا۔ میں پریس کلب آیا ان دنوں ہمارے پشاور پریس کلب کے صدر مرحوم سہیل قلندر صاحب تھے اللہ ان کو قبر میں آسانیاں عطا کریں اور ان کو اپنی رحمت سے نوازے (دوسرے دوستوں کی طرح مجھ سے بھی محبت اور خلوص کا رشتہ تھا) قلندر صاحب واقعی اپنی ذات میں قلندر تھے۔ تو وہ صحافی فرما رہے تھے کہ میں نے صدر پریس کلب سے شکایت کی کہ اس طرح ایک واقعہ پیش آیا جس سے ہماری بدنامی ہوتی ہے۔ ایسے واقعات کی روک تھام ہونی چاہیے اور ایسے لوگوں کی ممبرشپ ختم کرنی چاہیے۔ تو قلندر صاحب نے ایک کمیٹی بنائی جس میں تین افراد کو شامل کیا اور اس کمیٹی کے سربراہی اس شخص کو دی گئی جس نے پیسے لیے تھے۔

قصور میں بچوں سے زیادتی کا واقعہ پیش آیا۔ پہلے تو پنجاب حکومت اور پولیس نے بہت کوشش کی کہ اس واقعے کو کوئی آور رنگ دیا جائے لیکن میڈیا کے تحقیقات اور رپورٹنگ نے معالے کو اب تک دبانے سے بچایا۔ سیاست دانوں کو بھی خیال آیا وہ بھی مظلوموں کے پاس چلے گئے اور واقعے کا حکومت سے تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ پی ٹی آئی نے معالے کو اسمبلی میں اٹھانے کا اعلان کیا جس کی اجازت اسپیکر کی جانب سے نہیں دی گئی اور کہا گیا کہ یہ

صوبائی مسئلہ ہے۔ویسے مجھے یاد نہیں کہ حکومت کسی ایشوز پر اسمبلی میں بات کرتی ہے۔ اسمبلی میں نہ تو اربوں ڈالر کا قرضہ لینے پر بات ہوتی ہے اور نہ ہی پیسے میٹرو اور موٹرویز کی تعمیرات پر خرچ کرنے چاہیے یا نہیں، گفتگو کی جاتی ہے۔ اسمبلی میں صرف سیاست کی باتیں کی جاتی ہے۔ بحر کیف حکومت نے تو اس مسئلہ کو غیر اہم قرار دے دیا کہ اسمبلی میں اس پر بات نہیں ہونی چاہیے تاہم تادم تحریر خیبر پختونخوا اسمبلی نے صرف اس واقعے کے خلاف قرارداد پاس کرادی ہے۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں شہباز شریف نے جے آئی ٹی یعنی مشترکہ تحقیقاتی ٹیم بنانے کا حکم دیا جس کے سربراہ ابوبکر اللہ بخش کو بنا دیا گیا جو یہاں پر 2013 سے 2015 تک آر پی او رہے چکے ہیں جن کا کام ایسے ہی کاموں کی تحقیقات اور جرم کو روکنا ہوتا ہے۔ ابوبکر صاحب اس علاقے کا سربراہ تھے۔ یہ گھناونا کام ہوتا رہا۔اب اسی سربراہ کو جس کے زیر کنٹرول ان علاقوں میں جرائم ہوتے رہیں۔ انسانیت شرماتی رہی۔ویڈیو بنتے رہیں جبکہ بعض رپورٹس کے مطابق پولیس بھی اس گھناونے جرم میں برابر کی شریک تھی، ان کو معلوم ہی نہ تھا کہ ان کے ناک کے نیچے کیا ہو رہا ہے۔ تواب وزیر اعلیٰ نے اس بے خبر پولیس آفیسر کو جس کے متعلق خود تحقیقات ہونی چاہیے۔جوائنٹ انواسٹی گیشن ٹیم کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ اب کیا تحقیقات ہوگی اور کیا سزائیں ہوگی پہلے بھی

اس طرح کے جے آئی ٹی بنائیں گئے ہیں۔ ان رپورٹس پر کیا عمل ہوا؟۔ جب حکمران خود مجرم ہو، سر براہان چور ہو تو وہ کیا حکم دیں گے اور کیا عوام کو انصاف ملے گا؟ جن کو حکم دینا چاہیے اور کام کرنا چاہیے کہ ایسا کل سے شروع کرو۔ وہ ایسے بیانات دے رہے ہیں کہ جیسے وہ حکومت میں نہیں بلکہ پڑوس ملک سے پاکستان کے دورے پر آئے ہیں۔ حکمران ایکشن لیتے ہیں اور کام کرتے ہیں۔

کس سے گلہ کریں اور کسے سے شکایت کریں۔ ہمیں خود اپنے قول و فعل کو درست کرنا چاہیے۔ خود ایسے لوگوں کو منتخب کرنا چاہیے جو ہمارا سوچ اور ہمارے لیے کام کریں۔ جب تک گنگاروں کو سزائیں نہیں ملے گی ایسے افسوس ناک واقعات ہوتے رہیں گے اور ہم بحیثیت مسلمان اور پاکستانی کے شرمندہ ہوتے رہیں گے کیوں کہ قصور ہمارا ہے اور سزا بھی ہمیں ہی ملے گی۔

لاکھوں کا فیصلہ

جس معاشرے میں انصاف ختم ہو جاتا ہے۔ وہ معاشرہ زیادہ دیر تک نہیں رہتا۔ہر مذہب نے انصاف کے نظام کو اہمیت دی ہے،خاص کر اسلام نے تو عدل وانصاف کو اتنی اہمیت دی ہے جس کا آج ماڈرن دنیا میں تصور بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضرت علیؓکا فرمان ہے کہ کفر کے ساتھ تو معاشرہ زندہ رہ سکتا ہے لیکن بے انصافی کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا۔اسلام میں بہت سی ایسی مثالیں موجود ہے جس میں خلیفہ نے اپنے بیٹوں اور رشتہ داروں کو سزائیں دی ہے۔بنیادی مقصد صرف یہ باآور کرنا تھا کہ عدل وانصاف سب کے لیے.برابر ہے کوئی قانون سے بالاتر نہیں قانون کے سامنے امیر و غریب کافرق ختم ہو چکا ہے لیکن ہم جہاں دن رات یہ ورد کرتے ہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر بنااور اس ملک کو بنانے کا بنیادی مقصداسلام کی تعلیمات اور مسلمانوں کو انصاف مہیا کرنا تھا لیکن آج انصاف لینے کے لیے ملک میں کوئی ایسانظام موجود نہیں جس میں جاکر آپ کوانصاف ملے ۔ انگریز نے جو قانون چھوڑا تھا آج تک ملک میں وہی رائج ہے جس کے پاس پیسہ ہے وہ بہترین وکیل کرتا ہے بلکہ آج عام بات یہ مشہور ہے کہ وکیل کے بجائے جج کو خریدو۔زیادہ تر پیسہ ان ہی لوگوں کے پاس ہوتا ہے جو زیادہ کرپٹ ہو ۔ملک میں احتساب کے نام پر ادارہ بنا ہے ۔ان کا زیادہ کیسوں میں ریکوری ریکارڈ پچاس اور ساٹھ فی صد

ہے یعنی اگر آپ نے 50 کروڑ کی کرپشن کی ہوئی ہے تو 25 کروڑ جمع کرکے آپ کی جان چھوٹ جائے گی ۔ حقیقت تو یہ ہے کہ عدالتوں سے انصاف کی توقع ختم ہوتی جا رہی ہے ۔ کیسز سالوں سال چلتے ہیں لیکن فیصلہ نہیں ہوتا اور اگر بدقسمتی سے کوئی فیصلہ ہو جاتا ہے تو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ عدلیہ میں چیلنج ہو جاتا ہے اور کیس دوبارہ صفر سے شروع ہو جاتا ہے۔ ملک کا نظام ایسا ہے کہ ایک طرف آپ کا قتل ہوا ہوتا ہے تو دوسری طرف آپ کے پاس اگر لاکھوں روپے موجود ہے تو وکیل کر سکتے ہیں اور عدالتوں کے چکر لگا سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو قانون ن قدرت کا انتظار کریں اس کی تازہ مثال ہمارے سامنے لاہور میں اسپیکر قومی اسمبلی ایاز صادق کے حلقہ 122 کی ہے جس میں تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان نے درخواست دائر کی تھی کہ الیکشن 2013 میں میرے ساتھ دھاندلی ہوئی ہے۔ اس کا فیصلہ کرنے میں ڈھائی سال گزر گئے ۔ یہ بھی نہیں کہ عمران خان ایک عام آدمی ہے اس لئے ان کو انصاف لینے میں اتنا عرصہ گزر گیا بلکہ انہوں نے تو انصاف لینے کے لیے لاکھوں روپے خرچ کیے جو کام حکومت کو کرنا چاہیے تھا جس کے لیے ادارے بنے ہیں اس میں آپ لاکھوں کا فیس جمع کرکے تحقیقات ہوتی ہے وہ بھی زیادہ تر شفاف نہیں بلکہ حکومتی مرضی اور منشا کو مد نظر رکھ کر رپورٹ یا فیصلہ کیا جاتا ہے ۔

ملک کا نظام ایسا بنایا گیا ہے کہ عام آدمی نہ آگے آئے اور نہ ہی الیکشن

میں حصہ لے بلکہ چور اور ڈاکو ہی انتخابات میں حصہ لے اور ہمارے مقدر کے فیصلے کریں۔ غریب پڑھ لکھے لوگ ہمیشہ پیچھے ہی رہے۔ حالیہ انتخابات میں پی ٹی آئی کے چیئرمین عمران خان نے شروع دن سے چار حلقوں کی بات کی تھی کہ چار حلقوں میں حکومت تحقیقات کریں جس کے لیے حکومت تیار نہیں تھی اور آخرکار پی ٹی آئی نے دھرنا دیا اور چار حلقوں میں تحقیقات کے لیے کروڑں روپے جمع کیے اور وکیل کرائے تو تمام کوششوں کے باوجود اب الیکشن ٹربیونل کا فیصلہ آیا کہ حلقے میں دوبارہ الیکشن کرایا جائے۔ انتخابات میں دھاندلی ہوئی ہے جبکہ اس سے پہلے بھی ان چار حلقوں میں سے خواجہ سعد رفیق کے حلقے کا فیصلہ آیا تھا کہ وہاں پر بھی دھاندلی ہوئی ہے الیکشن کمیشن دوبارہ انتخابات کرائیں۔ ہمارا انصاف کا نظام دیکھیں کہ ڈھائی سال بعد تمام تحقیقات کے بعد فیصلہ ہوتا ہے اس کے بعد وزیر ریلوے سپریم کورٹ چلے جاتے اور عدالت سے سٹے آرڈر لے لیتے ہیں۔ آج بھی وہ ایم این اے اور وفاقی وزیر ہے۔ اسی طرح اب جو فیصلہ آیا ہے کہ اسپیکر قومی اسمبلی ایاز صادق نااہل ہو چکے ہیں۔ حلقے میں دھاندلی ہوئی ہے دوبارہ انتخابات کرائے جائے تو اسپیکر صاحب سپریم کورٹ چلے جائیں گے اور سپریم کورٹ ان کو سٹے دے دے گی۔ بس کہانی ختم۔ اگر عمران خان کے پاس مزید دو تین کروڑ ہو تو سپریم کورٹ میں نئے سرے سے ایاز صادق کے ساتھ کیس شروع کریں اور مزید پانچ سال انتظار کریں تو ٹھیک ورنہ۔۔۔

انصاف کا کیا ازالہ نظام بنایا گیا ہے ایک طرف الیکشن میں دھاندلی تحقیقات کے لیے الیکشن ٹربیونلز بنائے گئے ہیں کہ شکایت کرنے والے وہاں تحقیق کریں ،فیس جمع کریں، ثبوت دیں،اس کے بعد جب تمام مراحل مکمل ہوجاتے ہیں اوردو تین سال گزر جاتے ہیں اور فیصلہ آجاتا ہے توفریق سپریم کورٹ سے سٹے آرڈر لے کر موچوں کو دھاؤ دیکر دو بارہ اپنے سیٹ پر بیٹھ جاتا ہے۔یہ ہے انصاف کا نظام جس میں عام آدمی کبھی بھی آگے نہیں آسکتا ہے۔اس لئے تحریک انصاف کے کارکنوں سے گزارش ہے کہ وہ زیادہ خوشیاں نہ منائیں، کل ایاز صادق صاحب سپریم کورٹ سے دوبارہ بحال ہوجائیں گے ۔ تحریک انصاف والوں کو آنے والے الیکشن کی تیاری کرنی چاہیے اور پارٹی میں تنظیم سازی کو بہتر اور پاور فل بنانا چاہیے تاکہ جب ان کی حکومت بنے تو جس نظام سے یہ لوگ اور کڑوں پاکستانی متاثر ہورہے ہیں اس کو ٹھیک کریں ۔عمران خان نے جس طرح انصاف لینے اور فیصلے کے لیے لاکھوں خرچ کیے یہ ہر بندے کا کام نہیں۔باقی الیکشن 2013 میں دھاندلی کی بات ہے تو میں کئی بار لکھ چکا ہو کہ اس الیکشن میں تاریخ ساز دھاندلی ہوئی ہے جو ڈیشل کمیشن اس کو منظم دھاندلی کہے یا نہ کہے لیکن دھاندلی ہوئی ہے اور ریکارڈ ہوئی ہے جس کو آئندہ الیکشن میں روکنے کے لیے بھی کوئی اقدامات آج تک نہیں ہوئے ہیں۔

کس کس کی باری آنے والی ہے

ہمارا مسئلہ یہ نہیں ہے کہ صرف ملک میں کرپشن ہو رہی ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کرپشن کرنے والوں کو کوئی سزا نہیں ملتی جس کی وجہ سے کرپٹ لوگوں میں ہر سال اور ہر حکومت میں اضافہ ہوتا ہے جن لوگوں کو سزا دینا چاہیے اور عوام ان کو منتخب اسلئے کرتی ہے کہ وہ ہمارے خون چوسنے والوں کا احتساب کریں لیکن بعد ازاں یہ لوگ خود کرپشن کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ قارئین کو یاد دلاتا چلوں کہ پیپلز پارٹی کے ایک وزیر جس کے نام کے آخر میں جتوئی آتا ہے۔ پورا نام یاد نہیں انہوں نے کوئٹہ میں پریس کانفرس کرتے ہوئے کہا تھا کہ کرپشن کرنا ہمارا بھی حق ہے جس طرح دوسری جمہوری اور فوجی حکومتوں میں کرپشن ہوتی ہے اسی طرح ابھی ہمارا نمبر ہے کہ ہم کھل کر کرپشن کریں۔ وزیر صاحب کا یہ کہنا کوئی انوکھی بات نہیں تھی بلکہ انہوں نے صرف میڈیا کو خاموش کرانے کے لیے یہ کہا تھا کہ کرپشن پر ہمارا بھی اتنا حق ہے جتنا کسی اور کا۔ حالانکہ پیپلز پارٹی کا یہ دور جس کی سربراہی آصف علی زرداری کر رہے تھے نے اتنی کرپشن کی ہے جس کا حساب جو صرف ریکارڈ پر ہے اربوں ڈالر بنتا ہے جو ریکارڈ پر نہیں ان کا تو کہیں ذکر ہی نہیں ہوتا۔ زرداری صاحب کے بارے میں تو مشہور تھا کہ انہوں نے وزراتوں کو دو دو دفعہ بیچا تھا۔ زیادہ تر معاملات کیش پر ہی ہوا کرتے تھے۔

پیپلز پارٹی میں بہترین وہ تھا جو زیادہ کرپشن کرتا تھا۔ کرپشن کھلے عام ہوا کرتی تھی ، نیچے سے اوپر تک کرپشن کا بازار گرم تھا۔

مجھے یاد ہے قارئین کو بھی یاد ہوگا کہ پیپلز پارٹی اور اصف زرداری کی ان کرپشن اور ملک کو لوٹنے پر شہباز شریف نے کہا تھا کہ میں نے اگر اپ سے سارا پیسہ نہ نکلا تو میرا نام شہباز شریف نہیں اور یہ بھی کہا تھا کہ میں اپ کو لاہور کی سڑکوں پر گھسیٹوں گا۔ مسلم لیگ نون کی حکومت بنی۔ ابھی تک ان ڈھائی سالوں میں پیپلز پارٹی کا ایک کیس بھی کرپشن کا وفاق حکومت نے اوپن نہیں کیا بلکہ مسلم لیگ نون اور پیپلز پارٹی کا ایک دوسرے کو بچانے کی سیاست کر رہی ہے۔ میڈیا کا بھی زیادہ تر حصہ مسلم لیگ نون نے کنٹرول کیا ہے یا خریدا ہے جس کی وجہ سے نا پیپلز پارٹی کی کرپشن پر بات ہوتی ہے کہ جب اس وقت کرپشن کی داستانیاں سنائی جاتی تھی ان سے آج مسلم لیگ کی حکومت کیوں نہیں پوچھتیاور آج جو کرپشن ہو رہی ہے اس پر ہمارا میڈیا کیوں خاموش ہے۔

دوسری جانب یہ بات بھی کہی جاتی ہے کہ زیادہ تر کرپشن تو بیورو کریٹ اور افسران کرتے ہیں ۔ سیاست دان تو خوامخواہ کے بدنام ہے۔ غرض صرف یہ ہے کہ ان افسران سے پوچھنا ہمارا نہیں بلکہ سیاست دانوں اور حکومت کا کام ہے کہ کریٹ

افسران کا احتساب کریں۔اب جب قومی ایکشن پلان کے تحت ملک بھر میں بالعموم اور کراچی میں بالخصوص کارروائیاں ہو رہی ہے۔ان کرپٹ لوگوں کو پکڑنے کا سلسلہ شروع ہوچکا ہے جن کا تعلق یا کرپشن کا پیسہ دہشت گردی میں استعمال ہو رہا تھا۔اس کی شروعات ایم کیوایم سے ہوئی جو اب پیپلز پارٹی کی جانب بڑھی۔ پی پی پی کااہم رہنمااور زرداری صاحب کے دست راس سابق وفاقی وزیر ڈاکٹر عاصم حسین کو پکڑاگیا جبکہ سابق وزیراعظم یوسف رضاگیلانی اور امین فہیم کی عدالت سے گرفتاری کا حکم جاری ہوا۔اس پر زرداری صاحب کی پیپلز پارٹی کافی سیخ پا ہوئی۔ وزیراعلیٰ سندھ نے اس کو سندھ پر حملہ قرار دیا۔ جبکہ ہمارے بعض دانشور اور کالم نگار اس کو رائٹ اور لفٹ کی لڑائی سمجھ رہے ہیں اور بعض تو ان کارروائیوں کو سیکولر جماعتوں یعنی ایم کیوایم، پیپلزپارٹی اور اے این پی کے خلاف مخصوص قوتوں کی جنگ سمجھا رہے ہیں کہ ملک سے سیکولر جماعتوں کے خاتمے کے لیے یہ کارروائیاں ہورہی ہے۔ان لوگوں کے لیے صرف اتنا عرض ہے کہ یہ صرف اپ کی ذہنی سوچ ہے باقی کچھ نہیں پاکستان میں رائٹ اور لفٹ کی جنگ ختم ہوچکی ہے۔مذہبی اور سیکولر کی باتیں خود ان پارٹیوں میں بھی نہیں رہی۔ خصوصاًنائن الیون کے بعد سے دنیاکا اور پاکستان کی سیاست اور سوچ میں واضح تبدیلی نظرآرہی ہے۔ خاص کر نئی نسل کو تو رائٹ اور لفٹ کی لڑائی اور اختلافات کا پتہ بھی نہیں اور نا ہی نئی نسل کو اس میں دلچسپی ہے۔نئی نسل کو اس بات سے غرض ہے کہ کرپشن کرنے والوں کا راستہ روکا جائے

اور جنھوں نے کرپشن کی ہے ان لوگوں کو سخت سے سخت سزا دی جائے۔ان کا تعلق پیپلز پارٹی، ایم کیوایم یا اے این پی سے ہو۔ کرپشن کرنا مسلم لیگ، پی ٹی آئی، جماعت اسلامی اور جمعیت علمااسلام سمیت کسی کو بھی معاف نہیں بلکہ جو لوگ بھی کرپٹ ہے ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہیے، ان کا پیسہ دہشت گردی میں استعمال ہو یا نہ ہو،ان لوگوں کو سخت سے سخت سزا ملنی چاہیے۔ عوام کو دووقت کی روٹی نہیں ملتی، طلبا ہاتھوں میں ڈگریاں اٹھاکر دفتروں کے چکرلگا رہے ہیں غربت کی وجہ سے خودکشیاں ہو رہی ہے جب کہ ہمارے حکمران اور سیاست اربوں کی کرپشن کریں اورجب ریاستی ادارےان کے خلاف کارروائی شروع کریں توہم کو رائٹ اور لفٹ، مذہبی اور سیکولر کی خلاف کارروائی سمجھے تو اس سے بڑی بد قسمتی ہماری نہیں ہو سکتی۔

یہ حقیقت اب سب پر عیاں ہے۔ رپورٹز بھی موجود ہے کہ کراچی کے امن کو تباہ کرنے اور ٹارگٹ کلنگ میں ایم کیوایم سمیت پیپلز پارٹی، سنی تحریک اور اے این پی شامل ہے۔ اسی طرح کرپشن کی تمام حدیں پیپلزپارٹی کے دور حکومت میں توڑی گئی تھی۔ اب بھی وہ سلسلہ سندھ میں جاری ہے جب کہ باقی ملک کے حالات بھی مختلف نہیں۔ احتساب کے نام پر ادارے برائے نام ہے بلکہ اس میں بھی کرپشن ہو رہی ہے۔

ملک میں دہشت گردی کو ختم کرنے کا جو سلسلہ قومی ایکشن پلان کے تحت کرمنلز گروپوں، ایم کیوایم اور پیپلزپارٹی کے خلاف شروع ہے ان کا دائرہ بڑھنا چاہیے صرف کرائمنلز کے خلاف نہیں بلکہ کرپٹ لوگوں کو بھی اس میں شامل کرنا چاہیے اور ان سے ملک کا لوٹا ہوا پیسہ نکلنا چاہیے۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ اب یہ سلسلہ روکنے والا نہیں بلکہ اب یہ باری دوسری سیاسی جماعتوں کے خلاف بھی شروع ہونے والا ہے جس میں مذہبی جماعتیں اور حکمران بھی شامل ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کے استادوں کو کب پکڑا جائے گا اور نیب میں ایک سو پچاس کیسز پر کارروائی کب شروع ہوگی۔

پی ٹی آئی کا نیا خیبر پختونخوا

گزشتہ روزہ تقریباً تین مہینے بعد پشاور شہر جانے کا اتفاق ہوا۔ شہر میں داخلے ہوتے ہی محسوس ہوا کہ تبدیل کا آغاز کم از کم ہو گیا ہے۔ شہر میں ٹریفک نظام کو بہتر بنانے کے لیے نئی فورس بنائی گئی جو جگہ جگہ پر کھڑے نظر آئے۔ ٹریفک روانی کے لیے سڑکوں میں یوٹرن کو بہتر بنایا گیا۔ سڑکوں کو کشادہ کیا گیا ہے۔ سڑک کے درمیان میں سر سبزہ برقرار رکھنے کے لیے پودے لگائے گئے ہیں۔تاریخ میں پہلی دفعہ دیکھا کہ شہر میں پشاور ڈویلپمنٹ کے اہلکار بھی موجود ہے جن کا کام پودوں اور سڑک کی صفائی کا خیال رکھنا ہوتا ہے۔ پشاور کو پھولوں کا شہر بنانے کے لیے مختلف پلوں کے دیواروں کے اوپر مصنوعی پھول کے گلدستے نصب کیے گئے ہیں۔ مفتی محمود فلائی اور جس کی خواہش ایم ایم اے دور میں جمعیت علماء اسلام فضل الرحمٰن گروپ نے ظاہر کی تھی، فیزبلیٹی رپورٹ بھی بنائی تھی لیکن افتتاح عوامی نیشنل پارٹی کے پانچ سالہ دور حکومت کے آخری سال میں کیا گیا جو پی ٹی آئی نے اپنے دو سال میں مکمل کیا۔ یہ خیبر پختونخوا اور پشاور کی تاریخ میں سب سے لمبی فلائی آور ہے جس سے ٹریفک کی روانی میں کافی مدد ملی ہے۔ ٹریفک اہلکار غلط ڈرائیونگ پر نہ صرف عام لوگوں کو پرچی دیتے ہیں بلکہ خواص کو بھی نہیں بخشا جاتا ہے۔ٹریفک پولیس کی جانب سے بینر بھی

مختلف جگہوں پر آ ویزاں کیے گئے ہیں جس پر لکھا ہے کہ میں تبدیل ہوا ہوں ۔آپ بھی تبدیل ہو جائے اور قانون کا احترام کریں۔

صوبے کی تاریخ میں پہلی بار پشاور شہر کے اندر رونی سطح پر فٹ پاتھوں پر قبضہ جمانے والوں اور سڑک کو دوکانوں سے خالی کرانے کے لیے تجاوزات کے خلاف.بڑے پیمانے پر آپریشن کیے گئے ہیں جس سے نہ صرف فٹ پاتھ عوام الناس کے لیے چلنے کے قابل ہوئے ہیں بلکہ شہر کی خوبصورتی میں بھی کافی اضافہ ہوا ہے۔ عوامی حکومت کے لیے تجاوزات کے خلاف آپریشن کرنا انتہائی مشکل کام ہوتا ہے لیکن تبدیل کا نعرہ لگانے والوں نے یہ قدم اٹھایا جس کا عوام نے بھی ساتھ دیا۔

دوسرا اہم کام پولیس نظام میں بہتری کے لیے اقدام اٹھائے گئے ہیں ۔آن لائن اور ایس ایم ایس کے ذریعے اپ شکایت درج کر سکتے ہیں جس پر پولیس فوراآآپ سے رابط کرتی ہے اور آپ کی شکایت سنتی ہے لیکن اس کے بعد عمل کوئی خاص نہیں ہوتا جس کا پولیس والے نفری کی کمی ،پولیس پر زیادہ بوجھ اور پولیس ڈیوٹی زیادہ ہونے کا جواز پیش کر رہے ہیں ۔ابھی تک پرانے مقدمات اور ایف آئی آرز پر کوئی خاص عمل نہیں ہوا ہے۔اسی طرح پٹواری نظام میں بہتری لانے کے لیے اقدامات تو اٹھائے گئے ہیں لیکن سسٹم کمپیوٹرائزر نہ ہونے کہ وجہ سے اور

بہتر اقدامات نہ ہونے کی وجہ سے شفافیت مکمل طور پر قائم نہیں ہوئی ہے۔ اندرونی خانہ پرانا نظام چلتا ہے۔

صحت کے شعبے میں کوئی خاص اقدامات نہیں اٹھائے گئے ہیں۔ ہسپتالوں کا نظام وہی پرانے طرز پر چلایا جارہاہے۔ پی ٹی آئی حکومت نے ہسپتالوں کے نظام کو بہتر بنانے کے لیے جو نعرے اور وعدے کیے تھے اس میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آرہی ہے۔ عوام کی مشکلات میں کمی نہیں آئی ہے۔

صوبے بھر میں جو ایک چیز زیادہ واضح نظر آتی ہے اور عوامی شکایت موصول ہورہی ہے وہ کام کی سست رفتاری ہے۔ جو کام دنوں میں ہونا چاہیے اس میں مہینے لگتے ہیں۔ جس طرح میں نے ٹریفک پولیس کی بات کی تو یہ صرف مین خیبر روڈ پر نظر آتی ہے۔

اندرونی شہر وہی پرانا نظام ہے۔ اسی طرح شہر کو پھولوں اور سرسبز بنانے کے لیے اقدامات بھی خیبر روڈ تک محدود ہے۔ مفتی محمود فلائی آور کا افتتاح تو کیا گیا ہے لیکن پل کے نیچے مٹی کے ڈھیر آج بھی پڑے ہیں جس کو ہٹانے کے لیے معلوم نہیں کس چیز کا انتظار ہورہاہے۔ پشاور سمیت صوبے بھر میں سڑکوں کو کشادہ کرنے اور مرمت کرنے کا کام انتہائی سست روی سے جاری ہے جس کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے تاکہ عوام کو جلد از جلد مشکلات سے چھٹکارہ حاصل ہوجائے۔

پولیس، پٹواری ں نظام، صحت اور تعلیم سمیت کئی شعبے میں پی ٹی آئی حکومت کے اقدامات اور عوامی توقعات جیسے موضاعات جدا جدا کالم لکھنے کا تقاضا کرتی ہے جس پر انشا ء اللہ آنے والے دنوں میں تفصیل سے لکھوں گا کہ پارٹی کا نعرہ کیا تھا اور ڈھائی سال میں انہوں نے کیا تبدیلی لائی ہے جس کا فائدہ عام آدمی کو پہنچی ہو۔ اس کے علاوہ آئندہ کالم پی ٹی آئی کے نظریے اور صوبے سمیت ملک بھر میں اقدامات اور فیصلوں کے حوالے سے ہوگی کہ پی ٹی آئی کتنی نظریاتی جماعت رہ گئی ہے۔ نظریاتی لوگ کہاں ہے اور مفاد پرست کیسے آگے آکر پارٹی کو یرغمال بنا رہے ہیں جبکہ صوبے میں حالیہ لوکل باڈیز الیکشن میں پی ٹی آئی کے اندر کیا کیا دھاندلی ہوئی ہے۔

اب صرف اسی پر اکتفا کریں کہ کچھ حدتک ان ڈھائی سالوں میں پی ٹی آئی نے اقدامات اٹھائے ہیں۔ پشاور شہر سمیت صوبے میں تبدیلی کے اثرات نظر آنا شروع ہو چکے ہیں۔ امید ہے کے نئے بلدیاتی نظام سے مزید بہتری آئے گی لیکن تبدیل کا جس طرح نعرہ لگایا گیا تھا کہ ہم جلد از جلد کام کریں گے۔ میرٹ کا سسٹم اور کرپشن کا خاتمہ کریں گے اس پر سوالات اٹھائیں جارہے ہیں۔ دوسرا کام کی رفتار بھی بہت ست ہیں جس طرح نعرے لگائے جاتے ہیں اسی طرح عوام امید لگائے بیٹھے ہیں کہ جو بھی ترقیاتی کام ہو وہ جلد از جلد مکمل ہو اور

عوام کو بنیادی ضرورت کی سہولت باآسانی دستیاب ہو۔ میرٹ اور انصاف کا نظام سب
کے لیے برابر ہو۔

پچاس سال پرانی کہانی

یہ کہانی ایک حقیقی کہانی ہے۔ وقت کتنا جلدی گزر جاتا ہے، جس کا کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا۔ ہمارے بزرگ فرمایا کرتے ہیں کہ ہمیں تو یہ کل کی بات لگتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کو پچاس سال ہو گئے ہیں کہ جب رات کی تاریکی میں بھارت نے پاکستان پر حملہ کیا۔ چھ ستمبر 1965 کا دن پاکستان کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ اس دن مکار دشمن بھارت نے پاکستان کو فتح کرنے کا سوچا تھا کہ ہم رات کی تاریکی میں حملہ کریں گے، اپنے توپ خانے اور ٹینک استعمال کرکے پاکستان پر قبضہ کر دیں گے لیکن بھارت کو معلوم نہیں تھا کہ پاکستان کے بہادر افواج ان کا مقابلہ اس انداز سے کریں گی کہ ان کو بھاگنے کا موقع بھی نہیں ملے گا۔ یہ حقیقت ہے اور تاریخ میں درج ہے کہ پاکستان فوج کی پوزیشن اس وقت ہر لحاظ سے کمزور تھی۔ پاک فوج کے پاس نا تو اسلحہ اتنا زیادہ تھا اور نہ ہی گولہ بارود وافر مقدار میں دستیاب تھا۔ پاک فوج کی تعداد بھی اس وقت بہت کم تھی اور ٹینک توپ خانے بھی بہت کم تعداد میں موجود تھے کہ جس سے بھارت کے کئی گنا زیادہ فوج اور اسلحے و بارود سے معین فورس کو شکست دے سکیں۔ یہی عوامل تھے کہ جب بھارت نے سوچا کہ ہم پاکستان کو شکست دے سکتے ہیں لیکن جب بھارت نے حملہ کیا تو پاک فوج کے ساتھ پوری قوم کھڑی ہو گئی۔ مائیں اور بوڑھے

گھروں میں دعائیں مانگتے رہیں جبکہ جوان پاک فوج کے ساتھ شانہ بشانہ سپورٹ میں کھڑے تھے۔تاریخ کی کتابوں میں درج ہے کہ جب پاک فوج کے جوانوں کے پاس کارتوس ختم ہوئے تو انھوں نے اپنے جسموں پر بم بندھ کر ہندوستانی ٹینکوں کو روکا۔ کئی دنوں تک جنگ کے بعد بھارت کو محسوس ہوا کہ ہم پاکستان کو شکست نہیں دے سکتے۔ پاک فوج کو شکست دینا آسان نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے بعد بھارت نے پاکستان کی قوت کو تسلیم کیا وگرنہ پہلے تو بھارت کے سامنے پاکستان کی کوئی اہمیت نہیں تھی ۔بھارت پاکستان کو ایک کمزور ملک سمجھ رہا تھا کہ بھارت جب چاہے پاکستان پر قبضہ کر سکتا ہے۔ یہ جنگ پاک بھارت کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رہے گی۔ بعدازاں اقوام متحدہ کی مداخلت سے جنگ کا اختتام ہوا۔

دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ اس جنگ میں بھارت نے بہت زیادہ نقصان اٹھانے کے علاوہ ہزمت کا بھی سامنا گیا لیکن آج پچاس سال گزرنے کے باوجود بھارت کے مودی سرکار اس کو اپنا فتح سمجھ رہے ہیں شاید ان کی سوچ یہ ہے کہ ہم نے پاکستان پر حملہ کیا تھا تو یہ ہماری کامیابی تھی وہ یہ بھول گئے ہیں کہ اس حملے کے بعد ہمیں پاکستان نے کتنا نقصان پہنچایا۔آج بھی بھارت سے قبضے میں لیے ہوئے کچھ ٹینک پاک فوج کے قبضے میں ہیں جو عوام کو بھی دکھائے جارہے ہیں۔ یہ وہ تاریخی حقائق ہے جس کو چھپایا نہیں جاسکتا لیکن بھارت تاریخ کو مسخ کرنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔

بھارت کو آج یاد ہونا چاہیے اور یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ پاکستان کوئی کمزور ملک نہیں بلکہ آج پاک فوج کی قوت کئی گناہ زیادہ ہو چکی ہے۔ پاک فوج کے پاس نہ صرف جدید اسلحہ و گولا بارود موجود ہے بلکہ جدید اور اعلیٰ میزائل سسٹم بھارت سے کہی بہتر ہے۔ آج پاک فوج کا جذبہ جہاد اور حب الوطنی کئی گنا بڑھ چکی ہے ملک کے اندر یا باہر ہر قسم کے دہشت گردوں اور ملک دشمنوں سے مقابلے کرنے کے لیے افواج پاکستان تیار ہے۔ یہ صرف باتیں نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ پاک فوج نے آج دشمن کا مقابلہ ہر محاذ پر کیا ہے۔

بھارت کی یہ بھول ہے کہ ہم لائن آف کنٹرول اور ورکنگ باﺅنڈری پر گولہ باری کرکے پاکستان کو دباﺅ میں لے آئیں گے اور پاکستان کشمیر کا نام بھول جائے گا۔ پاکستان کشمیر ی عوام کے ساتھ کھڑا ہے ان کی ہر قسم کا اخلاقی اور عالمی سطح پر سپورٹ جاری رکھیں گا۔ پاکستان بھارت کی ظلم و بربریت سے ہر فورم پر پردہ اٹھائے گا۔ آج ایک دفعہ پھر بھارت وہی غلطی دوبارہ دوہرا رہا ہے جو انہوں نے پچاس سال پہلے دہرائی تھی۔

پاکستان میں دہشت گردی کروا رہا ہے۔ آج پاکستان ایک ایٹمی ملک ہے۔ پاکستان نے ایٹم بم کو نمائش کے لیے نہیں بنایا ہے بلکہ باوقت ضرورت اس بم کو استعمال بھی کریں گا۔ بھارت کو چاہیے کہ پاکستان کو ایک مضبوط حقیقت تسلیم کریں اور تمام مسائل کو بات چیت اور مذاکرات سے حل کریں۔ بھارت کو اپنی دوغلاپن کی پالیسی کو چھوڑنا

ہوگا، تب پاکستان کے ساتھ تعلقات بہتر ہو سکتے ہیں، بغل میں چوری اور منہ میں رام رام کا فلسفہ مزید نہیں چلے گا۔

یہ دونوں ممالک کی عوام کی بد قسمتی ہے کہ آج پچاس سال بعد بھی دونوں ممالک کے درمیان وہی مسائل اور غلط فہمیاں موجود ہے جو حل طلب ہے۔ جب تک دونوں ممالک کے درمیان یہ مسائل حل نہ ہو تب تک خطے میں امن قائم نہیں ہو سکتا ہے۔ اکیسیوں صدی میں کسی بھی ملک کو غلام بنانا حقیقت سے آنکھیں چھپانے کے مترادف ہے۔

بھارت کو آج نہیں تو کل کشمیر کو ایک آزاد ریاست کی حیثیت دینی ہو گی اور پاکستان کے ساتھ تعلقات بہتر بنانے ہوں گے۔ جنگیں کسی بھی مسئلہ کا حل نہیں ہوا کرتی ہے لیکن اگر بھارت نے اپنا رویہ نہ بدل تو پاکستان مجبوراً بھارت کے ساتھ جنگ میں گودنا پڑے گا۔

تبدیلی پرانے کھلاڑیوں سے

عمران خان کو شاید معلوم نہیں کہ ان کی پارٹی اب آہستہ آہستہ نہیں بلکہ بہت تیزی کے ساتھ روایتی پارٹی بنتی جارہی ہے بلکہ بہت حد تک بن چکی ہے۔ ملک میں تبدیلی کا جو نعرہ لگایا گیا تھا اس میں زیادہ تر نواجونوں نے لبیک کہہ کر عمران خان کا ساتھ دیا تھا کہ ملک میں تبدیلی ناگزیر ہے۔ سسٹم تبدیل ہونا چاہیے۔ سیاست صرف مفاد کا نام نہیں بلکہ رشوت خوروں اور مفاد پرستوں کے علاوہ پڑھے لکھے لوگوں کو بھی سیاست میں آنا چاہیے اور ملک کے بہتری کیلئے کام کرنا چاہیے۔ میں ہرگز پرانے سیاسی کھلاڑیوں کے خلاف نہیں ہوں۔ ان پرانے لوگوں میں یقیناً اچھے اور ایماندار لوگ بھی ہوں گے اور ہوتے بھی ہے بلکہ میرا ماننا ہے کہ ہر سیاسی جماعت میں مخلص اور سچے لوگ موجود ہوتے ہیں جس کی وجہ سے یہ پارٹیاں چلتی ہے۔ میں یہ بھی نہیں کہتا کہ نئے لوگوں کو تحریک انصاف میں نہیں آنا چاہیے بلکہ صرف نظریاتی لوگ پارٹی میں آئیں اور تمام فیصلے میرٹ پر ہو۔ پارٹی تنظیم کے پاس اختیارات ہو وہ فیصلہ کریں کہ کس کو ٹکٹ ملنا چاہیے اور کس کو نہیں لیکن پی ٹی آئی میں دوسری سیاسی جماعتوں کی طرح یہ سسٹم نہیں ہے بلکہ پرانے کھلاڑی وہی پرانے سسٹم کہ تحت ٹکٹوں کی تقسیم کرتے ہیں جس کی وجہ سے مخلص اور اہل لوگوں کو ٹکٹ نہیں ملتا بلکہ اختیار ایم پی اے اور

ایم این اے کو دیا گیا ہے جس کے تحت وہ ٹکٹ تقسیم کرتے ہیں ۔ اب جو لوگ پارٹی میں مفاد کے لیے آئے ہیں ان کو اس سے کیا غرض کہ پارٹی کے لیے کون اہل ہے اور کون نا اہل۔ان کے نزیک اہل ان کا بھائی ، بیٹا ، بھتیجا، رشتہ دار اور دوست ہوتے ہیں جن کو ٹکٹ ملتا ہے۔

ہم جنرل الیکشن کی بات نہیں کرتے کہ اس میں ٹکٹ زیادہ تر میرٹ پر نہیں دیے گئے لیکن حال ہی میں بلدیاتی انتخابات جس میں زیادہ تر اپنوں اور نااہل لوگوں کو نوازا گیا ۔ان کی مثال ہمیں صرف روایتی سیاسی پارٹیوں میں ہی ملتا ہے ۔ جو بلدیاتی انتخابات میں پی ٹی آئی کی شکست کا سبب بنی اور پی ٹی آئی میں مایوسی پیدا ہوئی ۔ جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ پی ٹی آئی کو تو زیادہ نشستیں ملی ہے ان کو معلوم نہیں کہ اگر پی ٹی آئی اہل لوگوں کو ٹکٹ دے دیتی تو اس سے زیادہ نشستیں حاصل کر سکتی تھی۔ عوام پرانی سیاسی پارٹیوں سے نالاں ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے آزاد امیدوار بھی اس الیکشن میں جیت گئے جس کا مطلب ہے کہ لوگ روایتی سیاست اور سیاستدانوں سے عاجز آ چکے ہیں ۔ عوام کے پاس چوائس بہت کم رہ گئی ہے کہ وہ نئے اور اہل لوگوں کو منتخب کریں۔

اس بلدیاتی الیکشن میں اگر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صوبے کا وزیر اعلیٰ پرویز خٹک جن کے تقریباً سارے بھائی بہن اور رشتہ دار ایم این

اے اور ایم پی اے ہیں ایک بھائی لیاقت خٹک رہتا تھا اس کو بھی ضلع کا ناظم اعلیٰ بنا دیا گیا۔اصل میں وہ بچارہ شریف آدمی ہے۔ ہماری طرح سیاست سے ان کا کوئی تعلق نہیں لیکن پھر بھی چونکہ وزیر اعلیٰ کا بھائی ہے اس لیے ان کو بھی سیٹ پر بیٹھنا مقصود تھا ٹکٹ اپنے گھر سے شروع کرکے تمام ایم پی اے اور ایم این اے کو پہلا حق دیا گیا جو ناکامی کا سبب بنا۔ میں ڈیرہ اسماعیل خان، مردان ، صوابی ،ایبٹ آباد اور مانسہرہ کی بات نہیں کرتا میں صرف اپنے حلقے نوشہرہ کی بات کرتا ہوں جہاں پر ہمارے دوسرے ایم پی اے خلیق الرحمٰن صاحب نے اپنے ایک بزرگ بھائی کو بھی تحصیل کا ناظم بنا دیا جبکہ نائب ناظم اشفاق احمد بن گئے جو بلدیاتی الیکشن سے پہلے مسلم لیگ نون میں تھے۔ والد نور محمد چونکہ عرصہ دارز سے مسلم لیگ نون اور اقبال ظفر جھگڑا کا تواف کرتے ہیں۔اب بھی نون لیگ میں ہے۔بیٹا مفاد کے لیے پارٹیاں تبدیل کرتا رہتا ہے۔ مشرف کے بلدیانی نظام میں والد مسلم لیگ میں اور موصوف خود پیپلز پارٹی کے ناظم بن گئے تھے چونکہ ان کی حکومت تھی اس لئے ان کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔اب پی ٹی آئی میں آکر نائب ناظم اشفاق احمد لوگوں کو پی ٹی آئی کا نظریہ پڑھائیں گے۔اسی طرح دوسرے بھی۔

بات یہ نہیں کہ یہ لوگ اب پارٹی میں آئیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ان میں لیڈر شپ کی اہلیت اور نظریہ ہی پی ٹی آئی کا نہیں ، یہ لوگ صرف اپنی مفاد کے لیے پی ٹی آئی کو استعمال کررہے ہیں اور موسمی پرندوں کی طرح گھونسلے تبدیل کرتے ہیں۔جو پی ٹی آئی کے پرانے

کارکن اور اہل لوگ ہے ان کو سائڈ لائن لگا دیا گیا ہے ان میں ایک ساجد لالا بھی ہے جن سے میری کوئی دعا سلام نہیں لیکن پی ٹی آئی کے نظریاتی لوگ ان فیصلوں سے مایوس ضرور ہوئے ہیں۔ یہ معاملہ پورے صوبے کا ہے۔

اسی طرح عمران خان نے ضلع ناظم منتخب کرنے کے لیے کہا تھا کہ میں خود امیدواروں کے انٹرویو کروں گا۔ بے چارے عمران خان کو معلوم نہیں کہ پرانے کھلاڑی کس طرح ان کو خلط گائیڈ کرتے ہیں۔ میں صرف نوشہرہ کی بات کرتا ہوں۔ نوشہرہ میں ضلع ناظم کے لیے صرف ایک امیدوار نے اپلائی کیا اور وہ تھا وزیر اعلیٰ کا بھائی لیاقت خٹک جس کی قابلیت صرف یہ ہے کہ وہ وزیر اعلیٰ کا بھائی ہے باقی ولاحوالہ والا قوتہ۔۔ جن ممبران نے اپلائی کرنا تھا ان سب کو ادھر اُدھر کر دیا۔اب ایک امیدوار رہ گیا تھا اس کا انٹرویو کیا ہونا تھا عمران خان کے ساتھ جب شاہ محمود قریشی ہو اور سامنے والے کرسی پر لیاقت خٹک اور ساتھ میں بھائی پر ویز خٹک تو عمران خان کیا کرتے۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ پرانے کھلاڑیوں نے تحریک انصاف کو کیسے یرغمال بنا دیا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ جب میرا بھائی ناظم نے بنے تو پی ٹی آئی کا دوسرا امیدوار کیوں جیتے صوبے میں چار، پانچ ڈسٹرکٹ سیٹ اسی طرح پی ٹی آئی ہار گئی جن میں اعظم سواتی ،کاایبٹ آباد اور ہزارہ کے علاوہ ڈیرا اسماعیل خان

مردان، صوابی اور پشاور بھی شامل ہے۔ پارٹی کے خلاف ووٹ دینے پر ان لوگوں کو پارٹی کی طرف سے نوٹسز بھی دیے گئے ہیں لیکن اس کا نتیجہ میں ابھی سے بتا دیتا ہوں کہ ان لوگوں کے خلاف کچھ بھی کارروائی نہیں ہوگی۔ کاش عمران خان وجیہہ الدین رپورٹ پر عمل کرتے ہوئے، پارٹی الیکشن میں دھاندلی اور ڈسپلن کے خلاف ورزی کرنے والوں کو سزا دیتے تو آج یہ لوگ اس طرح نہ کرتے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا عمران خان ان پرانے کھلاڑیوں سے ملک میں تبدیلی لا سکیں گے۔ جو پرانے طریقوں پر چل رہے ہیں۔ اس پر مزید بات آئندہ کالم میں ہوگی۔

تبدیلی پرانے کھلاڑیوں سے اور وزیر اعلیٰ

گزشتہ روز کے کالم میں پی ٹی آئی کارکنوں کی طرف سے ملا جلا فیڈ بیک آیا کسی نے میری حقیقت پسندی کو سراہا جب کہ بعض نے میرے کالم کو پی ٹی آئی کے خلاف قرار دیا۔ بحر کیف سب کا شکریہ میرا کام ہے کہ جو میں دیکھوں اور محسوس کروں اس کو اپنی دانش کے مطابق بیان کرو۔ باقی حقیقت چھپ نہیں سکتی بقول عمران خان اللہ تعالیٰ برحق ہے وہ حق کو ظاہر کرتا ہے۔ اس بلدیاتی نظام میں عمران خان نے کئی غلطیاں کی ہے جو ان سے غیر دانستہ طور پر ہوئی ہے اور ان کو احساس بھی ہوا ہے۔ پہلے تو اتنے زیادہ لوگوں کو منتخب نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پارٹی بنیاد پر ناظم اور نائب ناظم کا انتخاب کیا جاتا جس کے لیے علاقے کو ووٹوں کے حساب سے تقسیم کرتے یعنی مثال کے طور پر چار ہزار ووٹوں پر مشتمل علاقے کے لیے ایک ناظم اور نائب ناظم جو علاقے کے مسائل حل کرتے وہ کافی تھے۔ سات ممبران کا انتخاب کسی بھی لحاظ سے درست نہیں تھا۔ اس الیکشن میں جہاں پر دوسری زیادتیاں ہوئی وہاں پر کونسلروں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے گھروں، رشتہ داروں اور پارٹی کے اندر اختلافات پیدا ہوئے۔ ایسے ایسے لوگ کونسلر بن گئے جن کو اپنے نام کے سوا گاؤں کا ایڈریس بھی لکھنا نہیں آتا، وہ بھی منتخب ہوئے۔ پیسوں کا زور ہر الیکشن میں زیادہ ہوتا جارہا ہے۔ امیدوار کے

لیے کوئی شرائط نہیں تھے ۔ یہی سسٹم اب دوسرے صوبوں میں آپنایا جارہاہے۔ کم از کم دوسرے صوبوں کو کونسلروں کے انتخاب سے اجتناب کرنا چاہیے ۔

خاندانی سیاست کے خاتمے کے لیے ،اہل اور پارٹی ورکر کو آگے لانے کے لیے ضروری تھا کہ پارٹی ایم این اے ، سنیٹرز اور ایم پی اے کا بھائی ، بیٹا اور رشتہ دار الیکشن لڑنے کے لیے نااہل ہوتے اور پارٹی ٹکٹ صرف تنظیم کے مشورے پر دیے جاتے تو پی ٹی آئی کے اندر اور صوبے میں تبدیلی کا آغاز اسی طرح کیا جاتا، زیادہ تر اہل لوگ سامنے آتے لیکن ایسا کچھ بھی نہیں ہوا بلکہ زیادہ ٹکٹیں پرانے کھلاڑیوں نے ہی تقسیم کیے۔ اس بلدیاتی انتخابات میں جہاں الیکشن لڑنے کے لیے ہر جماعت نے لاکھوں روپے لگائے وہاں پر ناظم اور نائب ناظم تحصیل اور ضلع کے لیے تین اور چار کروڑ کی بھولی بھی لگی ، یہ لوگ اب عوام کی خدمت کریں گے تو ایسے لوگ عوام کی کیا خدمت کریں گے ؟ دوسرا اہم مسئلہ پی ٹی آئی میں پرانے کھلاڑی ، نظریاتی کارکنوں کو بدنام کررہے ہیں ۔ اب مجھے حقیقت نہیں معلوم کہ سابق وزیر معدنیات ضیاء اللہ آفریدی پر کرپشن کے الزامات میں کتنی حقیقت ہے۔ میں صرف اب تک کے حالات پر تجزیہ کروں گا۔ ضیاء اللہ آفریدی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک سے تعلقات اچھے نہیں تھے اسلئے ان کو وزیر اعلیٰ نے پھانسیاں، ان باتوں سے قطع نظر اب تک ان پر الزامات کیوں ثابت نہیں ہوئے 45 دنوں سے وہ تفتیش میں ہے لیکن ان

پر فرد جرم عائد نہیں ہوئی۔ گزشتہ روز اسمبلی اجلاس میں انہوں نے تمام الزامات کی تر دید کی اور کہا کہ مجھے سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ انہوں نے احتساب کمیشن پر بھی الزام لگایا کہ انہوں نے بغیر ثبوت کے مجھے پکڑا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ان پر اب تک جرم ثابت نہیں ہوا اور اتنے دنوں سے وہ حراست میں ہے تو اس احتساب کمیشن کے اہلکاروں کی کیا سزا ہوگی۔ آیا عمران خان ان کے مستعفی ہونے کا مطالبہ کریں گے ؟ ایسے لوگوں کی سزا کیا ہوگی جو بغیر ثبوت کے پکڑتے ہیں اس بارے میں بھی قانون سازی کرنی چاہیے۔ ویسے یہ باتیں بھی اب گردش کر رہی ہے کہ وزیر اعلیٰ پرویز خٹک نے پرانی سیاسی روش کو آپناتے ہوئے اپنے پارٹی کے ممبران کو سیاسی انتقام کا نشانہ بنا رہے ہیں۔ عمران خان کو اس مسئلے پر خود معلومات حاصل کرنی چاہیے اگر وزیر اعلیٰ واقعی انتقامی کارروائی کر رہے ہیں تو ان سے یہ منصب لینا چاہیے۔ دیکھنا یہ ہے کہ عمران خان اس بارے میں کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ اسی طرح یہ باتیں بھی کی جارہی ہے کہ بہت سے اداروں میں میرٹ سسٹم اعلیٰ عہدے کے لیے وزیر اعلیٰ سے تعلقات ہے وہ اپنی مرضی سے لوگوں کو لگاتے ہیں۔

مجھے بعض اوقات لگتا ہے کہ عمران خان نے تبدیلی کا جو نعرہ لگایا تھا اور نواجون جو امید لگائے بیٹھے ہیں وہ تبدیلی شاید ملک میں نہ آئے۔ وجہ یہ ہے کہ پارٹی کے اندر زیادہ تر نظریاتی کم اور مفاد پرست زیادہ آگئے ہیں

جبکہ اعلیٰ سطح پر بھی نظریاتی لوگوں کو سائڈ لائن لگایا جارہاہے۔ عمران خان کو مفاد پرست ٹولہ نظریاتی لوگوں سے دور کر رہے ہیں۔ عمران خان کی خلوص اور نیت پر آج بھی کسی کو شک نہیں لیکن پارٹی میں جو پرانے سیاسی کھلاڑی داخل ہو چکے ہیں ان سے پارٹی کو کیسے نجات دلائی جا سکیں۔یہ وہ سوال ہے جس پر پی ٹی آئی کے اندر کافی تشویش پائی جاتی ہے۔یہ بھی نہیں کہ پارٹی میں سارے مفاد پرست آگئے ہیں بلکہ پارٹی میں تو سابق گورنر پنجاب محمد سرور جیسے لوگ بھی آئے ہے جنہوں نے گورنر شپ چھوڑ کر ملک میں نظام کی تبدیلی کیلئے پی ٹی آئی میں شمولیت اختیار کی لیکن شاید ان کو اس طرح فعال کردار نہ دیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔اسی طرح دوسرے قابل اور نظریاتی لوگ آگے پیچھے ہوگئے جب کہ رائٹ اور لفٹ پر شاہ محمود قریشی اور جانگیر ترین بیٹھ گئے اور پیچھے لال حویلی کا فرزند شیخ رشید۔۔۔اللہ خیر کریں کہ عمران خان ان پرانے کھلاڑیوں سے ملک میں تبدیلی کیسے لا سکیں گے۔خود عمران خان خاندانی سیاست کے خلاف ہے لیکن ان کے ممبران صرف اپنے لوگوں کو نواز رہے ہیں۔ جنرل الیکشن میں معلوم نہیں کس بنیاد پر ان کے کزن کو ٹکٹ نہیں دیے گئے ہیں حالاں کہ وہ ٹکٹ کے اہل تھے۔آیا ان کو جان بوجھ عمران خان سے دور تو نہیں کیا گیا؟ بحر کیف ملک میں تبدیلی کے لیے آج سب کی نظریں صرف عمران خان پر ہے انہوں نے جو نعرہ لگایا تھا وہ نعرہ صرف اس کا نہیں بلکہ ہر محب وطن کا ہے۔ عمران خان کو تبدیلی کے لیے ضروری ہے کہ پرانے کھلاڑیوں

کو سائٹ لائن کریں اور نئے لوگوں کو موقع دیں جس کے لیے تحریک انصاف بنائی گئی تھی۔

حکومت کی کرپشن

جمہوریت بہترین انتقام ہے۔ بہترین آمریت سے بدترین جمہوریت اچھی ہوتی ہے۔ یہ وہ جملے ہے جو ہمارے سیاست دان ہر وقت استعمال کرتے ہیں ۔ ان کے نزدیک عوام کو بیوقوف بناؤ اور حکومت کرو۔ عوام بھی بیوقوف بنتے ہیں اور ان لوگوں کو دوبارہ منتخب کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ ہر حکومت عوام سے انتقام لیتی ہیاور مختلف بہانوں سے لوٹتی ہے۔ عوام کو دووقت کی روٹی نصیب نہیں ہوتی جبکہ حکمران طبقہ عیاشیوں پر عیاشیاں کرتے ہیں۔ اس غریب ملک کے امیر حکمران وزیر اعظم اور صدر ہر ماہ بیرونی دورے کرتے ہیں جس پر کروڑں روپے خرچ ہوتے ہیں جبکہ ان دورں کا ملک کو کوئی نہیں ہوتا۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف صاحب تو اس ملک کے بادشاہ ہے ہی لیکن صدر ممنون حسین صاحب بھی وزیر اعظم سے کم نہیں۔ صدر ممنون حسین صاحب دل کے اتنے اچھے ہیں کہ صرف بیرونی ملک کے دورں میں 60 لاکھ روپے کی ٹپ دی یعنی ہوٹل اور ریسٹورنٹ میں کھانا کھایا تو ویٹرز کو پیسے فری میں دیے جس نے ان کو پانی دیا تو ہزاروں ان کو دیے جس نے کمرے میں بٹھایا ان کو لاکھوں روپے فری میں دیے۔ بات یہ نہیں کہ انہوں نے بیرونی دورں پر ٹپ صرف ساٹھ لاکھ روپے خرچ کیے ، کروڑں کریں لیکن اپنی جیب سے یعنی اس قوم کے غریب عوام کے ٹیکسوں سے نہیں جس پر حکومت نے دوسو قسم کے ٹیکس لاگوں کیے ہیں اور

زیادہ ٹیکس غریب کے جیبوں سے نکلتے ہے۔ حکمرانوں کی یہ عیاشیاں تو اپنی جگہ اس سے بڑھ کر انرجی سیکٹر میں جو تھوڑا بہت کام ہو رہا ہے ۔اس میں حکومتی کرپشن اور نااہلی نے تو پچھلے تمام ریکارڈ بھی توڑ دیے۔ نندی پور پاور پروجیکٹ جس کے اشتہاروں پر صرف کروڑں خرچ ہوئے وزیر اعظم میاں نواز شریف نے افتتاح بھی کیا کہ اس پروجیکٹ سے میگاواٹ بجلی پیدا ہو گی ۔ بجلی تو پیدا نہ ہوئی البتہ نندی پور پروجیکٹ افتتاح کے 425 دوسرے دن سے بند ہوا۔ سونے پر سہوگہ یہ کہ جس پیپلز پارٹی کو ہم کرپٹ ٹوالہ سمجھ رہے تھے انھوں نے یہ پروجیکٹ شروع کیا تھا اور اس کی ٹوٹل لاگت 23 ارب کاغذات میں بتائی گئی۔ اب میاں نواز شریف کی حکومت نے اس پر 58 ارب خرچ کیے جبکہ بعض رپورٹس کے مطابق اس پر 87 ارب روپے خرچ ہوئے لیکن پھر بجلی پیدا نہ ہوئی ۔اس کے علاوہ اگر یہ چلوں ہوتا ہے تو ہر ماہ 250 کروڑ روپے نقصان الگ سے ہوگا۔ حکومت نے اس چینی کمپنی کو ٹھیکہ دیا جو پہلے سے بلیک لسٹ ہے ۔ پاکستان کی تاریخ میں اس میگا کرپشن میں 45 ارب روپے صرف مشینری کے بلٹ، نٹ پر خرچ ہوئے ۔ عوام کو سہونے خواب دکھانے والی اس حکومت کی ان تمام کرپشن کے باوجود، جمہوریت بہتر ین ہے۔ اب پروجیکٹ بند پڑا ہے بجلی پیدا نہیں کر رہی ہے ۔ بجلی پیدا کرنے کے لیے اس پر شاید اتنی رقم مزید خرچ کرنی پڑے ۔اس کے باوجود اس پروجیکٹ سے پیدا ہونی والی بجلی کی قیمت سب سے زیادہ ہو گی۔۔

کرپشن اور نااہلی کی ایک اور کہانی یہ بھی ہے کہ دنیا بھر میں میٹرو روٹس پر خرچ کم ہوتا ہے جبکہ ہمارے حکمرانوں نے اس پروجیکٹ پر بھی اربوں کی کرپشن کرکے امریکا سے بھی مہنگا میٹرو بس بنا دیا۔ قطع نظر اس کے کہ 150 ارب کاغذات میں اور ہر مہینے کا کروڑں کا نقصان الگ جبکہ حقیقت میں اس پر زیادہ خرچ ہوا ہے اس کی ضرورت ایسے ملک کو نہیں تھی جس میں ہسپتالوں میں دوائی اور ڈاکٹر نہ ہو۔ مریض کو وارڈ میں بیڈ نہ ملے۔ اسکولوں میں بچوں کے لیے بیٹھنے کی جگہ نہ ہو۔ پنکھے اور صاف پانی نہ ہونے سے معصوم بچے گرمی میں تڑپ رہے ہو وہاں مسلم لیگ کی حکومت میٹرو بنائے اور اس پر خرچ اربوں میں ہو وہ بھی دنیا بھر کے میٹرو سے زیادہ یعنی ہمارے پڑوس ملک میں بھارت میں ایک کلومیٹر پر 3.5 ملین ڈالر، چین میں 4.5 ملین ڈالر اور دنیا میں سب سے زیادہ مہنگا ترین ملک امریکہ میں میٹرو پر 14.5 ملین ڈالر خرچ ہو جبکہ پاکستان جیسے ملک میں جہاں پر مزدور اور دوسرے میٹریل سستا ہے وہاں پر یہ رقم 20 ملین ڈالر خرچ ہو تو یہ کرپشن نہیں آور کیا ہے۔

کچھ ماہ پہلے جلدی بازی میں شروع کی جانے والی اسلام آباد میٹرو بس جس کی وجہ سے اسلام کے سڑکے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئے جو تاحال ٹھیک نہیں کیے گئے۔ شنید ہے کہ آنے والے تین مہینوں میں بھی یہ سڑکے دوبارہ تعمیر نہیں ہوگی۔ اسلام آباد میٹرو بس کی تعمیر ہونے کے بعد اب دوبارہ توڑ پھوڑ جاری ہے جس پر حکومتی اہلکار کہتے ہیں کہ اس پر معمولی سے خرچ آئے گا یعنی 20 کروڑ، جہاں

سریا استعمال نہیں ہوا وہاں بھی اب استعمال ہوگا۔

حکومت کی کرپشن اور نااہلی صرف ان دو جگہوں پر نہیں ہے بلکہ کئی ایسے معاہدے اور فیصلے کیے گئے ہیں جس کہ وجہ سے اس غریب ملک کے غریب عوام پر ہر مہینے نئے ٹیکس لگائے جا رہے ہیں۔کسب بنک کو 50 ملین ڈالر میں چینن خرید رہا تھا۔ اسٹیٹ بنک کو بھیج دیا۔ آنے والے دنوں UAE نے چینن کو نہیں بھیجا۔اب ایک ہزار روپے میں میں ایل این جی گیس کے حوالے سے گھپلے اور کرپشن کی خبریں بھی میڈیا کی زینت بنے گی کہ کس طرح انہوں نے ایل این جی میں کرپشن کی اور ریٹ کا تعین تاحال نہیں کیا۔ او جی ڈی سی ایل کے ایک ہزار روپے میں گاڑی فروخت پر بھی لوگ حیران ہے۔ کرپشن کے نرالے طریقے ایسے اپنائے اور بنائے گئے ہیں کہ بہت سے اداروں کے ہیڈ ہی نہیں لگائے جا رہے ہیں۔ شاید وفادار لوگوں کی کمی ہے اس لئے بہت سے ادارے بغیر ہیڈ کے کام کر رہے ہیں جو کوئی حکومت کو آنکھیں دکھائے ان کو عہدے سے.بر طرف کیا جاتا ہے جس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے موجودہ ہے۔ یہ سب کیا ہے یہ ہماری ہی گناہوں کی سزا ہے جو ہمیں مل رہی ہے۔ مسلمان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ مومن ایک سوراخ سے بابار نہیں ڈھسا جاتا لیکن ہم ہر بار ڈھسے جاتے ہیں۔ ہم ان کرپٹ لوگوں کو منتخب کرتے ہیں، اسلئے تو وہ کہتے ہیں کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے اور جمہوری نظام ہی بہتر ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا امید پر قائم ہے ہم بھی

یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ ایک دن آئے گا ان حکومتوں اور حکمرانوں سے کرپشن اور غریبوں کا خون چوسنے کا پوچھا جائے گا اور ان کی کرپشن پوری قوم پر واضح ہو جائے گی۔

بجلی منصوبے اور حکومتی دعوے

ایک نئی خبر کے مطابق سستی بجلی کے منصوبے سرد خانے کی نذر ہو گئے ہیں۔ حکومت کے بجلی پیدا کرنے کے دعوے صرف دعوے ہی رہ گئے ہیں۔ دیا میر، بھاشاڈیم، داسو ہائیڈروپاور پروجیکٹ، خیال کوار ہائیڈروپاور پروجیکٹ، نیلم جہلم ہائیڈروپاور پروجیکٹ اور تربیلا ڈیم کی چوتھی توسیع جیسے منصوبے حکومتی عدم توجہ کا شکار ہو گئے ہیں۔ وزارت منصوبے بندی کے سرکاری اعداد وشمار کے مطابق 4500 میگاواٹ دیا میر بھاشاڈیم کی زمین کی خریداری کے لیے گزشتہ مالی سال میں 60ارب کا تخمینہ تھا جس کے لیے 15ارب گزشتہ مالی سال میں جاری کرنے تھے لیکن پورامالی سال گزرنے کے باوجود یہ رقم جاری نہ کی گئی۔ اسی طرح اب پی ایس ڈی پی میں 10ارب جاری کرنے تھے دوماہ گزرنے کے باوجود کوئی رقم جاری نہ ہوئی۔ داسو ہائیڈروپروجیکٹ کے لیے گزشتہ مالی سال میں مختص 1ارب بھی جاری نہیں ہوئے۔ اسی طرح نیلم جہلم ہائیڈروپاورپروجیکٹ کے لیے گزشتہ مالی سال میں مختص رقم 13.5ارب بھی جاری نہیں کیے گئے جبکہ رواں مالی سال کے لیے رکھے گئے 5ارب 50 کروڑ روپے میں سے بھی کوئی رقم جاری نہیں کی گئی۔ جامشورو میں 660 میگاواٹ کے کوئلہ سے بجلی کی پیداوار کے منصوبے کے لیے 3.3ارب جاری نہیں ہوئے۔ اسی طرح دوسرے منصوبوں جس میں داسو کے لیے 1ارب جاری نہیں ہوئے۔ خیال کوار ہائیڈرو پروجیکٹ کے لیے

کروڑ بھی جاری نہ ہوئے۔ اب تک کسی بھی پروجیکٹ کے لیے رقم جاری نہیں کی 60 گئی ہے۔ پورے ملک کو تقریباً 3 سے 4 ہزار میگاواٹ بجلی لوڈشیڈنگ کا سامنا ہے۔ اس میں اب تک کوئی کمی نہیں آئی ہے۔اسلام آباد کیپٹل میں 6 گھنٹے لوڈشیڈنگ کی جاری رہی ہے جو ڈھائی سال پہلے کم تھی اب چھ گھنٹے ہو گئی ہے۔ حکومتی دعووں اور وعدوں کے باوجود لوڈشیڈنگ میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ نون لیگ حکومت کی ترجیحات میں ہی نہیں کہ بجلی لوڈشیڈنگ کو کم کیا جائے۔ نئے منصوبے شروع کریں جو منصوبے شروع ہے ان کو فنڈز ریلیز کریں۔ پاکستان کو اللہ نے قدرتی وسائل سے مالا مال رکھا ہے۔ان قدرتی وسائل میں پانی بھی ہے جس سے آسانی کے ساتھ اور سستی بجلی پیدا کی جاسکتی ہے۔ گزشتہ حکومت نے جو کاغذی کارروائی کی تھی اسی طرح آج بھی ان ہائیڈروپروجیکٹ پر کام نہیں ہوا۔کام تو تب ہوگا جب حکومت فنڈز جاری کریں گے۔ گزشتہ حکومتوں کی غلطیاں یہ ہے کہ انہوں نے ان کو ہائیڈروپاور پروجیکٹ کے نام دیے ہیں اگر ان کو میٹرو کا نام دے دیتی تو کم از کم نون لیگ حکومت ان پر کام شروع کرتی۔ خیبر پختونخوا کے ساتھ تو نون لیگ کی پرانی دشمنی ہے جہاں پر ان کی حکومت ہائیڈروپروجیکٹ نہیں لگا رہی ہے حالانکہ سب سے زیادہ ہائیڈروپروجیکٹ کے لیے موقع خیبر پختونخوا میں ہے۔ لیکن بدقسمتی یہ ہے کہ جو پروجیکٹ شروع ہے سب کچھ ان کا تیار ہے اس پر بھی کام شروع نہیں ہوتا۔صرف اگر دیا میر بھاشا ڈیم بنایا جاتا جن پر 60 ارب خرچ ہونا تھا اور یہ اس پروجیکٹ سے 4500 میگاواٹ بجلی

پیدا ہوتی تو پاکستان میں لوڈشیڈنگ کا خاتمہ ہو جاتا۔ اسی طرح گزشتہ کئی سالوں سے بجلی بلوں میں نیلم جہلم ہائیڈرو پاور پروجیکٹ کے نام پر پیسے صارفین سے کاٹ لیے جاتے ہیں لیکن نیلم جہلم پروجیکٹ کے لیے گزشتہ سال بھی رقم جاری نہ ہوئی اور اس سال تین مہینے گزرنے کے باوجود مختص رقم جاری نہ ہوئی ۔ ناقدین تو یہ بھی کہتے ہیں کہ چونکہ ان پروجیکٹ میں کرپشن کا لیول کم ہے اسلئے حکومت ان پروجیکٹس پر توجہ نہیں دے رہی ہے۔ نندی پور پاور پروجیکٹ کی کہانی گزشتہ کالم میں بیان کرچکا ہے کہ اس میں حکومت نے اربوں کی کرپشن کی ہے۔اسی طرح ہر ماہ بجلی بلوں میں صارفین سے ٹیکس کے نام پر مختلف ناموں سے بھتہ وصول کیا جارہاہے۔ جن میں سیلز ٹیکس، ویلتھ ٹیکس، ٹی وی ٹیکس، بجلی استعمال ٹیکس ، مزید ٹیکس ، اضافی ٹیکس، عام ٹیکس ، ایریا ٹیکس معلوم نہیں کونسا کونسا ٹیکس صارفین سے لیا جاتا ہے۔ جو بل زرداری دور میں 15 سو کا آتا تھا اب وہ 35 سو آتا ہے باوجود یہ کہ بجلی لوڈشیڈنگ اسی طرح جاری ہے۔

حکومت چونکہ سرمایہ کاروں اور بزنس مینوں کی ہے اس لئے امیر طبقے یعنی کارخانداروں اور سرمایہ داروں سے اس طرح ٹیکس نہیں لیا جاتا جو ٹیکس غریب سے لیا جاتا ہے۔ عام آدمی ہر مہینے کسی نہ کسی صورت میں ٹیکس ادا کرتا ہے۔ اکثر امیر طبقہ اپنے کارخانوں اور انڈسٹری کو چلانے کے لیے بجلی چوری کرتا

ہے۔ حکومتی اداروں سمیت مختلف علاقوں میں بجلی چوری ہوتی ہے اور یہ چوری واپڈ اہلکاروں کی تعاون سے ہوتی ہے۔ ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں اور آخر میں سارا بوجھ غریب صارفین پر پڑجاتا ہے اور عام آدمی مجبوراً اس بجھتے کو ادا کرتا ہے کیوں کہ ان کے پاس دوسرا کوئی راستہ نہیں ہوتا کہ وہ بجلی بل ادا نہ کریں۔

اپوزیشن جماعتوں کا کام ہوتا ہے کہ وہ حکومت کی نااہلی پر ان کو روکے اور عوام کے سامنے ان کی کرپشن اور پالیسز کو بے نقاب کریں۔ پاکستان کی بدقسمتی یہ ہے کہ پہلے پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور نون لیگ اپوزیشن میں تھی اور اب نون لیگ حکومت میں ہے تو پیپلز پارٹی اپوزیشن جماعت ہے۔ دونوں ایک دوسرے کی کرپشن اور نااہلی کو حقیقی معنوں میں چھپاتے ہے۔ جتنا ہو سکتا ہے دونوں جماعتیں ایک دوسرے کا ساتھ دیتی ہے بعض اوقات ایک دوسرے کے خلاف بیانات عوام کو صرف دوکے کیلئے دیے جاتے ہیں۔ نئی جماعت تحریک انصاف اپنی بساط کے مطابق بات کرتی ہے لیکن اب تک حکومت کی میگا کرپشن اور نااہلی قوم کے سامنے خاص کر پنجاب میں بے نقاب نہیں کر پائی ہے۔

شہید مرتے نہیں

لوگ چلے جاتے ہیں ان کی صرف یاد رہ جاتی ہے ،۔کچھ ہمیشہ کے لئے زندہ رہ جاتے ہیں لیکن کبھی کبھی تو سوچتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔انسان کر بھی کیا سکتا ہے۔ ہمارے بس میں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ہم بھی ان کی طرح سوچتے ہیں ۔ ان کی طرح سب کچھ کرتے ہیں ۔ ان کی طرح کھاتے اور پیتے ہیں جس طرح ان کو یقین تھا ویسے یقین تو ہمیں بھی ہے لیکن جیسے وہ چلے گئے ویسے ہم نے بھی جانا ہے۔انسان کتنی جلدی بھول جاتا ہے ۔ جن کیساتھ بچپن جوانی گزاری ہوتی ہے۔ جن کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے وہی لوگ ہم سے جدا ہو جاتے ہیں جس طرح ہم ہر روز نئی پلاننگ اور منصوبہ بندی کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی کیا کرتے تھے ۔ ان کو بھی یقین نہیں تھا اور ہمیں بھی یقین نہیں ہے کہ ندگی تو منٹوں اور سیکنڈز کی گیم ہے۔ ایک واقع، ایک حادثہ یا کوئی درد زندگی تبدیل یا ختم کر دیتا ہے۔ ہمارے بہت سے اپنے رشتہ دار بہن اور بھائی تو چلے گئے لیکن ہمارے ساتھ کیا ہوگا؟ ہماری موت ان کی طرح ہوگی ۔ ہماری لاش کو غسل اور کفن نصیب ہوگا یا کسی بم دھماکے یا سیلاب میں فنا ہو جائیں گے۔ آنکھیں بند کرنے سے حقیقت تبدیل نہیں ہوتی اور نہ ہی آنکھیں کھولنے سے اندھیرا ختم ہو جاتا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ جب ہم اس دنیا سے چلے جائیں گے تو ہمارے ساتھ کیا ہوگا ۔ ہم نے کونسے وہ کام کیے ہیں

جس پر ہم فخر کر سکتے ہیں یا یہ امید کر سکتے ہیں کہ اللہ میاں ہم سے راضی ہوں گے ۔ہم بھی ان کی طرح جنت کی سیر کریں گے ۔ ہم بھی ان کی طرح قبر میں نہیں بلکہ ہمیشہ کی طرح زندہ جاوید ہو جائیں گے۔ہم بچپن سے سنتے تھے کہ جو لوگ شہید ہو جاتے ہیں وہ کبھی مرتے نہیں بلکہ وہ ہمیشہ کی طرح زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی سنتے تھے کہ وہ اس دنیا میں واپس آ جاتے ہیں۔ کسی نہ کسی روپ میں وہ رہتے ہیں ۔ ہمارے ارد گرد موجود ہوتے ہیں لیکن ہمیں پتہ نہیں چلتا ۔بڑے ہوئے کچھ کتابیں پڑھی تو معلوم ہوا کہ شہید کو کبھی مردانہ کہو بلکہ وہ زندہ ہوتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ جس موت سے ہم سب سے زیادہ ڈرتے ہیں وہ موت اللہ میاں کے نزدیک سب سے زیادہ عزیز ہے۔

شہادت کی موت تو ہر بندے کو نصیب بھی نہیں ہوتی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اتنی جنگوں میں حصہ لیا تھا کہ ان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں تھا جو زخمی نہ ہوئی ہو۔ ایک بہادر کمانڈر اور سپاہ سالار رہیں ۔ خواہش بھی تھی کہ اللہ میاں شہادت کی موت دیں لیکن اللہ میاں نے ہمیں سمجھانے کے لیے ان کو شہادت کی موت نہیں دی ۔ اللہ میاں نے ان کے درجات مزید بلند کیے ہوں گے لیکن شہادت کی موت نصیب نہیں ہوئی ۔

میں نے جب خواب میں اپنے کزن کو دیکھا تو یقین نہیں آ رہا تھا میں ان سے سوالوں پے سوال پوچھے جا رہا تھا اور وہ خاموشی رہتے تھے۔ ایسا بھی نہیں

تھا کہ میں نے ان کو پہلی بار خوب میں دیکھا بلکہ وقتاً فوقتاً میں ان کو دیکھتا رہتا ہوں۔ کہ کبھی وہ جنت کی باتیں کرتا ہے کہ جنت میں لوگ اس طرح ہوا میں چکر لگا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جاتے ہیں تو کبھی وہ اپنی شہادت کی بات کرتا ہے لیکن گزشتہ رات کی خوب میں جب دیکھا تو میں نے صحافیوں کی طرح سوالات پوچھنا شروع کر دیے اور انھوں نے ان اینکرز کی طرح جو ٹی وی پر اپنے پروگرام میں مہمان کو جواب دینے کا موقع کم ہی دیتے اور آخر میں پروگرام ختم کر دیتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ آپ قبر سے کیسے نکلے۔ اس دوران خیال آیا کہ ہمارے نادانوں نے تو ان کی قبر سیمنٹ سے پکی بھی کر لی تھی تو یہ وہاں سے کیسے نکلے۔ جب وہ جواب دینے کی کوشش کرتا تو یک دم سے مجھے خیال آیا اور میں کہتا ہوں کہ میں کسی کو بتاؤ کہ جن لوگوں نے ان کو قتل کیا ان کو کوئی بتا دیں کہ وہ گاؤں واپس آ جائے سلیم احمد شاہ زندہ ہے وہ بچ گیا تھا۔ ہم نے تو ان کو دفنا دیا تھا لیکن وہ قبر سے زندہ نکل آیا ہے۔ سلیم کو میں ان کی گرین کلر کی شلوار قمیص میں دیکھتا ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ یہ شلوار قمیص کہاں سے ان کے پاس آئی یہ تو قبر میں سفید کفن میں تھا۔ اس دوران وہ مجھے شاید بتاتا ہے کہ تھوڑی دیر بعد میری آنکھیں کھلی تو میں دل میں خیال کرتا ہوں کہ پھر یہ کیسا نکلا ہوگا کیا آئندہ ہمیں قبروں پر زیادہ مٹی وغیرہ اور سیمنٹ نہیں لگانا چاہیے۔ اب مجھ نادان کو تو یہ معلوم نہیں کہ وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہے ویسے ہی میں ان سے پوچھتا رہا کہ اتنا عرصہ آپ

کہاں پر تھے ۔ کہاں چلے گئے تھے ۔ مٹی کے بنے ہوئے دیوار جو لگ رہا تھا کہ وہ جگہ سر سبز وشاداب تھا میں ان کو چارپائی پر بیٹھا دیتا ہوں اور خود پتہ نہیں کہی چلا جاتا ہوں ۔ میں بھی بہت خوش تھا کہ وہ واپس آیا لیکن ایک بات ہے کہ وہ باتیں زندگی میں جس طرح زیادہ کرتے تھے اس طرح نہیں تھے ۔ جس طرح دنیا زندگی میں وہ ہر وقت تیزی میں تھے اور کہا کرتے تھے کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ۔ اب ان کی زندگی ویسے نہیں ہے۔ ان کی زندگی میں ایک ٹھہراؤ آیا ہے۔

ویسے میں نے اپنے کزن سلیم احمد شاہ کو کئی بار خواب میں مختلف انداز میں دیکھا ہے ۔ انہوں نے تو مجھے یہاں تک بتایا تھا کہ جب مجھے گولی لگی تو اس وقت معمولی سا درد محسوس ہوا تھا اس کے بعد کوئی درد نہیں ہوا اور میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں ۔ وہ خوش و خرم ہے۔ شاید وہ ہمیں بار بار بتانے کی کوشش کرتا ہے کہ میں یہاں پر خوش ہوں لیکن نجانے ہمیں ان کی یاد کیوں ہر وقت آتی ہے۔ وہ تو خود ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا لیکن وہ ہر وقت ہمارے یادوں میں ہے۔ ہم ہر وقت ہر دعا میں وہ یاد آتا ہے۔ یہاں پر مجھے سردار شہدا حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ یاد آیا کہ جب ظلموں نے ان کو شہید کیا تو میرے آقا نے فرمایا کہ میں حمزا کے بدلے صحیح اعداد تو یاد نہیں لیکن غلباً 100 کا کہا تھا کہ سو کافروں کو قتل کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آیا کہ اے میرے محبوب جتنا ظلم ہوا ہے اتنا بدلہ لے لو اسے زیادہ نہ لو اور اگر معاف

اور صبر کرتے ہو، تو اس کا اجر عظیم ہے۔ میرے آقا نے فرمایا کہ ہم بدلہ بھی نہیں لیتے ہم اپ کی راضا پر صبر کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے میرے آقا کے چچا کو تمام شہدا کا سردار بنا دیا اور ان کے درجات کو بلند کیا جو ہمارے لیے مشعل رہ ہے۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ معاف کرنے میں جو اجر اور ثواب ہے اس کا اندازہ ہم لگا ہی نہیں سکتے۔ دوسری مجھ پر یہ حقیقت آشکار ہو گئی کہ شہید لوگ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتے ہیں وہ ہمارے آس پاس رہتے ہیں لیکن ہم ان کو دیکھ نہیں سکتے جبکہ بعض اوقات تو ان کی حقیقت محسوس بھی کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی مجھے ایسا لگتا ہے کہ سلیم اپنی صدقات اور خیرات کی وجہ سے بخشے گئے ہیں وہ وہاں زیادہ خوش ہے۔ اسلئے شہادت کی موت کو اعظیم موت کہا گیا ہے اور شہید کبھی مرتے نہیں۔

سانحہ منیٰ حادثہ یا سازش

جب زندگی رواں دواں ہو تو حادثات بھی ہوتے ہیں اور واقعات بھی پیش آتے ہیں۔پاکستان میں بھی آئے روز مختلف قسم کے حادثات رونما ہوتے ہیں۔لکھنے کے لیے موضاعات کی کمی نہیں ۔آئے روز ایسے ایسے واقعات پیش آتے ہیں جس پر لکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن چونکہ کالم ہفتے میں دو ہی چھپنے ہوتے ہیں اسلیئے بہت سے موضاعات رہ جاتے ہیں۔آج سیاست اور مسائل سے ہٹا کر سوچ کہ سعودی عرب میں پیش آنے والے حادثات پر لکھوں لیکن بد قسمتی سے نون لیگ کی پالیسوں پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔اب اگر دیکھا جائے تو عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں کم ہوئی ہے بلکہ آئے روز کم ہوتی جارہی ہے لیکن پاکستان میں الٹ گنگا بہتا ہے۔یہاں پر قیمتیں وہی رہتی ہے بعض اوقات پیسوں میں قیمتیں کم کی جاتی ہے اور جب بڑھنا مقصود ہو تو یک دم سے پانچ سات روپے تیل کی قیمتیں بڑھائی جاتی ہے۔عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمت کے مطابق پاکستان میں تیل کی قیمت زیادہ سے زیادہ 45 روپے ہونا چاہیے لیکن یہاں پر تو پٹرول کی قیمت 75 روپے سے بھی زیادہ ہے اسی طرح ڈیزل کی قیمت بھی بہت زیادہ ہے جس کا نقصان یا قیمت عام آدمی مہنگائی کی صورت میں ادا کرتا
ہے۔ٹرانسپورٹ کا خرچ زیادہ ہونے کی وجہ سے اشیائے خوردنوش کی قیمتیں دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔سننے میں آیا ہے کہ زمیندار سے آلو 40 روپے

من خریدا جاتا ہے جبکہ منڈی میں 100 روپے کے پانچ کلو ملتے ہیں اور عام مارکیٹ میں 30اور40روپے کلوفروخت ہوتا ہے۔ وجہ مہنگا کرایہ بتایا جاتا ہے جبکہ زمیندار تو ہمیشہ خوار ہی رہتا ہے۔ بحرحال اب حکومت نے پٹرول کی قیمت پورے دس پیسے سستا کرنے کا اعلان کیا ہے جو قوم کو مبارک ہو۔یہی تو ہے عوامی حکومت جو تمام فیصلے عوام کے لیے کرتی ہے۔یورو بانڈز اور مہنگے قرضے لینا حکومت کی بہترین معاشی پالیسی ہے یعنی انڈیا کی ایک کمپنی کو قرضہ 2.5 کا ملا ہے جبکہ حکومت پاکستان اور وزیر خزانہ اسحاق ڈار نے وہی قرضہ سودپر8.25 پر لیا ہے۔قرضوں پے قرضہ لیا جارہاہے اور عوام کو بے وقوف بنایا جارہاہے کہ ہم نے قومی خزانہ بھر دیا ہے۔حکومت کی غلط اعداد وشمار قوم کو تو بے وقوف بنا سکتی ہے لیکن تاریخ کو بے وقوف نہیں بنا سکتی۔

اب ہم آتے اپنے اصل موضوع کی طرف جو افسوسناک واقع سعودی عرب منیٰ میں پیش آیا ہے اور اس سے پہلے حرام میں کرین گرنے کا واقع پیش آیا، میرے معلومات کے مطابق پہلی باری اتنی بڑی تعداد میں حج کے موقعے پر شہادتیں ہوئی جس پر جتنا رویا جائے یا افسوس کیا جائے کم ہے لیکن یہ واقعات پیش کیوں آئے جس میں 12 سو سے زیادہ حجاج کرام شہید ہوئے جبکہ بعض اطلاعات کے مطابق تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ سعودی حکام مرنے والوں کی تعداد چھپارہی ہے۔ بہت سے مسخ شدہ لاشیں تاحال شناخت کے لیے پڑی ہے۔پاکستان کے کئی افراد ابھی تک لاپتہ

ہے ۔لواحقین دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں ۔اپنے پیاروں سے رابطے کا کوئی انتظام نہیں ۔حکومت صرف وعدیں پے وعدیں کر رہی ہے۔حکومت کی عدم دلچسپی کے باعث بہت سے حجاج کرام کی اب تک کسی قسم کی معلومات نہیں دی گئی۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سعودی عرب میں پاکستانی سفارت خانہ اور وزارت حج ومذہی امور مکمل طور پر حجاج کرام کو سہولیات دینے میں ناکام ہوچکا ہے۔سب لوگ اللہ کے آسرے پر انتظار میں بیٹھے ہیں کہ ہمارے پیارے آجائیں گے ۔

دوسری طرف ہم سانحہ منیٰ اور کرین حادثے میں اگر سازشی عناصر اور سوچ کو ایک سائٹ پر رکھ بھی دیں لیکن جو حادثات رونما ہوئے ہیں وہ تو حقیقت ہے ۔اس کی مکمل انکوائری ہونی چاہیے کہ یہ حادثات کیوں پیش آئیں۔ سعودی حکومت نے کہاں کہاں پر غلطیاں کی ہے۔سب ملبہ حجیوں پر ڈالانے سے مسئلہ ختم نہیں ہوگا۔ مختلف طبقوں اور مکتب فکر سے یہ سوال بھی اٹھایا جارہاہے کہ حج کے موقعے پر جہاں 30 لاکھ لوگ موجود ہو سعودی حکومت حرم شریف میں کام کیوں کرتی ہے اور اگرکام بند تھا تو کرین کو وہاں سے ہٹایا کیوں نہیں گیا جبکہ عرصہ دراز سے لاکھوں افراد ہر سال حج کرتے ہیں ۔ دنیا میں جدید نظام متعارف ہوئے ہیں پھر منیٰ میں سینکڑوں افراد کی شہادت کیسے ہوئی ۔سعودی حکومت کو اپنی نااہل حکام کے خلاف کارروائی کرنی چاہیے اور انہیں سزا ضرور دینی چاہیے تاکہ آئندہ ایسے واقعات رونما نہ ہو پائے ۔ دوسرا اہم مسئلہ دہشت گردی کا

بھی ہے۔ ایسے موقعوں پر دہشت گردی کی کارروائیوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔اس کی بھی مکمل تحقیقات ہونی چاہیے کہ آیا کرین کا گر جانا حادثہ تھا یا سوچ سمجھ کر کرین کو گرایا گیا جس طرح میں پہلا عرض کر چکا ہوں کہ ایسے حادثے حج کے موقعے پر کبھی رونما نہیں ہوئے ہیں۔ حکومت پاکستان کی ذمہ داری ہے کہ وہ سعودی عرب سے تمام معلومات حاصل کریں جو لوگ اپنا پیٹ پر پتھر رکھ کر لاکھوں روپے جمع کرتے ہیں اور پھر حج پر جاتے ہیں اور حکومت پاکستان اور سعودی حکومت ان سے منہ مانگے پیسے وصول کرتی ہے ،وہاں پر ان کی جان ومال کی حفاظت کرنا بھی دونوں ممالک پر فرض ہے۔ حکومت پاکستان کو اس مسئلہ پر سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور سعودی عرب کے ساتھ معاملے کو نہ صرف اٹھانا چاہیے بلکہ تفتیش میں بھی حصہ لینا چاہیے اور آئندہ کے لیے ایسی حکمت عملی اور منصوبہ بندی کرنی چاہیے جس سے جانی نقصان کا خدشہ کم سے کم ہو۔

حکومت کی غریب دشمن پالیسیاں

پاکستان میں امیر خاندانوں میں اضافہ ہوا ہے اب یہ تعداد 22 سے بڑھ کر 62 خاندانوں تک پہنچ گئی ہے۔ ساتھ میں ملک کے ارب پتیوں میں بھی اضافہ ہوا ہے جبکہ اس کے ساتھ دوسری افسوسناک خبر یہ بھی ہے کہ غریب خاندانوں میں پہلے سے کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ اس اضافہ کا ماہرین بہت سی وجوہات بتاتے ہیں۔ امیر خاندانوں اور ارب پتیوں کی تعداد میں اضافہ تو سمجھ میں آ رہا ہے کہ ملک میں لوٹ کھسوٹ کرنے والوں کی تعداد اب پہلے سے زیادہ ہو گئی ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار کرنے والوں کے خلاف برائے نام کارروائی ہوتی ہے۔ وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ جن لوگوں کے خلاف کرپشن کے کیسز اور لوٹ مار کا پیسہ موجود ہے وہ کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ وہ کس کا کیا احتساب کریں گے؟ ملک میں احتساب کا جو نظام ہے وہ خود کرپشن اور لوٹ مار کو پروان چڑھا رہا ہے۔ دو ارب کی کرپشن کرو بعد ازاں اگر پکڑے جاتے ہو تو 70 یا 80 کروڑ واپس کرکے رہائی حاصل کرو جس کی وجہ سے عام آدمی کی زندگی دن بدن خراب ہوتی جارہی ہے۔ مہنگائی اور بے روزگاری نے عام آدمی کے حالت کو مزید بد سے بدتر کردیا ہے۔ حکومتی ادارے نے اپنی سالانہ اعداد و شمار جاری کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مہنگائی میں 60 فی صد اضافہ ہوا ہے یعنی مجموعی طور پر جو اشیاء خورد و نوش کی

چیزیں پچھلے سال ایک روپے کی تھی وہ اب 60 کی ہے یعنی حکومت نے بجلی، گیس، آٹا، گھی، دالوں، چینی اور ادویات کی قیمتوں سمیت ٹیکسوں میں اتنا اضافہ کیا ہے جس کی وجہ سے مجموعی طور پر مہنگائی بڑھی ہے۔ عام آدمی جس کی تنخواہ پندرہ ہزار مہینہ ہے اور وہ پانچ ہزار روپے کرایے کے مکان میں رہتا ہو تو وہ کیسے گزارہ کر سکتا ہے۔ چینی کی قیمت بہت سے ممالک میں 30 روپے فی کلو ہے جبکہ پاکستان میں جہاں پر چینی پیدا ہوتی ہے وہاں پر قیمت 70 اور 75 روپے کلو ہے اسی طرح حکومت نے آٹے کی قیمت بھی بڑھا دی ہے اور ساتھ میں دالوں کی قیمتیں بھی بڑھی ہے۔ عامی آدمی کی خوراک ہی صرف دال روٹی ہے وہ بھی حکومت کی غریب دشمن پالیسوں کی وجہ سے عام آدمی کے لیے حصول دن بدن مشکل ہوتی جارہی ہے۔ فروٹ کھانا غریب نے تو زرداری دور میں چھوڑا تھا لیکن اب لگ یہ رہا ہے کہ میاں نواز شریف کی حکومت میں دال روٹی بھی چھوڑنی پڑے گی۔ حکومت کی ان غریب دشمن پالیسوں کا اثر آخر کار معاشرے پر کسی نہ کسی صورت میں پڑ جاتا ہے۔ چوری اور ڈکیتیوں میں اضافہ ہوجاتا ہے۔ گھروں میں لڑائی جھگڑے معمول کی بات ہو جاتی ہے لیکن ان تمام باتوں کا اثر یا فرق حکومت کے ایوانوں میں بیٹھے حکمرانوں پر اس لئے نہیں پڑتا کیوں کہ ان کو معلوم ہی نہیں کہ غربت کس بلا کا نام ہے؟ مہنگائی کیا چیز ہے؟ جو لوگ اپنی صحت کی چیک آپ کے لیے امریکا اور برطانیہ جاتے ہو ان کو اس غربت اور مہنگائی سے کیا لینا دینا۔ وہ تو صرف حکومت کرنے آتے اور چلے جاتے ہیں جس طرح زرداری

اینڈ کمپنی ملک سے باہر ہے۔ اب تک ڈھائی سال گزرنے کے باوجود وفاقی حکومت نے غربت ، مہنگائی اور بے روزگاری کو ختم کرنے یا کم کرنے کے لیے کوئی ایسی سکیم، فیکٹری اور کارخانہ شروع نہیں کیا جس کی وجہ سے بے روزگار نوجوانوں کو روزگار ملے۔ ہر سال لاکھوں طلبا کالج اور یونیورسٹیوں سے فرغ ہو جاتے ہیں لیکن ان کے روزگار کے لیے کوئی مواقع دستیاب نہیں اور نہ ہی حکومت کچھ پلاننگ کر رہی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جو ادارے چل رہے ہیں ان کو بھی بند کرنے کی پالیسیاں بنائی جارہی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بہت سے ادارے جو کسی زمانے میں ملک کے لیے اربوں کا فائدہ دیا کرتی تھی اب وہ نقصان میں چل رہے ہیں کیوں کہ سفارشی اور نااہل لوگوں کو کرسیوں پر بٹھایا گیا ہے جب کہ حکومت کی نااہلی کا یہ عالم ہے کہ اب بھی بہت سے اداروں میں سربراہان موجود نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ حکومت کو اپنے پسند کے لوگ نہیں مل رہے ہیں جو حکومت کے اشاروں پر چلے۔ جو نہیں چلتے ان کو گھر بھجوا دیا جاتا ہے۔

وفاقی حکومت کی غریب دشمن پالیسی ،نااہلی اور بیڈ گورنس کی مثالیں اپنی جگہ لیکن یہ معاملات چاروں صوبائی حکومتوں کا بھی ہے جس میں غریب اور عام آدمی کے لیے کوئی ریلیف ، سکیم ، منصوبہ بندی یا مہنگائی کو کنٹرول کرنے کا سسٹم موجود نہیں ۔ ہم یہاں پر سندھ ، پنجاب اور بلوچستان کی بات نہیں کرتے وہاں پر توروایتی سیاست دان بیٹھے ہیں جو عام آدمی کے حالات کو بدلنے کے

لیے تیار ہی نہیں ۔ ہم بات کریں گے تبدیلی کے نام پر آئی ہوئی حکومت کی جس کا نعرہ عام آدمی کے حالات کو بہتر کرنا تھا لیکن اب تک کی صوبہ خیبر پختونخوا کی حکومت کی کار کردگی اور پالیسیوں پر نظر رکھی جائے تو معلوم یہی ہوتا ہے کہ وہاں بھی غربت ، بے روزگاری کم ہونے اور عام آدمی کے حالات کچھ بدلے نہیں بلکہ غریب دشمن پالیسی خیبر پختونخوا میں بھی جاری ہے۔ پٹرول، تیل ، گیس و بجلی پر ان کا اختیار نہیں لیکن جہاں ان کا بس چل سکتا ہے وہاں بھی عام آدمی کو ریلیف نہیں مل رہا ہے۔ اب تک نہ سستے بازار شروع کیے گئے ہیں اور نہ ہی روزگار کے مواقع جس سے خیبر پختونخوا کے بے روزگار نوجوانوں کو روزگار ملے اور مہنگائی کنٹرول ہو بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جن اداروں اور محکموں میں ملازمین کی کمی ہے وہاں پر بھی ڈھائی سال گزرنے کے باوجود لوگوں کو نہیں رکھا گیا ہے جس میں پولیس ، صحت اور تعلیم سمیت کئی ادارے شامل ہے جس میں ملازمین کی کمی ہے جس کا اثر عام آدمی برداشت کر رہا ہے۔ صوبائی حکومت نے کوئی ایسی سکیم بھی شروع نہیں کی ہے جس سے نوجوانوں کو روزگار اور عام آدمی کو ریلیف ملے ۔

ملک کے نواجوانوں کو حکومت کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے اور سڑکوں پر نکلنا چاہیے سوشل میڈیا کا ستعمال کرنا چاہیے تاکہ ملک میں تبدیلی لانے والی جماعت کے حکمرانوں اور تیسری باری حکومت کرنے والوں کو معلوم ہو سکیں

کہ انھوں نے اب تک بے روزگار نوجوانوں، مہنگائی کنٹرول کرنے اور غربت خاتمے کے لیے کونسے اقدامات اٹھائیں ہے۔دیکھنا یہ ہے کہ حکومت کی غریب دشمن پالیسیوں اور بے روزگاری کے خلاف نواجوان کب آواز بلند کرتے ہیں۔

اسلام آباد کے سرکاری ہسپتال

کئی دن پہلے ہمارے ایک رشتہ دار نے اسلام آباد اور راولپنڈی کے سرکاری ہسپتالوں کے بارے میں اپنی مایوسی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ہماری حکومت صحت کا بنیادی مسئلہ حل کیوں نہیں کرتی ۔ اسلام آباد کے بڑے ہسپتالوں میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان کے سارے مریض یہاں پر آئے ہیں ۔ ہسپتال میں ایک بھیڑ ہوتی ہے ۔ عوام لائنوں میں گھنٹوں کھڑے ہوتے ہیں ۔اس کے بعد پرچی ملتی ہے اور او پی ڈی میں ڈاکٹر سے معائنہ ہوتا ہے لیکن یہ سارا عمل کہنے میں بہت آسان لگتا ہے لیکن کرنے میں انتہائی مشکل ہوتا ہے ۔ ان کا کہنا تھا کہ میں اپنے دانت کی تکلیف کی وجہ سے اسلام آباد کے تدریسی ہسپتال جو اسلام آباد کا سب سے بڑا ہسپتال یعنی پمز کیا تو پرچی لینے کے بعد ڈاکٹر نے معائنہ کرایا اور کہا کہ دو مہینے بعد آنا۔ آپ کی دانت کو فل کریں گے ۔ میں ڈاکٹر صاحبہ کی طرف دیکھتا رہا کہ دو دن یا دو مہینے ان کا کہنا تھا کہ بھائی دو مہینے ، میں نے کہا کہ ڈاکٹر صاحبہ مجھے تکلیف ہو رہی ہے اور آپ نے کہا کہ دو مہینوں بعد آجاؤں، اس وقت تک میں تکلیف میں رہوں گا۔ ڈاکٹر صاحبہ نے جواب دیا کہ ہمارے پاس رش بہت زیادہ ہے اسلئے آپ کو دو ماہ دیے ہیں۔ اپنے رشتہ دار کی یہ باتیں سن کر مجھے یقین نہیں آرہا تھا۔ میں

سوچ رہا تھا کہ ویسے ہی یہ بول رہا ہے۔ اسلام آباد کے ہسپتالوں کے حالات اتنے بھی خراب نہیں ہو سکتے لیکن اللہ کا کرنا کیا تھا کہ ایک ہفتے بعد مجھے خود پمز ہسپتال جانا پڑا۔ او پی ڈی گئے تو عوام کا جم غفیر دیکھا کر مجھے لگا کہ میں کسی بڑے جلسے میں آیا ہوں۔ پنکھے نہ ہونے سے لوگ بے ہوش ہو رہے تھے۔ بیٹھنے کی جگہ نہیں تھی۔ خواتین فرش پر بیٹھی تھی جبکہ پرچی لینے کے لیے لمبی لمبی قطاریں لگی تھی ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ عوام نیشنل بنک میں فیس جمع کر رہے ہیں۔ بحر کیف مجھے معلوم ہوا کہ خواتین امراض کے لیے یہاں پر نہیں بلکہ دوسرے بلاگ جو صرف خواتین کے مخصوص امراض کے علاج کے لیے مختص ہے وہاں جائیں۔ میں دل ہی دل میں خوش ہوا کہ چلوں اچھا ہوا اس جم غفیر سے جان چھوٹی وہاں پر تو اتنا رش نہیں ہوگا۔ وہاں پہنچا تو پرچی لینے کی قطار میں خواتین کھڑی تھی۔ ہمارا مریضہ بھی کھڑی ہو گئی جب نمبر آیا تو معلوم ہوا کہ یہ تو صرف سرکاری ملازمین کے لیے ہیں۔ پرائیویٹ مریض دوسری سائٹ پر کانٹر سے پرچی لے وہاں دیکھا تو رش نہیں تھا۔ دل پھر خوش ہوا کہ چلوں وقت کی بچت ہو گئی وہاں گئے تو پتہ چلا کہ پرچی لینے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ اگر آپ نے مریض کا معائنہ کرانا ہے تو صبح اٹھ سے دس بجے تک پرچی ملتی ہے اس کے بعد آپ مریض کا معائنہ کر سکتے ہیں۔ اب تو 11 بج چکے ہیں یہاں پر جن مریضوں نے پرچی لی ہے صرف ان کا معائنہ ہوگا۔ میں نے ان سے عرض کی بھائی صاحب مریض تکلیف میں ہے۔ میں کل دوبارہ آؤں گا۔ انہوں نے کہا جی ہاں اگر

یہاں سرکاری ہسپتال میں معائنہ کرانا ہے تو کل آنا ہوگا اور اگر زیادہ تکلیف ہے تو ایمرجنسی وارڈ میں معائنہ کرو۔ ایمرجنسی وارڈ گیا تو وہاں پرائیویٹ مریضوں سے پرچی کی قیمت 25 روپے لی جاتی ہے۔ پرچی لی تو دل پھر خوش ہوا کہ چلوں اب کام ہوگیا ۔وہاں مرد حضرات کا داخلہ منع ہوتا ہے لہذا مجھے باہر انتظار کرنا پڑا۔ ایک گھنٹے بعد ہمارا مریض نکلا تو خوشی ہوئی کہ چلوں فارغ ہوگئے لیکن ہماری یہ خوشی چند ہی سیکنڈ بعد مایوسی اور غم میں تبدیل ہوگئی کہ جب ہمارے مریض نے بتایا کہ وہاں ایک ڈاکٹر ہے اور مریضوں کی لائن لگی ہے چلوں گھر چلتے ہیں، میں مزید دھکے نہیں کھا سکتی، مجھے تکلیف اور درد ہو رہا ہے۔ اسی طرح خالی پرچی لے کر گھر لوٹ آئے اور شام کو ایک پرائیویٹ ڈاکٹر سے معائنہ کرایا۔ مجھے پہلے لگتا تھا کہ ہمارے خیبر پختونخوا ہسپتالوں میں رش زیادہ ہوتا ہے لیکن اسلام آباد کے سب سے بڑے ہسپتال کی حالات دیکھ کر معلوم ہوا کہ وہاں پر رش بھی کم ہوتا ہے اور پراچی لینے کا وقت بھی زیادہ ہوتا ہے ۔ اب تحریک انصاف کی حکومت آنے سے تھوڑی بہت بہتری بھی آئی ہے اور ڈاکٹرز کی حاضری بھی بہتری ہوئی ہے لیکن جیسے توقع تھی اس طرح تو بہتری نہیں آئی ہے ۔ عمران خان صاحب بھی ہر مہینے بہتری کی امید سناتے ہیں لیکن تاحال خیبر پختونخوا کے ہسپتالوں میں وہ تبدیلی نہیں آئی ہے جو امید تھی لیکن پھر بھی ملک کے باقی صوبوں سے بہتر پوزیشن ہے ۔ بحر حال ہم اسلام آباد کے سرکاری ہسپتالوں کی بات کر رہے تھے کہ اسلام آباد کیپٹل

کے ہسپتالوں کا جب یہ حال ہو تو باقی ملک کے ہسپتالوں کے حالات تو بدتر ہی ہوں گے۔
اسی طرح اسلام آباد کے دوسرے بڑے ہسپتال پولی کلینگ کی صورت حال بھی انتہائی گھمبیر ہے۔ صفائی ستھرائی تو دور معائنے کے لیے بھی ڈاکٹر دستیاب نہیں۔
ہماری کسی بھی حکومت کی ترجیحات میں صحت اور ہسپتالوں کو ٹھیک کرنے کا مسئلہ کبھی نہیں رہا کہ چلوں اپنے پانچ سال دور اقتدار میں کم از کم ایک ہسپتال ایک ایک شہر میں بنایا جائے عوام کو تو لوٹ مارنے کا سلسلہ تو چلتا رہے گا۔ کم از کم صحت کی سہولت تو دیں تاکہ لوٹنے کیلئے زندہ رہے۔ اصل میں حکمران اور سیاست دان تو خود یہاں پر علاج نہیں کرتے۔ دانت میں تکلیف ہو تو یہ لندن اور امریکا علاج کیلئے جاتے ہیں۔ موجودہ نون لیگ کی حکومت میں بھی صحت اور ہسپتالوں کو ٹھیک کرنا شامل نہیں۔ ان کی ترجیح تو ایک شہر میں 80 ارب روپے کا میٹرو بس ہے جو خیبر پختونخوا کے پورے بجٹ کا چوتھائی حصہ ہے۔ نون لیگ کی حکومت سے صرف یہ عرض ہے کہ ہسپتالیں تو آپ لوگوں نے ٹھیک نہیں کرنی۔ پنجاب میں بھی جو بجٹ صحت کے لیے رکھا گیا تھا وہ بھی دوسرے ترقیاتی کاموں پر خرچ ہوئے۔ سابق وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی نے جو ہسپتال بنائے ہیں ان کو بھی شروع نہیں کیا جا رہا۔ پورے ملک کے ہسپتالوں میں ڈاکٹرز کی کمی ہے۔ ڈاکٹرز پرائیویٹ پریکٹس سے لاکھوں مہینے کما رہے ہیں۔ جب

ہسپتالوں میں علاج نہیں تو سب ہسپتالوں کو پرائیویٹ کریں تاکہ عوام مایوس نہ ہو اور جو اربوں روپے کا بجٹ ہسپتالوں کے لیے مختص ہوتا ہے، وہ بھی بچ جائے گا۔ بجائے یہ کہ ہسپتالوں میں اربوں کی کرپشن ڈاکٹرز کریں وہ بھی آپ کے میٹرو بسوں اور میٹرو ٹرین کے لیے بچ جائیں گے۔ باقی رہی عوام خاص کر پنجاب کے وہ لاہور اور اسلام آباد جائے اور میٹرو بسوں میں سیر کریں۔

پی آئی اے کی فروخت

وزیر اعظم میاں نواز شریف اقوام متحدہ کے جنرل اسمبلی میں شرکت کے بعد وطن واپس پہنچ چکے ہیں۔ اس کے بعد وزیر اعظم ایک ہفتے کے بعد امریکا کا سرکاری دورہ کریں گے جس میں صدر بارک اوباما سے بھی ملاقات کریں گے لیکن اگر ہم وزیر اعظم کے حالیہ دورے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی بات کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ دورہ کامیاب نہیں رہا۔ وزیر اعظم اپنے ساتھ 70 افراد کا وفد لے کر گیا تھا اور دنیا کے مہنگا ترین ہوٹل میں مقیم تھے۔ 160 ممالک سے آئے ہوئے وزرائے اعظم اور صدور نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں شرکت کی لیکن وزیر اعظم شریف نے کسی ملک کے سربراہوں سے ملاقات نہیں کی اور نہ ہی پاکستان کے خلاف عالمی سطح پر کیے جانے والے پروپیگنڈے کو ضائع کرنے کے لیے کوئی لابنگ کی۔ خبروں کے مطابق وزیر اعظم کئی فنکشن سے غائب رہے۔ اقوام متحدہ کے 70 سال پورا ہونے والے فنکشن اور بعد ازاں اس گروپ فوٹو میں بھی نہیں تھے جس میں دنیا کے تمام ممالک شامل تھے۔ معلوم نہیں وزیر اعظم امریکا کیوں گئے تھے۔ اب اس ملک کے غریب عوام کا پیسہ کچھ دن میں اربوں خرچ کرکے لوٹ آئیں۔ شاید کسی ملک کے سربراہ کے ساتھ اتنے لوگ امریکا نہ گئے ہو جتنے ہمارے وزیر اعظم کے ساتھ اس وزٹ میں گئے تھے تاکہ سب خوش حال ہو جائے اور اپنے گھروں والوں کے

لیے شاپنگ کریں۔ غریب عوام کا پیسہ کیسے کیسے لوٹا جارہا ہے۔ حقائق کو دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے لیکن ہمارے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے کیوں ہم ہر دفعہ ان کی پارٹی کو منتخب کرتے ہیں تو عوام کو سزا تو ملنی چاہیے کہ وہ عوام کے ٹیکسوں کا پیسہ جہاں چاہے اُڑ الے۔ پی آئی اے پائلٹوں کا ہڑتال دس دنوں سے جاری ہے جس میں عوام خوار ہو رہے ہیں اور ان اٹھ دس دنوں میں پی آئی اے کو 40 کروڑ کا نقصان ہوا۔ حکومت ان تمام ایشو پر خاموش ہے کیونکہ وجہ کوئی آور ہے۔ حالات سے فائدہ اٹھ کر نجی ائیر لائنز نے کرایہ بھی بڑھا دیا ہے۔اس نجی ایئر لائنز کا زیادہ شیئر وزیراعظم کے دست راز وفاقی وزیر حقان عباسی کا ہے۔ ائر بلیو کا قصہ قارئین کو یاد ہوگا کہ اسلام آباد میں ان کا جہاز گرا تھا جس کی رقم آج تک وفاقی وزیر حقان عباسی نے مرنے والے لواحقین کو ادا نہیں کی۔ حکومت کی لوٹ مار کا سلسلہ مختلف طریقوں سے جاری ہے۔ایک طرف ملک کی تاریخ میں سب سے زیادہ قرضے اپنے عیاشوں کے لئے لے رہے ہیں تو دوسری طرف اداروں کو تباہ کرنے کا سلسلہ بھی خوب جاری ہے۔ اب اداروں کو فروخت کرنے کے لیے پہلے اداروں تباہ کیا جاتا ہے اور بعد ازاں ان کو فروخت کرنے کا پروگرام بنا دیا جاتا ہے۔ پی آئی اے اور پاکستان اسٹیل ملز سالانہ اربوں روپے کماتے تھے با وجود اس کے کہ ان اداروں میں لوٹ مار کا سلسلہ جاری ہوتا تھا۔ پی آئی اے میں جاب کرنے والے پی آئی اے کو گاڑی کی طرح استعمال کرتے تھے۔ اسلام آباد نوکری کرنے والا صبح کراچی کی فلائٹ سے

اسلام آباد آتے اور شام کو فلائٹ سے اپنے گھر کراچی چلے جاتے جبکہ کراچی میں جاب کرنے والے جہاز میں صبح کراچی اور شام کو اپنے گھر اسلام آباد واپس آتے، یہ سب کچھ فری میں ہوتا لیکن پھر بھی یہ ادارے منافع بخش تھا۔ اب حکومت اس کو چندہ مہینوں میں فروخت کرنے کے لیے پی آئی اے کو تباہ کر رہی ہے اور عوام کو ذلیل کر رہی ہے تاکہ عوام بھی خاموش رہے اور کل اس کو ہم یہ کہہ کر فروخت کریں کہ یہ ادارہ نقصان میں جا رہا تھا اس لئے اس کو فروخت کرنا پڑا۔

کسی نہ ایک بزرگ سے پوچھا کہ شیر انڈے دیتا ہے یا بچے انہوں نے جواب دیا کہ بیٹے شیر جنگل کا بادشاہ ہوتا ہے۔ شیر کی مرضی بچے دیں یا انڈے۔ اب عوام نے یعنی پنجاب کے لوگوں نے نون لیگ کو ووٹ دیے ہیں۔ آپ پی آئی اے کو بیچے یا اسٹیل مل کو آپ سے پوچھنے والا کون ہے۔ اس کو تباہ کرنے کی کیا ضرورت ہے کہ جان بوجھ کر ہڑتال شروع کرائی گئی اور بعد ازاں آئی ایم ایف کے کہنے پر اس کو فروخت کریں گے لیکن اس سے پہلے مہنگے داموں نئے جہاز بھی خریدے جا رہے ہیں تاکہ بعد ازاں ان جہازوں کو سکینڈ مال سمجھ کر اپنے کسی چہیتے کو فروخت کی جائے اور حکومت پاکستان ان جہاز کی قسطیں ادا کرتے رہیں جیسا کہ ماضی میں کیا گیا تھا۔ مسئلہ یہ ہے کہ سب کو اپنا حصہ ملا رہا ہے۔ اس لئے حکومتی اقدامات پر میڈیا کا زیادہ تر حصہ بھی خاموش ہے۔ حصے سے یاد آیا وزیر

اعظم میاں نواز شریف نے فیصلہ کیا ہے کہ پنجاب کے 148 ایم این اے کو دو دو کروڑ روپے دیے جائیں گے یعنی خزانہ جو غیر ملکی قرضوں سے بھرا پڑا ہے اس سے تین ارب روپے خرچ ہو جائے تو کیا فرق پڑتا ہے۔ یہ تو ایم این ایز کا حق ہوتا ہے کہ ان کو کم از کم اتنی رقم تو ملے جس سے وہ اور ان کے یار دوست خوش ہو لیکن یہ رقم ملک کے باقی صوبوں کے ایم این ایز کو نہیں ملے گی۔ اسمبلی میں اپوزیشن جماعت پیپلز پارٹی کی تو سمجھ آتی ہے کہ وہ خاموش ہے کیوں کہ دونوں کا مک مکاؤ ہو چکا ہے کہ ایک دوسرے کی کرپشن پر بات نہیں کریں گے لیکن تحریک انصاف بھی اسی طرح عوام کو حکومت کی کرپشن سے آگاہ نہیں کرتی جس طرح کرنا چاہیے، گزشتہ روز عمران خان نے نجی ٹی وی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ دو ہزار ارب روپے جو ملک کے پورے بجٹ کا ہاف یعنی ادھا ہے سپریم کورٹ میں یہ کیسز پڑے ہیں لیکن کوئی پوچھنے والا نہیں کہ ان لوگوں سے یہ رقم نکالے وجہ یہ ہے کہ وزیر اعظم سمیت کئی وفاقی وزراء بھی اس کرپشن میں ملوث ہے۔ سپریم کورٹ بھی ان کیسز پر خاموش ہوا ہے۔ پہلے خانہ پوری ہوتی تھی اب وہ بھی نہیں ہو رہی ہے۔ پی آئی اے کی فروخت اور اس کو نقصان پہنچے والوں کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا جاتا۔ یہی پر پیپلز پارٹی کی یہ بات درست لگتی ہے کہ ہمارے ہر اقدام پر جس کو ہم کرپشن کہتے ہیں سپریم کورٹ سوموٹو ایکشن لیا کرتی تھی۔ نون لیگ حکومت میں سپریم کورٹ کیوں خاموش ہو جاتا ہے۔

سب کے لیے سبق

2008 کے جنرل الیکشن میں بننے والی پیپلز پارٹی کی حکومت نے پانچ سال کی بدترین حکومت کی تھی۔ کرپشن کو قانونی حیثیت حاصل ہوچکی تھی۔ لوٹ مارا کا سلسلہ ایسا جاری تھا جیسا کہ انھوں نے حکومت کرنی بلکہ ڈاکہ ڈالنے آئیں ہے۔ اداروں کو تباہ کیا گیا جو آج تک جاری ہے۔ عدالتوں میں چوہدری افتخار نے ان کے خلاف کئی کیسز میں سوموٹو ایکشن لیا۔ میڈیا کو جس طرح نون لیگ کی حکومت ہینڈل کر رہی ہے اس طرح ہینڈل نہیں کیاگیا جس کے نتیجے میں میڈیا کا زیادہ حصہ ان کی کرپشن کو بے نقاب کرتا رہا لیکن اس کے باوجود 99 فی صد ضمنی الیکشن میں پیپلز پارٹی امیدوار کامیاب ہوتے رہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ جب سب کچھ یعنی انتظامیہ اور وسائل آپ کے کنٹرول میں ہو تو الیکشن جیتنا پاکستان میں مشکل کام نہیں۔ لاہور کے حلقے 122 میں گزشتہ روز کے ضمنی انتخابات نے حکومت کے لیے وہ ماحول پیدا کیا جو جنرل الیکشن میں ہوا کرتا ہے۔ جس کا کریڈٹ عمران خان کو جاتا ہے کہ وہ جہاں جاتے ہیں ماحول کو گرما دیتے ہیں۔ لاہور کا یہ حلقہ ان چار حلقوں میں سے ایک تھا جس میں دھاندلی ہوئی تھی۔ 2013 کے جنرل الیکشن میں عمران خان کو آیاز صادق نے ساڑھے اٹھ ہزار ووٹوں سے ہرایا تھا قطعی نظر اس سے کہ عمران خان رات دس ،گیارہ بجے تک ایاز صادق سے تقریباً پندرہ، بیس ہزار

ووٹوں سے آگے تھے۔ بعد ازاں الیکشن رزلٹ روکے گئے اور صبح نتیجہ تبدیل ہوا اور ایاز صادق کامیاب ہوئے جس پر عمران خان نے دھاندلی کا الزام لگایا۔ ہم آتے ہیں حالیہ ضمنی انتخابات کی طرف جس میں قومی اسمبلی کا سیٹ آیاز صادق جیت گئے جبکہ صوبائی اسمبلی کے سیٹ پر وزیر اعظم میاں نواز شریف کی اہلیہ کا بھانجا پی ٹی آئی امیدوار سے ہار گیا۔ پہلے تو یہ لگ رہا تھا کہ اس حلقے میں دونوں سیٹ آرام سے حکمران جماعت جیت جائے گی۔ پنجاب میں بھی ان کی حکومت ہے اور وفاق میں بھی، تو لہٰذا ان سیٹوں کو جیتنا مشکل نہیں ہوگا۔ حکمران جماعت کے وزیر اور مشیر کہہ کرتے تھے کہ ہم چالیس، پچاس ہزار ووٹوں سے پی ٹی آئی کو شکست دینگے۔ حکمران جماعت نے ایک آور کام یہ بھی کیا کہ الیکشن کمیشن سے عمران خان پر پابندی لگا دی کہ وہ حلقے میں الیکشن مہم نہیں چلا سکتا جس پر عمران خان کورٹ گئے اور عدالت نے ان کو اجازت دی۔

اس کے بعد عمران خان نے اعلان کیا کہ میں حلقے میں بھرپور مہم چلاؤں گا۔ جب انہوں نے لاہور میں پہلا جلسہ کیا تو ماحول گرما ہوا اور حکومت کو ہوش آیا کہ ہم سے تحریک انصاف یہ سیٹ جیت بھی سکتی ہے۔ پھر حکومت کے وفاقی اور صوبائی حکومت کے وزرا نے لاہور کے حلقے میں ڈھیر ڈالے۔ جلسے جلسوں کے علاوہ روایاتی طریقے اختیار کیے گئے ووٹر لسٹوں میں تبدیلی کی۔ وزرا نے بہت سے خاندانوں کو نوکریاں دینے اور کام کے وعدے کیے۔ بیت لمال اور بے

نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے منہ کھلے گئے۔ وزیر ریلوے نے بھی خوب کام کیا اسی طرح وزیر بجلی شیر علی نے بھی تمام تر اختیارات استعمال کیے جس میں اطلاعات کے مطابق کسی کو راضی کیا گیا تو کسی کو دھمکیاں دی۔ وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم حلقے میں پریس کانفرنسوں اور عوام سے ملاقاتوں پر مجبور ہوئے نئے منصوبوں کے اعلانات

ہوئے۔حکومت نے تمام مشینری استعمال کی ۔ تحریک انصاف کے امیدوار حلیم خان ایک امیر آدمی ہے لیکن حکومت سے زیادہ امیر نہیں ۔ وہ نہ کسی کو ریلوے میں بھرتی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کی بجلی کاٹ سکتا ہے ۔ لاہور کے صحافی کہتے ہیں کہ اگر حلیم خان نے اس الیکشن میں پچاس کروڑ لگائے تو حکومت نے ایک سو پچاس کروڑ لگائیں ۔ جہاز سے پمفلٹ بھی پھینگے گئے۔ اطلاعات تو یہ بھی ہے کہ لاہور کے دوسرے حلقوں سے لوگوں کو لایا گیا تھا۔ ہر حربہ حکومت نے استعمال کیا لیکن اس کے باوجود حلقے میں صوبائی سیٹ ہار گئے جو شریف فیملی کا سیٹ تھا اور قومی اسمبلی کے سیٹ پر 2450 ووٹوں سے جیت گئے۔ یہ سیٹ بھی تحریک انصاف جیت جاتی اگر ان کے کارکن اور پارٹی روایتی سیاست کو جانتی جن پارٹی ممبران کو حلیم خان پر اعتراض تھا ان کے تحفظات دور کرتے ۔ حلیم خان کو بدنام کرنے کی حکومتی مہم کو بھی پارٹی نے اس طرح ناکام نہیں بنایا جس طرح بنانا چاہیے تھا۔ میرے خیال میں حلیم خان سے بہتر آپشن اس حلقے میں دوسرے نہیں ہو سکتی تھی۔ حکومت کی نظر میں تو وہ آج اسلئے مجرم بنا کہ انہوں نے حکومت کے اہم حلقے اور اسپیکر کو

چیلنج کیا تھا۔ اگر وہ مجرم تھا تو آج تک حکومت نے ان کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی۔ بحر کیف الیکشن ہو گیا باوجود تمام وسائل کے حکومت سے صوبائی سیٹ پی ٹی آئی نے جیت لی۔ مجموعی طور پر بھی پی ٹی آئی نے زیادہ ووٹ لیے جس کا مطلب یہ ہوا کہ عوام حکومت کی پالیسیوں سے تنگ ہیں۔ پہلے بھی اس حلقے میں دھاندلی ہوئی تھی کہ اس دفعہ باوجود تمام باتوں کے پی ٹی آئی کارکن کو 25 سو ووٹوں سے شکست ہوئی۔ لاہوریوں نے حکومت کے خلاف فیصلہ دے دیا۔ میٹرو بس اور میٹرو ٹرین سے پیٹ نہیں بھرتا۔ پنجاب کی دس کروڑ آبادی ہے اور باقی ملک کی بھی دس کروڑ آبادی ہے۔ ڈیڑھ سو ارب روپے لگا کر دو شہروں میں چند لاکھ لوگوں کو سہولت دینے سے ملک کی تقدیر نہیں بدلتی۔ باوجود تمام وسائل کے حکمران جماعت کو اوکاڑہ شہر میں شکست ہوئی اور پی ٹی آئی نے غلط امیدوار کو ٹکٹ دے کر چوتھی پوزیشن حاصل کی۔ اتنی کم ووٹ لیے کہ ان کی زمانت ہی منسوخ ہو گئی۔ کیا نون لیگ کی کارکردگی پیپلز پارٹی سے بھی بری ہے کہ ان کو عوام نے مسترد کیا۔

بظاہر تو حکمران جماعت نے ایک سیٹ حاصل کر لی اور پی ٹی آئی نے بھی لیکن حقیقت میں یہ دونوں جماعتوں کی شکست ہے۔ دونوں جماعتوں کو اس معرکے سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ پی ٹی آئی نے اگر ملک میں تبدیلی لانی ہے تو روایتی سیاست کی طرف جانے سے گریز کرنا ہوگا۔ پارٹی کو منظم کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

چوہدری سرور ایک اچھی امید ہے ان کو ینچ کرنے کی بجائے پی ٹی آئی کے نظریاتی لوگوں کوان کا ساتھ دینا چاہیے تاکہ آنے والے الیکشن میں پارٹی منظم ہو اور کامیابی حاصل کریں۔

سیکولرازم کو شکست

دنیا کے مختلف ممالک میں مختلف نظام پائے جاتے ہیں جس میں وقت کے ساتھ ساتھ تبدیلی بھی رونما ہوتی ہے۔ سوشلزم، کیپٹل ازم، سیکولرازم، کمیونزم وغیرہ نظام میں وقتاً فوقتاً تبدیلی آتی رہی ہے۔ زیادہ تر ممالک کیپٹل ازم یعنی سرمایہ دارانہ نظام کی طرف راغب ہوئے ہیں ۔ ان سب نظام میں جہاں پر خامیاں موجود تھی وہاں پر خوبیاں بھی موجود رہی ہے۔ آنے والے وقتوں میں دنیا پر کونسا نظام مسلط ہوگا اس کے بارے میں ابھی کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا، پھر اسلام کا نظام بھی اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے لیکن یہ نظام اسلامی ممالک میں بھی قائم نہیں ہوا ۔ کئی اسلامی ممالک میں بھی ایسے ملتے جلتے نظام موجود رہے ہیں ۔ ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ اسلامی ممالک کو ان نظموں کا صحیح طور پر معلوم بھی نہیں ہے جس پر دنیا کے کئی ترقی یافتہ ممالک چل رہے ہیں۔ ہم اگر پاکستان کی بات کریں تو یہ ملک جس نظریے پر بنا تھا وہ نظریہ یہاں پر موجود نہیں جبکہ سیکولر ذہن رکھنے والے یا سیکولر نظام کو سپورٹ کرنے والوں کو اچھا نہیں سمجھا جاتا رہا ہے۔ ہمارے ایک مخصوص طبقے نے اس نظام کو بدنام کیا، جو برائیاں اس نظام میں موجود ہے اس سے زیادہ سیکولر نظام کے خلاف پروپیگنڈا کیا گیا۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو سیکولر نظام کا نظریہ ہے کہ جو لوگ جس مذہب پر یقین رکھتے

ہوان کو نہ چھیڑا جائے جس کو جو اچھا لگے وہی کام کریں یعنی اس نظام میں ہر بندے کو مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے۔ہمارے ملک میں کونسا نظام چل رہا ہے میں یہ بتانے سے عاجز ہو۔

بھارت شروع سے اپنے آپ کو دنیا بھر میں سیکولر ملک کے طور پر پیش کرتا رہااس کی وجہ یہ تھی کہ بھارت آبادی کے لحاظ سے دنیا کا دوسرا بڑا ملک ہے جہاں پر کئی مذاہب کے لوگ رہتے ہیں ۔ ہندو اور مسلم ،تو بڑی مذاہب کے ماننے والوں کے طور پر موجود ہے۔پاکستان سے زیادہ مسلمان بھارت میں مقیم ہے جہاں پر ان کو مذہبی آزادی حاصل رہی ہے ۔ کئی دوسرے مذہب کی ماننے والوں کو بھی یہ آزادی حاصل رہی ہے جس طرح ہمارے ہاں مختلف مکتب فکراور طبقے موجود ہے اسی طرح بھارت کے ہندوؤں میں بھی کئی نسلیں اور طبقے موجود ہے لیکن اس کے باوجود ہر طبقے کو آزادی حاصل تھی ۔ بھارت کے ایک ارب تیس کروڑ آبادی کے بارے میں کہا جاتا رہا کہ سیکولر نظام ہی نے اس کو کنٹرول کیا ہے جس پر بھارتی بھی فخر کرتے تھے لیکن دو سال قبل آنے والی حکومت جس کی سربراہی نریندر مودی کر رہے ہیں جس کے بارے میں شروع سے مشہور تھا کہ وہ ہندو مذہبی جنونی ہے انہوں نے پہلے بھی کئی مسلمانوں کو زندہ جلایا ہے ۔ ہندو اور مسلمانوں کے درمیان نفرتیں پھیلائی ہے۔جب سے وہ اقتدار میں آئے ہیں توان باتوں کو تقویت ملنی شروع ہوئی کہ وہ بھارت میں ہندوازم اور ہندو جنونیات

کو پروموٹ کریں گے۔ بعض تجزیہ کار یہ بھی فرمار ہے تھے کہ اب نریندر مودی وزیر اعظم کے کرسی پر بیٹھ گئے ہیں تو ان کو بہت سی حقیقتوں کا خود ہی معلوم ہو جائے گا۔ وہ اپنی جنونی ذہن کو ایک سائٹ پر رکھ دینگے کیوں کہ حکومت کو چلانا اور سارے مذاہب کے ماننے والوں کو اکٹھا رکھنا مشکل کام ہوتا ہے جس میں ملک کو اکٹھا رکھنے کی پالیسی بناتے وقت دل سے نہیں دماغ سے کام لیا جاتا ہے، پھر وزیراعظم کسی ایک پارٹی کا نہیں ہوتا، وہ پورے ملک کی نمائندگی کرتا ہے۔ تو امید یہ تھی کہ مودی سرکاری ماضی کو نہیں دہرائیں گے اور ملک میں اور بیرونی دنیا سے بہتر تعلقات قائم کریں گے لیکن اب ان کے فیصلوں نے ثابت کر دیا کہ وہ ملک میں ہندوازم اور انتہا پسندوں کو پروموٹ کر رہے ہیں۔ مودی سرکار ملک سے سیکولرازم ختم کر کے ہندوازم قائم کرنے میں مصروف ہے۔ جس کا بظاہر تو انہوں نے اعلان نہیں کیا لیکن ان کے اعمال اور اقدامات سے کم از کم یہی محسوس ہو رہا ہے کہ مودی سرکاری انتہاپسندوں کی مددکار بنی ہے۔

اب کئی مہینوں سے ہندو انتہا پسندوں نے بھارتی مسلمانوں پر زندگی تنگ کرنا شروع کیا ہے۔ بہت سے بے گناہوں کو قتل کیا گیا کبھی ایک بہانہ بنایا جاتا ہے تو کبھی دوسرا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ کئی واقعات ایسے رونما ہوئے جس میں کہا گیا کہ مسلمانوں نے ان کے ماتا جی یعنی گائے کو ذبح کیا ہے۔ ہندو

انتہا پسندوں نے گائے کو مقدس بنایا ہے کہ اس کو ذبح نہیں کیا جائے گا۔ حالانکہ کے ہندو مذہب میں ایسی کوئی بات نہیں جس میں گائے کو ذبح کرنا اچھا تصور نہ کیا ہو۔ دوسرا اہم مسئلہ یا منافقت مودی سرکار یا انتہا پسندوں کی یہ ہے کہ انہوں نے تو سادہ لوح عوام کو یہ تو بتایا ہے کہ مسلمانوں کو گائے ذبح کرنے کی اجازت نہیں اور اس پر پابندی لگائی ہے لیکن خود بھارت دنیا میں گائے کا گوشت برآمد کرنے والا سب سے بڑا ملک ہے اور اس سال بھی سب سے زیادہ بھارت دنیا کے مختلف ممالک کو 25 لاکھ ٹن گائے کا گوشت برآمد کریں گا۔ اسی طرح دنیا میں اپنے آپ کو ایک سیکولر ریاست کے طور پر پیش کیا جاتا ہے لیکن اب شیو سینا جیسی مذہبی انتہا پسندوں کو آگے لایا جارہا ہے جو پاکستان اور بھارت کے درمیان پائے جانے والے حکومتی اور عوامی تعلقات یا کھیلوں کے انعقاد کو بھی ختم کر رہا ہے۔ بھارت سرکار ان کی تمام دھمکیوں اور عمل پر خاموش تماشائی بنی ہے بلکہ اب دونوں ملکوں کے درمیان کرکٹ سریز کو بھی شیو سینا کی دھمکیوں پر منسوخ کیا گیا ہے۔ سابق وزیر خارجہ محمود قصوری کی کتاب کی رونما کرنے والی بھارتی تنظیم پر بھی شیو سینا کے لوگوں نے حملہ کیا۔ بھارتی مذہبی انتہا پسندوں کے ان اقدامات کی وجہ سے بھارت میں یہی لگ رہا ہے کہ سیکولرازم کو شکست ہو رہی ہے جس پر بھارتی ادیب ، ا سکولر، مصنف اور کئی صحافی پریشان ہے کہ مودی سرکاری ہندو جنونیات کو روکتی کیوں نہیں ہے؟ بہت سے ادیبوں نے احتجاجاً اپنے ایورڈز بھی حکومت کو

واپس کر دیے ہیں۔ ان پڑھے لکھے لوگوں کو غم ہے کہ ہندوستان میں بھی سیکولرازم کو شکست ہو رہی ہے اور سیکولرازم کا خاتمہ ہو رہا ہے جو خود بھارت کے وجود اور سسٹم کے لیے خطرہ ہے۔

میڈیا بھی خاموش ہے

پاکستان کو آج مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔ جن میں دہشت گردی اور انرجی کا مسئلہ تو اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہے لیکن پاکستان جس تیزی سے درآمدات کی طرف بڑھ رہا ہے وہ بھی انتہائی تشویشناک صورت حال ہے۔ پاکستان پہلے برآمدات زیادہ اور درآمدات کم کرتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ پاکستان میں درآمد اور برآمد برابر ہو گئی جبکہ آج حکمرانوں کی غلط پالیسیوں کی وجہ سے ہمارے برآمدات تاریخ کے انتہائی کم درجے پر آ گئے اور درآمدات میں ہم آگے چلے جارہے ہیں۔ حکومت نے اگر اپنی ترجیحات میں تبدیلی نہیں کی تو وہ دن دور نہیں جب ہم دنیا کے سامنے ہر چیز کے لیے محتاج ہوں گے۔ پاکستان کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے ہم زراعت میں خود کفیل ہے۔ پاکستان زرعی اجناس دنیا کے مختلف ممالک کو برآمد کرتا ہے۔ گندم، چاول، مکئی، آلو، پیاز، وغیرہ میں ہم خود کفیل ہے۔ یہی ہم نے سکول کی کتابوں میں پڑھا تھا لیکن آج صورت حال یہ ہے کہ پاکستان جس کو زرعی ملک کہا جاتا تھا۔ آلو، پیاز، دالیں اور گندم وغیرہ باہر ممالک سے منگواتا ہے۔ آج اس زرعی ملک میں ہم گندم، آلو اور پیاز کے لیے بھی دوسرے ممالک کے محتاج ہے۔ بعض اوقات پاکستان میں کچھ چیزوں کی ریٹ انتہائی کم سطح پر آجاتی ہے جس کی وجہ سے زمیندار کو اپنی اجناس یا پھل اور

سبزی مارکیٹ میں لانے کا خرچ بھی پورا نہیں ہوتا جس کی وجہ سے زمیندار دوسرے سال میں اس سبزی یا اجناس کو نہیں اگاتا۔ مارکیٹ میں طلب کی وجہ سے حکومت کو باہر سے برآمد کرنا پڑتا ہے پھر وہ انتہائی مہنگے داموں بیچا جاتا ہے۔ گزشتہ سال آلو کی قیمت مارکیٹ میں سو روپے روپے تھی جب کہ آج آلو منڈی میں سو روپے پانچ کلو اور عام مارکیٹ میں تیس روپے کلو بکتا ہے۔ اب خود اندازہ لگائے کہ زمیندار سے کتنی میں خریدی گئی ہوگی۔ اسی طرح گنے کی قیمتوں کا تعین بھی ہے ہمارے شوگر ملز مالکان زمیندار کو مختلف طریقوں سے بلیک میل کرتا ہے۔ زمیندار سے سستے داموں گنا خریدا جاتا ہے جبکہ چینی قیمت انتہائی زیادہ ہوتی ہے۔ یہ سب کچھ کیوں اور کیسے ہوتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ حکومت کی نااہلی ہے اور ملک میں خرید وفروخت کا کوئی سسٹم موجود نہ ہونا ہے۔ زمیندار کو مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ فصل نہ اگائیں۔ کیوں کہ جب اپنی فصل ہوگی تو عوام کو ریلف ملے گی زمیندار کو فائدہ ہوگا۔ برآمدات بڑھیں گے۔ ملک ترقی کریں گا لیکن حکومت کے وزرا کو نقصان ہوگا۔ وہ اشیاء دوسرے ممالک سے درآمد نہیں کر سکیں گے۔ آج زمینداروں کو ریلیف یا کوئی سبسڈی دینے کے بجائے حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے زمیندار سڑکوں پر ہے۔ حکومت نے اب جو ریلیف دینے کا اعلان کیا ہے وہ بھی بہت کم ہے جبکہ اس پیکج میں بھی زیادہ تر اپنوں کو نوازا جارہا ہے۔

حکومت کو ملک میں زرعی پیداوار بڑھنے کے لیے عملی اقدامات اٹھانے ہوں گے جس سے زمیندار کو حقیقی معنوں میں ریلیف ملے اور پیداوار زیادہ ہونے کی صورت میں اجناس، پھل اور سبزیاں دوسرے ممالک کو برآمد کیا جاسکے۔ بھارت میں زمیندار کو بہت سی چیزوں میں ریلیف مل رہا ہے یعنی وہاں پر زمیندار کے لیے بجلی کی قیمت کم ہے۔ نہری نظام بنایا گیا ہے، بیج میں سبسڈی حاصل ہے۔ پیداوار بڑھنے کے لیے جدید طریقے آپنائے جارہے ہیں جب کہ ہمارے ملک میں زمیندار کے لیے بجلی اور بیج مہنگا ہے۔ پیداوار بڑھنے اور اجناس میں پیدا ہونے والے بیماریوں کی روک تھام اور بچاؤ کا بھی کوئی سسٹم نہیں ہے۔ بجائے یہ کہ ملک میں نہری نظام اور چھوٹے چھوٹے ڈیم ہر ضلع میں بنائیں جائے تاکہ بارش کے پانی کو محفوظ بنایا جاسکے۔ حکومت کی ترجیحات میں میٹرو بسیں اور میٹرو ٹرینے ہیں۔ ملک کی درآمدات میں اضافہ اور برآمدات میں کمی حکومت کی اقتصادی پالیسیوں کی نفی کرتی ہے جبکہ اس کاسمیٹک سسٹم کا پردہ بہت جلد اٹھنے والا ہے۔ وفاقی حکومت کی طرح صوبائی حکومتیں بھی صرف اور صرف وہ کام کرتی ہے جس میں ان کو فائدہ ہو جس میں پیسہ زیادہ سے زیادہ بنایا جاسکیں۔ خیبر پختونخوا کی حکومت نے بھی ابھی تک کوئی خاص اقدامات نہیں اٹھائیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے ڈیم بنانے کا آغاز تو صوبائی حکومت نے کردیا ہے جن میں بعض ڈیم اپنی آخری مراحل میں ہے لیکن زرعی پیداوار بڑھنے اور زمیندار کو ریلیف دینے کے لیے کوئی خاص اقدامات عملی طور پر نہیں اٹھائیں گئے ہیں۔ صوبے میں

چھوٹے زمیندار اور بارانی علاقوں کے لیے صوبائی حکومت نے شمسی توانائی سے ٹیوب ویل چلانے کے لیے اقدامات تو کیے ہیں، بہت سی جگھوں پر حکومت کے تعاون سے کام بھی مکمل ہو چکا ہے لیکن اس میں مزید ریلیف دینے کی ضرورت ہے۔اب صوبے میں بلدیاتی نمائندے موجود ہے۔ان کو یہ ڈیوٹی بھی دینی چاہیے کہ جو بھی مسائل زمیندار کو درپیش ہے ان کو فوری طور پر حل کیا جائے۔ ٹیوب ویل کے لیے شمسی سسٹم لگانے میں حائل روکاوٹوں کو دور کیا جائے اور اس میں زمیندار کو مزید ریلیف دیا جائے تاکہ چھوٹے زمیندار کو بھی اس کا فائدہ پہنچے۔ ملک کو ویسے بھی بجلی بحران کا سامنا ہے۔ وفاقی حکومت کی ترجیحات اگر یہ نہیں ہے کم از کم تبدیلی کے نام پر آنے والی حکومت کو اس مسئلے پر فوری اقدامات اور آواز اٹھانا چاہیے۔زمینداروں کو شمسی سسٹم سے بجلی پیدا کرنے سے خرچ بھی کم ہو گا اور بجلی کی بچت بھی ہو گی۔دوسرا اہم کام گاؤں کی سطح پر زمینداروں کے لیے آگاہی مہم اور دور جدید میں اضافی فصل پیدا کرنے کے لیے ماہرین سے استفادہ کرنا ہے۔ ہمارے ملک میں اب پرانی بیج ختم ہو رہی ہے جبکہ باہر سے بیج کو مانگوایا جاتا ہے جو کسی بھی وقت روک سکتا ہے۔ لہٰذا ہمارے زرعی اداروں اور یونیورسٹی کو بھی اس مسئلے کے لیے اقدامات اٹھانے چاہیے تاکہ زمیندار کو آگاہی بھی حاصل ہو اور فصل بھی زیادہ پیدا ہو۔ اب تک ہمارے زرعی اداروں اور یونیورسٹیز نے کوئی ایسا کام نہیں کیا ہے جس سے ملک کے زرعی پیداوار میں اضافہ ہو گیا ہو۔آج ملک بھر کے زمینداروں کا

یہی گلہ ہے کہ حکومت ہماری طرف توجہ نہیں دے رہی ہے۔ ملک میں زرعی پیداوار کی کمی سے پاکستان مزید دلدل میں پھنس سکتا ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ملک کو بنجر ہونے سے بچایا جائے۔زمیندار کا یہ بھی شگوہ ہے کہ اس اہم مسئلے پر میڈیا بھی خاموش ہے۔

نئی فلم پرانی کہانی

وقت بھی وہی ہے ہم بھی وہی ہے ۔ بس بعض کردار تبدیل ہوئے ہیں ۔ باقی کہانی وہی پرانی ہے۔ سکرپٹ اور ڈائیلاک بھی تقریباًوہی ہے لیکن فلم کے ہیرو اور ولن تبدیل ہوئے ہیں، بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب خبریں ،پروگرام، تجزے اور تبصرے دوبارہ نشر ہورہے ہیں۔ حکومتی بیانات اور اداروں کی پالیسی سمیت بیوروکریسی کی کرپشن اور ہٹ دھرمی بھی وہی ہے۔ دس سال پہلے جب پاکستان میں زلزلہ آیا تھا تو اس کو پاکستان کی تاریخ میں سب سے تباہ کن قدرتی آفت کہا جاتا رہا جس میں تقریباً 90ہزار لوگ لقمہ اجل بنے اور لاکھ سے زیادہ زخمی، بہت سے عمر بھر کیلئے آپاہج۔ شہر کے شہر مٹ گئے تھے جو گھر تباہ ہوئے تھے 8اکتوبر2005کے زلزلے میں، ان میں آج تک امداد نہ ملنے کی وجہ سے بہت سے مکان دوبارہ تعمیر نہ ہوسکے۔ یہ صرف راولاکوٹ، مظفرآباد اور کشمیر کے دوردارز علاقوں کی بات نہیں بلکہ اسلام آباد کے مارگلہ ٹاورز کی تباہ کاری اور متاثرین کی امداد آج تک نہیں ہوئی ,لواحقین آج بھی عدالتوں اور اداروں کے چکر لگارہے ہیں۔ بہت سے اسکول اور ہسپتال جو دس سال پہلے زلزلے میں تباہ ہوئے تھے آج تک ان اسکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کی تعمیر مکمل نہ ہو سکی ۔ کھربوں کے فنڈز آئیں کہاں خرچ ہوئے کہاں گئے، مال کس کس ادارے اور کن کن لوگوں میں تقسیم ہوا کوئی

حساب کتاب نہیں ۔ اس وقت انصاف کی کرسی پر پرویز مشرف بیٹھے تھے جبکہ آج میاں نواز شریف کی حکومت ہے۔ اس وقت اپوزیشن کے طور پر نون لیگ موجود تھی آج پیپلز پارٹی نے یہ منصب سنبھالا ہوا ہے۔ دس سال پہلے یہ کہا جارہا تھا کہ پاکستان میں اس قسم کا یہ پہلا زلزلہ آیا ہے لہٰذا حکومت کے پاس متاثرین کو آبادی کاری کا کوئی سسٹم موجود نہیں ۔ اس کے بعد وفاقی اور صوبائی سطح پر ڈاسٹر مینجمنٹ کے ادارے بنے جن کا کام متاثرہ علاقوں کی بحالی تھا ۔ اس ادارے کی بہتر کارکردگی کا ثبوت اس اور کیا ہوسکتا ہے کہ کھربوں روپے کے فنڈز ختم ہوئے ، خوب کرپشن ہوئی آج ہر مہینے کروڑں کی تنخواہیں لی جارہی ہے لیکن متاثرہ مکانوں ہسپتالوں اور اسکولوں کی دوبارہ تعمیر آج تک نہیں ہوئی۔ جو ہسپتال اور اسکول بیرونی ممالک نے خود بنائے ہیں صرف وہی قائم ہوئے۔ باقی سب ویسے کا ویسا ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں ۔ جو بیانات اس وقت کے وزراء اور حکومتی ارکین اور اہلکار دے رہے تھے ،اسی طرح بیانات تبصرے اور تجزیے آج بھی سننے کو مل رہے ہیں۔

بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ یہ بھی ٹھیک ہے یا دل کو تسلی کے لیے کافی ہے کہ ہم سب کچھ اللہ تعالٰی کی رضا پر چھوڑ دیتے ہیں۔ مختلف بیانات سامنے آجاتے ہیں کوئی اس کو اللہ کی نافرنی کا عذاب قرار دیتا ہے تو کوئی اس آفت کو گناہوں کی کثرت اور اللہ تعالٰی کی طرف سے ہمیں عذاب کے طور پر سزا اور قیامت

کی نشانیوں سے تعبیر کرتے ہیں۔ویسے دنیا میں جہاں پر زلزلے آتے ہیں تو یہ سزا اور نافرمانی صرف ان لوگوں کی ہے، باقی جو امریکا، برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں ہوتا ہے وہ سب ٹھیک ہوتا ہے۔ یورپ کے بعض ممالک میں تو گناہ کو گناہ نہیں سمجھ جاتا، مرد اور زن ایک ہی کشتی کے مسافر ہوتے ہیں۔ نائٹ کلبوں اور سمندر کی بیچوں پر کیا کچھ نہیں ہوتا۔ وہاں یہ زلزلے کیوں نہیں آتے۔ ہر دفعہ ان پہاڑوں کے رہنے والوں کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ ویسے اگر یہ عذاب ہماری گناہوں کی وجہ سے ہیں تو پھر یہ عذاب کراچی، لاہور، اور سلام آباد پر کیوں نہیں آتا جہاں گناہ تو معمولی بات ہے، انسانوں کی خرید وفروخت ہوتی ہے۔ لوٹ مار کی جاتی ہے، ظلم کا بازار گرم ہوتا ہے۔ہر دفعہ غریبوں کی بستیاں کیوں لوٹ جاتی ہے۔عمر بھر کی جمع پونجی سیکنڈوں میں ختم ہوجاتی ہے۔کیا یہ لوگ بہت گناہگار ہے؟ جن کے معصوم اور بے گناہ بچے مٹی تلے تب جاتے ہیں۔ ڈرانے اور دھمکانے کے لیے یہ سب کچھ اچھا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ یہ قدرتی آفت ہے اس کی سائنسی بنیادوں پر بہت سی وجوہات ہوتی ہے۔26 اکتوبر 2015 کی زلزلے کی حقیقت یہ ہے کہ اس میں جانی اور مالی نقصان تو پہلے کے مقابلے میں بہت کم ہوا ہے۔ میڈیا کو نیا موضوع ملا گیا۔ نیوز چینلز نے اہمیت بڑھانے کے لیے زیادہ شور مچایا۔ مقابلے میں ہر ایک دوسرے سے آگے ہونے کی قسمیں کھا رہا ہے۔ ہر کوئی اپنی بقا کی جنگ میں لگا ہے۔کچھ دن یہ کہانیاں رپورٹس، تبصرے اور تجزیے ہوں گے اس کے بعد پھر وہی سیاست شروع

ہو جائے گی۔ میڈیا بھی بھول جائے گا۔ ہماری حکومتوں نے تو قسمیں کھائی ہے کہ ہم نے اپنے ہسپتال، اسکول اور کالجز ٹھیک نہیں کرنے۔ سہولیات اور بیڈز بڑے ہسپتالوں میں موجود نہیں تو ضلع اور تحصیل کی ہسپتالوں کی کیا بات کریں گے؟ وفاقی حکومت میٹرو بسیں اور میٹرو ٹرینے شروع کرنے کی لگن میں ہے جبکہ خیبر پختونخوا کی حکومت جس کی سربراہی تحریک انصاف کر رہی ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار کی وجہ سے پیسے خرچ ہی نہیں کرتی ہر سال ان کا بجٹ لیپس ہو جاتا ہے۔ ماضی کو چھوڑے دو سال گزرنے کے باوجود ہسپتالوں میں مریضوں کے علاج معالجے کا بندوبست موجود نہیں، بہت سے ہسپتالوں میں ایکسرے اور ٹیسٹ مشین خراب پڑی ہے۔ ڈاکٹروں کی کمی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اس زلزلے کو بھی دس سال گزر جائیں گے اور دس سال بعد ہم پھر یہی رونا روتے رہیں گے کہ زلزلے میں متاثرہ خاندان تاحال حکومتی امداد کے منتظر ہے۔ کیوں کہ انسان قدرتی آفت کے سامنے بے بس ہے۔ ہسپتالوں میں جگہ اور ڈاکٹر نا ہونے کی وجہ سے لاشیں اور زخمی ایسے ہی زمین پر پڑی رہے گی۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تحریک انصاف ماضی کی روایت کو توڑتی ہے یا اس کو برقرار رکھتی ہے۔۔ متاثرہ لوگوں کی ایمرجنسی بنیادوں پر کام ہونا چاہیے جن لوگوں کے گھربار تباہ ہوئے ہیں۔ مقامی حکومتوں کی مدد سے ان سب کا سروے کرکے نقصانات کا ازالہ کرنا چاہیے۔ جن کے مکانات اور مال مویشی زلزلے کی نذر ہوئے ہیں۔ ان سب کا ازالہ حقیقی معنوں میں ہونا چاہیے تاکہ یہ لوگ دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائے۔ غریب آدمی پوری

زندگی میں ایک ہی بار مکان بناتا ہے وہ بھی اگر قدرتی آفت کی نظر ہو جاتا ہے تو وہ ساری عمر اس کا ازالہ نہیں کر سکتا۔ تحریک انصاف کی حکومت پر یہ ذمہ داری عائد ہو گئی ہے کہ وہ سب متاثرین کی بلا تفریق مدد کریں۔ لمحہ فکریہ تو یہ بھی ہے کہ منتخب ناظمین کو اب تک کوئی اختیارات نہیں دیے گئے ہیں۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بھی گزشتہ روز شانگلہ کے دورے کے موقعے پر فرمایا کہ امدادی پیکج کے تحت متاثرین پہلے سے بہتر گھر تعمیر کر سکیں گے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ صوبائی اور وفاقی حکومت اس فلم کی کہانی کو بدل دیتے ہیں یا نہیں۔

عمران خان کی غلطی۔پہلا حصہ

غلطی کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔انسان ہمیشہ غلطیاں کرتا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا۔اصل بات یہ ہے کہ غلطی پر ڈٹ جانے سے نقصان ہوتا ہے اور اصل غلطی یہی ہوتی ہے کہ انسان اپنی غلطی مانتا نہیں۔غلطیوں سے سیکھنا اور آگے بڑھنا چاہیے ۔بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ عمران خان کو سیاست میں نہیں آنا چاہیے تھا وہ عبدالستار ایدھی کی طرح فلاحی کام کرتا جس طرح انہوں نے کینسر ہسپتال اپنی والدہ کے نام پر بنایا، جس طرح انہوں نے نمل یونیورسٹی بنائی ،اسی طرح وہ دوسرے فلاحی کام کرتے رہتے تو ان کے لیے اچھا ہوتا۔عمران سیاست میں فٹ نہیں ہے۔وہ سیدھا سادہ انسان ہے جو ان کے دل میں ہوتا ہے وہی زبان پر ہوتا ہے۔جھوٹ منافقت ان کو نہیں آتی ۔پاکستان کی سیاست تو جھوٹ اور فریب سے بھری پڑی ہے۔اس میں ایسا آدمی نہیں چل سکتا جس طرح عمران خان ہے۔جو سیدھی بات کرتا ہے۔اب ان لوگوں کو کون سمجھائے کہ پہلے تو یہ فلسفہ ہی غلط ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک مانگ کر فلاحی ادارے بناتے رہتے ۔آخر کار وہ کتنی ادارے بناتا اور چلاتا۔ہمارے پورے ملک کا نظام خراب ہوچکا ہے اس کو کس نے ٹھیک کرنا ہے ۔عبدالستار ایدھی کی شخصیت دوسری ہے۔وہ نہ اتنا پڑھا لکھ ہے کہ وہ ملک کی سیاست میں آجاتے اور ملک کو تبدیل کرتے ۔عمران خان ایک وژنری آدمی ہے۔

ترقی یافتہ ممالک میں ایسے ہی لوگ سیاست میں حصہ لیتے ہیں اور تبدیلی لاتے ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب عمران خان شوکت خانم ہسپتال بنا رہے تھے تو دس میں سے نو ڈاکٹرز نے کہا کہ یہ ہسپتال پاکستان میں نہیں بن سکتا، اس پر بہت زیادہ رقم خرچ ہونی ہے جو صرف حکومت برداشت کر سکتی ہے، پھر جب وہ سیاست میں آئے سب نے کہا کہ وہ کبھی بھی سیاست میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ 1997 میں ان کو میاں نواز شریف نے آفر کی تھی کہ وہ ان سے اتحاد کریں تو کچھ سیٹیں ان کو وہ پنجاب میں وہ دے سکتے ہیں ۔ عمران خان نے جواب دیا کہ نہیں میں تو آپ اور بے نظیر بھٹو کے خلاف سیاست میں آیا ہوں۔ میں نے آپ کا مقابلہ کرنا ہے۔ ملک میں روایاتی سیاست کو ختم کرنا ہے۔ اب بھی اور اس وقت بھی بہت سے لوگ عمران خان کے اس فلسفے کو غلط قرار کہتے تھے کہ واقعی عمران خان سیاست دان نہیں اگر عمران خان سیاست دان ہوتے تو میاں صاحب کی بات مان لیتے جب الیکشن ہوا نتیجہ آیا تو تحریک انصاف نے کوئی سیٹ نہیں جاتی ، سب نے ان کو قصوروار ٹھہرایا تو انہوں نے ایک ہی جواب دیا کہ میرے ووٹر کی عمر ابھی چھوٹی ہے ۔اس کے بعد بہت سے ساتھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے ۔ان کی دوسری غلطی یہ ہے کہ 2003 میں پرویز مشرف کو جوائن کرنے کے بجائے آزاد حیثیت میں اپنی پارٹی کا الیکشن لڑا جس میں بھی ان کو کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ بجائے یہ کہ مشرف کا ساتھ دیتے اور ملک کے وزیراعظم ہوتے۔ مشرف کی پالیسیوں کے خلاف احتجاج شروع کیا۔

2008 الیکشن میں چھ سات پارٹیوں نے متفق فیصلہ کیا کہ مشرف کے ہوتے ہوئے صاف اور شفاف الیکشن نہیں ہو سکتے جس میں جماعت اسلامی، محمود خان اچکزئی کی نیشنل پارٹی ،نون لیگ اور تحریکِ انصاف سمیت سب اس فیصلے پر متفق ہوئے کہ وہ الیکشن میں حصہ نہیں لیں گے ۔ میاں نواز شریف کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ وہ بے نظیر بھٹو کو الیکشن بائیکاٹ پر راضی کریں جس پر محترمہ بے نظیر نے میاں سب کو الیکشن لڑنے پر راضی کیا جس پر دوسری سیاسی جماعتیں میاں صاحب سے ناراض ہوئی اور اپنے فیصلے پر قائم رہنے کا فیصلہ کیا جبکہ نون لیگ نے الیکشن میں حصہ لیا۔اسی طرح ان پارٹیوں میں پی ٹی آئی بھی پانچ سال اسمبلیوں سے باہر رہی ۔اس کو بھی عمران خان کی غلطی کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے وعدوں کو میاں صاحب کی طرح سائٹ پر کرتے اور الیکشن میں بھرپور حصہ لیتے لیکن انہوں نے وعدہ نبھایا اور دوسری پارٹیوں کے ساتھ الیکشن بائیکاٹ میں رہیں۔اس دوران انہوں نے اپنی کوشش جاری رکھی اور چار سال پہلے انہوں نے 30 اکتوبر 2011 کو لاہور میں بڑا جلسہ کیا جس پر ان کی پارٹی کو مین سڑیم پوزیشن مل گئی اور تحریکِ انصاف کو بڑی قوت کے طور پر تسلیم کیا گیا جس پر ان کے خلاف الزامات بھی لگے کہ بعض قوتیں عمران خان کو سپورٹ کرتی ہے۔ میں نے عمران خان کے تیس اکتوبر کے جلسے سے دو دن پہلے ایک کالم لکھا تھا جس کا عنوان تھا ''عمران خان کی جیت'' جواب بھی ریکارڈ پر ہے جس میں میں نے

عمران خان کے مستقبل کی کامیابی کے بارے میں لکھا تھا کہ عمران خان کامیاب ہوگا لیکن ---

2009 میں میں نے خیبر پختونخوا کے اس وقت تحریک انصاف کے سیکرٹری جنرل اور آج کے صوبائی وزیر شاہ فرمان کا انٹرویو کیا تھا جس میں ان کو بتایا تھا کہ 2013 میں اگر ملک میں نہیں تو کم از کم پختونخوا میں پی ٹی آئی کی حکومت بنے گی۔ بہر کیف قصہ مختصر 2013 الیکشن میں دھاندلی کے باوجود ووٹوں کے حساب سے پی ٹی آئی دوسری بڑی سیاسی جماعت بن گئی ۔ وہ لوگ جو عمران خان کو سیاست دان ماننے کے لیے تیار نہیں تھے اور بہت سے لوگ آج بھی ان کو سیاست دان نہیں مانتے ۔ ان کی پارٹی ملک کی دوسری بڑی پارٹی بن گئی اور اگر اللہ تعالی نے چاہا تو آنے والے الیکشن میں جیت ان کی پارٹی کی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ عمران خان کے مخالفین ان کو سیاستدان تو نہیں مانتے لیکن چوبیس گھنٹے میں بیس گھنٹے عمران خان اور ان کی پارٹی کو ڈسکس کیا جاتا ہے۔ انتخابات میں دھاندلی کا رونا ہر جماعت نے رویا۔ عمران خان نے ہسپتال کے بستر سے چار حلقوں میں تحقیقات کاحکومت سے مطالبہ کیا کہ ان حلقوں میں دھاندلی کی تحقیقات کریں تاکہ آئندہ الیکشن صاف اور شفاف ہوجائے ۔ اسمبلی فلور پر پہلا مطالبہ یہی کیا کہ چار حلقوں کو کھلا جائے جب بات نہ بنی تو احتجاجی جلسے کیے حکومت پھر بھی چار حلقوں میں تحقیقارت کے لیے تیار نہ ہوئی تو اسلام

آباد میں تاریخی دھرنا دیا۔ اس دھرنے کو بھی عمران خان کے مخالفین نے بعض قوتوں کی کارستانی قرار دیا۔ بعد میں تحقیقاتی کمیشن کی رپورٹ نے یہ ثابت کیا کہ دھاندلی ہوئی ہے لیکن منظم دھاندلی نہیں ہوئی ہے جبکہ چار میں سے تین حلقوں میں دھاندلی کی وجہ سے الیکشن ٹربیونلز نے دوبارہ انتخابات کا حکم دیا۔ یہ سب کچھ اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ عمران خان کی اصل غلطی تو کچھ اور ہے جس پر میں کل کے کالم میں بات کروں گا کہ انہوں نے ریحام خان سے شادی کرکے کتنی بڑی غلطی کی تھی اور آخرکار نتیجہ طلاق پر ختم ہوا۔

تیسری عالمی جنگ

کیا تیسری عالمی جنگ کا آغاز ہوگیا ہے؟ کیا فرانس کے پوپ کا بیان درست ہے کہ یہ حملے تیسری عالمی جنگ کا حصہ ہے؟ دنیا بھر میں خوشبوؤں کے شہر سے جاننے والے شہر پیرس پر وحشیانہ حملوں نے ایک دفعہ عالمی دہشتگردی کو ہوا دی۔ گزشتہ روز فرانس کے شہر پیرس میں ہونے والے حملوں میں 150 سے زائد افراد ہلاک جبکہ 300 سے زائد افراد زخمی ہوئے جس میں کئی افراد کی حالت نازک بتائی جارہی ہے۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق حملہ آوروں نے چھ مقامات پر ہونے والے حملے تین ٹیموں نے مربوط انداز میں کیے۔ سب سے زیادہ ہلاکتیں بٹاکلان تھیٹر میں ہوئیں جہاں 80 افراد مارے گئے جبکہ اس کے علاوہ فٹبال سٹیڈیم اور متعدد ریستورانوں میں بھی درجنوں لوگ ہلاک ہوئے۔ ان حملوں کی ذمہ داری خود کو دولتِ اسلامیہ کہلانے والی شدت پسند تنظیم داعش نے قبول کی ہے جبکہ فرانسیسی صدر نے کہا ہے کہ یہ ایک جنگی اقدام ہے اور فرانس کا جواب بے رحمانہ ہوگا۔

ہفتے کے روز ایک پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے فرانسیسی پراسیکیوٹر فرانسوا مولنز کا کہنا تھا کہ حملوں میں تین ٹیمیں ملوث تھیں جنھوں نے مربوط انداز میں یہ وحشیانہ کارروائی کی۔ ان کا کہنا تھا کہ تحقیقات ابھی

ابتدائی مراحل میں ہیں اور ہمیں یہ پتہ چلانا ہوگا کہ دہشت گرد کہاں سے آئے اور کہاں سے انھیں مالی مدد ملی۔انھوں نے یہ بھی بتایا کہ حملہ آور خودکار کلاشنکوفوں اور خودکش بیلٹوں سے مسلح تھے اور انھوں نے کارروائی کے لیے دو سیاہ گاڑی استعمال کیں۔خیال رہے کہ کارروائی کے دوران سات حملہ آور بھی ہلاک ہوئے جن میں سے فرانسیسی حکام نے اب تک ایک کی شناخت کر لی ہے۔اس حملہ آور کے بارے میں فرانسوا مولنز نے بتایا کہ بٹاکلان تھیٹر پر حملہ کرنے والوں میں سے ایک 30 سالہ شخص کا تعلق پیرس کے نواحی علاقے کورکورونس سے تھا۔ایک حملہ آور کا تعلق شام سے بتایا جاتا ہے۔

فرانس پر ان حملوں سے پیدا ہونے والے صورت حال آنے والے دنوں میں کیسے ہوگی اب یہ کہنا قبل ازوقت ہوگا لیکن یقینی طور پر ان حملوں سے مسلمانوں کے خلاف ایک دفعہ پھر دہشت گردی کے نام پر جنگ کا آغاز ہوگا۔ مسلمانوں کے خلاف نفرت.بڑھے گی جبکہ کئی مسلمانوں کی زندگی تنگ ہوگی۔ ہمیشہ ایسے حملوں کے کئی مقاصد ہوتے ہیں ۔ایک طرف اگر داعش نے یہ حملے کیے ہیں تو اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ داعش اب ایک بہت بڑی تنظیم بن چکی ہے۔ جس نے ہائی سکیورٹی زون میں حملے کرکے ثابت کر دیا کہ اس تنظیم کو روکنا اب مشکل کام ہے۔ دوسرا ہمیشہ ایسے حملوں سے دنیاکے مختلف اقوام اور مذاہب میں فاصلے پیدا کرنا ہوتا ہے ۔اگر فرانسیسی حکومت نے ان حملوں کے بعد دہشت گردی کے

نام پر جنگ میں بے گناہوں کا قتل عام شروع کیا، خاص کر مسلمانوں کے خلاف پر تشدد واقعات اور نفرت انگیزی بڑھی تو اس سے دہشت گرد تو اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن ساتھ میں دنیا کا امن بھی ایک دفعہ پھر تباہی کے کنارے کھڑا ہو جائے گا۔ پیرس میں ہونے ان حملوں کو کسی بھی ملک یا حکومت نے صحیح نہیں کہا ہے بلکہ ان حملوں کو انسانیت پر حملہ قرار دیا ہے۔ بعض تجزیہ کاروں اور ماہرین ان حملے کو داعش کا ردعمل قرار دے رہے ہیں کہ فرانس شام کے مسئلے پر داعش کے خلاف ہے تو اس لئے یہ حملے کیے گئے ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ داعش نے کیسے اتنی آسانی سے یہ حملے کیے جس نے کئی سوالات پیدا کیے۔ دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ کیا دنیا میں اب القاعدہ اور طالبان کے نام پر ہونے والے دہشت گرد کارروئیاں اب داعش کر رہی ہے۔ داعش کس طرح بہت کم عرصے میں آگے آئی اور القاعدہ اور طالبان کی کہانی ختم ہوئی اور اب ہر جگہ داعش کا نام لیا جارہاہے۔ تیسرا فرانس کے پوپ نے ان حملوں کو تیسری عالمی جنگ کا حصہ کیوں قرار دیا۔ کیا دنیا ایک دفعہ پھر عالمی جنگ کی طرف بڑھ جائے گی جو پہلے دو جنگوں کے مقابلے میں انتہائی خطرناک ہوگی؟

اس نازک موڑ پر اسلامی ممالک خصوصاً او۔آئی۔سی کو اپنا کردار ادا کرنا چاہیے۔ جلد از جلد داعش سمیت مختلف دہشت گرد تنظیموں کا سد باب کے لیے اقدامات اٹھانے چاہیے اور دہشت گردی کے اس عالمی مسئلے کو عالمی حالات اور معاملات

کے مطابق حل کرنا چاہیے۔ مسلم حکمرانوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ دنیا بھر میں مسلمانوں اور خصوصاً یورپ اور امریکا میں رہنے والے مسلمانوں کی سکیورٹی کا بندوبست کریں۔ یورپ اور امریکا پر واضح کرنا چاہیے کہ ان دہشت گرد کارروائیوں سے اسلام اور مسلمانوں کا کوئی تعلق نہیں۔ ماضی کی تلخ حقیقتیں ہماری سامنے ہیں کہ جب بھی کسی یورپی ملک یا امریکا میں دہشت گردی کا کوئی واقع پیش آیا ہے تو وہاں رہنے والے مسلمانوں پر زمین تنگ کی جاتی ہے اور ان کے خلاف معتصبانہ کارروائی شروع کی جاتی ہے جس سے دنیا بھر کے مسلمانوں میں بے چینی پیدا ہوجاتی ہے۔اب وقت کا تقاضہ ہے کہ مسلمان بھی ایسی سرگرمیوں اور دہشت گرد تنظیموں سے دور رہے جس سے کسی بھی بے گناہ کا خون بہے۔ اسلام امن کا دین ہے۔ اسلام میں جبر کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہمیں یورپ اور امریکا میں بسنے والے مسلمانوں کی فکر کرنی چاہیے کہ جب ایسے واقعات رونما ہوجاتے ہیں تو ان کی زندگی کتنی تنگ ہو جاتی ہے اور اسلام کی بدنامی بھی شروع ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ دنیا بھر کے انسانوں کو تیسری عالمی جنگ سے محفوظ کریں اور ان دہشت گردوں کا خاتمہ کریں جنھوں نے پوری دنیا کی سکون کو برباد کیا ہے جو بے گناہوں کو مارتے ہیں۔ جنگوں کی تاریخ رہی ہے کہ ان میں زیادہ تر بے گناہ ٹارگٹ ہوتے ہیں جس طرح آج فرانس کے شہر پیرس میں ہوااور آئے روز عراق، افغانستان اور پاکستان میں ہوتا ہے۔

عمران خان کی غلطی۔آخری حصہ

عمران خان کی سیاسی غلطیاں تو کافی زیادہ ہے کہ جب سے انہوں نے پاکستان کی سیاست میں حصہ لیا ہے اور روایاتی سیاستدانوں کو چیلنج کیا ہے۔سارے لوگوں کی مائیں ، بہنیں، بھائی کیسنر سے مرتے ہیں لیکن عمران نے سوچا کہ میری ماں تو کینسر سے مر گئی لیکن دوسروں کی نہ مرے تو کینسر ہسپتال بنا دیا۔پاکستانی سیاست جو ایک گالی ، جھوٹ ، دھوکہ بازی اور امیر شہزادوں کا کھیل بن چکا تھا جس میں جن کے پاس جتنا زیادہ پیسہ ہو، کرپٹ ہو ، بد معاش ہو وہ سیاست کا اہل ہوتا تھا۔عمران خان کی غلطی دیکھیں کہ ان قوتوں کو چیلنج کیا جو عرصہ دراز سے ملک کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں جو سیاست صرف پیسے کے لیے کرتے ہیں۔ملک میں صحت کا نظام ہو یا تعلیمی اداروں کی بدحالی ، پولیس سسٹم ہو یا پٹواریوں کی من مانی ، الیکشن میں دھاندلی ہو یا کرپشن کا عروج۔یہ سب کچھ اس ملک میں چلتا رہا۔کسی کو یہ خیال نہیں آیا کہ ملک کے نظام کو ٹھیک کرنا ہے۔یہ لوٹ کھسوٹ کا بازار زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔میڈیا میں ہر صحافی لینکرپرسن اور سیاست دان ایک ہی سانس میں جہاں پر اپنی سیاست کی بات کرتے ہیں اور وہاں ملک میں خراب سسٹم کا رونا بھی روتے ہیں۔کل پنجاب اور سندھ کے صرف 20 اضلاع میں ہونے والے انتخابات ہمارے سامنے ہیں جہاں پر کیا کچھ نہیں ہوا۔یہ

ہمارے اداروں کی مضبوطی ہے۔ جمہوریت کا درس دینے والوں نے جمہوری عمل کو پروان چڑھانے کے لیے 20 لوگوں کو مار دیا جس میں اکثریت پی ٹی آئی کارکن کی تھی۔ عمران خان کی طرح یہ لوگ بھی ذمہ دار ہے کہ انہوں نے ملک کا نظام بدلنے کا آغاز کیا ہے۔ جو بہت سے لوگوں کو قبول نہیں۔

سسٹم کی خرابی کا رونا ہر ایک روتا ہے لیکن جو شخص آواز اٹھاتا ہے ہم اس کو پاگل اور سیاست کے لیے موزوں نہیں سمجھتے۔ حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بڑے لیڈروں میں اگر کسی نے سیاست پڑھی ہے اور ڈگری لی ہے تو وہ عمران خان ہے۔ اس کے علاوہ دنیا کے مختلف ممالک کے جمہوری سسٹم کو بھی وہ جانتا ہے کہ ترقی یافتہ ممالک میں کس طرح ادارے چلتے ہیں۔ کیسی جمہوریت ہوتی ہے اور کیسے کام ہوتا ہے۔ عمران خان کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ بیک وقت کئی قوتوں سے لڑ رہا ہے۔ ملکی اداروں سے بھی ان کی نہیں بنتی اور امریکا اور برطانیہ کی قیادت بھی ان سے خفا۔ عمران خان نا ہی ملک کے میڈیا کو کنٹرول کر سکا اور نہ ہی عالمی میڈیا ان سے خوش ہے۔ عمران خان کی غلطیاں دیکھیں وہ یہ کہتا اور سوچتا ہے کہ پڑھے لکھے اور عام لوگوں کو سیاست میں آنا چاہیے۔ اگر سیاست میں اہل لوگ آگئے تو پھر یہ دس دس دفعہ اسمبلیوں میں بیٹھنے والے کہاں جائیں گے۔ جن کا آج تک ملک کے کسی بھی مسئلے کے حل میں کوئی حصہ نہیں۔ یہ دس دس دفعہ منتخب ہونے والے اور تین تین دفعہ باریاں لینے والوں نے اس

ملک کا کونسا مسئلہ حل کیا ہے یا کونسا ایسا ادارہ ہے جو بغیر رشوت اور اثرورسوخ سے دور ہو جو صرف میرٹ پر فیصلے کریں۔ اس کو بھی سائٹ پر رکھیں ۔ ان باپ دادا سے آنے والے ان سیاست دانوں نے عوام کو صاف پانی دیا۔ علاج دیا، تعلیم دی ۔آج دنیا میں پاکستان واحد ملک ہے جہاں پر دوائیوں میں بھی ملوٹ ہوتی ہے ان حکمرانوں نے کبھی روکنے کی کوشش نہیں کی کیوں کہ ان کو اپنا حصہ ملتا ہے۔

اب ہم آتے ہیں عمران خان کی شادی اور طلاق کے معاملے پر، بقول ہمارے میڈیا کی تبصروں کا عمران خان کو شادی ہی نہیں کرنی چاہیے تھی اگر وہ شادی نہ کرتے تو طلاق کی نوبت ہی نا آتی ۔ پھر اگر شادی کی تو کم از کم ہمارے ان بڑے صحافیوں اور اینکرز پرسن سے پوچھ کر کرتے یا ان کی مشوروں سے کرتے تو اچھا ہوتا۔ ہمارے ایک بڑے صحافی نے اپنے اس چینل کو بتایا جس کا یجنڈا عمران خان کو خراب کرنا ہے ۔ اپنے ادھے گھنٹے کی تنقید اور عمران خان کی ناکامیوں کے بعد فرماتے رہے کہ یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے تو لہذا میں اس پر زیادہ بات نہیں کرتا، پھر تنقید کرتے اور آخر میں یہی کہتے کہ یہ ان کا ذاتی مسئلہ ہے۔ یہ وہی صحافی ہے جن سے اگر سوڈن کا سوال کیا جائے تو وہ سوڈن ، مصر اور شام میں خانہ جنگی کا ذمہ دار عمران خان کو قرار دیتے ہیں ۔ عمران خان کی یہ بھی غلطی ہے کہ وہ اپنے سیاست اور ازدواجی زندگی کے فیصلے خود ہی کرتا ہے ۔ اگر وہ ہمارے ان صحافی دوستوں سے پوچھتے تو یہ نوبت ہی نہیں آتی

۔ دوسرا کام یہ کرتے کہ وہ دوسرے سیاست دانوں یعنی مسلم لیگوں ، نیشنل پارٹیوں ، پیپلز پارٹیوں اور مولویوں کی طرح چھپ کر تین چار شادیاں کرتے تو آج یہ نہ ہوتا چونکہ عمران خان کو پاکستانی سیاست نہیں آتی اسلئے وہ ایسا کرتے ہیں۔ دوسری غلطی خان صاحب نے یہ کی کہ ہمارے ان صحافیوں کو ولیمے میں نہیں بھلایا۔ انہوں نے اپنا ولیمہ مدرسے اور یتیم خانے کے بچوں کو دیا جو بھی پاکستان کی تاریخ میں نہیں ہوا، تیسری غلطی یہ کی کہ تحائف اپنے لیے نہیں شوکت خانم فنڈز کو دیے جانے کا اعلان کیا ورنہ کروڑں روپے صرف ایک ہفتے میں جمع ہوتے۔ ایسے بیوقوف آدمی کے ساتھ کوئی کیسے رہ سکتا ہے جس نے آخری شاپنگ بیس سال پہلے کی ہو۔ جو چاہتا ہے کہ ملک سے اسٹیٹس کو کا نظام ختم ہوجائے۔ خاندانی سیاست کا خاتمہ ہوجائیں اور عام آدمی کے مسائل حل ہو جائے۔

خان صاحب آپ کی یہ غلطیاں ہے جس کو آپ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ بقول ہمارے ایڈیٹر کفایت خان صاحب کے کہ اب آپ بھی کرپشن کا واویلا چھوڑدیں۔ اپنے لوگوں کو بھی کرپشن کرنے دیں اور خود بھی توڑ بہت مال کمائیں تو آپ کے دوست مزید بڑھ جائیں گے لیکن کیا ہوسکتا ہے آپ نے ملک کو ٹھیک کرنے کا اور تبدیلی لانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ آپ شادی خود کرتے ہیں بعد میں جب مسئلہ پیش آتا ہے تو اس کو اللہ کی راضا سمجھ بیٹھتے ہیں۔ آپ ہمارے دوسرے سیاست دانوں کی طرح ہوتے، کسی کو قتل کرتے کسی کو مارتے، چھپ چھاپ کہانی ختم کرتے تو یہ

نوبت ہی نہیں آتی ۔ اگر آپ جائیداد میں ادھا حصہ اپنے سابقہ بیوی جمائما سے لیتے جو غالبًا دس ارب بنتا تھا تو آج آپ بڑے سیاست دان ہوتے لیکن چونکہ آپ سیاستدان نہیں لہٰذا ایسے فیصلے آپ کر ہی نہیں سکتے جو سیاست دان کرتے ہیں یہی تو آپ کی غلطیاں ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آتا کہ ان سب غلطیوں کے باوجود آپ کے چاہنے والوں میں کمی کیوں نہیں آرہی ہے۔ آپ نے تحریک انصاف کے خواب کو حقیقت میں تبدیل کر دیا۔ ان سب غلطیوں کے باوجود آپ کے مخالفین بھی آپ کو ہی ڈسکس کرتے ہیں۔ اپنی پروگرام کی ریٹنگ بڑھانے کے لیے ہر چینل آپ کا انٹرویو چاہتا ہے باوجود یہ کہ آپ کو سیاست نہیں آتی اور آپ ہمیشہ غلطیاں کرتے ہیں۔ آپ کے چاہنے والوں کے خیال میں شاید یہی غلطیاں اصل میں آپ کی کامیابی ہے جس طرح وقت نے آپ کی ہر غلطی کو کامیابی میں تبدیل کیا ہے شاید آپ کی یہ غلطی بھی کامیابی کا سبب بنے جس کا آنے والے دنوں میں معلوم ہو جائے گا لیکن خان صاحب آپ کو اور آپ کے پارٹی کے نظریاتی لوگوں کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ آپ کی شادی کامیاب ہوئی یا ناکام ان کو صرف آپ کی یہ غلطی کھائے جارہی ہے کہ پارٹی اپنے منشور سے ہٹا رہی
ہے۔ کیا تحریک انصاف بھی اب روایاتی پارٹی بن چکی ہے کہ جو تحریک آپ نے شروع کی تھی ملک کے نوجوانوں نے اس پر لبیک کہا تھا وہ ختم ہو چکی ہے۔ کیا آپ اس غلطی کا مداوا کریں گے ؟ کیا پارٹی کو ہائی جیک کرنے والوں کے خلاف کارروائی ہوگی۔

ڈاکٹرز مافیا

یہ فلموں اور ڈراموں کی عرضی کہانی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ ہمارے ڈاکٹراب مافیا کا روپ دھار چکے ہیں۔ ان کے پاس اگر مردے کو لایا جائے تو یہ اپنے پیسوں کے لیے ان کو اپنے ہسپتال یا کلینک نماوارڈ میں چند گھنٹوں کے لیے داخل کرادیتے ہیں۔ ان کو لوٹنے کے بعد لواحقین کے حوالے کرتے ہیں۔ میں بذت خود توان ڈاکوؤں اور چوروں کو اچھا سمجھتا ہوں جو آپ کو روک کر آپ سے گاڑی، موبائل اور نقدی لے لیتے ہے۔ بندے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے مجھے لوٹ لیا۔ اب جاکر میں نے نئی چیزیں خریدنی ہے اور چند دنوں کے بعد انسان بھول جاتا ہے لیکن ہمارے اب اکثر ڈاکٹرز مافیاکاروپ دھار چکے ہیں جن کے لیے مریض کی تکلیف اور علاج اہم نہیں بلکہ ان کے سامنے وہ پیسوں کا مشین ہے جس کے ذریعے ان سے پیسے نکلے جاتے ہیں۔

ہمارے اکثر ڈاکٹرز کا میڈیسن کمپنیوں کے ساتھ ڈیل ہوئی ہوتی ہے جس میں ڈاکٹر ہر مریض کو وہی دوا تجویز کرتا ہے۔ یہ ڈیل صرف میڈیسن کمپنیوں کے ساتھ نہیں ہوئی ہے بلکہ یہ ڈیل تمام ڈیسٹ کرانے والوں کے ساتھ بھی ہوئی ہوتی ہے جس میں ڈاکٹرز کو اپنا حصہ شام کو ملتا ہے۔ ڈاکٹر اپنی کمیشن کی خاطر مریضوں کو کئی قسم کے ڈیسٹ لکھ دیتے ہیں۔ جن کے ساتھ ان کی ڈیل ہوئی ہوتی ہے اسی کے پاس ڈاکٹر کا کارندہ آپ کو لے جاتا ہے۔

بد قسمتی سے یہ لوٹ کھسوٹ کا بازار کسی ایک صوبے یا شہر میں جاری نہیں بلکہ یہ مسئلہ پورے ملک کا ہے جس میں ڈاکٹروں نے قصبوں کا روپ دھار ہے اور مریض ان کے سامنے جانور ہے لیکن اگر صرف خیبر پختونخوا کی بات کریں اور خاص کر پشاور شہر کی جس میں سرکاری ڈاکٹر مریضوں کا صرف پرائیویٹ پریکٹس میں معائنہ کرتے ہیں جبکہ ہسپتالوں میں اسپشلسٹ ڈاکٹر مریض نہیں دیکھتے وہ ان کے شان کے خلاف ہوتا ہے۔ پشاور میں کئی جگہوں صرف ڈاکٹروں کے لیے مخصوص ہے جس میں شام کے وقت دو تین گھنٹوں میں ایک اسپشلسٹ ڈاکٹر سو سے زیادہ مریضوں کا چیک اپ کرتے ہیں اور اٹھ سو، ہزار فیس لے کر بھی مریض کو چند منٹ دیتے ہیں ۔ میرا اپنا تجربہ کئی دفعہ یہ ہوا ہے کہ مریض علاج کے لیے ڈاکٹر کے پاس نہیں بلکہ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ تھانے میں ایس ایچ او کے سامنے 302 کا مجرم کھڑا ہے۔ ڈاکٹر مریضوں کو اپنی کمیشن کی خاطر دس سے پندرہ قسم کی دوائیاں لکھ دیتے ہے جبکہ دوائیوں کی پرچی میں زیادہ تر بیں نمبر دوائیاں لکھی ہوتی ہے۔ پشاور کے مشہور ڈاکٹر بازار ڈبگری گارڈن سمیت ہر جگہ میں لوٹ کھسوٹ کا یہ بازار ہر وقت کھولا ہوتا ہے ۔ اکثر خواتین اور لوگوں کو پیسوں کی خاطر ذبح یعنی آپریشن کراتے ہیں۔ سرکاری ہسپتالوں میں علاج معالجے کی سہولت نہ ہونے کی وجہ سے لوگ مجبوراً ان قصائیوں کے پاس جاتے ہیں اور یہ قصائی جیسے چاہے ان کو ذبح کرتے ہیں۔

تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے کہا ہے کہ اب ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے ہم نے سرکاری ہسپتالوں کو ٹھیک کرنا ہے۔اور ڈاکٹرز مافیار کے خلاف اقدامات اٹھانے ہیں جو دوسال سے عدالتوں سے اسٹے آرڈر لیے ہوئے ہیں۔ عوام نے ہمیں ووٹ دیا ہے ہم نے ہسپتالوں کا نظام ٹھیک کرنا ہے۔ عمران خان کا ہسپتالوں اور علاج کے حوالے سے خصوصی دلچسپی ہے۔ان کی سوچ یہ ہے کہ سرکاری ہسپتالوں میں علاج مکمل فری ہو ۔اسپشلسٹ ڈاکٹرز چوبیس گھنٹے ہسپتال میں موجود ہو اور عوام کی علاج عبادت سمجھ کر کیا جائے۔ ڈاکٹروں کو موجودہ تنخواہوں سے زیادہ دی جائے گی۔دوسرے سہولیت بھی تمام میڈیکل اسٹاف کو ملے گی لیکن ڈیوٹی وہ اپنی پوری طرح ہسپتالوں میں کیا کریں گے۔ اس طرح نہیں ہوگا کہ ڈاکٹر اپنی اٹھ گھنٹے ڈیوٹی میں دو گھنٹے سے بھی کم ہسپتال کو دیں وہ بھی اپنی پرائیویٹ مریضوں کے لیے مختص ہو۔ عمران خان کی سوچ ہے کہ ہم خیبر پختونخواکے تمام سرکاری ہسپتالوں کو شوکت خانم جیسے بنائیں جس میں امیر غریب کا فرق ختم ہو جس میں علاج معالجے کی تمام سہولتیں مریض کو فری ملے لیکن بد قسمتی سے ہمارے عدالتی نظام اور کرپٹ سسٹم کی وجہ سے وہ اپنے ان خواہشوں کو عملی جامہ پہنانے میں مشکلات کا شکار ہے۔اپوزیشن جماعتیں بھی اس عمل میں عمران خان کا ساتھ نہیں دے رہی ہے جبکہ ڈاکٹرمافیار کے بعض گروپ بھی رکاوٹیں ڈالا رہے ہیں۔ جس میں سب کے مفادات شامل ہے۔ ڈاکٹرز ہڑ

تال شروع کر دیتے ہیں جس کا نقصان عوام کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ جو بھی ڈاکٹرز ڈیوٹی کے دوران ہڑتال پر جاتے ہیں ان کو ڈس مس کریں تاکہ عوام کو علاج میں مشکلات درپیش نہ آئیں۔

ایک اندازے کے مطابق بیس نمبر دوایوں کی خرید وفروخت صرف خیبر پختونخوا میں اربوں کی سیل صرف ایک مہینے میں ہوتی ہے۔ جس میں بہت سے مافیاز کو اپنا حصہ ملتا ہے۔ اب گزشتہ دنوں عمران خان نے جب یہ اعلان کیا اور بعض ڈاکٹروں کو مافیا کہا تو اس پر ڈاکٹر سراپا احتجاج ہوگئے کہ ہم تو مسیحا ہے ہم مافیا نہیں کاش ڈاکٹر پاکستان میں حقیقی معنوں میں عوام کے لیے مسیحا بنا جائے۔ عمران خان اور ہر پاکستانی کی جس طرح خواہش ہے اور جو صرف چند فیصلوں سے ممکن ہے کہ سرکاری ہسپتالوں کا نظام ٹھیک ہو جائے تو یہ عمران خان کی خیبر پختونخوا کے لیے اعظیم کارنامہ ہوگا اور میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ آئندہ کوئی بھی پارٹی تحریک انصاف کو شکست نہیں دے سکتی بشرط یہ کہ خود تحریک انصاف میں بعض ڈاکٹرز مافیا اور سیاسی مافیا عمران خان کی راہ میں رکاوٹ نہ ڈالے۔ عمران خان آپ پختونخوا میں اور کچھ بھی نہ کریں صرف ہسپتالوں کے نظام کو بہتر کریں تو عمر بھر غریبوں کی دعاؤں سے آپ کامیاب ہوں گے اور اس عمل اور کوشش میں پورے صوبے کے غریب اور متوسط طبقہ آپ کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا ہوگا۔ عمران اپ ہی نے ان مافیاز کو شکست دینی ہے۔

سسٹم کے خلاف آواز بلند کریں

گزشتہ روز کے کالم پر بعض دوستوں نے کہا کہ ڈاکٹرز تو مافیاز ہوتے لیکن جو دوسرے مافیاز ہے جس میں حکومت خود ملوث ہوتی ہے اس کے بارے میں بھی بات کرنی چاہیے۔ ایک تنقید یہ آئی کہ میں زیادہ تر خیبر پختونخوا میں اداروں ، سسٹم کی خرابی یا حکومت پر تنقید کرتا ہوں۔ سندھ ،پنجاب اور بلوچستان میں کیا ادارے ٹھیک ہے وہاں پر ہسپتالوں ، جعلی ادویات اور ڈاکٹرز مافیاز موجود نہیں ۔ تمام قارئین سے صرف اتنا عرض ہے کہ وہاں ادارے ٹھیک کام نہیں کر رہی ہے یا ہسپتالوں اور جعلی ادویات اور ڈاکٹرز مافیا سرگرم نہیں بلکہ وہاں تو حالات نوریٹرن تک پہنچ چکے ہیں ، خیبر پختون میں تو پھر تھوڑی بہت بہتری ہے ۔ پنڈی اسلام آباد جیسے شہروں میں علاج معالجے یا ہسپتالوں کی پوزیشن پر بات کرنا بھی میں وقت کی ضائع سمجھتا ہوں۔ کیوں کہ یہاں حکومت کی ترجیحات میں نہیں کہ ہسپتالوں اسکولوں کو بہتر کیا جائے۔ یہاں پر روایتی پارٹیوں کی حکومت ہے جنہوں نے قسم کھائی ہے کہ ہم نے عوام کو بنیادی سہولت نہیں دینی ہے تو اس پر کیا بات کی جائے ۔ میں تبدیلی کے نام پر آنے والی حکومت کی خو بیوں اور حامیوں کا ذکر کرتا ہوں جن سے بہت بڑی تعداد میں عوام کی امیدیں وابستہ ہے۔ باقی پورے ملک میں انصاف

کا نظام ختم ہوتا جارہا ہے۔ادارے تباہ ہو چکے ہیں، ہر حکومت کے لیے اہم کام صرف پیسے بنانا ہے۔وہ پیسہ کرپشن سے بنے، کسی کو لوٹا جائے، کسی کے مکان، مارکیٹ یا فیکٹری کارخانے پر قبضہ کیا جائے، پیسہ حاصل کرنے کے لیے سرکاری زمین ملے یا کسی غریب کی، اس پر قبضہ کرکے بیچ دیا جائے جس میں مافیا کے ساتھ سرکاری آفسران برابر کے شریک ہوتے ہیں کوئی پوچھنے والا نہیں۔سچ تو یہ ہے کہ پیسوں کے لیے ہمارے یہ سیاست دان ، بیوروکریٹ اور سرکاری آفسران لوگوں کو قتل کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے جس کی کئی مثالیں ہمارے ہاں موجود ہے لیکن گزشتہ روز کے واقعے سے ثابت ہو گیا کہ ملک میں سیاسی حکومتیں ناکام ہو چکی ہے ان کو اس سے کوئی غرض نہیں کہ ملک تباہ ہو رہا ہے لوگ اس کو بیچ رہے ہیں۔20 سال پہلے کراچی شہر میں ایک بلڈر نے سرکاری زمین پر قبضہ کرکے مون گارڈن کے نام سے فلیٹ بنائے جس کا آج سرکار کو معلوم ہوا کہ بنے ہوئے فلیٹ مون گارڈن میں زیادہ تر زمین سرکار کی ہے جس میں عدالت نے حکم دیا کہ اس کو مکینوں سے خالی کرایا جائے، کراچی پولیس نے پہلی بار تیزی سے ایکشن لیا، دس ، پندرہ سال سے رہنے والے مکینون کو باہر کیا اور فلیٹ کو تالے لگائے گئے۔ یہ خبر میڈیا کو آئی میڈیا نے آواز بلند کی ، کیس سندھ ہائی کورٹ میں کیا جس پر سندھ ہائی کورٹ نے ڈسٹرکٹ کورٹ فیصلے کو کالعدم قرار دیدیا اور مون گارڈن بنانے والے بلڈر کو دس کروڑ روپے سرکاری خزانے میں جمع کرنے کا حکم دیا۔ مون بلڈر کے مالک اسلام آباد میں روپوش تھا۔ پولیس نے ان کو پکڑا

تو چند گھنٹوں بعد ان کو عدالت سے ضمانت پر رہا کیا گیا۔اس ایک ہفتے میں مون گارڈن کے مکینوں پر کیا گزری اس کو سن کر اور دیکھ کر اللہ کی پناہ، کہ ہمیں اس طرح کے مصیبتوں سے بچائیں۔اس سارے واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مافیاز کتنی طاقتور ہوچکی ہے جو اپنی دھوکہ دہی اور فریب سے لوگوں کی عمر بھر کی کمائی چند گھنٹوں میں چھین لیتی ہے۔ لیکن ان سے بھی بڑھ کر ہمارے کچھ آور مافیاز ملک بھر میں سر گرم ہے جو سفید کپڑوں میں لوگوں کو لوٹ رہے ہیں، قتل و غارت کر رہے ہیں ۔ان کو کوئی ڈر خوف نہیں۔ جب جرائم پولیس اور حکومت کی سرپرستی میں ہو تو کس سے شگوہ اور کس سے شکایت کریں۔

ایک ماں کی آہ! جج صاحب آپ نے بلایا ہے تو میں یہاں آئی ہوں ورنہ میں سپریم کورٹ کبھی نہ آتی۔ ملزمان بہت طاقتور ہے اور میں اکیلی عورت جس کا جوان بیٹا پہلے ہی قتل ہو چکا ہے۔ میری دو بیٹیاں ہے اور میرے پاس اتنے وسائل نہیں کہ میں اکیلے ان کا مقابلہ کر سکوں۔ میں اپنے بیٹے زین روف کا قتل اللہ تعالی کی رضا سمجھ کر بھول گئ ہوں۔ یہ تھااس عورت کا سپریم کورٹ آف پاکستان میں 16 نومبر کو بیان، جس کے بیٹے کو ایک سابق وزیر صدیق کانجو کے بیٹے نے چندہ ماہ پہلے قتل کر دیا تھااور وہ قاتل پچھلے مہینے گواہوں کے بیان بدلنے کی بدولت عدالت سے باعزت بری ہوگیا۔ اس سسٹم کے خلاف آواز بلند نہ کرنے والوں کی مائیں ایک نہ ایک دن ایسے ہی اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کو

اللہ کی رضا سمجھ کر بھول جایا کریں گی۔اب یہ ایک ماں کی فریاد نہیں بلکہ ہر روز ظلم و زیادتی کے شکار ہونے والے بہت سے ماؤں کی آواز ہے جو ہمیں سنائی نہیں دے رہی ہے۔مجھے تو بعض اوقات ایسا لگتا ہے کہ پاکستان میں قانون نام کی کوئی چیز نہیں، خاص کر سندھ اور پنجاب میں تو قانون وہ ہے جو پیپلز پارٹی اور ن لیگ چاہے۔ تقریباً 90 فی صد جرائم کے اوپر پردہ پوشی کی جاتی ہے اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ سندھ میں حکومت کے نیچے تمام جرائم ہوتے ہیں۔ پولیس جن کا کام جرائم کو روکنا ہوتا ہے جب وہ خود شریک جرم بن جائے تو پھر کیا شکایت ، کونسی ایف آئی آر۔سندھ کے آئی جی جمالی صاحب پر درجن مقامات بنے ہیں۔ سندھ ہائی کورٹ کے سامنے ان کے اہلکاروں نے میڈیا کے افراد کو تشدد کا نشانہ بنایا۔ کورٹ نے ان کو قصوروار ٹھہرایا، لیکن چونکہ پیپلز پارٹی کو وہ ایسے ہی کاموں کے لیے ان کی خدمات چاہیے تو وہ ڈٹ کر تمام جرائم کے باوجود آئی جی سندھ ہے جن کو خود جیل میں ہونا چاہیے وہ عوام کو انصاف دے گا؟ سندھ اور پنجاب میں بہت سے ایسے کیسز موجود ہے جس میں مجرموں کو تمام ثبوتوں کے باوجود بری کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا پر خبریں اور ویڈیو چلتی ہے۔ مائیں چیخ چیخ کر قاتلوں کو سزا دینے کی مطالبے کرتی ہے لیکن بعدازاں وہ لوگ باعزت طور پر اپنے اثرو رسوخ کی وجہ سے بری ہو جاتے ہیں۔ پنجاب اور سندھ میں بلدیاتی انتخابات کے دوران ظلم وزیادتی پر پوری کتاب لکھی جاسکتی ہے کہ مخالفین کو کیسے کیسے قتل و ظلم وزیادتی کا نشانہ

بنایا گیا جس کی مثال پہلے نہیں تھی۔ آخر کون اس ظالم سسٹم کے خلاف آواز بلند کریں گا
؟ جس میں انصاف صرف ظالم اور جرائم پیش طبقے کو ملتا ہے۔ باقی اللہ کی رضا پر زندگی
گزرتے ہیں۔

نیا مک مکاؤ

جو کام زرداری حکومت اپنے پانچ سال دور حکومت میں نہ کر سکی جس کی وجہ سے ان کی حکومت عدلیہ میں آئے روز پیش ہوتی رہی جس کی وجہ سے ان کے ایک وزیر اعظم ڈس مس ہوئے وہ کام میاں نواز شریف کے ساتھ ڈیل کے نتیجے میں بہت آسانی کے ساتھ ہوگیا۔ اب پوری قوم کو مبارک ہو۔ ملک میں انصاف کا نظام رائج ہوگیا۔ دیر سے صحیح لیکن آخر کار انصاف ہوگیا۔ اب ہم جیسے لوگوں کو گھر بیٹھنا چاہیے اور با قول قوم کے نئے لیڈر بلاول بھٹو زرداری کے معافی مانگنی چاہیے کہ میرے پاپا یعنی آصف علی زرداری پر خامخا کی کرپشن کے الزمات لگائے گئے، ان کو کرپٹ ترین آدمی کہہ کیا۔ 15 سال سے ان کے کیس عدالتوں میں رہے اور آج آخر کار حق وسچ کی فتح ہوگئی۔ قوم آصف زرداری سے معافی مانگے یا نہ مانگے میں تو ضرور ان سے معافی مانگتا ہوں کہ مجھے سمیت بہت سے لوگوں نے اس پارسا شخص کو کرپٹ کہا اور لکھا، ان کی حکومت کو کرپٹ ترین حکومت کہا، ہم یہ سمجھے تھے کہ شاید ان کی وجہ سے ان کی حکومت میں میرٹ سسٹم ختم ہوا اور کرپشن کو قانونی شکل مل گئی۔ جو شخص جتنا زیادہ پیسہ بنا سکتا وہ سب سے اچھا ہے۔ وہ اعلیٰ عہدے پر بیٹھا رہے۔ ہماری غلطی یہ بھی ہے کہ ہم نے زرداری حکومت پر الزام لگایا کہ انہوں نے نااہل لوگوں کو اعلیٰ عہدوں پر بیٹھایا، اداروں کو تباہ، ملک کی معیشت

کو ختم کیا اور وزارتوں کو تین تین دفعہ بیچا تاکہ ہر کوئی مال بنائیں۔ بیرونی ممالک میں اربوں روپے پاکستان سے منتقل کیے، ہر ملک میں ان کے بنک اکاونٹس موجود ہے جس میں اربوں روپے پڑے ہیں جس کے بارے میں کہا جارہا تھا کہ وہ انہوں نے کرپشن اور لوٹ مار سے بیرونی ملک منتقل کیے جس کی غیر قانون ثبوت خود فرانس اور دیگر ممالک نے دی تھی جس کی وجہ سے خود زرداری حکومت کے ایک وزیراعظم یوسف رضا گیلانی گھر چلے گئے تھے کہ انہوں نے سوئس حکام کو خط نہیں لکھا اور سپریم کورٹ کی حکم کی پاسداری نہیں کی تھی۔ یہ کیسز تو 1998 میں میاں نواز شریف نے انتقامی کارروائی کی وجہ سے بنائے تھے کہ وہ پیپلز پارٹی اور زرداری کو سبق سکھنا چاہتے تھے جس کا ازالہ اب انہوں نے خود ہی کیا اور اپنے معاہدے اور مک مکاؤ کی سیاست کی خاطر عدالت میں ثبوت ہی پیش نہیں کیے گئے تاکہ زرداری صاحب کو باعزت اور احترام سے بری کیا جائے اور آخر کار عدالت نے ثبوتوں کے عدم فراہمی پر بری کر دیا۔

اب قارئین یہ نہ پوچھے کہ یہ کیا ماجرہ ہوا کہ خود میاں نواز شریف اور شہباز شریف زرداری کی گزشتہ کرپشن کی داستانے سناتے تھے اور ان کی حکومت کو کرپٹ ترین حکومت قرار دیا، علی بابا چالیس چور کہا کرتے تھے۔ ملک کو لوٹنے والے زرداری صاحب کے بارے میں میاں صاحبان فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں نے ان سے لوٹ ہوا پیسہ واپس نہ لیا اور میں نے ان کو اور ان کرپشن کی

ٹیم کو لاہور اور کراچی کے سڑکوں پر نہ لٹکایا تو میرا نام شہباز شریف نہیں ، عوام میرا نام تبدیل کردیں ویسے اس کے بعد عوام نے ان کا نام تبدیل کر ہی دیا ہے ۔ میاں صاحب کی حکومت نے زرداری اینڈ کمپنی سے لوٹ ہوا پیسا تو نہیں نکلا اور ان کے خلاف نئے کیسز بھی نہیں بنائے بلکہ ماجرہ یہ ہوا کہ زرداری اور میاں صاحب کے درمیان نیا معاہدہ ہوا جس کی بنیاد پر مک مکاؤ کی سیاست کو فروغ دینے کے لیے ضروری ہے کہ یہ مقدمات ختم ہو اور دونوں پارٹیاں مل کر نئی پارٹی تحریک انصاف کا مقابلہ کرسکے تاکہ آئندہ بھی ان کی حکومت نہ بنے اگر ان کی حکومت بن گئی تو پھر معاملات ایسے نہیں رہیں گے ، ہمیں ملک میں بھی پناہ نہیں ملے گی اور احتساب کا عمل حقیقی معنوں میں شروع ہو جائے گا۔

گزشتہ روز اسلام آباد میں عمران خان نے درست کہا کہ سارے بڑے چور اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں ، ایک چور دوسرے چور کا احتساب کیسے کرسکتا ہے۔ اب میاں شریف کی حکومت نے ڈھائی سال میں اتنا قرض لیا، حکومت کی نا اہلی ، کرپشن ، مہنگائی اور بے روزگاری کی بڑھتی ہوئے شرح کی وجہ سے مشرف کی حکومت بہتر لگ رہی تھی کہ ان کی حکومت میں نظام اتنا خراب نہیں تھا جتنا میاں صاحب کی حکومت میں ہوگیا ہے۔ عالمی مارکیٹ میں تیل کی قیمتیں کم ہورہی ہے ۔ عالمی مارکیٹ ریٹ کے مطابق پاکستان میں تیل کی قیمت زیادہ سے زیادہ 40 روپے ہونی چاہیے لیکن

حکومت عوام کو لٹنے کی وجہ سے قیمت زیادہ اصول کرہی ہے۔ بہرحال یہ تو قانون قدرت ہے کہ جو قوم اپنی حالات خود تبدیل نہیں کرنا چاہتا اللہ تعالیٰ بھی اس قوم کی حالات تبدیل نہیں کرتا۔ اس سے بڑی بدقسمتی ہماری اور کیا ہوسکتی ہے کہ دو جماعتوں نے اپنی مک مکاؤ کی سیاست میں ملک کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ 18 سال سے عدالتوں میں زرداری کی منی لانڈرنگ اور سوئس بنکوں میں اربوں روپے کے کیس چل رہے تھے جس پر اربوں روپے خرچ ہوئے۔اب قوم کو بے وقوف بنانے کے لیے یہ کہا گیا کہ اصل دستاویزت موجود نہیں۔ عدالت کو اصل دستاویز مہیا نہیں کیے گئے جس پر ہماری محترم عدالت نے 18 سال سے چلنے والے کیس کو آصف زرداری کی حق میں فیصلہ دے دیا کہ وہ.بر حق ہے۔ زرداری کی پرانی کیسز تو اپنی جگہ ان پر آج جتنے کیسز بن سکتے ہیں جس طرح انہوں نے اس ملک کو لوٹا لیا جس کی وجہ سے وہ اور ان کے بہت ساتھی دبئی اور لندن بھاگ گئے ہیں جبکہ بہت سے اہم ساتھی رینجرز کے نرانغے میں ہے جس کو چھوڑنے کے لیے سندھ حکومت نے ہر غیر قانونی راستہ اختیار کیا ہوا ہے۔ آج یہی وجہ ہے کہ ملک میں انصاف نہ ہونے اور دہشت گردوں کو سپورٹ کرنے والے کے خلاف صحیح معنوں میں آپریشن میں عدم تعاون کی وجہ سے عسکری اور سندھ اور وفاقی حکومت کے درمیان دوریاں پیدا ہوگئی ہے۔ یہ بھی سوالات اٹھائے جارہے ہیں کہ جب کرپٹ لوگوں کو اس طرح باآسانی چھوڑا جاتا ہے تو پھر کیا ضرورت ہے احتساب کا یا ان لوگوں کے خلاف آپریشن کا۔اگر زرداری بے لکل صاف تھے انہوں نے کرپشن نہیں کی تھی تو

جنھوں نے الزام لگائے تھے جن کی وجہ سے عدالتوں کا وقت ضائع ہوا اور اربوں روپے وکیلوں کو ادا ہوئے ان کا حساب کوئی دیں گا۔ کیا ان لوگوں کے خلاف یعنی میاں صاحب اینڈ کمپنی کے خلاف کوئی کارروائی ہوگی ؟ جس کا ہمیں کم از کم ایک فی صد بھی تو قع نہیں، کیوں کہ کبھی بھی ایک چور دوسرے چور کا احتساب نہیں کر سکتا۔ خود میاں صاحب پر کئی کیسز موجود ہے جس کی وجہ سے دونوں پارٹیوں نے نیامک مکاؤ کر دیا ہے۔

تجربے نے جیتنا تھا

گزشتہ روز کے ٹو ٹی وی کے الیکشن ٹرانسمیشن کے خصوصی پروگرام میں ایک سوال کے جواب میں عرض کیا کہ الیکشن کمیشن کی جانبداری اور نون لیگ کی تجربہ کاری کے سامنے کون کیسے جیت سکتا ہے کہ جب اسلام آباد میں بلدیاتی انتخابات سے پہلے حلقوں کی تقسیم جولائی میں ہوئی تھی اس کے مطابق 38 حلقے اسلام آباد کیپٹل جبکہ 40 حلقے دیہی علاقوں کے ہوں گے۔ نون لیگ کے تجربہ کاروں نے اس کو بھی تبدیل کیا اور الیکشن سے پہلے ٹوٹل پچاس حلقے بنائے گئے جس میں 12 حلقے اسلام آباد کے شہری علاقے جس کو لوگ اسلام آباد کہتے ہیں جبکہ 38 حلقے یونین کونسلز دیہی علاقوں میں دیے گئے۔ ایک دوست نے پروگرام دیکھ کر فون کیا اور تفصیل پوچھی تو بتایا کہ جناب الیکشن کمیشن کی جانبداری اور نون لیگ کی تجربہ کاری کے سامنے پی ٹی آئی والے بچے ہیں۔ نون لیگ کے ایم این اے طارق فضل چوہدری کو انتخابات سے چند دن پہلے وزارت دی گئی جن کی سیٹ اور ووٹ بنک دیہی علاقوں میں ہے۔ اسلام آباد شہر میں تحریک انصاف کا ووٹ بنک ہے جس کو کم کرنے کے لیے نون لیگ نے یہ حربہ استعمال کیا کہ شہری علاقوں کی سیٹیں ہی کم کردی جائے جو اگر ساری بھی پی ٹی آئی جیت جائے تو اسلام آباد کا میئر نہ بنا سکیں۔ نون لیگ کی تجربہ کاری دیکھیں کہ شہری علاقوں کے یونین کونسلز کو 30 اور 35 ہزار ووٹوں میں

تقسیم کیا جبکہ دیہی علاقوں کو تین اور پانچ ہزار میں تقسیم کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ یونین کونسلز بنائے جاسکیں۔ یہ سب کچھ نون لیگ حکومت اور الیکشن کمیشن نے کیا۔اس کے باوجود اسلام آباد میں نون لیگ نے 20 اور پی ٹی آئی نے 16 چیئرمین منتخب کیے جبکہ 14 آزاد بھی کامیاب ہوئے۔

اس طرح دیکھا جائے تو بلدیاتی انتخابات کے تیسری اور آخری مرحلے میں جو کچھ پنجاب اور کراچی میں ہوا جو محدود پیانے پر ٹی وی چینلز نے دکھایا اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو بھی حکومت ہو گی اس کی مرضی جس طرح چاہے انتخابات میں دھاندلی یا ہیرا پھیری کریں۔پنجاب کے ایک یونین کونسل میں پریذائیڈنگ آفسر کو رنگے ہاتھوں پکڑا کیا جو نون لیگ کے امیدوار کو شیر پر مہر لگا رہے تھے جن کے قبضے سے ایک لاکھ ساٹھ ہزار روپے بھی برآمد ہوئے ۔ میڈیا رپورٹس کے مطابق اس آفسر نے اس وقت یہ رقم لی تھی۔ اسی طرح ایک اور پولنگ اسٹیشن میں نون کے کارکنوں نے پولیس ایس ایچ او کو مارا جوان کو شاید خوتین پولنگ اسٹیشن میں جانے کی اجازت نہیں دے رہے تھے۔ اس کے علاوہ بہت کچھ کیمرے کے آنکھ نے محفوظ کیا ہوا ہے۔کیمرے کے بغیر جو کچھ ہوا اس کی داستان الگ ہے۔ اسی طرح کراچی کے ایک پولنگ اسٹیشن میں پریذائیڈنگ آفسر پیپلز پارٹی کے لیے مہریں لگا رہا تھا جس کو رینجرز نے پکڑا۔بلدیاتی انتخابات کا تیسرا مرحلہ بھی اسی طرح دھاندلی، لڑائی جھگڑوں اور مار پیٹ

میں اختتام پذیر ہوا جس میں کئی لوگ جان سے گئے اور کئی افراد زخمی ہوئے۔ اس پورے پراسس پر چار ارب روپے خرچ ہوئے، دھاندلی، بدنظمیاں، مار پیٹ اور قتل وغارت کے باوجود الیکشن کمیشن کہہ رہا ہے کہ انتخابات پہلے سے اچھے ہوئے۔

دوسری جانب کراچی کے انتخابات میں ایک دفعہ پھر ایم کیو ایم جیت گئی۔ ایم کیو ایم نے ثابت کیا کہ ان کا ووٹ بنک کوئی نہیں لے سکتا۔ آج بھی ایم کیو ایم کراچی میں بڑی پارٹی ہے۔ اب ایم کیو ایم کو بھی چاہیے کہ وہ کراچی کا خیال کرتے ہوئے اپنے صفوں میں کرمنل عناصر کو ختم کریں اور رینجرز آپریشن میں تعاون کریں تاکہ دوسری سیاسی جماعتوں میں موجود جرائم پیشہ افراد پر بھی ہاتھ ڈالا جاسکیں۔ دوسری سیاسی جماعتوں کو ایم کیو ایم سے سیکھنا چاہیے کہ وہ کس طرح اپنے ووٹرز کو نکالتا ہے اور کامیابی حاصل کرتا ہے۔ کراچی کے پورے نظام میں ایم کیو ایم بہت مضبوط ہے۔ کوئی مانے یا نہ مانے ایم کیو ایم حکومت میں ہو یا نہ ہو۔ کراچی کے نظام اور اداروں میں ایم کیو ایم کا سکہ چلتا ہے۔ تحریک انصاف اگر کراچی، سندھ اور پنجاب میں جیتنا چاہتی ہے تو اپنی تنظیم کو مضبوط کرنا پڑے گا۔ تحریک انصاف جس سوچ سے آئی تھی اس سوچ کو آگے لانا پڑے گا۔ میرے خیال میں اب بھی تحریک انصاف کی پوزیشن بہت بہتر ہے۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا کہ بلدیاتی انتخابات میں حکمران جماعت ہی جیتی

ہے کیونکہ تمام وسائل ان کے پاس موجود ہوتے ہیں۔

میرے خیال میں چار ارب روپے اس بے مقصد ایکسرسائز پر خراب کرنے کی بجائے حکمران جماعت کو یہ موقع دینا چاہیے کہ وہ اپنے صوبے میں جس کو چاہے چیئرمین اور نائب چیئرمین منتخب کریں اور بلدیاتی نظام کو قائم کریں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ تمام ایکسر سائز میں حکمران جماعت ہی جیتی ہے وہ وسائل استعمال کرتے ہیں۔ دھاندلی کرتے ہیں اور آزاد کو مل کر میئر منتخب کر جاتے ہیں۔ اس کے بہت سے فوائد میں سے ایک دو یہ بھی ہے کہ کم از کم لوگ تو ایک دوسرے کو ماریں گے نہیں۔ دشمنیاں تو پیدا نہیں ہو گی۔ اربوں روپے تو ضائع نہیں ہوں اور سب سے بڑا کر حکمران جماعت کل یہ نہیں کہہ سکتی کہ ہمارے پاس موقع نہیں تھا کہ ہم عوام کا کام کرتے اور عوام کے مسائل ان کے دہلیز پر حل کرتے۔ اب اگر دیکھا جائے تو سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں کوئی اختیارات ان نمائندوں کے پاس نہیں۔ سپریم کورٹ کا حکم تھا جس کو خانہ پوری کے لیے عمل میں لایا گیا۔ اسی طرح خیبر پختونخوا میں بھی اعلانات تو کیے گئے کہ بلدیاتی نمائندوں کو 30 فیصد ترقیاتی فنڈز دیں گے۔ سکول اور ہسپتالوں کا نظام بھی بلدیاتی نمائندہ چیک کیا کریں گے لیکن اس کے باوجود اب تک عمل نہیں کیا گیا، جو فنڈز دیے گئے ہیں اس میں تقریباً70 فیصد ان بلدیاتی نمائندوں کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات پر خرچ ہوں گے اور باقی تیس فی صد عوام پر خرچ

کیے جائیں گے۔ تو اس صورت حال میں ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ بلدیاتی انتخابات یا نظام جمہوریت کی بنیاد ہے اس کے بغیر ترقی ممکن نہیں جب نمائندے بے اختیار ہو۔ فنڈز ان کو نہ دیے جائے۔ الیکشن میں میرٹ نہ ہو بلکہ تجربے سے دھاندلی کی کامیابی ہو تو اس سے بہتر ہے کہ حکمران جماعت ہی براہ راست ان لوگوں کو منتخب کریں اور بلدیاتی نظام کو قائم کریں۔

اسلام آباد کانفرس اور طالبان کی حقیقت

اسلام آباد میں ہارٹ آف ایشیا کانفرنس میں چودہ ممالک کے حکام نے شرکت کی جس کا بنیادی مقاصد خطے میں عموماً اور افغانستان میں خصوصاً امن کی صورت حال پر غور وخوص کیا گیا۔ یہ کانفرس پانچویں دفعہ منعقد ہو رہی ہے جو اس دفعہ اسلام آباد میں منعقد ہوئی ۔ اس کانفرنس میں افغان صدر اشرف غنی کے علاوہ بھارتی وزیر خارجہ سشماسراج نے بھی شرکت کی ۔ کانفرنس کا آغار کرتے ہوئے وزیر اعظم پاکستان میاں نواز شریف کا کہنا تھا کہ افغانستان کا دشمن پاکستان کا دشمن ہے جبکہ خطے میں امن کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ افغانستان میں امن ہو، جب تک افغانستان میں امن نہیں ہوگا، خطے میں بھی امن نہیں آسکتا۔ میاں نواز شریف کا کہنا تھا کہ داعش جیسے دہشت گردی تنظیموں کی کارروائیوں سے عزم مزید مضبوط ہوا ہے۔ وزیر اعظم کا یہ بھی کہنا تھا کہ قبائلی علاقوں میں آپریشن ضرب عضب کی وجہ سے بہت کامیابیاں ملی ہے۔ افغان صدر اشرف غنی نے اپنے خطاب میں کہا کہ دہشت گردی کامقابلہ پوری عالمی برادری کی ذمہ داری ہے۔ پاکستان اور افغانستان نے اس جنگ میں اپنے بچے کھو دیے ہیں۔ افغانستان میں عالمی تنظیموں کی دہشت گردی اہم مسئلہ ہے ۔ افغان صدر اشرف غنی نے کہا کہ پاکستان میں دہشت گردی کے خلاف فوجی آپریشن کی وجہ سے بہت سے دہشت گرد افغانستان داخل ہوئے ہیں۔

ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ دہشت گردی مشترکہ مسئلہ ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب دہشت گردی مشترکہ مسئلہ ہے۔ سب سے زیادہ نقصان دہشت گردی کی اس جنگ میں پاکستان اور افغانستان کو پہنچا ہے۔ پاکستان نے جہاں پر سو ارب سے زیادہ کا نقصان اٹھایا وہاں پر پچاس ہزار سے زیادہ افراد کی جانی قربانی بھی دی۔ ان سب کے باوجود پاکستان کے کردار کو ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اسی طرح افغانستان میں کافی نقصان ہوا ہے۔ حالات آج پہلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ پہلے طالبان سے لڑائی جاری تھی اب داعش بھی میدان میں آ گئی ہے جس نے مزید مسئلے کو پیچیدہ بنا دیا ہے۔سب ممالک اس بات پر متفق ہے کہ دہشت گرد کسی بھی ملک کے دوست نہیں۔دہشت گردی سے متفق طور پر نمٹانا چاہیے تو پھر کیا وجہ ہے کہ آج افغانستان سمیت خطے میں امن نہیں ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ دہشت گردی پورے خطے میں پھیلاتی گئی ہے۔ مختلف تنظیمیں معرض وجود میں آتی ہے جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ پورے وسائل کے باوجود دہشت گرد تنظیموں اور گروپوں کو شکست نہیں دی جاسکتی یعنی وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو رہے ہیں۔ جس کے پس پردہ حقائق یہ ہے کہ تمام ممالک ایک دوسرے کے ساتھ منافقت اور دوغلی پالیسی جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جب تک کھلے دل کے ساتھ ایک پالیسی نہیں بنائی جاتی اور حقیقی معنوں میں مسائل حل کرنے اور دہشت گرد تنظیموں کی مالی سپورٹ بند نہیں ہوتی ، ایک دوسرے پر اعتماد

قائم نہیں ہوتا اس وقت تک دہشت گرد اپنے منصوبوں اور کارروائیوں میں کامیاب ہوتے رہیں گے۔ افغانستان میں جب تک افغان طالبان کے مسئلے پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا جائے گا اور افغان طالبان کو اقتدار میں شامل نہیں کیا جائے گا، اس وقت تک ان کی کارروائیاں جاری رہے گی۔ طالبان کا موقف میں وزن بھی ہے اور عام افغان ان کو سپورٹ بھی کرتے ہیں جس کی وجہ سے وہ آج تک کامیاب ہے جب کہ افغان حکومت کی جانب سے یہ الزامات بھی لگائے جاتے ہیں کہ طالبان کی مدد پاکستان سے کی جاتی ہے جس کو دور کرنے کے لیے افغان حکومت کے ساتھ مل کر حقائق پر مبنی بات کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کے تحفظات ختم کرنے چاہیے۔ افغان طالبان افغانستان میں ایک بڑی حقیقت ہے کل بھی انہوں نے قندہار ائر پورٹ پر حملہ کیا اس طرح جب اور جہاں وہ چاہے حملہ اور قبضہ کرتے ہیں جس سے ان کی قوت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نائن الیون سے پہلے ان کی افغانستان پر حکومت تھی جس کو افغان عوام کی نظر میں کامیاب حکومت کہا جاتا ہے۔ان کا ایجنڈا بھی عالمی دہشت گردی کا نہیں اور نہ ہی وہ کسی ملک کے خلاف دہشت گردی کو سپورٹ کرتے ہیں لیکن افغانستان کے ان حالات سے دوسرے ممالک اور دہشت گرد تنظیمیں فائدہ اٹھاتی ہے۔ جس کا اقرار افغان صدر اشرف غنی نے بھی کیا کہ ہر قسم کے دہشت گرد افغانستان میں پناہ حاصل کرتے ہیں۔ان حالات میں ضروری ہے کہ افغان طالبان کو مذاکرات میں انگیج کیا جائے اور ان کو جس طرح بھی ہو حکومت میں شامل کیا جائے۔ ان کے بہت سے مطالبات پر عمل

کیا جاسکتا ہے۔امریکا سمیت عالمی ممالک نے پندرہ سال سے کوشش کی کہ طالبان کو شکست دی جائے لیکن اس تمنا میں وہ خود شکست سے دوچار ہوگئے۔ طالبان کے اس مطالبہ پر غور اور عمل کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ امریکا افغانستان سے نکل جائے۔ اب وقت کی ضرورت اور امریکا کے مفاد میں ہے کہ افغانستان کو چھوڑا جائے اور یہ حق اور مرضی افغانیوں کو دی جائے کہ وہ ملک میں کیسا نظام لانا چاہتے ہیں جس سے افغانستان میں امن قائم ہوسکے ۔ افغانستان میں طالبان ایک حقیقت ہے جس کو تسلیم کرنا ہوگا۔ طالبان کی حقیقت کو تسلیم نہ کرنے سے داعش جیسے تنظیمیں کو افغانستان میں جگہ مل رہی ہے جو پورے خطے کے امن کے لئے مسئلہ بن سکتی ہے۔

ہر ملک یہ کہتا ہے کہ افغانستان میں امن خطے کے امن سے مشروط ہے۔دوسرا بھارت پاکستان، سعودی عرب اور ایران سمیت ہر ملک کو اپنی ذمہ داری کا مظاہر کرنا ہوگا۔ ، اپنی لڑائیاں چھوڑ کر افغانستان میں مثبت رول ادا کرنا ہوگا، جب تک حقیقی معنوں میں مسائل کو حل کرنے کی کوشش نہیں ہوتی اس وقت تک ان اجلاسوں اور کانفرنسوں سے مسائل حل نہیں ہوں گے ۔ ان بیانات سے کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ اپ کا دشمن اور ہمارا دشمن ۔ بھارت خطے میں امن چاہتا ہے۔ ہم سب کو مل کر دہشت گردوں کے خلاف ایک قوت بننا چاہیے۔ ایسے بیانات پہلے بھی دیے گئے ہیں اور آج بھی دیے جارہے ہیں جس سے آج تک خطے میں امن

قائم نہیں ہو سکا۔ ان کانفرنسوں سے عوام اور ایک دوسرے کو دھوکہ تو دیا جاسکتا ہے
لیکن خطے میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔

جماعت اسلامی کی ناکامی

سب سے پہلے یہ عرض کروں کہ میں نے گزشتہ دنوں ایک کالم 'میڈیا بھی خاموش ہے' لکھا تھا جس میں ملک کے زرعی پیداوار اور حکومتی ترجیحات پر بات کی تھی کہ دوسرے صوبے تو اپنی جگہ ناکام ہے، زرعی پیداوار کی طرف توجہ نہیں دے رہی ہے۔ خیبر پختونخوا کی حکومت نے بھی کوئی اقدامات نہیں اٹھائیں جس سے کسان کو ریلیف ملے اور زرعی ملک ہونے کی وجہ سے بیرونی ممالک سے زرعی اجناس کی درآمد بند کریں اور اپنے ملک میں پیداوار بڑھائیں۔ تو اس کے بعد خیبر پختونخوا حکومت نے کسانوں کو گندم کی فری سپلائی شروع کی جس کا مقصد یہ تھا کہ کسان اس اجناس سے پیداوار زیادہ پیدا کریں، جو ایک اچھا عمل ہے۔ صوبائی حکومت کو مزید زرعی اجناس کی پیداوار بڑھانے کے لیے ایسے اقدامات اٹھانے چاہیے اور فری گندم "دوخم" کو زیادہ سے زیادہ زمینداروں کو دینا چاہیے۔ بحر حال یہ صوبائی حکومت کا دوسرے صوبوں سے اچھا اقدام ہے جو قابل تحسین ہے۔

کافی دنوں سے میں یہ سوچ رہا تھا کہ جماعت اسلامی کی ہر جگہ ناکامی کے اسباب کیا ہے۔ نئے امیر سراج الحق ایک ورکر آدمی ہے۔ پارٹی کی کامیابی کے لیے وہ دن رات کام کر رہے ہیں۔ جلسے جلوس کر رہے ہیں۔ حکومت کی غلط

پالیسیوں کے خلاف بعض اوقات آواز بھی بلند کرتے ہیں تو پھر کیا وجہ بن رہی ہے کہ جماعت اسلامی کو بلدیاتی اور ضمنی انتخابات میں توقعات سے 95 فیصد کم ووٹ یا نشستیں مل رہی ہے۔ جو قیادت اور کارکنوں کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی پارٹی تنظیم کسی اور جماعت کا نہیں ہے۔ یہ صرف جماعت اسلامی ہی ہے جن کے امیر تبدیل ہوتے ہیں۔ ہر پانچ سال بعد باقاعدہ طور پر شفاف انتخابات کاانعقاد کیا جاتا ہے۔ سراج الحق جیسے غریب آدمی جماعت اسلامی جیسے بڑی پارٹی کا میرٹ پر امیر بن جانا معمولی بات نہیں، جو کسی دوسری سیاسی اور مذہبی جماعت میں ممکن نہیں۔ اس کے باوجود جماعت اسلامی کو عوام کی طرف سے وہ پذیرائی نہیں ملتی جس کی وہ حقدار ہے۔ جماعت اسلامی کے فلاحی کام پر پوری دنیا کو اعتماد ہے اور ان کے فلاحی کام ملک کے ہر کونے میں جاری وساری رہتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ جماعت اسلامی کے لوگوں پر اور پارٹی پر کرپشن کے اس طرح الزمات نہیں جس طرح دوسری سیاسی جماعتوں پر ہے۔ دوسرے سیاسی و مذہبی جماعتوں کے برعکس جماعت اسلامی کے کارکن اور قیادت زیادہ پڑھی لکھی اور محنتی ہے۔ ملک کے دوسری مذہبی جماعتوں کی طرح ان کا سیاسی ایجنڈا بھی مختلف ہے لیکن اس کے باوجود جماعت اسلامی ہر جگہ ناکام کیوں ہوئی ہے۔ یہ وہ سوال ہے جس پر مجھ سمیت ہر کوئی سوچ رہا ہے۔

کافی سوچ بیچار کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ جماعت اسلامی کی قیادت تذبذب کی شکار ہے یا ان کی جو نئی پالیسی ہے اس کی وجہ سے عوام ان سے متنفر ہو رہی ہے۔ جماعت اسلامی کی قیادت نے مولانا فضل الرحمٰن صاحب والی پالیسی اپنانی شروع کر دی یعنی جہاں سے فائدہ ہو وہاں بیٹھ جائے یا ان سے مل جائے۔ دوسرا جماعت اسلامی حد سے زیادہ خود اعتمادی کا شکار ہوئی ہے جس کی وجہ سے جماعت اسلامی کو تا حال نقصان اٹھانا پڑ رہا ہے۔ مثال کے طور پر 2013 میں ان کے پاس اچھی آپشن تھی کہ تحریک انصاف کے ساتھ مل کر انتخابات لڑے لیکن انہوں نے اپنا حصہ زیادہ مانگا جس کی وجہ اتحاد ممکن نہ ہوا۔ دوسرا انہوں نے خیبر پختونخوا کے بلدیاتی انتخابات میں پی ٹی آئی کے بجائے مختلف ڈسٹرکٹ اور تحصیل میں دوسری سیاسی جماعتوں کے ساتھ اتحاد رکھا۔ یہی کام انہوں نے پنجاب میں کیا کہ ایک حلقے میں پی ٹی آئی کے ساتھ اتحاد تو دوسری جگہ پر نون لیگ اور پیپلز پارٹی کے ساتھ سمجھوتہ کیا۔ لیاقت بلوچ اور فرید پراچہ کے بیٹوں کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں کہ ایک پی ٹی آئی سے تو دوسرا نون لیگ سے اتحاد پر الیکشن لڑیں۔ اسی طرح کراچی کے ضمنی الیکشن میں بھی جماعت اسلامی، پی ٹی آئی کے ساتھ اتحاد کے لیے تیار نہ ہوئی جس کا رزلٹ ہمارے سامنے ہیں۔ کچھ دن پہلے اسلام آباد میں بلدیاتی انتخابات میں بھی جماعت اسلامی کی پرواز اکیلی اُڑتی رہی۔ پی ٹی آئی کے ساتھ اتحاد نہیں ہوا جس کا نقصان کچھ حد پی ٹی آئی کو بھی ہوا لیکن جماعت اسلامی نے ایک سیٹ

بھی حاصل نہیں کی۔اب کراچی کے بلدیاتی انتخابات میں پی ٹی آئی کے ساتھ اتحاد ہوا ہے جس کا نتیجہ امید ہے اچھا آئے گا۔

سیاست میں بعض اوقات خاموشی ،بائیکاٹ بہتر آپشن ہوتا ہے جس کے لئے جماعت تیار نہیں تھی۔ دوسرا کام جماعت اسلامی نے جو شروع کیا ہے جس کو تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان نے ایک دفعہ کہا تھا کہ جماعت اسلامی وکٹ کی دونوں طرف کھیلنا بند کر دیں۔اس پر پارٹی کو غور و فکر کرنا چاہیے تھا لیکن غور کی کی بجائے پارٹی نے صوبائی حکومت میں شامل ہونے کے باوجود نیچے سطح پر پی ٹی آئی کے خلاف پروپیگنڈا شروع کیا جس کی وجہ سے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک کو شیرپاؤ گروپ کے ساتھ سمجھوتا کرنا پڑا۔

حالانکہ امید یہ پیدا ہوئی تھی کہ جماعت اسلامی اور پی ٹی آئی کا منشور اور سیاست کافی ملتی جلتی ہے ،دونوں جماعتوں کے اتحاد سے آنے والے الیکشن یا وفاقی حکومت کو ٹف ٹائم دے سکتے ہیں اورایک دوسرے کی مددگار بھی ہو سکتے تھے۔

جماعت اسلامی کے امیر سراج الحق کو وکٹ کی دونوں طرف کھیلانا بند کرنا ہوگا۔ پی ٹی آئی اور نون لیگ ایک دوسرے کے متضاد ہے۔ جماعت کے کارکن کس طرح دونوں جماعتوں کے ساتھ بیک وقت چل سکتے ہیں۔ اگر قیادت سمجھتی ہے کہ نون لیگ کے ساتھ ان کی پالیسی ملتی ہے توان کی طرح یا ان کی طرف جھکاؤرکھیں۔

اگر پارٹی پی ٹی آئی کی پالیسی کو بہتر سمجھتی ہے تو ہر جگہ پر ان کے ساتھ اتحاد رکھیں اور وقت یا سپیس سے فائدہ اٹھا کر حکومت کی غلط اور عوام دشمن پالیسیوں کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔ خیبر پختونخوا سمیت ملک بھر میں دوسری مذہبی پارٹیوں کے ووٹ بنک کو بھی متوجہ کریں۔ اپنی بہتر منشور اور کارکردگی کی وجہ سے دوسری مذہبی اور سیاسی پارٹیوں کا ووٹ بنک حاصل کریں لیکن اس کے لئے واضح پالیسی آپنانی ہوگی۔ وکٹ کی دونوں طرف کھیل بند کرنا ہوگا کہ آپ بھی ٹھیک کہتے ہیں اور وہ بھی برا نہیں۔ جماعت کی قیادت پر ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے کارکنوں اور ورکر کو تذبذب سے نکالیں اور واضح حکمت عملی آپنائیں۔ سیاسی تاریخ کا سبق یہ ہے کہ پارٹیاں تب ہی مضبوط یا عوامی قوت بنتی ہے جب وہ کھل کر اپوزیشن کا کردار ادا کریں اور عوامی آواز بن کر حکومت پر تنقید کریں۔ جماعت اسلامی کو اپنی ناکامیوں پر غور ضرور کرنا چاہیے۔

آہ وہ لمحہ ۔۔۔ کربلا کا

کسی نے بھی نہیں سوچا تھا کہ ہمارے ساتھ ایسا ہوگا۔ ہر کوئی اپنے زندگی میں خوش وخرم تھا۔ ہر ایک نے اپنی بساط اور سوچ کے مطابق خوابوں کی دنیا بجھائی تھی لیکن کس کو معلوم تھا کہ یہ خواب ، خواب ہی رہیں گے بلکہ دوسروں کے لیے ان کی زندگی خواب بن جائیں گے ۔ یہ خوشحال زندگی چند لمحوں میں پورے ملک کو تبدیل کر دیں گی جس کا فیصلہ لکھا جاچکا تھا لیکن کسی نے بھی دھیان نہیں دیا تھا کہ اچانگ گولیاں چلنی شروع ہوئی ، ہر طرف افراتفری کا عالم تھا، کسی کو بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں، کہاں چھپے، کہاں جائے، ایک ہال سے اللہ ھو اکبر کی آوازیں آ رہی تھی ، کسی نے سوچا کہ یہاں پناہ مل جائے گی تو وہ اس بد قسمت ہال کے اندر چلا گیا جس میں پہلے سے کئی بچے موجود تھے جس کو اللہ ھو اکبر کے نعرے پر گولیوں سے چھلنی کیا جا رہا تھا۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان کہہ رہے تھے کہ ہم مسلمان ہے اور ہم اسلام کی لڑائی لڑ رہے ہیں ۔ اسلام کی سربلندی کے لئے ضروری ہے کہ ہم ان بچوں کو گولیوں سے چھلنی کریں اور ان کو زندہ جلائیں۔ معصوم ، بے گناہ اور پھول جیسے بچوں کو ایک ایک کرکے مارتے رہیں اور قربانی دیتے رہیں ۔ان درندوں اور سفاک لوگوں کو ذرہ بھر بھی ترس نہ آیا کہ ہم ان بے چاروں اور معصوموں کو کیوں قتل کر رہے ہیں۔ ہر طرف آہ وبقاسے بھی ان

پر کچھ اثر نہ ہوا۔

جہاں انسانیت بھی شرما جائے وہاں یہ درندے اسلام جیسے امن و محبت کے دین کو بدنام کرنے کے لئے جہاد جیسے مقدس لفظ اور پورے انسانیت کے لیے آنے والے دین اسلام کی لڑائی سے تعبیر کرتے ہیں۔ سانحہ پشاور نے پورے ملک کی سیاست ، روایت، مذہبی سوچ، انسانیت سے محبت اور درندگی سے نفرت سمیت بہت سے پہلوؤں پر اثر کیا۔ اس ظلم وزیادتی کی داستان جو شاید کربلا میں بھی نہ ہو پائی ہو، بچوں کی شہادت نے ہمیشہ کے لیے امر کر دیااور اس بات پر مہر لگا دی کہ کچھ ایسے ہی مسلمان ہونگے جو کربلا میں خون بہہ رہے تھے۔ ہمارے بعض نادان دوست اور بھائی اس کو اب تک غیر مسلمانوں کی کارروائی سمجھ رہے ہیں اور اس کو ان دہشت گرد گروپوں کی کارستانی نہیں کہتے جو اسلام کے نام پر ملک بھر میں خود کش حملے اور بم دھماکے کرتے ہیں جنھوں نے سوات کو خون میں رنگ دیا تھا اور قبائلی علاقوں میں اپنی ریاست بنائی تھی جنھوں نے ہزاروں بے گناہوں کا خون چوسا، جنھوں نے سانحہ پشاور آرمی پبلک سکول میں معصوم بچوں کی قتل عام کو جنگ کا حصہ قرار دے کر اقرار کیا کہ یہ ظلم ہمارے کارندوں نے کیا ہے۔ ان ظالموں نے اپنی جاری کردہ ویڈیو میں یہ بھی کہہ ہے کہ ہم آئندہ بھی ایسی کارروائیاں کرتے رہیں گے۔

سانحہ پشاور میں بچوں کی شہادت نے تاریخ تو رقم کر دی اور اپنے خون سے ہمارے سوئے ہوئے حکمرانوں اور سربراہان کو پیغام دے دیا کہ اب بھی وقت ہے جگ جائے ایسا نہ ہو کہ آج جو آہ وبقا ہمارے والدین، بہن بھائی کر رہے ہیں۔ کل آپ بھی ایسی ہی آہ و بقا میں رہے یا یہ وقت بھی نہ ملے۔ سانحہ پشاور میں ہر بچے اور گھر کی اپنی الگ ہی کہانی ہے۔ کسی کا ایک بھائی تھا جو ان سے جدا ہوا تو کسی کا ایک ہی بیٹا تھا جن کے لیے وہ دن رات خواب دیکھ رہے تھے، کسی کو اپنی محبت اور پیار رولا رہی ہے تو کوئی خوابوں میں اپنے ماں باپ سے پوچھتا ہے کہ میرا قصور کیا تھا جو مجھے خون میں نہلایا گیا۔ کوئی سوال کرتا ہے کہ کیا ہمارے خون سے اس چمن میں اب پھول کھل جائیں گے؟ کیا ان درندوں کو پھر سے ایسا موقع تو نہیں ملے گا کہ وہ مزید ایک سو پچاس بچوں کا خون پیئے اور بہت سے ماں باپ کو عمر بھر کے لیے غمگین اور آفسردہ چھوڑیں۔ یہ وہ سوالات ہے جو سانحہ پشاور کے آرمی پبلک سکول میں شہید ہونے والے بچوں کے روح اور ان کے والدین ملک کے پالیسی ساز ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہر ایک نگھبان سے کر رہا ہے کہ آئندہ تو ایسا نہیں ہوگا۔ کیا آپ نے ان کے خلاف کوئی ایسی منصوبہ بندی یا پالیسی بنا دی جس کی وجہ سے جنگل کے درندے دوبارہ شہر کی طرف نہ آئیں۔ آج پوری قوم کے زبان پر ایک ہی سوال ہے کہ سانحہ پشاور سے ہم نے کیا سیکھا، کیا ان معصوم بچوں کا خون بھی ان پچاس ہزار افراد کی طرح ضائع ہو جائے گا؟ جو اس جنگ میں شہید ہو چکے ہیں۔ کیا صرف

ان معصوم اور بے گناہوں کی برسی منانے سے ہماری ذمہ داری پوری ہو جائے گی یا ان کا خون ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم ان سفاک درندوں کے خلاف ایسی حکمت عملی بنا دیں تاکہ کل کسی کو یہ موقع دوبارہ نہ ملے کہ وہ ظلم وزیادتی کی ایک آور تاریخ رقم کر دیں۔

میں یہ ہر گز نہیں کہتا کہ ہمیں 16 دسمبر کا سانحہ پشاور نہیں منانا چاہیے بلکہ ہمیں اس دن کو منانا بھی چاہیے اور دنیا پر واضح بھی کرنا چاہیے کہ ہم پرامن قوم ہے اور اسلام میں دہشت گردی، شدت پسندی کی کوئی گنجائش نہیں، اسلام امن و محبت کا درس دیتا ہے اور یہ دنیا اللہ تعالی نے محبت کے لیے بنائی ہے۔ ہم سب کو مل کر انسانیت کے دشمنوں کے خلاف ہونا چاہیے، جہاں بھی انسانیت پر ظلم وزیادتی ہو رہی ہو اپنی آواز بلند کرنی چاہیے لیکن ساتھ میں یہ سوال بھی کرنا چاہیے کہ ایک سال گزرنے کے باوجود ہم نے ان سفاکوں کے خلاف کیا اقدامات اٹھائیں اور اب تک ہماری ان اقدامات اور پالیسیوں سے ان دہشت گردوں اور شدت پسندوں کو شکست ہوئی ہے۔

کیا پوری حکومت مشینری ان کے خلاف یک آواز ہے۔ حکومت اور سکیورٹی ادارے ایک پالیسی پر عمل پیرا ہے۔ کیا ہمارے یہ اقدامات کافی ہے یا مزید ایسے اقدامات اٹھانے چاہیے جن سے ان درندوں کا خاتمہ ممکن ہو جائے یا ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم ہمیشہ آہ و بقا میں زندگی گزریں گے اور ایسے ہی کربلا کے واقعات رونما ہوتے رہیں گے اور

ہم اس کو اللہ کی رضا سمجھ کر اور معصوموں کی شہادت کہہ کر تقریبات منعقد کرتے رہیں گے۔

! مسئلہ رینجرز اختیارات کا نہیں

ویسے پاکستان میں طرز حکمرانی بذات خود ایک عجیب وغریب اور نرالہ فن ہے جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ پھر اس میں پیپلز پارٹی حکومت شامل ہو جائے تو مزہ دو بالا ہو جاتا ہے۔

میرے خیال میں کوئی بھی پڑھ لکھا شخص جمہوری طرز حکمرانی کے خلاف نہیں ہوتا۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ ہمارے ادارے اور سسٹم چلتا رہے اور ملک ترقی کریں۔ ادارے مضبوط ہو اور سیاست دانوں سے ووٹ کے طاقت سے بدلا لیا جائے لیکن نقص ہمارے سیاستدانوں کی طرز حکمرانی اور سیاست زدہ اداروں کا ہے جس کی وجہ سے بنیادی جمہوری نظام ہی لاگو نہیں ہوتا جس کا آخر کار نتیجہ مارشل لا کی شکل میں نکل آتا ہے۔ عوام بدترین جمہوری ڈکیٹٹر شپ سے تنگ آجاتے ہیں اور مٹھایاں تقسیم کرنے لگ جاتے ہیں۔

بحث یہ ہو رہی تھی کہ آصف زرداری جیسے بھی تھے انہوں نے بے گناہ جیل کاٹی اور اپنے دور حکومت میں ورکرز کو خوب نوازا۔ حد تو یہ ہے کہ یوسف رضا گیلانی کی نااہلی کی وجہ سے راجہ پرویز اشرف جیسے غریب ورکر کو وزیر اعظم پاکستان بنایا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ زرداری نے ورکرز کو اقتدار پر بٹھایااور خود صدر پاکستان بن کر ثابت کردیا کہ وہ

بے گناہ تھے اور انہیں اتنا عرصہ بے گناہ جیل میں رکھا گیا تھا جس کی تصدیق اب ہمارے عدالتوں نے ان کو بری کرنے میں دیا۔ دوسرا میاں نواز شریف اور زرداری کے دور حکمرانی کے بارے میں عام تاثر یہ پایا جاتا ہے کہ زرداری اور پیپلز پارٹی حکومتیں بہت سوں کو کھلانے کا ظرف رکھتے ہیں جب کہ میاں صاحب کے دور میں صرف خاص خاص ہی کھاتے ہیں، ہر ایک کو نوازا نہیں جاتا۔

میں اس تمام منطق سے اختلاف کرتا ہوں کہ زرداری اچھے تھے تو انھوں نے ایک ورکر کو وزیر اعظم بنایا تو سوال یہ ہے کہ یہ ورکرز پہلے کہاں پر تھے جب محترمہ زندہ تھی دوسرا یہ کہ زرداری کے پاس چوائس یہی تھی کہ وہ کسی اپنے قریبی شخص کو وزیر اعظم بنا دیں۔ انھوں نے پیپلز پارٹی کے پڑھ لکھے رہنماؤں کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنا ماتحت ایسا بنایا جو ہر وقت ان کو لیس سر کرتے رہے، جو خود بھی پیسہ بنائے اور ان کو بھی دیں۔تو ان سے بہتر آپشن نہیں ہو سکتا کہ جو زرداری صاحب کے ہر ناجائز کام کو تحفظ تھے۔ویسے آصف زردای اتنے ماہر آدمی تھے کہ انھوں نے وزارتوں کو نقد دو دو اور تین تین دفعہ بھیجا۔ یہ کہ انہیں بے گناہ جیل میں رکھا گیا یا ان کو آج عدالت نے بری کر دیا تو عرض ہے کہ جب اپنی حکومت تھی تو ثبوت کو غائب کیا اور ٹرائل کو روک دیا گیا، اب اسی طرح میاں صاحب کی حکومت میں عدالت کو ثبوت نہیں دیے گئے اور عدالت نے مجبوراً زرداری کو بے گناہ قرار دیا۔ انصاف پر مبنی حکومت ہوتی تو آج آصف زرداری بری نہ ہوتے بلکہ جیل میں ہوتے۔ وجہ یہ بھی ہے کہ خود میاں نواز شریف پر کئی کیسز موجود ہے

جس میں اربوں کے کرپشن کا پیسہ بھی شامل ہے، تو اپنی مستقبل کے لیے انہوں نے خاموشی اختیار کی اور عدالت میں ثبوت نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ ویسے آصف زرداری کے پاس چوئس تو ہے کہ وہ ان فیصلوں کے خلاف جو میاں صاحب نے پہلے زمانے میں بنائے تھے، ان کے خلاف عدالت سے رجوع کریں،تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے، جو دونوں اپنے مک مکاؤ سیاست کی خاطر کبھی نہیں کریں گے۔

میاں نواز شریف کے دور حکومت پر یہ بات بہت درست ثابت ہوتی ہے کہ وہ صرف اپنے خاص بندوں کو نوازتے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ کھلے عام نہیں ہوتی لیکن باقی معاملات میں زرداری اور نواز شریف کی حب الوطنی ایک جیسی ہے دونوں کا اربوں روپے ملک سے باہر بنکوں میں پڑا ہے، کاروبار باہر کرتے ہیں، بچے ان کے باہر ہوتے ہیں۔ خود اکثر اوقات ملک سے باہر ہوتے ہیں خاص کر عید وغیرہ اپنے بچوں کے ساتھ لندن اور دبئی میں مناتے ہیں۔ صرف حکمرانی کے لیے آتے ہیں۔ کرپشن اور لوٹ مار کے جو الزامات اور حقیقت میں زرداری حکومت پر ہے جس کا نعرہ نون لیگ لگا رہی تھی کہ ہم کرپشن کا پیسہ زرداری کے پیٹ سے نکال دیں گے۔ وہ نعرے مک مکاؤ کی سیاست میں دفن ہوچکے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ بڑے پیمانے پر کرپشن اور لوٹ مار آج بھی اسی طرح جاری ہے جس طرح زرداری حکومت میں تھی۔

نیشنل ایکشن پلان اور فوجی عدالتوں کو اختیارات کی جب بات ہوئی تو اس وقت آصف علی

زرداری نے میاں نواز شریف کو بتایا کہ یہ دیکھو اس نہ ہو کہ کل ہم دونوں اس کی ذد میں آئیں۔ مجھے آصف زرداری کی یہ بات اس وقت بھی حقیقت پر مبنی معلوم ہوئی تھی اور آج بھی کہ آہستہ آہستہ پیپلز پارٹی اور بعد میں مسلم لیگ نون کی کرپشن پر بات یا سزا ہوگی۔ سندھ اور کراچی میں رینجرز کو اختیارات کی بات نہیں کہ رینجرز کو اختیارات دینے چاہیے یا نہیں ،اصل بات یہ ہے کہ سندھ اور خاص کر کراچی میں جو دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ ، اغوا برائے تاوان اور بھتہ اصول کیا جاتا ہے جس میں رینجرز کی وجہ سے بہت حد تک کمی ہوئی اس کو کیسے اختیارات مزید نہ دی جائے۔ جرائم پیشہ افراد کے خلاف آپریشن کیوں ان کو پسند نہیں ؟کیا وائٹ کرائم لوگوں کے خلاف بھی گھیرا تنگ کیا جارہا ہے؟ جس کی وجہ سے ٹول مٹول سے کام لیا جارہا ہے۔ اختیارات تو ان کو دینے پڑیں گے جب تک کرائم کا خاتمہ نہیں ہوتا اور ایک متبادل نظام نہیں لایا جاتا،آخر کب تک کراچی کے لوگ خون بہاتے رہیں گے،اس کا تدارک ہر صورت میں ضروری ہے تاکہ ملک کا معاشی حب جرائم سے پاک ہو۔ سکیورٹی اداروں کو سول نظام سے دور رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اپنی طرز حکمرانی کو بہتر کیا جائے۔ جمہوریت کے نام پر مذاق بند کیا جائے کہ بدترین جمہوریت بھی آمریت سے بہتر ہے۔ بدترین چیز کبھی بھی بہتر نہیں ہوسکتی۔ ہمیں لوٹ کھسوٹ کے اس بازار کو خود ہی روکنا ہوگا، ایسا نہ ہو کہ کل اس کو کوئی آور روک دیں۔ کسی نہ کسی کو تو اس ظلم وزیادتی کے بازار کو بند کرنا ہوگا جس میں آئے روز بے گناہوں کا خون بہتا ہے۔ صرف نعروں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا کہ جمہوریت ہی بہترین نظام ہے۔ جمہوری نظام اس وقت بہتر ہوتی ہے

جس میں عوام کی سنی جائے اور عوام کو تحفظ دیا جائے۔

گڈ گورننس

پاکستان کی فوج دنیا کی پانچویں بڑی فوج ہے۔ پاکستان دنیا کا ساتویں ایٹمی طاقت ہے اور دنیا کا پہلی اسلامی ایٹمی ملک کی حیثیت بھی حاصل ہے۔ اس کے باوجود جہاں پر ملک بھر میں دہشت گردی، انتہاپسندی، فرقہ پرستی اور شدت پسندی جاری ہے وہاں پر معاشی بدحالی کی بھی ابتر صورت حال کا سامنا کرنا پڑا رہا ہے۔ حکومت کی ترجیحات میں مہنگائی، بے روزگاری، صحت اور تعلیم کی بنیادی سہولت دینے کی بجائے میٹرو بسوں اور میٹرو ٹرینوں پر کھربوں روپے خرچ ہو رہے ہیں۔ ملک کے ہپتالوں کی صورت حال ہو یا سرکاری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹی کی بات کی جائے سب کا برا حال ہے۔ حد تو یہ ہے کہ اسلام آباد جیسے کیپٹل میں بھی صورت حال انتہائی ناگفتہ بہ ہے۔

بد قسمتی یہ بھی ہے کہ حالات بہتری کی طرف نہیں جارہے ہیں بلکہ دن بدن معاشی صورت حال خراب ہورہی ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری نہ ہونے کے برابر ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے اپنے سرمایہ کار بیرونی ممالک جارہے ہیں۔ کہا جارہا ہے کہ ملک میں تاجروں کی حکومت ہے جو حساب کتاب اور معاشی منصوبہ بندیوں اور کاروبار کے ماہر ہے جس میں حقیقت بھی ہے لیکن ان کی ایکسپرٹی ملک کے لئے نہیں بلکہ اپنے کاروبار کے لئے ہے جس کی مثال ملک کی معاشی صورت حال کا جائزہ لینے سے ہو رہا ہے کہ ملک کے بہت سے ادارے تباہی پر کھڑے ہیں۔

بہت سے ادارے بغیر سربراہوں کے چل رہے ہیں۔جو ادارے تو ڑے بہت کام کر رہے ہیں ،حکومت ان کو بھی پرائیوٹائز کر رہی ہے۔ملک کی معاشی پہیہ گھومنے کے لیے ادارے فروخت کیے جارہے ہیں۔نجی کاری کے نام پر اپنوں کو نوازنے کا سلسلہ جاری ہے۔اب تک کی نجی کاری میں 22 فی صد نجی کاری کامیاب رہی جبکہ 78 فی صد نجی کاری ناکام رہی ہے۔یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ چین میں 99 فی صد ادارے سرکاری تحویل میں ہے۔آئے روز ہڑتالوں نے معیشت کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔جہاں پر بیرونی سرمایہ کاری روکی ہوئی ہے وہاں گزشتہ 4 مہینوں میں 13.50 ارب ڈالر جو تقریباً 15 سو ارب ڈالر بنتے ہیں درآمدات ہوئی ہے جبکہ برآمدات میں مجموعی طور ایک ارب کروڑ ڈالر کی کمی ہوئی ہے جو تقریباً ایک سو پچاس ارب روپے بنتا ہے ،صرف 37 سیمنٹ کی برآمدات میں 27 فیصد سے زائد کمی ہوئی ہے۔برآمدات کا ہدف 2014 اور میں 27 ارب تھا جس میں کمی واقع ہوئی ہے۔حکومتی پالیسیوں کی وجہ سے 2015 غربت میں دن بدن اضافہ ہو رہاہے۔اعداد وشمار کے مطابق 4 کروڑ لوگ خط غربت سے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔بے روزگاروں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہو رہاہے۔اب تک اعداد وشمار کے مطابق بے روزگاروں کی تعداد 53 لاکھ ہے جس میں لاکھ اضافہ گزشتہ ڈھائی سال میں ہوا ہے۔15

معیشت کو زبردستی چلنے کے لئے قرضوں پہ قرضے لیے جارہے ہیں۔خسارا پورا

کرنے کے لئے 40ارب روپے کے نئے ٹیکس لگائے جارہے ہیں جس کی وجہ سے مہنگائی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ وزیر اعظم اور وفاقی وزرا دوسرے ممالک اور ادارے کو پاکستان میں انوسٹمنٹ کی ترغیب دیتے ہیں جبکہ خود ان کا پیسہ باہر ممالک میں پڑا ہے اور بیرونی ممالک میں سرمایہ کاری کر رہے ہیں۔ خود وزیر اعظم میاں نواز شریف کے بیٹوں کا برطانیہ میں انواسٹمنٹ ایشیا ممالک میں سب سے زیادہ ہے جب کہ اپنا کاروبار تو بہتر کر رہے ہیں، اسٹیل ملیں چلا رہے ہیں اور ملک کے اسٹیل ملز کو بند کرنے کی چکر میں ہے۔ گڈ گورننس کی کئی مثالیں ہمارے سامنے حکومت کی موجود ہے جس پر صرف افسوس ہی کیا جاسکتا ہے جس میں ایک نیلم جہلم پروجیکٹ بھی شامل ہے جو میاں نواز شریف کے وزیر اعظم بنتے ہوئے لاگت 272ارب روپے تھی۔اب دوسال کے اندر اندر بڑھ کر410ارب تک جا پہنچی ہے۔جس کے لیے اب چین سے قرضہ بھی حاصل کیا جارہاہے جبکہ بجلی کے بلوں میں کئی سال سے نیلم جہلم پروجیکٹ کے نام پر عوام سے ٹیکس وصول کیا جارہاہے۔

سابق آڈیٹر جنرل رپورٹ کے مطابق دوبرسوں میں ایک ہزار ارب کی بے قاعدگیا ہوئی ہے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اسحاق ڈار کی آئی پی پیز کو 480ارب روپے بغیر آڈٹ کی ادائیگی کی الگ کہانی ہے جس میں 190ارب روپے زیادہ ادا کیے گئے ہیں۔ملک کے تاریخ میں مہنگا ترین ڈیل یورو بانڈز کی خریداری میں کی گئی ہے

۔5 سوارب روپے کے لیے دس سال بعد صرف سود 450ارب ادا کیا جائے گا جبکہ اصل رقم 500ارب اس کے علاوہ ہوں گے۔دوسری طرف عوام کو بھی لوٹنے کا سلسلہ جاری ہے۔دنیا بھر میں پٹرولیم مصنوعات کی قیمت تاریخ کے کم ترین سطح پر آ گئی ہے جس کے مطابق پاکستان میں بھی تیل کی قیمت کم ہونی چاہیے تھی اور زیادہ سے زیادہ چالیس اور پچاس روپے مقرر کرنا چاہیے لیکن حکومت سیلز ٹیکس اور کسٹمز ڈیوٹی لگا کر مہنگی بیچ رہی ہے جس میں عوام کے جیبوں سے 841ارب روپے سے زیادہ وصول کیے جا چکے ہیں۔

ان سب پر حکومت اور پارلیمنٹ خاموش ہے تحریک انصاف گاہے بگاہے آواز اٹھا رہی ہے لیکن ان کے سامنے دوسرے چیلنجز بھی درپیش ہے اور جیسے کہ توقع ہے کہ زیادہ آواز اس معاملے میں اٹھایا جائے وہ بھی نہیں کیا جاتا، جس گڈ گورننس کی آئی روز حکومت دعوے کر رہی ہے یہ اس کی چند ایک مثالیں ہے۔باقی گزشتہ کچھ دنوں میں ڈالر کی قیمت بڑھی ہے۔اسٹاک مارکیٹ میں معاشی بدحالی کی وجہ سے اربوں روپے ڈوب گئے ہیں۔گڈ گورننس پر اٹھنے والے سوالات جہاں پر سیکورٹی اداروں اور عدلیہ کے لیے اہم ہے وہاں پر دو وقت کی روٹی کھانے والے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ غربت کی وجہ سے ماں باپ اپنے بچوں کو زہر دے رہے ہیں اور خودکشیوں پر مجبور ہے۔حکومت اپنی گڈ گورننس کو بہتر کرنے کے لیے قرضوں پر انحصار کرنے کی بجائے.برآمدات میں اضافے پر توجہ دیں تاکہ

ملک کی معیشت حقیقی معنوں میں مستحکم ہو جائے۔ گڈ گورننس کے خالی نعروں سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

دوہرا معیار

بدعنوانی دیمک کی طرح پھیل رہی ہے۔جہاں سستا انصاف نہ ملے وہاں عوام مسائل کا شکار ہوتے ہیں ، جس معاشرے میں انصاف نہ ہو وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے۔حکومت کا فرض ہے کہ وہ معاشی نظام میں ایسی راہیں پیدا کریں کہ کسی کا استحصال نہ ہو۔یہ باتیں چیف جسٹس آف پاکستان انور ظہیر جمالی نے کراچی میں خطاب کرتے ہوئے فرمائی ہے۔چیف جسٹس کی یہ تقریر پورے معاشرے اور حکومت کی عکاسی کرتی ہے۔ ہم اب ایک ایسی پستی کی طرف گامزن ہے کہ ہر سال مذہبی تہور مناتے ہیں,زیارتوں فقیروں ، پیروں سے دعاؤں کی اپیلیں بھی کرتے ہیں اور خیرات اور دیگے بھی ، چڑھاتے ہیں ، جھنڈے بھی اٹھاتے ہیں, جلوسوں اور محافل میں شریک بھی ہوتے ہیں ان کے انعقاد اور چندے میں بھی مدد کرتے ہیں۔ زیارتوں اور درگاہوں پر چادرے بھی چڑھاتے ہیں ۔ نعتیں اور درود بھی پڑھتے ہیں ، اپنے آپ کو نیک ،پرہیزگار اور اچھاثابت کرنے کے لئے نجانے کیا کیا کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب رسول کی ایک بات نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب نے ہمیں جھوٹ سے منع فرمایا ہے۔ دھوکہ دہی اور فریب کرنے والوں کو مسلمانوں اور اسلام کا متضاد قرار دیا ہے کہ مسلمان جھوٹ اور دھوکہ دہی نہیں کر سکتا۔ ظلم و بربریت کی جتنی مذمت اور سزا کی وعید اسلام نے دی ہے وہ کسی بھی قانون یا حکومت میں موجود

نہیں۔ معاشرے میں عدل وانصاف کی بالادستی اور اقتصادی چہل پہل کے لئے اور منافع خوری اور ذخیرہ اندوازی سے بچنے کے لیے سود کو حرام قرار دیا ہے تاکہ غریب لوگوں کا استحصال نہ ہو۔ قانون کی بالادستی کو قائم رکھنے کے لئے امیر وغریب اور بادشاہ کو بھی قانون کے سامنے برابر تصور کیا ہے۔تاکہ معاشرے میں انصاف کا نظام قائم ہو ، ہمارے پیارے آقا نے فرمایا کہ کسی گوارے کو کالے پراور کسی عربی کو عجمی پر فوقیت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فضیلت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار اور متقی ہو۔ آج ہم اپنے اردگرد دیکھے تو جتنا مسلمان ظلم اور غریبوں کا استحصال کرتا ہے وہ ظلم وزیادتی غیر مسلم معاشرے میں بھی دیکھنے کو نہیں ملتا۔ اللہ کے رسول فرماتے ہیں کہ مسلمان جھوٹ نہیں بول سکتا ہم چوبیں گھنٹے جھوٹ اور فریب میں زندگی گزرتے ہیں۔ نعوذ باللہ جھوٹ ، دھوکہ دہی ، غلط بیانی ، ظلم وزیادتی کو ہم نے اسلام کا حصہ سمجھ لیا ہے۔ دکھاوئے کے لیے توسب کچھ کرتے ہیں جیساکہ عرض کہ مباح یا مستحب چیزوں کے پیچھے تو بھاگتے ہیں لیکن فرض، واجب اور سنت کو چھوڑ دیا ہے، زکوۃ تو نہیں دیتے لیکن کچھ جھنڈے اور دیکیں پکا کر ہم سمجھ لیتے ہیں کہ ہم اسلام اور دین کے خادم ہے۔ ہم نے فرض پورا کر دیا۔ خیرات سے میں اللہ کو رضی کر دوں گا۔ بھائی پہلے زکوۃ دو فرض ادا کرواس کے بعد خیرات اور صداقات دیا کروں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ، اسلام میں خیرات کی بڑی اہمیت اور فضلت ہے۔ میں کوئی عالم تو نہیں لیکن جتنا اسلام کے بارے میں پڑھا اور قرآن

مجید فرقان حمید کو سمجھا ہے۔جو ہم دکھاوا کرتے ہیں اس کی نفی کرتا ہے۔ اسلام نے ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنے اور انسانیت کا درس دیا ہے۔ آج ہم اپنے چند سو روپوں کی خاطر دوسروں کو ہزاروں اور لاکھوں کا نقصان دینے میں ذرہ.برابر عار محسوس نہیں کرتے،پیسے کی خاطر کسی کی جان جائے یا کوئی مالی نقصان اٹھائے لیکن مجھے فائدہ ہو وہ میں کروں گا اور اس کو ترقی اور پیسے کمانے کا ہنر کہتے ہیں۔ جھوٹ اور فریب سے کمائی ہوئی رقم سے آپ دوسروں کو تکلیف تو دے سکتے ہیں لیکن اپنے آپ کو اور بچوں کو سکون نہیں دے سکتے۔ سکون تو اللہ نے انسانوں کی خدمت اور خلوص میں رکھی ہے کہ اپ دل سے کسی کی خدمت کریں اور ان کی دعائیں حاصل کریں۔اللہ بے نیاز ہے نہ ان کو ہماری ان دکھاؤں کی ضرورت ہے جو ہم جھنڈے اٹھا کر اپنے آپ کو نیک ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور نا ہی اللہ ہمیں ان کروڑں کی حرام کمائی سے چند ہزار کے دیگیں پکا کر محفوظ بنا دے گا۔

میں یہ ہرگز نہیں کہتا کہ ہمیں اسلامی تہوار یا کسی پیر فقیر سے عقیدت نہیں رکھنی چاہیے اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ ہمیں یہ رنگ.برنگے جھنڈے اٹھانے سے گریز کرنا چاہیے۔ جن لوگوں کو ان کاموں سے تسلی ہوتی ہے وہ ضرور یہ کام کریں۔ میرا تو ایمان ہے کہ ان نیک ہستیوں کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے لیکن دین کی تعلیمات بہت واضح ہے ۔اس میں ہم اپنے آپ کو تو دھوکا دے سکتے ہیں

لیکن ہمیں پیدا کرنے والے ذات کو نہیں کہ جن کاموں سے وہ ہمیں منع کرتا ہے وہ تو ہم کریں لیکن دکھاوئے کے لیے ہم جلوسوں میں شریک ہو اور پھر پورا سال اپنے آقا کی تعلیمات کو پسے پشت ڈالے۔ان سے محبت اور عقیدت ہمیں پوری عمر کرنی چاہیے۔ ان سے محبت کا تقضا یہ ہے کہ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ کے رسول ہمیں منع فرمایا ہے ہم ان کو نہ کریں اور جن کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہم کریں۔آج جہاں پر حکومت نے دہرا معیار اپنائی ہوئی ہے۔رشوت، جھوٹ فریب اور کرپشن نیچے سے لے کر اوپر تک ہے وہاں پر ہمارے معاشرے میں ہم پیسوں اور اپنے فائدے کی خاطر اسلام تو کیا انسانیت کو بھی بھول جاتے ہیں۔آج ہم نے دنیاوی لالچ اور حرص کی وجہ سے اپنے سگے رشتوں کو بھی بھول گئے ہیں۔اپنے مالی فائدے کے لیے ایک دوسرے کے گلے کاٹنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ عدل وانصاف جہاں پر حکومتی اداروں میں ناپیدا ہو چکا ہے وہاں پر ہم اپنے روزمرہ زندگی میں اور اپنے ساتھ کام کرنے والوں کے ساتھ بھی وہی سلوک رکھتے ہیں جتنا ہمارا بس چلتا ہے ان کو اذیت دیتے ہیں۔ ہم خود انصاف نہیں کرتے اور دوسروں سے انصاف کی توقع رکھتے ہیں۔ ہم خود ظالم ہے،ہمارے اوپر حکمران ہم سے بڑا ظالم ہے۔جب تک ہم خود ظلم نہیں چھوڑیں گے،ہمارے حکمران ہم پر ظلم نہیں چھوڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی رشتہ دار نہیں وہ تمام فیصلے میرٹ پر کرتا ہے۔جو اچھائی کریں گا اس کا بدلہ ملے گا اور جو برائی کریں گا اس کا صلہ ملے گا۔جب تک ہم اپنا دوہرا معیار نہیں چھوڑیں گے اس وقت تک یہ

معاملہ ایسا ہی چلتا رہے گا۔ ہم خود ظالم ہو، دھوکہ باز اور کرپٹ ہو اور ہم دوسروں سے اچھائی کی توقع رکھیں یہ ممکن نہیں۔ دہرا معیار نہ حکومتوں کی کامیابیوں اور ملک کی ترقی میں چلا ہے اور نہ ہی معاشرے میں چل سکتا ہے، اس لئے آج ہم زوال پذیر ہے۔ ہمیں یہ دہرا معیار ختم کرنا ہوگا اس میں ہماری دین اور دنیا کی بھلائی ہے۔

بینظیر بھٹو قتل کا قصہ

اس سے بڑھ کر پیپلز پارٹی کے سیاسی کارکنوں کے لئے اور کیا بڑی بد قسمتی ہو سکتی ہے کہ جب ان کی لیڈر کو دن دیہاڑے قتل کیا گیا اور ان کے قاتلوں کے بارے میں آج تک معلوم نہ ہو سکا۔ بے نظیر ایک سیاسی لیڈر تھی ، بہت سی خوابیاں ان کو اپنے والد ذوالفقار علی بھٹو شہید سے ورثے میں ملی تھی۔ شاید ان کو مارا بھی اسلئے کیا گیا تاکہ ذوالفقار علی بھٹو کے سوچ اور پارٹی کا خاتمہ ہو کے جس کو عملی جامہ اب زرداری صاحب اور ان کی ٹیم پہنا رہے ہیں۔ بے نظیر بھٹو کے سیاسی مخالفین اس وقت بھی موجود تھے اور آج بھی موجود ہے اور ان کے سیاسی سوچ اور فیصلوں سے اختلاف ہر سیاسی جماعت یا انسان کا بنیادی حق بھی ہے لیکن ایک بات تو سچ ہے کہ وہ ایک سیاسی سوچ رکھنے والی خاتون تھی جن پر الزامات بھی کافی لگے انھوں نے سیاسی غلطیاں بھی کی ہے لیکن اس کے باوجود ملک کے سیاست میں ان کا بہت بڑا حصہ تھا۔ سیاسی اختلاف رکھنے کے باوجود ان کا ملکی کی سیاست میں ایک مقام تھا جو بہت کم لوگوں کو ملتا ہے۔ 27 دسمبر 2007 کا دن ایسا لگ رہا ہے کہ یہ کل کی بات ہے کہ ان کو دن کے روشنی میں شہید کیا گیا اور ان کی موت کو متنازعہ بننے کی کوشش بھی کی گئی لیکن اس

کے باوجود آج تک نہ صرف پیپلز پارٹی کے کارکنوں کے ذہنوں میں یہ سوال بار بار اٹھتا ہے بلکہ عام لوگ بھی یہ سوال کرتے ہیں کہ بے نظیر کے قاتلوں کا کیا بنا۔ پیپلز پارٹی کی موجود قیادت بینظیر اور ذوالفقار علی بھٹو کے خون پر سیاست تو کرتی ہے لیکن پانچ سالہ اپنے دور حکومت میں انہوں نے قاتلوں کو بے نقاب کیوں نہیں کیا۔ پیپلز پارٹی کی سیاست کا آج سندھ کے علاوہ ملک کے دوسرے صوبوں سے خاتماں ہو رہا ہے۔ تو ان کی پانچ سال دور حکومت میں کرپشن ، نااہلی اور بیڈ گورننس سے زیادہ پیپلز پارٹی کے جیلے اس بات پر غم ذدہ ، آفسردہ اور مایوس ہو چکے ہیں کہ جب اپنے دور حکومت میں انہوں نے اپنی قائد بے نظیر بھٹو کے قاتلوں کو بے نقاب نہیں کیا تو پھر کون کریں گا۔ کیا میاں نواز شریف صاحب ان کے قاتلوں کو بے نقاب کریں گے ؟ جنھوں نے 2008 میں ان کے قبر پر جاکر کہا تھا کہ میں آپ کے قاتلوں کو بے نقاب کروں گا۔ قوم کو ٹرک کے بتی کے پیچھے لگا دیا کہ طالبان نے ان کو قتل کر دیا اور ان کے قاتل گرفتار ہوئے یا مارے گئے۔

افسوسناک امر تو یہ ہے کہ بے نظیر بھٹو تو شہید ہو گئی لیکن اس کے بعد کئی افراد کو کس نے قتل کیا جن کو قاتلوں کے بارے میں معلوم تھا یا وہ سازش کا حصہ رہے تھے ۔ اسٹیج پر موجود اہم لوگوں میں ایک شہنشاہ بھی تھا جو بے نظیر تقریر کے دوران ویڈیو میں مختلف اشارے کر رہا تھا۔ ان کو بھی بعد ازاں قتل کر دیا گیا،اسی طرح دوسرے کئی افراد کو بھی قتل کیا گیا لیکن ان میں سے کسی

بھی فرد کے قاتلوں کا سراغ نہیں لگایا جاسکا۔ اب محسوس یہ ہو رہا ہے کہ بے نظیر کے قتل کا قصہ بھی ماضی کے دوسرے ہائی پروفائل قتلوں کی طرح صرف ایک قصہ رہ گیا ہے لیکن یہ قصہ وقتاً فوقتاً اٹھتا رہے گا اور سوالات بھی اٹھتے رہیں گے۔

دوسری طرف بے نظیر بھٹو قتل کیس میں محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اس کیس کو منطقی انجام تک پہنچانے کے بجائے الجھایا جا رہا ہے۔ جو ہمارے سسٹم کی نہ صرف ناکامی ہے بلکہ ہائی لیول پر کام کرنے والے لوگوں کی اثر و رسوخ کی بھی فتح ہے کہ وہ لوگ ہر اس شخص کے پیچھے ہے جن کو اس قتل کے بارے میں معلوم تھا، جن میں بہت سے لوگ اب تک ٹارگٹ بھی ہوئے۔ اس لیے پیپلز پارٹی کے جیالوں اور عام لوگوں کا یہ شکوہ بجا ہے کہ جو حکومت اپنی لیڈر کے قاتلوں کو بے نقاب نہ کر سکی وہ ہمارے قاتلوں کو کیا بے نقاب کریں گی۔ پیپلز پارٹی کے اندر اور باہر عام لوگوں میں یہ تصور بھی پایا جاتا ہے کہ بے نظیر بھٹو کو خود پارٹی کے لوگوں نے قتل کیا ہے جن میں واضح اشارہ سابق صدر اور بے نظیر بھٹو کے خاوند آصف زرداری کی طرف ہے کہ انہوں نے بے نظیر بھٹو کو قتل کیا ہے اور خود فائدہ اٹھا کر نہ صرف اقتدار حاصل کیا بلکہ پیپلز پارٹی کے سیاہ و سفید کے مالک بھی بن گئے۔ ان الزامات میں کتنی حقیقت ہے یہ تو تاریخ ہی فیصلہ کریں گی، کیوں کہ تاریخ میں آج تک کوئی قتل یا قاتل بے نقاب ہونے

سے نہیں بچ سکا ہے۔ میں بذت خود ان الزامات پر یقین نہیں کرتا کہ آصف زرداری خود بے نظیر کے قتل میں ملوث ہے۔ آصف زرداری پر کرپشن اور دوسرے غنڈہ گردی کے الزامات ہے جس میں کچھ حد تک حقیقت بھی ہو گی لیکن یہ تاثر پیدا کیا گیا کہ انہوں نے محترمہ بینظیر کو قتل کیا ہے۔ بہت سے لوگ حقیقت سے آنکھیں بند کرنے کی کوشش میں اور آصف زرداری سے نفرت کی وجہ سے ان کے خلاف پروپیگنڈا بھی کر رہے ہیں کہ وہ ہی قاتل ہے۔

بے نظیر بھٹو کو جس طرح قتل کیا گیا وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا کہ ان کو راستے میں کسی نے گولی مار دی اور وہ قتل ہوئی۔ ان کا قتل بہت ہائی پروفائل قتل ہے جس میں عالمی قوتیں بھی انوال ہو گی اور جس میں ایک خودکش حملہ آور کو بھی لایا گیا جس نے خود کو دھماکے سے اُڑ دیا تھا لیکن بینظیر کو گولی سے مارا گیا تھا وہ خودکش حملے سے پہلے ٹارگٹ ہوئی تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ٹارگٹ کلر کرایے پر مل جاتے تھے جبکہ اب خودکش حملہ آور بھی کرایے پر مل جاتے ہیں۔ باقی رہی پیپلز پارٹی کی سیاست اور ان کی دلچسپی کہ بے نظیر بھٹو کے قاتل بے نقاب ہو تو وہ صرف یہاں تک ہو گی کہ ہر سال ان کی برسی پر تقریریں اور بھٹو خاندان کی شہادت پر سیاست ہو گی۔

دو ہزار پندرہ بہت سے مسائل اور غم دے کر چلا گیا، کیسا ہوگا2016؟

دنیا بھر میں 2016 کا سورج طلوع ہو چکا ہے۔ ہر ذی شعور کی یہی دعا ہے کہ اللہ تعالی 2016 دنیا بھر میں امن و محبت کا سال ثابت کریں۔ 2015 میں بہت سے ایسے واقعات ہوئے جنہوں نے عالمی سیاست سمیت ملکی سیاست میں بھی بہت تبدیلی رونما کی ۔پاکستان سمیت دنیا بھر میں دہشتگردی کے واقعات میں اضافہ 2015 میں دیکھنے کا ملا۔ یورپ ،فرانس میں دہشت گردی کے حملے ہوئے جس کی وجہ سے ایک دفعہ پھر یورپ اور مغربی ممالک میں رہنے والے مسلمانوں کے لئے مصیبت اور تکلیف پیدا کردی۔ داعش جیسے تنظیم نے القاعدہ اور طالبان کے نام کو بھولا دیا۔ سعودی عرب کے مفتی عظیم سمیت دنیا بھر کے معروف علمائے کرام نے داعش کو اسلام دشمن تنظیم کہا اور ان کی کارروائی کو اسرائیل اور یہودیوں کی کارستانی قرار دیا لیکن اس کے باوجود داعش کا خطرہ دنیا بھر کے لئے بالعموم اور مسلم ممالک کے لئے بالخصوص موجود ہے جن میں اب افغانستان سمیت پاکستان میں بھی اس کا خطرہ محسوس کیا جارہا ہے۔ افغانستان سے امریکی انخلا کے بعد خطے میں امن آنے کی جو امید پیدا ہو گئی تھی اس میں اب مایوسی پیدا ہو رہی ہے کہ افغانستان میں داعش قدم جمانے میں مصروف ہے اور اس نہ ہو کہ عراق اور شام کے بعد داعش اس خطے میں بھی مضبوط قوت بن جائے ۔اس

کے باوجود کہ افغانستان میں داعش کے مقامی سربراہ اور دوسرے اہم رہنماؤں کو 2015 میں ٹارگٹ کیا گیا لیکن کچھ دن پہلے ہی پنجاب سے داعش کے لوگوں کا پکڑے جانا ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے کہ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف اب تک 60 ہزار سے زائد قربانیاں دی اور 110 ارب ڈالر کا نقصان کیا۔ اب داعش کا خطرہ یقینی طور پر ہمارے لیے سب سے زیادہ تشویش کا باعث ہے کہ پاکستان کے لیے انہوں نے اپنا امیر بھی مقرر کردیا ہے۔

ملک کے سکیورٹی اداروں اور حکومت نے قبائلی علاقوں میں دہشت گردوں کے خلاف جاری آپریشن ضرب عضب میں اگر سو فیصد نہیں تو کم از کم بہت حد تک کامیابی ضرور حاصل کی ہے جس کی وجہ سے ملک میں مجموعی طور پر دہشت گردی کی کارروائیوں میں کمی وقوع ہوئی ہے خاص کر خیبر پختونخوا اور سندھ کراچی میں اب اس طرح دہشت گردی نہیں ہو رہی ہے جس طرح پہلے ہوا کرتی تھی۔ دہشت گردی کے خلاف Do or Die والی صورت حال پیدا ہو گئی ہے یعنی کرو یا مرو۔ اب پاک فوج کی جانب سے آپریشن ضرب عضب قبائلی علاقوں میں شدت پسندوں اور دہشتگردوں کے خلاف اپنی آخری مراحل میں ہے جس میں سکیورٹی اداروں کے مطابق 90 فی صد علاقہ کلیئر ہو چکا ہے اور تقریباً 15 سے 20 فی صد علاقہ مکین اپنے اپنے علاقوں میں جا چکے ہیں لیکن اکثریت اب بھی اس امید کے انتظار میں ہے کہ جلد از جلد آپریشن مکمل ہو جائے اور ہم اپنے علاقوں میں واپس چلے جائیں۔ حکومت کی جانب

سے ان متاثرین کو اس طرح امداد بھی نہیں دی جارہی ہے جس طرح وعدیں کیے گئے تھے۔

قبائلی علاقوں میں آپریشن ضرب عضب اور ملک بھر میں قومی ایکشن پلان کی وجہ سے بہت سے دہشتگرد اور شدت پسند افغانستان بھاگ چکے ہیں لیکن زیادہ تر اب بھی ملک بھر میں اور قبائلی علاقوں میں موجود ہے جو پاک فوج اور سکیورٹی اداروں کے ساتھ جنگ میں مصروف ہے۔ نہ صرف قبائلی علاقوں میں ان کی طرف سے پاک فوج کو مذاہمت کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے بلکہ شہری علاقوں میں بھی وقتاً فوقتاً سکیورٹی اداروں کے اہلکاروں اور سنٹرز پر حملے کیے گئے ہیں جس میں بڑا حملہ پشاور ائر بیس کا بھی ایک تھا ۔جسے یہ لوگ باآور کرانا چاہتے ہیں کہ ہم میں اب بھی قوت ہے کہ ہم جہاں اور جب چاہے حملے کر سکتے ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ان حملوں میں بیرونی طاقتیں بھی شامل رہی ہے اور ان ہی کی ایما پر یہ حملے ہوئے ہیں۔ شدت پسندوں کی جانب سے ان حملوں کو آپریشن ضرب کا رد عمل بھی کہا جارہاہے۔اس آپریشن کو عالمی سطح پر بھی سراہا گیا۔ قبائلی علاقوں میں آپریشن ضرب عضب اور قومی ایکشن پلان سمیت اپنے افواج کے ساتھ کھڑے ہونے اور ملک سے شدت پسندی اور دہشت گردی کے عزم کی وجہ سے ملک بھر سمیت عالمی سطح پر بھی آرمی چیف جنرل راحیل شریف مشہور و معروف کمانڈر کے طور پر عوام اور خواص میں شہرت حاصل کی اور ہر جگہ چھائے رہے۔

مجموعی طور پر دنیا بھر کی طرح پاکستان پر بھی 2015 کافی بھاری سال گزرا جس میں 26 اکتوبر کے زلزلے نے ایک دفعہ پھر پرانی یادیں تازہ کر دی اور زیادہ تر نقصان خیبر پختونخوا میں ہوا۔

2015 میں جہاں پر دہشت گردی اور قدرتی آفات کا سامنا کرنا پڑا وہاں پر ملک کی سیاسی صورت حال میں بھی کافی نشیب وافراز سے دیکھنے کو ملے۔ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان نے اسلام آباد میں 126 دن دھرنے کے نتیجے میں بننے والے جوڈیشل انکوائری کمیشن کی رپورٹ بھی سامنے آئی جس میں کمیشن نے اپنے رپورٹ میں دھاندلی کے حوالے سے کہا کیا کہ الیکشن کمیشن صاف اور شفاف انتخابات کرانے میں ناکام رہا، وہاں پر یہ بھی فرمایا کہ تحریک انصاف منظم دھاندلی ثابت نہ کر سکی جس پر کمیشن فیصلہ کر سکیں کہ شریف حکومت دھاندلی کرانے میں ملوث تھی۔ عمران خان نے اس فیصلے کو تسلیم تو کر لیا لیکن ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ منظم دھاندلی کو ثابت کرنا تحریک انصاف کا کام نہیں تھا بلکہ یہ کمیشن کا کام تھا، ساتھ میں بھی فرمایا کہ 22 سیاسی جماعتوں نے دھاندلی کا کہا ہے جس میں خود نون لیگ کی حکومت بھی شامل تھی۔ تحریک انصاف کے چیئرمین کے مواقف کو تقویت اس وقت ملی جب انہوں نے شروع دن سے نون لیگ حکومت سے مطالبہ کیا تھا کہ صرف چار حلقے کھلے جائیں جس میں تحقیقات سے معلوم ہو گا کہ دھاندلی ہوئی ہے یا نہیں۔ ان چاروں حلقوں میں سے اب تک تین حلقوں کے

فیصلے الیکشن ٹربیونلز نے دیے جس میں دھاندلی ثابت ہوئی اور ان حلقوں میں دوبارہ الیکشن کرانے کا حکم دیا جس میں دو حلقوں الیکشن ہوئے اور ایک حلقے میں خواجہ سعد رفیق وفاقی وزیر ریلوے نے سپریم کورٹ سے اسٹے آرڈر لیا۔ دو حلقوں میں سے ایک میں تحریک انصاف نے بہت بڑی مارجن سے نون لیگ کے امیدوار کو شکست دی جب کہ لاہور کے حلقے میں سپیکر آیاز صادق 25 سو ووٹوں سے جیتے جس پر تحریک انصاف نے ٹربیونلز میں درخواست دی ہے کہ نون لیگ نے تقریباً 25 ہزار ووٹ دوسرے حلقوں سے اس حلقے میں اپنے فائدے کے لئے منتقل کیے۔ تحریک انصاف کا موقف ہے کہ ایک دفعہ پھر اس حلقے میں الیکشن ہو گا۔

چیئر مین تحریک انصاف عمران خان کے ذات کے لیے بھی یہ سال بہت بھاری رہا۔ اسی سال میں ان کی دوسری شادی ہوئی جب کہ اسی سال میں ان کی شادی ناکام ہو کر طلاق پر ختم بھی ہوئی جو سال بھر میں میڈیا کے لیے ہارٹ ایشو رہا۔

سال دو ہزار پندرہ گزشتہ سالوں کی طرح دنیا بھر کی طرح پاکستانی میڈیا کے لیے بھی کوئی اچھا سال ثابت نہ ہوا۔ اس سال بھی میڈیا ہاؤسز اور کارکنوں پر کئی حملے ہوئے۔

ملکی سیاست کی بات کی جائے تو وہاں پر سب سے اہم کام بلدیاتی انتخابات کا

منعقد ہونا ہے لیکن ان بلدیاتی نمائندوں کے پاس اختیارات موجود نہیں۔ خیبر پختونخوا میں کاغذی اختیارات تو موجود ہے لیکن عملی طور پر نمائندے اپنے اختیارات کے لیے آج سڑکوں پر احتجاج کرنے میں مصروف ہے جبکہ پنجاب، سندھ اور بلوچستان نے توان کو پہلے سے بے اختیار کر دیا ہے۔ عوام اور خواص میں یہ بات زد عام ہے کہ حکومت نے صرف خانہ پوری کے لیے الیکشن کرائیں۔

ملک بھر میں نیشنل ایکشن پلان پر عملدرآمد کے حوالے سے کارروائیاں جاری ہے جس میں زیادہ تر عمل کراچی میں ہوا جہاں پر پہلے سے دہشت گردی جاری تھی۔ بھتہ خوری اور ٹارگٹ کلنگ کی روک تھام کے لیے رینجرز کی طرف سے بہت بڑی پیانے پر پکڑ دھکڑ بھی ہوئی۔ بہت سے ٹارگٹ کلرز اور بھتہ خوروں کو گرفتار اور موت گھاٹ اتارا کیا۔ ایم کیوایم کے مرکز نائن زیرو پر چھاپے پڑے ساتھ میں ایم کیوایم کے قائد الطاف حسین کی متنازعہ تقروں پر ان کو قومی میڈیا میں کوریج پر پابندی لگا دی کہ الطاف حسین کی تصویر اور تقاریر نشر نہیں کی جائے جس پر عملدرآمد آج تک جاری ہے۔

2015 میں کراچی میں جاری رینجرز آپریشن کا سب سے زیادہ نقصان ایم کیو ایم نے اٹھایا لیکن بلدیاتی انتخابات نے ان کو پھر زندہ کر دیا۔

کراچی میں دہشتگردی کارریئوں کو روکتے اور نیشنل ایکشن پلان کے تحت پیپلز

پارٹی کے رہنماڈاکٹر عاصم حسین اور آصف زرداری کے دست راز کو پکڑ جانے کے بعد پیپلز پارٹی کی حکومت اور رینجرز اختیارات میں تنازعہ کھڑا ہوا جس کا اب باقاعدہ آغاز ہمیں سخت بیانات کی شکل میں سندھ اور وفاقی حکومت کے درمیان آئی ۔ سندھ حکومت رینجرز کے اختیارات کو محدود کرنے کی کوشش میں ہے جب کہ وفاقی حکومت نے رینجرز کو دو ماہ کے اختیارات دیے۔ عام لوگوں سمیت خواص کا بھی یہی خیال ہے کہ کراچی میں امن کے لیے ضروری ہے کہ رینجرز آپریشن جاری رکھی جائے۔ سندھ حکومت کی کرپشن اور نااہلی کی وجہ سے بہت سے ممبران اسمبلی اور کارکنان بیرونی ممالک چلے گئے ہیں۔ پیپلز پارٹی جو وفاقی پارٹی تھی، اپنی پالیسیوں کی وجہ سے اب سندھ کی پارٹی بن کر رہ گئی ہے۔ سابق چیف جسٹس افتخار چوہدری نے اپنی پارٹی بنائی جس کو سیاسی تجزیہ کار ایک ناکام کوشش قرار دے رہے ہیں۔

خطے میں پاکستان کی اہمیت اور کردار 2015 میں کافی اہم رہا۔ افغان طالبان اور افغان حکومت کے درمیان عالمی ممالک کے تعاون اور مشورے سے مری میں مذاکرات ہوئے جو بعدازاں طالبان امیر ملاعمر کے وفات کی خبر آنے کے بعد تعطل کا شکا ہوئے ۔افغان طالبان نے اپنے قوت اور اتحاد کو ثابت کرنے کے لیے افغانستان میں کئی جگھوں پر قبضہ کیا اور بڑے۔بڑے حملے کیے ۔ افغان حکومت کو جہاں پر طالبان حملہ روکنا مشکل ہوا وہاں پر افغانستان میں داعش کے قدم

جمانے کی ناکامی نے بھی مشکلات پیدا کیے۔

طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مذاکرات ختم ہونے کے بعد افغانستان اور پاکستان میں تعلقات کافی دفعہ اتار چڑھاؤ کے شکار رہے۔ اب آرمی چیف جنرل راحیل شریف ، ملکی ،علاقائی اور عالمی قوت کے تعاون سے ایک دفعہ پھر افغان طالبان اور افغان حکومت کے درمیان مذاکرات شروع ہونے کی کوشش میں کامیاب ہوئے۔ آرمی چیف نے افغان حکومت کو اپنا مکمل تعاون پیش کیا۔ اب امید یہ پیدا ہوئی ہے اور یہ کہا جارہا ہے کہ 2016 کے اوائل میں مذاکرات شروع ہوجائیں گے اور دوہزار سولہ میں افغانستان مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا۔ جس کے لئے پاکستان کی جانب سے کوشیش جاری ہے۔

اسلام آباد میں ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کے انعقاد نے پاکستان اور بھارت کے درمیان برف پگھلا دی ، اسی طرح افغانستان اور پاکستان کے درمیان پایا جانے والا عدم اعتماد اور غلط فہمیوں میں کافی کمی واقع ہوئی ۔ افغان صدر اشرف غنی کو اعلیٰ شان استقبالیہ دیا گیا۔ ہارٹ آف ایشیا کانفرنس کے انعقاد نے جہاں پر دونوں ممالک بھارت اور پاکستان کے درمیان رابطے قائم رکھنے میں اتفاق کیا وہاں پر 25 دسمبر کو بھارتی وزیر اعظم نریندری مودی کے اچانک دورے پاکستان نے بھی دونوں ممالک سمیت پوری دنیا کو حیران کر دیا کہ وہ

وزیراعظم جو پاکستان اور مسلم دشمنی میں ثانی نہیں رکھتے، انھوں نے افغانستان سے دہلی جاتے ہوئے لاہور میں چند گھنٹے قیام کیسے کیا۔ اس اچانک دورے نے دونوں ممالک کے میڈیا کو حیران ضرور کیا لیکن اس دورے سے بظاہر کوئی بریک تھرو نہیں ہوا۔ سیاسی ماہرین اس دورے کو اس حوالے سے مثبت قرار دے رہے ہیں کہ بھارتی وزیراعظم کے دورے پاکستان سے کم از کم جو کشیدہ ماحول پیدا ہوا تھا یا خراب تعلقات تھے اس میں کمی آئی گی اور مستقبل کے لیے دونوں ممالک کے درمیان تعلقات میں بہتر اور حل طلب مسائل پر بات چیت کا آغاز ہو جائیگا۔ مودی کے دورے پاکستان، جہاں پر اس کو نیم سرکاری دورہ کہا جارہا ہے کہ وزیراعظم مودی صرف وزیراعظم پاکستان میاں نواز شریف کو سالگرہ کے مبارکباد دینے اور وزیراعظم کے نواسی کی شادی میں شریک ہونے کے لیے آئے تھے۔ دونوں رہنماؤں کے درمیان سیاسی گفتگو کم اور خاندانی تعلقات پر بات زیادہ ہوئی۔ دونوں ممالک کے میڈیا میں اس دورے پر تبصرے تاحال جاری ہے۔ مجموعی طور پر دونوں ممالک کی جانب سے اس دورے کا خیر مقدم کیا گیا۔ 2015 میں سیاسی اور عالمی حالات میں اتارچڑھاؤ اپنی جگہ اہمیت کے حامل ہے لیکن اسی سال میڈیا کی زینت بننے والی سب سے مقبول خبر منی لانڈرنگ کیس میں ماڈل گرل آیان علی بھی رہی جو بیرونی ممالک تین کروڑ روپے لے جارہی تھی۔ اس کیس میں بالکل سائٹ لائن رکھنے والی خبر وہ ہے کہ جس پولیس انسپکٹر نے ڈالر

گرل کو پکڑا تھا ان کو بعد ازاں گولی ماردی گئی لیکن کسی نے بھی اس پر ایکشن نہیں لیا، جبکہ ڈالر گرل کا ناتا پیپلز پارٹی کے اعلیٰ حکام سے رہا اور پیپلز پارٹی قیادت نے اپنی ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی طرح اس کیس کو ختم کیا جائے اور آیان علی کو بیرونی ملک جانے دیا جائے جس میں تاحال وہ ناکام رہے۔

2015 میں ملک کی معیشت میں بھی کوئی بہتری نظر نہیں آئی۔ نون لیگ حکومت اپنی روایاتی فیصلوں اور اقدام پر عملی پیرا رہی۔ اسلام آباد اور راولپنڈی میٹرو بس کا آغاز تو کیا گیا لیکن تاحال میٹرو سے تباہ ہونے والے سڑک تعمیر نہ ہوسکے۔ لاہور گرین ٹرین چلانے کا افتتاح بھی کیا گیا لیکن جہاں پر دنیا کی سب سے مہنگی میٹرو بنائی گئی وہاں پر صحت، تعلیم، بجلی، گیس، پینے کا صاف پانی سمیت ہسپتالوں میں علاج معالجے کے لیے رکھی گئی رقم بھی ان ترقیاتی منصوبوں پر خرچ ہوئی۔ عوام کی جان ومال کی حفاظت اور پولیس غنڈہ گردی کو روکنے کے لیے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے گئے۔ ڈالر کی قیمت بڑھتی جارہی ہے جس کی وجہ سے مہنگائی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ دنیا بھر میں پٹرولیم کی قیمت انتہائی کم سطح پر 116 سے کم ہو کر 35 بیرل حساب پر آئی ہے لیکن حکومت نے گزشتہ پانچ ماہ سے کوئی قیمت کم نہیں کی۔ اقتصادی ماہرین کے مطابق پٹرول کی قیمت زیادہ سے زیادہ پچاس روپے ہونی چاہے۔ دوسری طرف ملکی برآمدات

میں انتہائی کمی واقع ہوئی ہے جبکہ درآمدات میں اضافہ ہوا ہے۔450ارب کے دنیا کی تاریخ میں مہنگے بانڈز خریدے گئے جس پر دس سال میں صرف سود 500ارب ادا کرنا ہوگا۔

بے روزگاری میں کمی کے لیے اور مہنگائی کو کم کرنے کے لیے حکومت نے کوئی منصوبہ بندی شروع نہیں کی۔اداروں میں تباہی کو نہیں روکا کیا بلکہ اب بہت سے اداروں کو بیچنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔

جیسے ویسے بھی تھا گزر کیا۔اب 2016 شروع ہوچکا ہے۔سب لوگوں کے ذہنوں میں ایک ہی سوال ہے کہ کیا دو ہزار سولہ بھی اسی طرح گزر جائے گا جس طرح 2015 گزر گیا یا حکومت کی جانب سے کچھ ایسے اقدامات ہوں گے جس سے عوام کی روزمرہ زندگی آسان ہوجائے گی۔اللہ تعالیٰ سے دعاگو ہے کہ 2016 پوری دنیا میں امن وامان کا سال رہے۔ موجود حالات کے مطابق اس سال کے بارے میں کافی حدشات پائے جارہے ہیں کہ اس سال خطے میں نئی گیم شروع نہ ہوجائے۔ دعا تو پوری قوم کی ہے کہ ہمارے ملک سمیت پورے خطے اور دنیا سے دہشت گردی اور فرقہ پرستی کا خاتمہ ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ قدرتی آفات سے بھی بچائے اور ملک کے حکمرانوں کو صحیح فیصلے کرنے کی توفیق بھی دیں۔ عوام کے ذہنوں میں جو سوال ہے کہ کیسا ہوگا2016 وہ بہتر ،کامیاب اور کامرنی کا سال ثابت ہوجائے۔ سیاستدان ملکی بقا کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سیاست کریں۔ وفاقی حکومت کی جانب سے صرف پنجاب

کو نہیں بلکہ پورے ملک کو سپورٹ ملنی چاہیے، خاص کر خیبر پختونخوا کو اپنے حقوق دی
جائے اور محاذ آرائی کی سیاست سے گریز کی جائے۔ ملک کی تاریخ میں اقتصادی رہداری
روٹ کا افتتاح تو کیا گیا ہے لیکن خیبر پختونخوا کے تحفظات دور نہ کیے گئے۔ اصل روٹ کو
چھوڑ کر صرف سڑک بنانے پر اکتفا کیا گیا ہے جس سے محاذ آرائی میں اضافہ ہوگا۔ میاں
نواز شریف کو پنجاب کا نہیں بلکہ پورے ملک کا وزیر اعظم ہونے کا ثبوت دینا
چاہیے۔ تب ملک ترقی کر سکتا ہے اور 2016 ہمارے لئے بہتر ہو سکتا ہے کہ جب تمام
فیصلے اتفاق رائے سے کی جائے اور اسمبلیوں کو اہمیت دی جائے۔

جسٹس پارٹی

یہ حقیقت ہمیں ماننی پڑے گی کہ عمران خان کے لئے خیبر پختونخوا میں مخلص نمائندوں کی کمی ہے جو عمران خان کے سوچ کے مطابق فیصلوں پر عملدارآمد کریں اور پارٹی منشور کو آگے بڑھاتے ہوئے حقیقی معنوں میں تبدیل لائیں۔ میرے اندازے کے مطابق صوبے میں وزارت اعلیٰ کے منصب پر پرویز خٹک کو بٹھانا عمران خان کی مجبوری ہے کہ پارٹی میں کوئی دوسرا ایسا شخص نہیں جو عمران خان کی سوچ اور خواہش کے مطابق کام کریں۔پرویز خٹک پرانا سیاسی کھلاڑی ہے وہ روایاتی سیاست کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ انہوں نے عمران خان کو اپنے چال میں پھنسا دیا ہے۔ عمران خان جو اعلان کرتا ہے ،وزیراعلیٰ بھی وقتی طور پر اس کی تاعیت کرتا ہے جبکہ بعدازاں وہ اپنی سیاسی روایت کو برقرار رکھتا ہے۔ وزیراعلیٰ پرویز خٹک نے بہت سے ایسے فیصلے کیے جس نے عمران خان کی سوچ کی نفی کی اور خان صاحب بعدازاں میڈیا کو جواز پیش کرتا رہاہے۔ حالیہ دنوں میں عمران خان کے فیصلے کو دیکھے کہ انہوں نے صوبے میں وی آئی پی پروٹوکول کو ختم کرنے کا اعلان کیا، بہت دفعہ اس کا ذکر جلسوں اور میڈیا میں بھی کیا جب کہ اب بھی کرہاہے ۔ وزیراعلیٰ پرویز خٹک نے بھی خانہ پوری کے لیے ایک نوٹیفکیشن جاری کیا جس پر عمل درآمد تاحال نہیں ہوا۔شاید صرف عمران خان کے لیے ہوجائے۔ حقیقت میں وزیراعلیٰ صاحب پروٹوکول

کو ختم نہیں کرنا چاہتے اور اب اس پروٹوکول کو سکیورٹی کا نام دیا۔ گزشتہ کچھ دنوں میں کئی دفعہ وزیراعلیٰ نے خود پروٹوکول کے ساتھ دورے کیے جس میں ایک دورہ انہوں نے مردان ہسپتال کا بھی کیا جہاں پر تمام گیٹ بند کیے گئے۔ اسی طرح جب صدر اور وزیراعظم پشاور یا صوبے کا دورہ کریں گے تو وہ سڑک بند نہیں ہوں گے اور عوام ان کی دورے سے ذلیل ہوتے رہیں گے۔

بحرحال آج ہم بات کررہے ہیں نئی پارٹی کی جو سابق چیف جسٹس افتخار احمد چوہدری نے بنائی ہے اس کا نام رکھا ہے "جسٹس اینڈ ڈیموکریٹک پارٹی" یعنی یہ پارٹی ملک میں انصاف اور جمہوریت کی پارٹی ہوگی جس کا افتتاح ہی انہوں نے غیر جمہوری انداز سے کیا کہ خود کو پارٹی کا صدر بنایا بغیر کسی رائے شماری کے۔ ویسے میں کبھی کبھی سوچتا ہوں کہ شاید دنیا میں سب سے زیادہ پارٹیاں ہمارے ملک میں ہی ہوں گی۔ ہم نے دوسرے کسی چیز میں ریکارڈ بنایا ہو یا نہ ہو لیکن پارٹی بنانے میں ضرور بنایا ہے جو کوئی بھی آدمی کسی فیلڈ میں ناکام یا بعض کامیاب ہوجاتے ہیں اور عوام کی طرف سے ان کو تھوڑی بہت پذیرائی مل جاتی ہے تو وہ فوراً ہی سیاسی پارٹی بنالیتا ہے یا کچھ لوگ اپنے فیلڈ سے ریٹائرڈ منٹ کے بعد پارٹی بنالیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی سوچ یہ ہوتی کہ عوام مجھ پر بھروسہ کرتے ہیں اور میں جوں ہی پارٹی بناؤں گا عوام کا جم غفیر میرے ساتھ شریک ہوجائیگی، مجھے کندھوں پر اٹھائیں گی لیکن بدقسمتی

سے پارٹی بنانے کے بعد وہ پہلے والی عزت بھی کھو بیٹھتا ہے اور آخر کار مایوس ہو کر گھر بیٹھ جاتا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ نئے لوگوں کو سیاست میں نہیں آنا چاہیے بلکہ سیاست میں آنا ہر آدمی کا بنیادی حق ہے اور پاکستانی سیاست میں اچھے اور پڑھے لکھے لوگوں کی بہت زیادہ کمی ہے۔ اس لئے ان وراثاتی خاندانوں کا خاتمہ نہیں ہوتا۔ نئی پارٹیاں بھی بنانی چاہیے لیکن ان سب کے لئے ایک وقت ہوتا ہے عمر کا بھی تقاضا ہوتا ہے جبکہ ضروری بھی نہیں کہ جو لوگ اپنے فیلڈ میں کامیاب یا ناکام ہوئے ہو وہ سیاست میں آ کر کامیاب ہو جائیں گے۔ پاکستان میں سیاست کرنا ہر بندے کا کام نہیں بلکہ بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو پاکستان کے سیاست میں محنت کرکے آپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ عمران خان کی مثال ہمارے سامنے ہیں جو بیس سال سے ان روایاتی سیاستدانوں کے خلاف ہے۔ ہمارے ان ریٹائرڈ حضرات سے یہ کوئی نہیں پوچھتا کہ جب آپ سروس میں تھے تو آپ نے کونسا تیر چلایا یا مارا ہے جس سے اس ادارے میں کوئی بہتری آئی ہو یااپ نے ملک کی سیاسی نظام میں بہتری لانے کے لئے کوئی قدم اٹھایا ہو جسے ہماری نظام سیاست میں بہتر آئی ہو جس میں عام آدمی اور پڑھے لکھے لوگ آگے آ سکتے ہو۔ 2007 میں عوام نے اور ہم جیسے صحافیوں نے چیف جسٹس کی بحالی میں آواز اٹھائی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ چیف جسٹس سے لوگوں کو پیار تھا بلکہ لوگ پرویز مشرف سے تنگ آ چکے تھے اس لئے انھوں نے چیف جسٹس کا ساتھ دیا۔ مقصد یہ تھا کہ ملک میں عدلیہ آزاد ہو جائے اور عوام کو انصاف جلد

اور سستا ملے۔ خاندان پے خاندان ختم ہو جاتے ہیں لیکن ہمارے عدالتوں سے فیصلے نہیں ہوتے۔ توقع پیدا ہوئی تھی کہ شاید ملک میں عدالتی نظام بہتر ہو جائے لیکن کچھ بھی بہتر نہ ہوا۔ افتخار چوہدری نے بحیثیت چیف جسٹس عدالتی نظام میں کوئی خاص تبدیلی نہیں لائے۔ اب انھوں نے سوچا کہ میں ملک کا صدر، وزیراعظم بن کر عوام کو فوری انصاف مہیا کروں گا اور ملک میں جمہوریت کو پروان چڑھا دوں گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ عوام اس جمہوری طرز حکمرانی سے تنگ ہے جس میں عام آدمی کبھی آگے نہیں آسکتا ہے، پھر اس پارلیمانی جمہوری نظام میں آگے آنا بہت مشکل کام ہے۔ افتخار چوہدری کے لیے بہتر یہ تھا کہ ملکی سطح پر تھنک ٹینک بناتے اور ملک کے جمہوری نظام کی بہتری کے لیے آواز اٹھاتے۔ بہرحال انھوں نے نئی پارٹی بنا دی ہے جس کا مستقبل ڈاکٹر عبدالقدیر خان کے پارٹی سے مختلف نہیں لگتا۔ بہت جلد چوہدری صاحب کو اپنی غلطی کا احساس ہو جائے گا۔ بعض لوگوں کا تو یہ بھی کہنا ہے کہ جس طرح پرویز مشرف نے نو سال حکومت کی اور صدرارت کے بعد ایک نئی پارٹی کو لانچ کیا اور نعرہ بلند کیا کہ میں اب ملک کا نظام تبدیل کروں گا، جمہوریت کے لیے کام کروں گا، ملک میں انصاف قائم کروں گا وہی باتیں افتخار چوہدری بھی کہتا ہے۔ حالاں کہ پرویز مشرف نے بھی نو سال حکومت کی اور افتخار چوہدری بھی دس سال سے زئد عرصے تک ملک کے سب سے بڑے آئینی ادارے کے سربراہ رہے۔

ویسے افتخار چوہدری نے ایک بات ٹھیک کی ہے کہ ملک میں پارلمانی نظام کے بجائے صدارتی نظام جمہوریت ہونی چاہیے جس کو قائدا عظم نے بھی کہا تھا کہ پاکستان میں .برطانیہ طرز کی پارلیمانی نظام نہیں بلکہ امریکی طرز کی صدراتی نظام جمہوریت کامیاب ہو سکتی ہے۔ وقت کا بھی تقاضا ہے کہ ہم صدراتی نظام جمہوریت کے لیے آواز بلند کریں۔

شوکت خانم پشاور

دنیا بھر کی طرح پاکستان کے حالات بھی بہت تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں۔ہر روز کوئی نہ کوئی واقعہ، حادثہ رونما ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے ہم نے جو سوچا ہوتا ہے کہ آج اس پر کالم لکھوں گا وہ رہ جاتا ہے اور کسی نئے موضوع پر لکھنا پڑ جاتا ہے ۔صحافت میں زیادہ تر کرنٹ موضوعات میں لوگ دلچسپی اور پڑھنا پسند کرتے ہیں ،اس لیے ہم بھی زیادہ تر کرنٹ موضوعات پر لکھتے ہیں۔29دسمبر کو پشاور میں عمران خان نے شوکت خانم کا افتتاح کیا تو عین اس وقت مردان میں نادرا آفس کے گیٹ پر خود کش حملہ ہوا جس میں اب تک کے اطلاعات کے مطابق 28افراد شہید ہو چکے ہیں۔اسی طرح وفاقی حکومت نے سرمایہ داروں اور کاروباری حضرات کو اپنا کالا دھن یعنی پیسہ سفید اور قانونی بنانے کیلئے ایمنسٹی سکیم کا اجرا کیا تاکہ اپنا ووٹ بنک مضبوط کر یں اور سرمایہ داروں کو قانونی تحفظ دیا جاسکے۔اسی طرح سال کے آخر میں وزیر اعظم میاں نواز شریف نے بلوچستان میں اقتصادی رہداری روٹ کا افتتاح کیا اور باآور کرایا کہ اس مغربی روٹ سے بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں ترقی ہوگی جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔وزیر اعظم نے صرف سڑک کا افتتاح کیا۔اصل روٹ پنجاب لاہور سے گزرے گا جس پر صوبائی حکومت کا وفاق سے اختلافات بھی شروع ہے۔

آنے والے دنوں میں یہ مسئلہ مزید بڑھے گا جب تک اس کو حل نہیں کیا جاتا۔ ان سب موضوعات پر انشاء اللہ آئندہ کالم لکھوں گا لیکن آج ہم بات کریں گے شوکت خانم پشاور کا جس کا باقاعدہ افتتاح 29 دسمبر 2015 کو عمران خان نے کینسر کے ایک چھوٹے بچے سے کرایا۔ بڑے لوگ افتتاح خود کرتے ہیں عمران خان وہ بھی بچوں سے کراتے ہیں۔
عمران خان کی شخصیت بچپن سے ہی عجیب و غریب رہی ہے۔ جہاں بطور کرکٹر وہ دنیا کے بہترین کرکٹر اور کپتان کا اعزاز رکھتے ہیں تو وہاں پر کرکٹ کے زمانے سے ہی ان کی شخصیت خبروں کی زینت بنتی رہی۔ صرف پاکستانی عوام نہیں بلکہ بھارت اور دنیا کے دوسرے ممالک کے عوام بھی ان سے محبت کا جذبہ رکھتے ہیں اور ان کی شخصیت کو پسند کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں انہوں نے ایک دلچسپ بات سنائی کہ جب میں بطور کرکٹر پاکستانی ٹیم کا حصہ بنا اور کپتان بھی بن گیا تھا تو میرے والد صاحب ایک دن کہنے لگے کہ تم اپنی زندگی کھیل کود اور کرکٹ ہی میں گزارو گے یا کچھ کام بھی کرو گے یعنی ان کو معلوم ہی نہ تھا کہ عمران خان کپتان بن چکا ہے اور کرکٹ کی کیا اہمیت ہے۔
عمران خان فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرح اپنی والدہ شوکت خانم کو کینسر سے تڑپتے ہوئے دیکھا ہے تو میرا ایمان کمزور ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ ایک انسان کو

اتنی تکلیف کی موت کیسے دے سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں مجھ سے بہت بڑا کام لینا تھا اور میرے دل میں یہ بات ڈالانی تھی کہ میں کینسر کا ہسپتال بناؤں تاکہ لوگوں کی مائیں، بچے، بیٹوں اور بھائیوں کا علاج ممکن ہو سکیں۔ میری ماں تو مر گئی تاکہ دوسروں کے مائیں کینسر سے نہ مریں۔ پاکستان میں کینسر کا ہسپتال بنانا کوئی معمولی کام نہیں تھا، اس ملک میں جہاں پر سرکار عام علاج و معالجے کی سہولت نہیں دے رہی ہے تو کینسر جیسے مہنگے علاج کی سہولت کیا دیگی۔ یہی وجہ ہے کہ شوکت خانم لاہور کو بیس سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود کسی بھی حکومت نے سرکاری سطح پر کینسر ہسپتال بنانا تو دور کی بات کبھی غلطی سے یہ بات بھی نہیں کہی کہ حکومت بھی کینسر ہسپتال بنائے گی۔ ان بیس سالوں میں نواز شریف کی 1999 سے پہلے کی حکومت، نو سال پرویز مشرف کے اور پانچ سال پیپلز پارٹی، زرداری حکومت کے علاوہ اب ڈھائی سال میاں نواز شریف حکومت کے ہو رہے ہیں جس میں 150 ارب روپے تو انہوں نے صرف میٹرو بس کے پلوں اور سڑکوں پر خرچ کیے اور اس سے زیادہ اب لاہور ٹرین منصوبے پر خرچ کر رہی ہے لیکن پانچ ارب روپے کینسر ہسپتال بنانے پر خرچ نہیں کرتی کیوں کہ اس کا فائدہ غریب لوگوں کو ہو گا اور ظاہری بات ہے کہ جب عمران خان اپنے خیراتی ہسپتال سے عوام کا 70 فی صد علاج فری میں کرتے ہیں تو سرکار بھی تو غریب عوام کو کچھ نہ کچھ فری علاج دے گی۔ دنیا میں خیراتی ہسپتال صرف پاکستان میں شوکت خانم ہی ہے جو اتنے بڑے پیمانے پر فری علاج مہیا کر رہی ہے

۔ ورنہ یہ کام حکومتوں کا ہوتا ہے کہ حکومت عوام کو ایسی سہولت مہیا کریں لیکن شاید ہمارے حکمرانوں کی نصیب میں وہ دعا نہیں جو بے کس اور بے سہارا ماؤں بہنوں ، بیٹوں اور والدین کا عمران خان اور شوکت خانم کے لیے نکل رہی ہے۔ کسی کا درد اور تکلیف کا احساس صرف وہ لوگ لگا سکتے جن پر یہ تکلیف گزری رہی ہو۔ کچھ قارئین سوچتے ہوں گے کہ عمران خان نے کینسر ہسپتال بنا دیا ہے جو کافی ہے حکومت مزید کیا بنائے گی ۔
عرض یہ ہے کہ کینسر واحد مرض ہے جو سب سے مہنگا ہے ۔ایک مریض پر کم از کم 20 سے 30 لاکھ روپے کا خرچ آتا ہے۔ شوکت خانم لاہور ہر سال تین ارب کا مقروض ہوتا ہے اور اب عمران خان نے شوکت خانم پشاور 4 ارب روپے سے بنایا جس میں آخری مہینے میں 80 کروڑ روپے درکار تھے اس میں 58 کروڑ 26 دن میں جمع ہوئے باقی 22 کروڑ روپے عمران خان کو ایک پرائیویٹ چینل پر تین گھنٹے شو میں جمع ہوئے ۔ پاکستانی عوام سمیت دنیا بھر سے عوام نے ان کو یہ رقم دی ۔ عام شہری اور وہ لوگ جن کو اللہ تعالٰی نے نوازا ہے کیوں عمران خان پر بھروسہ نہ کریں۔ عمران خان نے اپنی شخصیت ہی کچھ ایسی بنا دی ہے۔ جن پر لوگ اعتبار کرتے ہیں۔ سیاست میں لوگ اقتدار اور پیسے کے لیے آتے ہیں، بھارت ، لندن ،امریکا، دبئ اور ملائیشیا میں جائیدادیں اور پلازے خرید ے ہیں ۔ عمران خان کے پاس ایک پلاٹ تھا جس کی قیمت تین کروڑ روپے تھی وہ بھی شوکت خانم پشاور کو دی۔ شروع میں جب ان کے والد صاحب شوکت خانم کے معاملات دیکھ رہے تھے تو ان کو بعد ازاں اس لئے

ہٹایا گیا کہ وہ اس طرح کام نہیں کر سکتے تھے جس طرح انتظامیہ چاہتی تھی۔ یہ سب کچھ عمران خان ہی کر سکتا ہے۔

اکثر عوام کا یہ گلہ اور شکواہ ہوتا ہے کہ ہم شوکت خانم ہسپتال لاہور گئے ہمارے مریض کو داخل نہیں کرایا گیا۔ اکثر لوگ کی سوچ یہ بھی ہے کہ بس ہم نے وہاں جانا ہے تو ہمارے مریض کو مفت علاج شروع ہو جائے گا، جو ممکن نہیں ہوتا۔ وجہ یہ ہے کہ ہسپتال میں 2 سو مریض رکھنے اور علاج کی گنجائش ہے جو ہر وقت آور لوڈ ہوتا ہے۔ ملک بھر کے علاوہ افغانستان سے بھی مریض آتے ہیں جن کا علاج کیا جاتا ہے۔ دوسرا مریض کی کنڈیشن کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ علاج کے قابل ہے، علاج سے وہ ریکور کر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ہسپتال میں مریضوں کی تعداد کو دیکھا جاتا ہے کہ ہسپتال میں گنجائش ہے بھی کہ نہیں۔ علاج کی بہتر سہولت اور امریکی ہسپتالوں کے طرز کی جدید مشینری اور ڈاکٹرز کی موجودگی کی وجہ سے امیر لوگ بھی سو فیصد خرچ دے کر علاج یہاں پر کرتے ہیں تاکہ بیرونی ممالک جانے سے بچ سکے۔ بیرونی ممالک میں مریض پر خرچ کم از کم ایک کروڑ دتک پہنچ جاتا ہے۔ عمران خان نے پشاور میں شوکت خانم ہسپتال کا افتتاح کر کے خیبر پختونخوا اور افغانستان کے عوام پر احسان کیا کہ یہاں پر ہسپتال بنایا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج شروع بھی کیا۔ شوکت خانم لاہور میں زیادہ تر مریض خیبر پختونخوا، قبائلی علاقوں اور افغانستان کی جاتی ہے۔ اب یہ لوگ

نزدیک پشاور ہسپتال میں علاج کر سکیں گے۔ شوکت خانم پشاور، لاہور کے ہسپتال سے بھی بڑا ہے، بیڈ کی سہولت چار سو تک کی ہے جس میں ابتدائی طور پر اب دو سو مریضوں کا بندوبست شروع ہوگیا ہے لیکن دو سو بیڈ کی سہولت اور اسکے لئے رقم کا بندوبست ہونا ابھی باقی ہے۔ ہم سب کو مل کر شوکت خانم ہسپتال کے ساتھ ہر مہینے کچھ نہ کچھ اپنے بساط کے مطابق مدد کرنی چاہیے۔ اللہ تعالی عمران خان سمیت ان کی پوری ٹیم اور ان تمام لوگوں کو اجر دے جنھوں نے اس میں مالی اور جانی تعاون کیا ہے۔

ہمارا المیہ

دنیا میں کہیں بھی کوئی مسئلہ درپیش آجائے تو اس کا تعلق کہیں نہ کہیں پاکستان سے جوڑ جاتا ہے بعض اوقات ہم نہیں جوڑنا چاہتے لیکن دنیاوالے جوڑ لیتے ہیں ویسے ہم خود اس معاملے میں خود کفیل ہے کہ کسی بھی ملک میں کوئی مسئلہ درپیش ہوجائے تو اس میں اکثر پاکستانی بھی شامل ہوتے ہیں۔ ہم پاکستانیوں نے قسم کھائی ہے کہ پوری دنیا کا غم اور تکلیف کا درد ہم پاکستانی ضرور محسوس کریں گے اور ان کے خلاف یا حق میں آواز بلند کرنا اپنا دینی اور قانونی حق کے علاوہ اپنا فریضہ سمجھتے ہوئے احتجاج شروع کریں گے اور اس احتجاج میں سڑکے بلاک کریں گے اور اپنے ہی املاک کو نقصان پہنچے سے دریغ نہیں کریں گے۔ حالانکہ پاکستان گزشتہ ایک دھائی سے مصیبت اور پریشانی میں مبتلا ہے کسی اسلامی ملک کے حکمرانوں نے دورہ کرنا، مالی امداد کرنا یا پاکستان کے حق میں آواز بلند کرنا بھی گوار نہیں کیا۔ ہم ایسی قوم ہے کہ ہم نے پوری دنیا کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ جب حکومتی سطح پر خاموشی ہو تو وہاں ہماری کسی نہ کسی مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگ اٹھ کھڑے ہوجاتے اور یک دم سے جلسے، جلوس شروع کردیتے ہیں۔ اب سعودی عرب اور ایران کے درمیان ہونے والا تنازعہ سے ہم الگ نہیں رہ سکتے حکومتی سطح پر دونوں ممالک کے درمیان تعلقات بہتر کرنے میں کردار بھی ادا کرنا، چاہیے

لیکن عوامی سطح پر بالکل کسی بھی فرقے، تنظیم یا پارٹی کو اجازت نہیں دینی چاہیے کہ وہ اپنی سطح پر اجتماعی ہو یا انفرادی طور پر ملک میں سیاست شروع کریں۔ یہاں تو پہلے سے کئی قسم کے مسائل موجود ہے اس میں مزید اضافے کی گنجائش نہیں۔ حکومت کو چاہیے کہ ملک کے اندر جو مسائل موجود ہے ان کو حل کرنے میں کردار ادا کریں۔ پوری دنیا کا ٹھیکہ اٹھانے کے بجائے اپنے اندرونی اختلافات کو ختم کریں۔ فریق بنے کی بجائے ثالث بنے اور یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ ہم خود ٹھیک نہیں ہوتے لیکن دنیا کو ٹھیک کرنے کی چکر میں ہر وقت لگے ہوتے ہیں۔

2016 کا آغاز ہو چکا ہے۔ دنیا بھر میں نیا سال شروع ہونے سے ترقی یافتہ ممالک نئے نئے منصوبے اور ٹارگٹ بناتے ہیں جب کہ پاکستان میں کوئی منصوبہ بندی اور ٹارگٹ نہیں بنائے جاتے، یہ مسئلہ انفرادی طور پر بھی موجود ہے اور اجتماعی سطح پر بھی کہ صرف ٹائم پاس ہوتا ہے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ حکومتی سطح پر حالات پہلے سے زیادہ خراب ہو جاتے ہیں۔ جب ملک میں پرویز مشرف کی آمرانہ حکومت تھی تو ہم چیخ رہے تھے کہ ملک کو پرویز مشرف نے تباہ کیا، اداروں کا بیڑا غرق کر دیا۔ عوام کے لیے روزگار کے مواقع پیدا نہیں کیے جا رہے ہیں۔ مہنگائی کا طوفان دن بدن بڑھ رہا ہے لیکن حکومت کی طرف سے کوئی اقدامات نہیں ہو رہے ہیں۔ ملک میں امن وامان کی صورت حال نہ گفت بہ ہے لیکن حکمران صرف

اپنے سکیورٹی کو بڑھا رہے ہیں۔ تعلیم مہنگی ہو رہی ہے لیکن معیار بگڑتا جا رہا ہے۔ جعلی ڈگریوں والے پروفیسر اور وائس چانسلر بنے بیٹھے ہے جبکہ تعلیم یافتہ افراد اپنے روزگار کے لیے بیرونی ممالک جانے پر مجبور ہے یا اپنی مایوسی کی وجہ سے خودکشیاں کر رہے ہیں بعض چور اور قاتل بن گئے ہیں۔ علاج کے نام پر ڈاکٹر قصائی بنے بیٹھے ہیں۔ ہسپتالوں میں بیڈ کم اور مریض زیادہ ہے۔ حکومت اپنی عیاشیوں میں لگی ہے جب کہ سرکاری ادارے ریلوے، پی آئی اے اور واپڈ سمیت کئی ادارے تباہی کے کنارے کھڑے ہے۔ لوٹ کھسوٹ اور کرپشن کو قانونی حیثیت حاصل ہوچکا ہے۔ جو آدمی جتنا بڑا چور اور کرپٹ ہو وہ اسمبلیوں میں اور اعلیٰ عہدے پر براجمان ہوتا ہے۔ ملک میں ایماندار لوگوں کے لیے دن بدن مشکلات بڑھ رہے ہیں۔ انصاف ناپیدا ہوچکا ہے۔ عدالتیں صرف تاریخیں دے رہی ہے۔ مجرم تھانوں کے بجائے کھل عام گھوم پھیر رہے ہیں۔ جن لوگوں کو جیل میں ہونا چاہیے تھا وہ ہماری قسمت کے فیصلے کر رہے ہیں۔

اب اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ملک میں یہ مسائل موجود نہیں تھے یا میڈیا جھوٹ بھول رہا تھا بلکہ اس وقت بھی یہ مسائل تھے اور اسے پہلے بھی موجود تھے۔ یہ سب کچھ پرویز مشرف کے دور میں بھی ہو رہا تھا اور یہی سب کچھ پیپلز پارٹی دور میں بھی ہوا بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس میں اضافہ زرداری دورِ حکومت میں ہوا لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس سے زیادہ تباہی اب ہو رہی ہے۔

جو ادارے پاکستان کے اثاثے تھے ،آج ان کو نیلام کے لیے پیش کیا جارہا ہے ۔ میاں نواز شریف کی ڈھائی سالہ حکومت نے عوام کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ ان کا بس چلے تو ملک کے غریب عوام کو فروخت کر دیں۔ یہاں صرف میاں صاحب کی حکومت کی ایک چھوٹی سی مثال پیش کر رہا ہوں ۔ پرویز مشرف کے دور حکومت میں اسلام آباد سے برہان تک موٹروے کا ٹیکس پرائیویٹ گاڑی کا 25 روپے تھا۔ آصف زرداری کی حکومت آئی تو انہوں نے اس میں پانچ روپے اضافہ کرکے 30 روپے کر دیا۔ پانچ سال تک ٹیکس تیس روپے ہی رہا۔ شریف برادران نے جب اقتدار سنبھالا تو اس میں یک دم سے 15 روپے اضافہ کرکے ٹیکس 45 روپے کر دیا۔ اب دو تین مہینے سے اس میں مزید پندرہ روپے کا اضافہ کیا گیا اور اسلام آباد سے برہان تک آدھے گھنٹے کی سفر میں ٹیکس 60 پر کر ڈالا۔ ڈھائی سال ابھی رہتے ہیں مزید کتنا اضافہ کریں گے ؟ اللہ ہی کو معلوم۔۔۔ یہ اضافہ پورے موٹروے پر ہے جس میں ہر جگہ ڈبل ٹیکس لگایا گیا۔ یہاں میں نے صرف چھوٹے سے ایک ٹول پلازے دوسرے ٹول پلازے کی مثال دی ۔ باقی اسلام آباد سے پشاور یا لاہور تک میں اضافہ بہت زیادہ ہوا ہے۔ اب اس برائے نام جمہوریت کا عام آدمی کو کیا فائدہ جس میں سب کچھ پہلے سے زیادہ خراب ہو رہی ہو۔ جس میں ٹیکس براہ راست لگائے جارہے ہو ، بجٹ ہر ماہ پیش کیا جارہا ہے ۔ اسمبلی کی حیثیت برائے نام ہو ۔ ہر دن عوام کی عزت نفس مجروح ہو ۔ والدین غربت کی وجہ سے اپنے جگر گوشوں کو قتل کر رہے ہو۔ خواتین اپنی عزت کو بھوک کی خاطر نیلام کرنے پر مجبور ہو ۔ پھر بھی ہم کہہ رہے ہو کہ جمہوریت

بہترین انتقام ہے۔ملک میں انصاف ختم ہواور ہمیں فکر پڑی ہو دنیا میں امن قائم کرنے کا اور اپنے حق کی بجائے دوسروں کی لڑائی میں شامل ہونے کا درس دیا جارہا ہو، تو پھر ایسا ہی ہمارے ساتھ ہوگا۔ یہ قانون قدرت ہے کہ جو آج کروں گے کل وہ کاٹوں گے۔آج پوری امت مسلم میں آگ لگی ہوئی ہے اور یہ آگ مسلمانوں نے خود لگائی ہے۔اب حدشہ یہ پیدا ہورہاہے کہ ملک کے حالات بہت تیزی سے تباہی کی طرف جارہے ہیں جس کو اگر بروقت ٹھیک نہ کیا گیا تو ہمارا یہ سال اور آنے والے سال مزید تباہی اور بربادی لے کر آئیں گے۔ صرف چہروں سے تبدیلی نہیں آئے گی جب تک عوام خود نظام تبدیل کرنے کا فیصلہ نہ کریں۔

پنجاب کا وزیر اعظم

وزیر اعظم میاں نواز شریف جب جلا وطنی کی زندگی گزار رہے تھے تو مجھ سمیت بہت سے صحافی ان کے حق میں تھے کہ میاں صاحب ملک میں واپس آجائے اور ملک کی سیاست میں مثبت کردار ادا کریں۔ بہت سے لوگوں کا خیال یہ بھی تھا کہ میاں نواز شریف کی سیاسی سوچ اب بہت تبدیل ہو چکی ہے۔ ماضی سے انہوں نے بہت کچھ سیکھا ہے۔ ماضی کی غلطیاں وہ دوبارہ نہیں دوہرائیں گے لیکن مجھ سمیت ان سب صحافیوں کی سوچ اس وقت تبدیل ہوئی جب میاں نواز شریف ملک کے تیسری دفعہ وزیر اعظم بن گئے۔ سبھی کو بہت جلد معلوم ہوا کہ میاں نواز شریف کی سیاسی سوچ وہی پرانی ہے۔ انہوں نے جلاوطنی سے کچھ نہیں سیکھا۔ آج بھی وہ پرانی سیاست کھیل رہے ہیں جو وہ پہلے کھیلتے تھے۔ ان کی سیاسی سوچ تو تبدیل نہیں ہوئی لیکن ملک کی سیاست اور عوام کی سوچ میں تبدیلی ضرور آئی ہے جس کا خمیازہ آنے والے وقت میں وہ ضرور ادا کریں گے۔

چین کے تعاون سے شروع ہونے والا اقتصادی راہداری منصوبے پر تمام پارٹیاں اور ادارے خوش تھے کہ اس پروجیکٹ سے ملک میں ترقی شروع ہو گی اور معیشت پھیلے گی۔ یہ منصوبہ آج کا نہیں بلکہ پرانا ہے لیکن جب مسلم لیگ نون کی حکومت آئی تو اقتصادی راہداری منصوبے کا پرانا نقشہ تبدیل کر دیا گیا، نون

لیگ حکومت نے اس منصوبے میں مغربی روٹ کے ساتھ مشرقی روٹ بھی شامل کر لیا یعنی پہلے یہ منصوبہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں تھا اب انھوں نے پنجاب اور لاہور بھی اس میں شامل کر دیا ہے بلکہ جب اس کے بارے میں مختلف آفواہیں گردش کرنے لگی تو حکومت نے آل پارٹی کانفرنس بلائی جس میں متفق طور پر یہ بات طے پا گئی کہ مغربی روٹ کو ہر گز تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ مغربی روٹ کی اہمیت اسی طرح قائم رہے گی اور ساتھ میں مشرقی روٹ بھی بنایا جائے گا جس پر حکومت کے خلاف اور اس پروجیکٹ کے خلاف پایا جانے والا غلط فہمیاں یا بدگمانی ختم ہوئی لیکن جلدی ہی معلوم ہوا کہ حکومت نے اپنی روش تبدیل نہیں کی بلکہ مغربی روٹ کو سڑک کا درجہ دیا اور باقی پروجیکٹ سے متعلق اہمیت مشرقی روٹ ہی کو دی گئی ہے۔

گزشتہ ہفتہ جب وزیر اعظم میاں نواز شریف نے اس منصوبے کا افتتاح کیا تو خیبر پختونخوا کی صوبائی حکومت نے اس کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کیا کہ ہم صوبے میں اس سڑک کو ہر گز نہیں مانتے جو اصل روٹ کا درجہ ہے وہی درجہ مغربی روٹ کو دیا جائے۔ ہمیں سڑک بنانے پر نہ ٹرخیاں جائے۔ میاں نواز شریف کے ساتھ صوبے سے افتتاح میں جانے والے مولانا فضل الرحمٰن اور عوامی نیشنل پارٹی کے رہنما میاں افتخار حسین کو بھی اب معلوم ہوا کی وزیر اعظم نے ان کو اندھیرے میں رکھا۔ اب خیبر پختونخوا کی سب سیاسی جماعتوں نے صوبائی

حکومت کا ساتھ دیا اور وفاقی حکومت سے مطالبہ کیا کہ پرانے روٹ کو بحال رکیا جائے ورنہ اس منصوبے میں خیبر پختونخوا میں سڑک بنانے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ تحریک انصاف کے چیئرمین نے وفاقی حکومت پر واضح کیا ہے کہ جلد از جلد اس مسئلہ کو حل کیا جائے۔ وزیر اعظم صوبے اور ملک میں نیا مسئلہ پیدا نہ کریں۔ عمران خان کا یہ بھی کہنا تھا کہ وفاق اور صوبوں کے درمیان پہلے سے دوریاں موجود ہے۔ اقتصادی راہداری منصوبے کو وفاقی حکومت متنازعہ بنا رہی ہے۔ بجائے یہ کہ خیبر پختونخوا حکومت کے تحفظات کو دور کیا جاتا، وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی احسن اقبال نے کہا کہ تحریک انصاف اس پر سیاست کرنا چاہتی ہے اور نیا ایشو بنا رہی ہے۔ ویسے تحریک انصاف اور نون لیگ کی سوچ میں یہی فرق ہے کہ تحریک انصاف جسے مسئلہ کا حل چاہتی ہے۔ وفاقی حکومت اس مسئلے کو حل کرنے کی بجائے اس میں مزید پیچیدگیاں پیدا کر دیتی ہے اور آخر کار تحریک انصاف احتجاج کرنے پر مجبور ہو جاتی ہے۔ یہی مسئلہ الیکشن میں دھاندلی کا بھی تھا کہ جب سب جماعتوں نے کہا کہ الیکشن میں دھاندلی ہوئی ہے۔ تحریک انصاف نے چار حلقوں میں تحقیقات کا مطالبہ کیا اس کو حل کرنے اور ماننے کے بجائے وفاقی حکومت ٹائم پاس کرتی رہی اور آخر کار ایک لمبے دھرنے کی وجہ سے میاں صاحب کی حکومت نے جوڈیشل کمیشن بنایا۔ اب اس مسئلہ کو بھی حل کرنے کی بجائے نون لیگ حکومت خود مسئلے کو پیچیدہ بنا رہی ہے بلکہ بنا چکی ہے۔ یہ مسئلہ خیبر پختونخوا کا نہیں بلکہ پورے ملک کا ہے۔

وفاقی حکومت نے اب تک بنیادی سوالات کے جوابات بھی اس منصوبے کے حوالے سے نہیں دیے ہیں جس پر سندھ سے تعلق رکھنے والے اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ نے وفاقی حکومت کو خط لکھا ہے کہ منصوبے کے حوالے سے ہمارے تحفظات دور کیے جائیں ،

بلوچستان کے قوم پرست سیاسی جماعتیں اس اقتصادی راہداری منصوبے کے حوالے سے آل پارٹی کانفرنس کا انعقاد بھی کر رہی ہے۔ اسی طرح جماعت اسلامی کی قیادت نے بھی وفاقی حکومت کو خبردار کیا ہے کہ پروجیکٹ کو متنازعہ بنانے سے گریز کی جائے اور اس پروجیکٹ کو کالا باغ ڈیم نہ بنایا جائے جب کہ تحریک انصاف کی صوبائی حکومت کا موقف ہمارے سامنے ہے کہ وزیراعلیٰ پرویز خٹک نے کہا ہے کہ میاں نواز شریف پنجاب کا وزیراعظم بننے کی بجائے پاکستان کا وزیراعظم بنے۔ ویسے یہ پہلی بار نہیں کہ میاں نواز شریف پنجاب کا وزیر اعظم بنا ہو اور انہوں نے پنجاب کے بجائے دوسرے صوبوں کو اہمیت دی ہو۔ میاں صاحب ملک کے نام پر مہنگے قرضے لے رہے ہیں اور سارے پروجیکٹ پنجاب اور خاص کر لاہور میں بنا رہے ہیں۔ وزیر اعظم صاحب کو تو یہ بھی توفیق نہیں ہو رہی ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا میں جو ہائیڈل منصوبے موجود ہے، ان پر کام شروع کریں اور سستی بجلی پیدا کریں چونکہ یہ پروجیکٹ خیبر پختونخوا میں ہے اس لئے ان پر کام ہی نہیں کر رہے ہیں۔ اب میاں نواز شریف صاحب نے ایک دفعہ پھر ثابت کر دیا کہ وہ پاکستان کے نہیں بلکہ پنجاب کے وزیر اعظم ہے۔ اگر وہ پاکستان کے وزیراعظم ہوتے تو ان منصوبے کو ویسے

ہی رہنے دیتے جس طرح یہ منصوبہ پہلے کا تھا جس میں روٹ بھی کم تھا یعنی اس مغربی روٹ پر سڑک جو بنے گی وہ مشرقی روٹ سے 6 سو کلومیٹر کم ہے۔ ویسے میاں نواز شریف صاحب کا ماضی کا ریکارڈ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے لوگوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے اسلام آباد لاہور موٹروے بھی سو کلومیٹر لمبی بنا دی۔ اسی طرح اسلام آباد پشاور موٹر بھی لمبی ہے۔ سڑکے بنانے کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ فاصلے کم ہو جائے لیکن نون لیگ کی حکومت میں الٹ گنگا بہتی ہے۔ یہاں پر پالیسی یہ ہے کہ فاصلہ نہیں بلکہ دیکھوں مال کتنا بنا رہا ہے۔ میٹرو بس منصوبے میں اربوں کی کرپشن ہمارے سامنے ہے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ میاں نواز شریف اس منصوبے میں تحریک انصاف اور دوسری سیاسی جماعتوں کے تحفظات دور کرتے ہیں یا اس کو متنازعہ بنا کر جان چھوڑا لیتے ہیں اور اس بات کو تقویت دیتے ہیں کہ میاں نواز شریف حقیقتاً ملک کے نہیں بلکہ پنجاب کے وزیر اعظم ہے۔ پنجاب کے وزیر اعظم بننے سے ملک میں مزید سیاسی بے چینی اور سیاسی تناؤ میں اضافہ ہوگا۔

تجربہ کار ٹیم

وفاقی حکومت نے جس طرح کا رویہ راہداری منصوبے پر آپنایا ہے اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ شاید آنے والے دنوں میں یہ مسئلہ مزید خرابی کی طرف جائے گا۔ چھوٹے صوبے ہرگز پنجاب کی اس دوغلی پالیسی کے حق میں نہیں ہے جو وہ میڈیا میں آپنایا دکھا رہی ہے۔ قوم گمراہ کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ یہاں میں وزیراعظم میاں نواز شریف کی آل پارٹی کانفرنس کے موقعے پر ہونے والی تقریر عوام کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ راہداری منصوبے کے مغربی روٹ کے متعلق جب خیبر پختونخواکے سیاسی جماعتوں نے آواز بلند کی تو اس کے بعد آل پارٹی کانفرنس میں وزیراعظم نے ان کے تحفظات دور کرتے ہوئے کہا کہ مغربی روٹ کو ہرگز تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ سب سے پہلے مغربی روٹ تعمیر ہوگا اس کے بعد مشرقی روٹ پر کام ہوگا۔ بعض ماہرین تو یہ کہتے ہیں کہ روٹ تو ایک ہی ہوتا ہے جو پہلے مغربی روٹ تھا جس کا فاصلہ بھی کم ہے لیکن حکومت نے پنجاب کو شامل کرنے کے لیے مشرقی روٹ بھی شامل کر دیا۔ وزیر اعظم کے پچھلے سال واضح بیان دینے کے باوجود اپنا پینتر تبدیل کرنا جانا افسوسناک امر ہے۔ راہداری منصوبے پر وفاق، صوبہ خیبر پختونخواکے تحفظات کو سیاست کہہ رہی ہے ۔ہم تھوڑی دیر کے لئے مان لیتے ہیں کہ صوبائی حکومت اس پر سیاست کر رہی ہے اور عوام کو گمراہ کر رہی ہے لیکن کیا نون لیگ

کے اتحادی جمیعت علما اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن بھی وفاقی حکومت کو بلیک میل کر رہے ہیں جس کے ارکان وفاقی کابینہ کا حصہ ہے؟ کیا سندھ کی حکومت اور پیپلز پارٹی کے جو بیانات سامنے آ رہے ہیں، باوجود یہ کہ مغربی روٹ کا فائدہ سندھ کو نہیں لیکن وہ درست روٹ ہے، لہٰذا اسی پر کام کیا جائے تو پیپلز پارٹی خیبر پختونخوا اور بلوچستان کی بات کیوں کر رہی ہے اسی طرح بلوچستان حکومت کے اہم کھلاڑی اور میاں نواز شریف کے دستر خوان کے ساتھی محمود خان اچکزئی کیوں حکومت پر برس رہے ہیں۔ عمران خان جن سے ہر کوئی اختلاف کر سکتا ہے لیکن وفاق اور چاروں صوبوں کی مضبوطی کے علمبردار عمران خان جن کا تعلق خود پنجاب سے ہے وہ کیوں مغربی روٹ کے حق میں ہے اور نون لیگ حکومت کو بتا رہے ہیں کہ منصوبے سے اپ صوبوں میں دوریاں پیدا کر رہے ہیں۔ اسی طرح کئی سیاستدانوں کا تعلق خیبر پختونخوا سے نہیں لیکن وہ اس منصوبے کے متعلق وفاقی حکومت کے سیاست سے وقف ہے اور اس کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں۔ نون لیگ حکومت اپنی سیاست اور تجربے کار ٹیم کو کوئی آور ٹاسک دیں اور اس منصوبے کے متعلق سب کے تحفظات دور کریں۔ اس بات پر عوام یقین نہیں کریں گے کہ خیبر پختونخوا حکومت اس راہداری منصوبے کو متنازعہ بنا رہی ہے۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف خود آگے آ کر اپنے پہلے والے بیان پر قائم رہنے کی باآور کرائیں اور منصوبے کے متعلق تمام اسٹک ہولڈرز کو اعتماد میں لیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں بھی عسکری ادارے کو دپڑے اور پھر سیاست اور

جمہوریت خطرے میں ہو جائے۔

ویسے نون لیگ حکومت کے گڈ گورننس کے بارے میں مجھ سمیت کئی صحافی سوال اٹھاتے ہیں کہ انہوں نے پیپلز پارٹی کے بدترین حکومت کو پیچھے چھوڑ دیا ہے لیکن گزشتہ روز اسلام آباد میں تحریک انصاف کی صوبائی اور وفاقی نمائندوں کے اجلاس کے بعد نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے عمران خان نے حکومت کو ان کی بدترین گورننس پر مناظرے کا چیلنج دیا ہے۔ عمران خان اور اسد عمر نے وائٹ پیپر جاری کرتے ہوئے میڈیا کو بتایا کہ وفاقی حکومت نے عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ بے روزگاری پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ معیشت زوال پذیر ہے۔ تاریخ میں مہنگے ترین قرضے لیے گئے ہیں۔ حکومت نے بجلی اور گیس ایک طرف مہنگی کر دی تو دوسری طرف عوام کو مل بھی نہیں رہی ہے۔ حکومتی اداروں کے اعداد و شمار کے مطابق بجلی شارٹ فال 2013 میں 2447 میگاواٹ تھا جب کہ اب 2015 میں 4447 میگاواٹ تک شارٹ فال پہنچ چکا ہے۔ پٹرولیم کی قیمت تاریخ کے کم ترین سطح پر آ گئے ہیں لیکن حکومت قیمتیں کم نہیں کر رہی ہے تاکہ عوام کو کچھ ریلیف ملے اور مہنگائی کم ہو جائے۔ اسد عمر کا یہ بھی کہنا تھا کہ ان ڈائریکٹ ٹیکسز میں اضافہ کیا جا رہا ہے جب کہ سرمایہ داروں کے ٹیکس معاف کیے جا رہے ہیں۔ ان ڈائریکٹ ٹیکسز سے عوام پر مہنگائی ہر دن بڑھ رہی ہے۔ انتخابی منشور میں پیپلز پارٹی پر تنقید کرتے ہوئے نون لیگ کے

قیادت کہتی تھی کہ ہم ٹیکسز میں اضافہ نہیں کریں گے لیکن اب تاریخ کے بدترین ٹیکس لگائے گئے ہیں بلکہ 40ارب روپے کا منی بجٹ عوام پر مہنگائی کی سورت میں نافذ کر دیا ہے۔ عمران خان نے کہا کہ قرضے کیسے واپس ہوں گے ؟حکومت کو کوئی فکر نہیں۔ قوم پیچھے جارہی ہے اور حکومت کا لائف اور معیار بڑھتا جارہا ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ برآمدات تاریخ کے بدترین سطح پر آگئے ہیں جبکہ براہ راست بیرونی سرمایہ کاری گزشتہ سال کی کم سے کم سطح تک گرچکی ہے۔بے روزگاری میں 50 لاکھ اضافہ ہوا ہے12 جس میں 15لاکھ صرف گزشتہ دوسالوں میں ہوا ہے۔

نون لیگ حکومت نے گزشتہ ڈھائی سال میں اسٹیٹ بنک رپورٹ کے مطابق 28.6 ارب ڈالر قرض لیا جبکہ پیپلزپارٹی نے اپنے پانچ سالہ دور حکومت میں 24.8ارب ڈالر لیا تھا یعنی نون لیگ

حکومت نے ڈھائی سال میں پیپلز پارٹی کا ریکارڈ توڑ ڈال ۔ حالانکہ میاں نواز شریف نے کشکول توڑنے کا اعلان کیا تھا۔اب ملک کے تاریخ میں سب سے زیادہ ڈھائی سال میں ارب روپے قرض لیا گیا۔ میاں صاحب کی اگر تجربہ کار ٹیم اسی طرح کام کرتی4700 رہی تو عنقریب پاکستان دیوالیہ ہوجائے گا۔ صورت حال اب بھی ایسی ہے کہ حکومت قرض واپس کرنے کے لیے بھی قرض لے رہی ہے ۔ میاں نواز شریف کو اپنی تجربہ کار ٹیم کو مزید ایسے تجربوں سے روکنا ہو گا جس کا خمیازہ کل پوری قوم ادا کریں گی ۔ ملک کے عوام کو میٹرو بسوں اور ٹرینوں

کی ضرورت نہیں جس کی قیمت پوری قوم مہنگے قرضوں اور مہنگائی کی صورت میں ادا کر
یں۔اب بھی پچاس فیصد میٹرو بسیں کھڑی ہے۔ عوام مزید بھی تجربہ کار ٹیم کی تجربوں
کے لیے تیار رہے۔آنے والے دنوں میں مزید تجربے بھی برداشت کرنے پڑیں گے۔

پاکستان کی بدلتی ہوئی پالیسی

یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی کے بارے میں ہمیشہ سے سوال اٹھائے گئے ہیں کہ پاکستان کی خارجہ پالیسی زیادہ تر ملک کے مفاد میں نہیں رہی بلکہ غیر ممالک کے تابع رہی ہے اور ہماری خارجہ پالیسی سے ملک کو فائدے کی بجائے نقصان ہوا ہے۔ ہم نے ہمیشہ غیروں کی لڑائی اور مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے لوگوں کو قربان کیا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ خارجہ پالیسی جمہوری ادوار میں بھی عسکری اداروں نے سنبھالی اور چلائی ہے۔ سیاستدانوں اور حکمرانوں کا جو بنیادی کام ہوتا ہے کہ وہ اپنے ملک کے مفاد کو دیکھیں اور دنیا کی سیاست اور بدلتی ہوئی حالات پر نظر رکھا کر ملک کی خارجہ پالیسی بنائے جس میں حالات اور سوچ سمجھ کر فیصلے کیے جائیں،تاکہ آنے والے نسل کے لیے مشکلات درپیش نہ ہو لیکن بدقسمتی سے سیاستدانوں نے اس جانب توجہ دینے کی بجائے اپنے سیاسی فائدوں کو اہمیت دی۔ ملک میں جمہوریت اور عوام کے نام پر سیاست کی بات تو کی جاتی ہے لیکن حقیقت میں عوام کے بجائے اپنے مفاد کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خارجہ پالیسی کو زیادہ تر ہماری عسکری ادارے کنٹرول کرتے آئے ہیں۔دنیا بھر کے سیاست اور خارجہ پالیسی میں عسکری اداروں کا عمل دخل رہتا ہے لیکن زیادہ تر فیصلے سیاستدان خود ہی کرتے ہیں لیکن ہمارے ملک میں الٹ سسٹم رہا ہے جس کی

وجہ سے آج ملک کئی قسم کے مسائل اور مشکلات سے دوچار ہے۔

ایک زمانہ تھا کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان تعلقات اتنے بھی خراب یا برے نہیں تھے جتنی بدگمانی اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت آج موجود ہے جس کی ایک دو نہیں بلکہ بہت سی وجوہات بھی ہے لیکن پاکستان اور بھارت کے درمیان عوام کا آنا جانا آسان تھا۔ تجارت بھی ہوتی تھی اور کام کاج کی غرض سے ایک دوسرے کے ممالک میں آنا جانا بھی لگا رہتا تھا لیکن آج یہ سب کچھ بہت مشکل اور ناممکن ہو چکا ہے۔ بھارت والے نہ ہم پر اعتبار کرتے ہیں اور نہ ہم ان کو شک کے بغیر دیکھتے ہیں۔ کشمیر کا مسئلہ ہم نے بھارت سے زیادہ خود خراب کیا ہے۔ ایک وقت تھا کہ کشمیر کا مسئلہ پرامن طریقے سے پوری دنیا میں ایک ایشو کے طور پر دیکھا جاتا تھا لیکن آج اس طرح نہیں ہے۔ کم از کم یہ اچھا ہوا ہے کہ پچاس ہزار سے زائد افراد کا نذرانہ پیش کرنے اور سو ارب ڈالر کا معاشی نقصان اٹھانے کے بعد ہم نے سوچنا شروع کر دیا اور اپنی خارجہ پالیسی تبدیل کر دی۔ ملک میں گڈ اور بیڈ طالبان کا فرق بھی ختم ہوا جن کو ہم اپنا اثاثہ کہتے تھے آج ہم نے ان کو کسی حد تک دشمن ڈکلیئر کر دیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ ہم نے اپنی پالیسیوں کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا۔ ہم نے ریاست کے بجائے نان اسٹیٹ ایکٹر کو ترجیح دی جنہوں نے ملک میں فساد پیدا کیا۔ جو پالیسی موجود قیادت جس میں سیاسی اور عسکری دونوں شامل ہے جنہوں نے نیشنل ایکشن پلان بنایا اور

کسی بھی ملک میں مداخلت یا اپنی سرزمین کسی کے خلاف استعمال کرنے کو جرم قرار دیا ہے ۔بقول آرمی چیف جنرل راحیل شریف جن کا نمبر دنیا کے سب سے ٹاپ جنرلوں میں ہوا ہے کہ آپریشن ضرب عضب اور نیشنل ایکشن پلان بغیر کسی تفریق کے جاری رہے گا جب تک دشمن اور دہشت گردوں اور شدت پسندوں کو شکست نہیں ہوتی یا شدت پسند ہتھیار نہیں پھینکتے ان کے خلاف کارروائی جاری رہے گی ۔ اس عزم کا اظہار انہوں نے بہت دفعہ کیا ہے اور کچھ دنوں پہلے ایک تقریب سے اپنے خطاب میں کہا کہ 2016 ملک سے دہشت گردی کے خاتمے کا سال ہوگا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک کے عسکری ادارے اب بلا تفریق شدت پسندوں ، دہشتگردوں اور ان کے سہولت کاروں کے خلاف سنجیدہ ہے اور ان کا ہر صورت قلع قمع کرنا چاہتے ہیں۔اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ پاکستان کی موجود خارجہ پالیسی ملک کی ترقی اور خوشحالی کا باعث بنے گی اور ملک سے شدت پسندی کا خاتمہ بھی ہوگا۔ جو غلطیاں ماضی میں ہوئی ہے وہ ہو چکی ہے اب قدرت نے موقع دیا ہے کہ اپنی خارجہ پالیسی کو صرف ملک کی حفاظت اور سکیورٹی تک محدود رکھیں۔ کسی بھی ملک کے اندررونی سیاست اور معاملات میں دخل اندازی کے بجائے اپنے ملک کی حفاظت کریں ۔ بھارت ، افغانستان ،ایران سمیت سب کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کیے جائیں۔ ہمیں چین کے مشورے پر عمل کرنا چاہیے جس کو ہم اچھا دوست مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چین کیساتھ ہمارا تعلق سمندر سے گہرا اور پہاڑوں سے اونچا ہے اور نہ معلوم اور کیا کیا ڈگری دیتے ہیں ۔ چین کہتا ہے کہ سب ممالک کے

ساتھ تعلقات اچھے رکھوں، کسی کو اپنا دشمن نہ بناؤ اور کسی ملک کے اندرونی معاملات میں داخل اندوزی کے بجائے اپنے ملک کے ترقی اور معاملات پر توجہ دو۔

اب ہماری ان تمام شدت پسند یا فرقہ پرست جماعتوں کو ملک کی خارجہ پالیسی کو سمجھنا چاہیے اور اپنے آپ کو ان تمام تنظیموں گروہوں سے دور کرنا چاہیے جو ملک میں فرقہ پرستی، شدت پسندی یا دہشت گردی کو فروغ دینے میں مددکار ہو۔ جو لوگ جہاد یا اللہ تعالیٰ کے نام پر زکواۃ، خیرات، صداقات یا مدد کر رہے ہو یا کرنا چاہتے ہو، ان تمام کو اپنی اس طرح کی مدد بند کرنی چاہیے۔ زیادہ تر امکان یہ موجود ہوتا ہے کہ ایسا پیسہ دہشت گردی میں استعمال ہوتا ہے۔ حکومت اور عسکری اداروں کے واضح اعلانات اور پالیسی کے مطابق دہشت گردوں اور شدت پسندوں کے سہولت کاروں سمیت ان کی مالی معاونت کرنے والوں کو بھی کسی صورت نہیں چھوڑا جائے گا اور یہ حقیقت ہے کہ جب تک بلا تفریق ان سب کے خلاف کارروائی نہیں ہوتی، ملک سے شدت پسندی اور فرقہ پرستی ختم نہیں ہو سکتی۔ یہ حقیقت ہمیں مانی چاہیے کہ بہت سے مسائل ہم نے خود پیدا کیے ہے۔ بعض کو جہاد کا نام دیا ہے تو بعض کو ملک دشمنوں کے خلاف قوت قرار دیا ہے۔ ہمیں کشمیروں کی سپورٹ عالمی فورم پر ضرور کرنی چاہیے لیکن کشمیر کے اندر پاکستان سے مداخلت کو بہر صورت روکنا چاہیے۔ یہ خوش ائند امر ہے کہ ملک کی خارجہ پالیسی اب تبدیل ہوتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے جس کو تمام سیاسی جماعتوں اور

مذہبی تنظیموں کو سمجھنا چاہیے اور اپنی سوچ ماضی کے بجائے مستقبل کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلے کرنے چاہیے تاکہ ملک مزید کسی اور جنگ کا شکار نہ ہوجائے۔

نیب کی کارکردگی اور اصل حقائق

جب بھی کرپشن کی بات ہوتی تو وہاں پر یک دم سے احتساب کا نام بھی لیا جاتا ہے اور احتساب کا نام لیتے ہی قومی احتساب بیورو کا کردار اور اہمیت بھی سامنے آ جاتی ہے۔
ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ ویسے تو ہم اپنے آپ کو اسلامی جمہوریت پاکستان کہتے ہیں کہ یہ ملک اسلام کے نام پر بنا تھا۔ یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے جو اسلام کے پیروکار ہے اور اسلام کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ مسلمان حرام مال نہیں کھا سکتا۔ کسی سے ناحق پیسہ لینا یا اپنے فائدے کیلئے دوسروں کو مالی نقصان پہنچانا، اپنے عہدے یا اختیارات کا ناجائز استعمال کو اسلام نے جرم قرار دیا ہے۔اسلام ہی وہ مذہب ہے جنھوں نے کرپشن اور بداعنونی سے حاصل ہونے والے کمائی کو حرم اور قابل سزجرم قرار دیا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کی سزا کی نوید بھی سنائی ہے لیکن ہم اپنے آپ کو مسلمان کہنے والے یہ سب کچھ بھول جاتے ہیں۔ کرپشن کو اپنا حق سمجھ لیتے ہے جس کے لئے بداعنونی کرتے ہیں وہ بھی آخر میں ہمیں چھوڑ لیتے ہیں اور ذلیل وخور ہونے کے ساتھ ساتھ بے چینی بھی محسوس کرتے ہیں لیکن افسوس کہ ہم سبق حاصل نہیں کرتے۔آج ہمارے معاشرے میں ہر قسم کی بداعنونی عرج پر ہے جس کی وجہ سے ہم کئی مسائل سے دوچار ہے۔

ملک سے بدعنونی اور کرپشن کے خاتمے کے لیے قومی احتساب بیورو کے نام سے ادارہ موجود ہے جس کا بنیادی مقصد سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر مالی کرپشن کو روکنا، کرپٹ لوگوں کو سزا دینا اور ان سے لوٹی ہوئی رقم واپس حاصل کرنا اور عوام میں انسداد بدعنونی کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا ہے لیکن بدقسمتی سے یہ ادارہ ہمیشہ الزامات کی زد میں آیا ہے۔ سیاسی رہنما وقتاً فوقتاً اس ادارے کے خلاف اپنے تحفظات کا اظہار بھی کرتے ہیں اور اس کو سیاسی انتقام والا ادارہ کہا جاتا ہے۔ میڈیا میں بھی اس ادارے کے خلاف پروپیگنڈا ہوتا ہے۔ سیاستدان ایک طرف سے اس ادارے کو بدنام کرتے ہیں تو دوسری طرف اس ادارے کو ذمہ دار بھی ٹھہراتے ہیں کہ یہ ادارہ اپنی ذمہ داری پوری نہیں کرتا جس کی وجہ سے کرپشن بڑھی ہے اور کرپٹ افراد کو سزا نہیں ملتی ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس ادارے کی وجہ سے اربوں روپے اب تک کرپٹ افراد سے برآمد ہوئے ہیں اور بدعنون افراد کو سزائیں بھی ہوئی ہے۔ یہ ہمارا المیہ ہے کہ ہم جھوٹ اور غلط بیانی کو اپنا حق اور سیاست سمجھتے ہیں اور اپنی سوچ بنائی ہے کہ جس طرح میں سوچتا ہوں اسی طرح لوگوں کے خلاف کارروائیاں ہو اور سزائیں بھی ملے اور خود تفتیش سے محفوظ رہو لیکن عملی طور پر یہ ممکن نہیں، ہمارے سیاستدان یا لوگ ایک دوسرے کے خلاف الزمات تو اربوں کے لگاتے ہیں لیکن تفتیش میں ان سے کروڑں کا سراغ ملتا ہے جس کے بعد ہم یہ کہتے ہیں کہ ادارے نے مک مکاؤ کر لیا اور اربوں کی کرپشن کرکے نیب نے کرپٹ افراد کو

چند کروڑ روپے لے کر رہا کر دیا، جس کی تازہ مثال میڈیا میں آج کل زیر بحث آنے والی پیپلز پارٹی سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر عاصم حسین کی ہے جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے 13 ارب روپے کی کرپشن کی ہے اور نیب نے ان کے ساتھ ایک ارب کی بلی بارگین کرکے ڈیل کردی ہے اور عنقریب وہ رہا ہو جائیں گے۔ اسی طرح ایک نہیں بلکہ درجنوں مثالیں موجود ہے جن میں نیب نے بلی بارگین کرکے کرپٹ افراد کو آزادی دی ہے۔ میڈیا میں اکثر یہ بحث بھی ہوتی ہے کہ نیب نے کرپٹ افراد کو راستہ دکھایا کہ اربوں کی کرپشن کریں اور بعد میں چند کروڑ روپے دے کر معاملے کو ختم کریں۔ یہ الزامات کتنے درست اور ٹھیک ہے اس کے بارے میں، میں بعد میں بتاؤں گا لیکن یہاں پر میں صرف یہ عرض کرو کہ نیب ہی ملک میں واحد ادارہ ہے جو کرپٹ افراد پر ہاتھ ڈالتا ہے اور ان کو سزا اور رقم وصول کرتا ہے۔ اس ادارے میں یقینا اصلاح کی بھی ضرورت ہوگی اور اس میں چند کرپٹ آفیسر بھی ہوں گے لیکن مجموعی طور پر ادارے نے کرپٹ افراد کے خلاف بہت کامیاب کارروائیاں کی ہے ۔اربوں روپے کا کالا دھند سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں سے وصول کیا۔ بہت سے غریب افراد کے ساتھ ہونے والے دھوکہ دہی میں لوٹ ہوا پیسہ ڈبل شاہ جیسے لوگوں سے نکلا اور ملک کے خزانے کو نقصان پہنچانے والے افراد کو بے نقاب بھی کیا ہے۔ میں نیب کا کوئی ترجمان تو نہیں لیکن اس ادارے کے متعلق تحقیقات سے معلوم ہوا ہے کہ اس ادارے کی کارکردگی اتنی بری نہیں جو تصویر میڈیا میں یا سیاست دان پیش

کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر اس ادارے کے متعلق عوام اور خواص کی یہ سوچ بنی ہے کہ یہ لوگوں سے لوٹی ہوئی رقم پوری طرح وصول نہیں کرتی اور نہ ہی سزا دیتی ہے جس طرح میں نے شروع میں عرض کیا کہ ایک الزامات کی بات ہوتی ہے اور دوسری تفتیش کے بعد حاصل ہونے والی معلومات کی ۔نیب آفیسرز اپنی طرف سے کوئی فیصلہ نہیں کرتے اور نہ ہی کسی شخص سے رقم وصول کرتے ہیں اور نہ ہی کسی کرپٹ فرد کو سزا یا آزاد کر سکتے ہیں۔نیب مکمل تحقیقات کے بعد عدالت کو تمام شواہد پیش کرتے ہیں ، عدالت اس شخص کو سزا یا جزا دیتا ہے۔ڈاکٹر عاصم کیس ہو یا دوسرے کیسز نیب پلی بارگین اس طرح نہیں کرتا کہ ایک ادمی نے 13ارب کھا لئے اور نیب ان سے ایک ارب لے کر رہا کر دیں گے بلکہ نیب ایک روپے بھی نہیں چھوڑتا جو ثبوت موجود ہوتے ہیں ان کے تحت ان سے رقم حاصل ہوتی ہے۔پلی بارگین نیب افسر اپنی مرضی سے نہیں کرتے بلکہ یہ اختیارات قانون نے ان کو دیا جو2001 میں عوامی نیشنل پارٹی کے اسفندیار ولی خان کیس میں سپریم کورٹ نے 32 میں سے 28 شق میں تبدیلی کی اور نیب قانون کی شق 28 کو چھوڑ دیا جو مجرم سے پلی بارگین کی اجازت دیتا ہے جس کی تفصیلات بہت ہے کہ کس طرح نیب تحقیقات کرتا ہے اور بعد ازاں پلی بارگین کرتا ہے۔ مختصراً عرض ہے کہ نیب خود کوئی فیصلہ نہیں کرتا سب کچھ عدالت کے حکم پر ہوتا ہے اور قانون کے مطابق ہوتا ہے۔

بحیثیت ادارہ نیب میں اصلاح کی گنجائش بھی موجود ہے اور جن سیاستدانوں کو اس کے قوانین پر اعتراض ہے وہ پارلیمنٹ سے اس میں تبدیلی بھی کر سکتے ہیں۔ ادارے کو سیاست سے پاک کرنے کے لیے چیئرمین کا انتخاب اسی ادارے کے اعلیٰ آفسر کو مقرر کرکے کیا جاسکتا ہے لیکن یہ سب کچھ تب ممکن ہوگا جب سیاست دان عوام سے جھوٹ بولنا بند کریں گے اور اس ادارے کو ٹھیک کرنے کی ویل موجود ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جب کسی سیاسی جماعت یا فرد کے خلاف نیب کارروائی کرتا ہے تو ادارے پر الزامات لگانے شروع کریں کہ ہمیں ٹارگٹ کیا جارہا ہے۔ یہی پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ کے سیاست دان حکومت میں بھی رہے ہیں اور کرپشن کے الزامات بھی ان کے اوپر ہے لیکن جب کسی کے خلاف کارروائی شروع ہوتی ہے تو الٹا نیب پر الزامات لگانا شروع کر دیتے ہیں کہ یہ ادارہ ٹھیک نہیں، بجائے یہ کہ جو کمی بیشی موجود ہے اس کو دور کیا جائے۔ نیب کو مزید بااختیار بنایا جائے تاکہ کرپشن کے خلاف اقدامات کرنے اور کرپٹ افراد کو قابو کرنا آسان ہو جائیں لیکن بد قسمتی سے سیاسی جماعتیں اپنی سیاست نیب کے اوپر کرتی ہے اور میڈیا بھی زیادہ تر خبریں بغیر تحقیق کے چلاتا ہے جن سے اچھے آفیسرز کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ کرپشن کو روکنا ہر ادارے کی بنیادی ذمہ داری ہے کہ جب کوئی فرد کرپشن کریں اس کو اسی وقت روکا جائے اور شفافیت کے لیے ضروری ہے کہ اداروں کو مضبوط اور بااختیار بنایا جائے۔ انفرادی سطح پر اختیارات کی حوصلہ شکنی ہو، تب ملک سے کرپشن کا خاتمہ ہو سکتا ہے اور ملک

ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکتا ہے کہ جب سب کی نیت اور سوچ ملک کو ٹھیک کرنے کی ہو۔ جن اختیارات کے تحت نیب کو چلایا جا رہا ہے اس کے مطابق نیب کی کارکردگی بہت حد تک ٹھیک ہے۔ مزید بہتر کرنے کیلئے اس ادارے کو سیاسی اثرورسوخ سے پاک کیا جائے تاکہ ادارے کے متعلق کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ ہمیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔

اچھے اور برے طالبان

ایک زمانہ تھا کہ جب پاکستانی معاشرہ ایک پرامن اور پرسکون معاشرہ تھا، پستول اور بندوق شاذونادر ہی کسی کے گھر میں ہوا کرتا تھا۔ پختون معاشرہ بھی ایسا نہ تھا جو آج ہے۔ پختونوں کے گھروں میں بھی اسلحہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ اس وقت کرائم ریٹ بھی کم تھا لیکن پھر افغانستان میں روس نے قدم رکھا اور امریکا نے روس سے بدلا لینے کے لیے پاکستان کی مدد سے مجاہدین تیار کیے جو باقاعدہ طور پر روسی فوج سے لڑتی تھی۔ جہاد کے نام پر بہت سے گروپ بنائے گئے، سب کی ٹریننگ ہوئی اور آخر کار مجاہدین کے ہاتھوں روسی افواج کو شکست ہوئی جس کے نتیجے میں افغانستان سے روسی افواج چلی گئی، افغانستان میں خانہ جنگی شروع ہونے کی وجہ سے حالات خراب ہوئے،
پاکستان میں بھی اسلحہ آیا، خیبر پختونخوا کے تقریباً ہر گھر میں روسی بندوق کلاشنکوف ہر گھر میں پہنچا۔ افغانستان میں خانہ جنگی کے دوران طالبان کا ظہور ہوا جنھوں نے قندہار سے شروع ہو کر پوری ملک پر قبضہ کرلیا۔ طالبان کی حکومت پانچ، چھ سال رہنے کے بعد نائن الیون کا واقع پیش آیا جس میں تین ہزار لوگ ہلاک ہوئے۔ طالبان کے دور حکومت میں افغانستان میں بہت حد تک امن قائم رہا۔ انہوں نے بعض غلطیاں بھی کی لیکن مجموعی طور پر ان کی حکومت پرامن اور عوام دوست رہی۔ نائن الیون کے بعد امریکا نے اسامہ بن

2 میں افغانستان پر حملہ کیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ نائن الیون میں oo لادن کا بہانہ بنا کر 2 کوئی پاکستانی یا افغانی شامل نہیں تھا لیکن اس کے باوجود امریکا نے القاعدہ اور اس کے بہانے افغانستان پر چڑھائی کی جس میں اب تک لاکھوں لوگ شہید ہو چکے ہیں اور بہت سے عمر بھر کے لیے اپاہج ۔ امریکا طالبان کو شکست تو نہ دے سکا لیکن افغانستان سمیت پوری خطے میں خانہ جنگ اور بدامنی ضرور پیدا ہوئی جس کا نقصان آج بھی پاکستان اٹھا رہا ہے۔ افغانستان پر حملہ کرنے کے بعد بہت سے افغان جنگجو پاکستان کے قبائلی علاقوں میں روپوش بھی ہوئے ۔امریکا نے افغانستان پر حملے کے بعد جلد ہی کنٹرول سنبھال لیا تھا، طالبان نے ایک منصوبے کے تحت افغانستان کی حکومت چھوڑ کر گوریلا جنگ شروع کی جس نے آج امریکا کو شکست سے دوچار کیا۔ آج پندرہ سال گزرنے کے بعد بھی امریکا افغانستان پر مکمل کنٹرول حاصل نہ کرسکا، امریکا نے طالبان سے اپنی شکست تو مان لی لیکن آج پورا خطہ غیر محفوظ ہوگیا، دہشت گردی اور بدامنی سے ہر علاقہ متاثر ہوا۔ دوسری طرف امریکا اور افغان حکومت نے وقتاً فوقتاً پاکستان سے شکایت بھی کی کہ قبائلی علاقوں سے افغانستان میں مداخلت ہوتی ہے، یہ بھی کہا گیا کہ طالبان کو پاکستان کی جانب سے سپورٹ مل رہی ہے لیکن عملی طور پر امریکا نے پاک افغان بارڈر کو محفوظ بنانے کے لئے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے، پاکستان کے تجاویز کو ہمیشہ نظرانداز کیا گیا۔ پاکستان نے بحیثیت اسٹیٹ ان تمام الزامات سے انکار بھی کیا۔

افغان جنگ کی

وجہ سے پاکستان میں 2007 تک حالات اتنے خراب نہیں تھے جتنے حالات اسلام آباد میں لال مسجد آپریشن شروع ہونے کے بعد خراب ہوئے ، یہ بھی حقیقت ہے کہ لال مسجد آپریشن سے پہلے پاکستانی طالبان کا ظہور ہو چکا تھا۔ قبائلی علاقوں میں امریکا، بھارت ، افغانستان اور پاکستان پر اکسی وار لڑنے کے لیے تیاری اور حکمت عملی بنا رہے تھے ۔ ایک منصوبے کے تحت وزیرستان میں طالبان تیار ہو رہے تھے جنھوں نے بعد ازاں قبائلی علاقوں کے دیگر حصوں میں قدم جمانا شروع کیا۔زیادہ تر ان کی کارروائیاں قبائلی علاقوں تک محدود تھی لیکن بعدازاں انھوں نے ملک کے دیگر علاقوں میں بھی اپنا اثر رسوخ بڑھایا۔ لال مسجد آپریشن کے بعد سے حالات مزید خراب ہو گئے ،طالبان کے مزید گروپ بھی سامنے آ گئے جو طالبان پہلے افغانستان میں امریکا کے خلاف لڑنے جاتے تھے ان کے ساتھ اور کئی گروپ نے مل کر پاکستان میں سکیورٹی اداروں کے خلاف علم بغاوت شروع کی۔اس وقت کے صدر جنرل مشرف پر بھی کئی حملے ہوئے لیکن لال مسجد آپریشن کے بعد ملک بھر میں شدت پسندی نے زور پکڑا۔ آئے روز بم دھماکے اور خودکش حملے شروع ہوئے۔ سوات میں طالبان کا ظہور ہوا جس کو ختم کرنے کے لیے بعدازاں بہت بڑا آپریشن کرنا پڑا۔ سوات سے طالبان نکل کر قبائلی علاقوں اور افغانستان فرار ہوئے۔حالات تیزی سے بدلنے لگے ۔ ملک بھر میں بم دھماکے ، خودکش حملے اور سکیورٹی اداروں پر حملوں نے ایوان اقتدار اور اعلیٰ عسکری قیادت کو سوچنے پر مجبور کیا کہ اب ان طالبان یا شدت پسندوں کے خلاف کارروائی

ہونی چاہیے۔ سوالات یہ بھی اٹھے کہ کونسے طالبان کے خلاف کارروائی ہو۔ایک وہ طالبان جو افغانستان میں افغان طالبان کی مدد کرتے ہیں یا ان کے ساتھ شانہ بشانہ لڑتے ہیں، دوسرے وہ گروپ جو دوسرے ممالک سے پیسہ لے کر ملک میں خانہ جنگی شروع کرتے رہیں اور حالات کو خراب کرتے رہیں۔ مختصراً یہ کہ پاکستانی حکومت اور عسکری اداروں کی طرف سے کہا گیا کہ جو لوگ مذاکرات کرنا چاہتے ہیں ان سے مذاکرات شروع ہو اور جو مذاکرات کے حامی نہ ہوان کے خلاف کارروئی شروع کی جائے۔مذاکرات کرنے کی کئی بار کوشش بھی ہوئی لیکن ہر بار کوئی نہ کوئی مسئلہ درپیش آتا اور حالات پھر نو ریٹرن کی طرف چلے جاتے۔ان شدت پسندوں میں کئی گروپ بھی بن گئے ہر گروپ کا اپنا ایجنڈا بنا تھا،پاکستان کو کمزور کرنے اور ملک میں خانہ جنگی شروع کرنے کے لیے عالمی کھلاڑی بھی میدان میں تھے، ملک دشمن عناصر نے حالات کا خوب فائدہ اٹھایا اور آخرکار اچھے اور برے طالبان میں پہچان بھی مشکل ہو گئی ۔ملک بھر میں طالبان کی کارروئیاں بڑھتی گئی تو قبائلی علاقے شمالی وزیرستان جو ہر قسم کے طالبان کا مرکز تھا،جہاں پر طالبان کی ٹریننگ سمیت ہر قسم کی منصوبہ بندی ہوتی تھی وہاں آپریشن ضرب عضب شروع کیا گیا جس میں بہت سے شدت پسند ٹارگٹ ہوئے، اور بہت سے افغانستان بھی فرار ہوئے۔آپریشن ضرب عضب کے بعد ملک میں دہشت گردی کے واقعات میں کمی آئی لیکن پھر 16 دسمبر 2014 کو پشاور میں آرمی پبلک سکول پر حملہ ہوا جس میں تقریباً135 معصوم طلبہ کو ٹارگٹ کیا گیا جس نے پوری

قوم کو سوچنے پر مجبور کیا کہ ملک سے شدت پسندی کے خاتمے اور ان لوگوں کو شکست دینے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں حکومت ، عسکری اداروں اور تمام سیاسی جماعتوں نے مل کر نیشنل ایکشن پلان بھی بنایا، عسکری اداروں نے افغانستان کے ساتھ بھی مشاروت شروع کی اور فیصلہ کیا کہ گڈ اور بیڈ طالبان نہیں بلکہ سب کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔ افغان قیادت سے مل کر یہ بھی کہا گیا کہ اپ کا دشمن ہمارا دشمن اور آپ کا دوست ہمارا دوست ۔ اس طرح بھارت کے ساتھ بھی تعلقات کو بہتر کرنے کے لیے باور کرایا گیا کہ پاکستان کسی بھی قسم کی شدت پسندی کے حق میں نہیں ۔ پاکستان کی سرزمین کسی بھی ملک کے خلاف استعمال نہیں ہوگی ۔ خارجہ پالیسی میں بھی تبدیلی محسوس کی گئی جس کو مختلف مکتب فکر کی جانب سے سراہا گیا۔ نئے سال کے آغاز میں آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے اپنے عزم کو دوہراتے ہوئے کہا کہ 2016 دہشت گردی سے نجات کا سال ہوگا لیکن سال کے آغاز ہی سے ملک میں اور خاص کر خیبر پختونخوا میں کئی دہشت گرد حملے ہوئے جس نے بہت سے سوالوں کو بھی جنم دیا لیکن ایک بات طے ہوئی کہ عسکری قیادت سمیت پوری قوم پر عزم ہے کہ ملک سے شدت پسندی اور دہشت گردی کا خاتمہ ہر صورت میں کرنا ہے ۔ چارسدہ میں باچاخان یونیورسٹی پر حملے کے بعد کی صورت حال سے واضح ہوگیا ہے کہ دہشت گردوں اور ان کے مددکاروں کو کسی صورت نہیں چھوڑا جائے گا۔

پاکستان میں ہر مکتب فکر کے لوگوں کو اب نئی پالیسی کے مطابق چلنا چاہیے جس طرح اسٹیٹ نے اچھے اور برے طالبان کا فرق ختم کیا ہے اسی طرح ہماری تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو بھی اچھے اور برے طالبان کا فرق ختم کرنا چاہیے ۔ بھارت اور افغانستان سمیت علاقائی اور عالمی ممالک کو بھی پاکستان کی اس نئی پالیسی کا خیر مقدم کرنا چاہیے اور دہشت گردی جو ایک عالمی مسئلہ ہے ان کے خلاف سب کو اکٹھا ہو کر لڑنا چاہیے اور سب ممالک اپنی فرائض کو پورا کریں، تب دہشت گردوں کو شکست اور خطے میں امن قائم ہو سکتا ہے ۔

چند وضاحتیں

گزشتہ روز نیب کی کارکردگی کے حوالے سے کالم لکھا کہ نیب پر سیاست دان اور میڈیا حقیقت سے زیادہ الزامات لگاتا ہے اور ملک میں تمام کرپشن کی جڑ نیب کو کہا جاتا ہے۔ میں نے لکھا تھا کہ نیب کسی بھی فرد کے ساتھ اپنی طرف سے پلی بارگیننگ نہیں کرتا بلکہ یہ نیب کے قانون میں ہے کہ نیب پلی بارگیننگ کر سکتا ہے، اس طرح اور کئی باتیں تھی جس پر ہمارے بعض دوستوں نے اپنی شکایت فون کالز اور انٹرنیٹ کے ذریعے ریکارڈ کرائی کہ میں نے نیب کی تعریف کی ہے اور میں نیب کے کرپشن اور لوگوں سے ڈیل کے متعلق ان کی تائید کرتا ہوں اور ان کو صحیح مانتا ہوں۔ تمام دوستوں اور قارئین کی رائے بصد احترام کے آپ لوگ اپنی آراء سے وقتاً فوقتاً آگاہ کرتے ہیں لیکن گزارش ہے کہ میں ہمیشہ کالم اپنے دانش کے مطابق لکھتا ہوں ،زیادہ تر کوشش ہوتی ہے کہ تحقیق کرکے بات لکھوں صرف تجزیے اور تجاویز پیش نہ کرو۔ہمارے حکمران اور سربراہان ہم سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں اسلئے تجاویز سے گریز کرتا ہوں جو محسوس کرتا ہوں اچھا یابرا وہ بیان کرتا ہوں جس میں بعض اوقات غلطی بھی ہو سکتی ہے لیکن میں کسی کے کہنے پر کالم نہیں لکھتا۔میں صرف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہوں جس سے قارئین اور دوست اختلاف کا حق بھی رکھتے ہیں ۔ میں اختلاف رکھنے اور تائید کرنے والوں کا مشگور ہوں کہ وہ میرے کالم

شوق سے پڑھتے ہیں۔
اس حقیقت سے انکار نہیں کہ نیب کی وجہ سے کرپشن کیسز ختم نہیں ہوتے کیوں کہ نیب حکومتی اثرورسوخ سے آزاد نہیں لیکن نیب اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کرتا بلکہ یہ سب کچھ نیب آفسر قانون کے مطابق کرتے ہیں تو اس میں نیب زیادہ قصوروار نہیں بلکہ ہمارے سیاست دان اور حکمران ہے جنھوں نے نیب کو یہ اختیارات دیے ہیں۔ دوسرا نیب ہی ملک میں احتساب کا واحد ادارہ ہے جس کے پیچھے ہمارے سیاستدان لگے ہیں کہ اس کو ختم کیا جائے تاکہ ان سے پوچھنے والا کوئی نہ ہو۔ اب کم از کم سیاستدان ، سرکاری افسران اور پرائیویٹ سطح پر دھوکہ کرنے والوں کو یہ خوف تو رہتا ہے کہ نیب کی پکڑ میں آسکتے ہیں۔نیب قانون ، ادارے اور افسروں میں اچھے لوگوں سمیت کئی کرپٹ لوگ بھی ہوں گے جو ڈیل کرنے میں ماسٹر ہوں گے ، دوسرا نیب قوانین اور ادارے میں اصلاح کی بھی بہت گنجائش موجود ہے۔ میں نے تو اس وقت بھی لکھا تھا کہ نیب کو سیاست سے پاک ہونا چاہیے ۔ چیئرمین کی تعیناتی بھی نیب کے ادارے سے ہونی چاہیے جن کو نیب قوانین کا علم ہو اور جو سرکاری ملازم ہو سیاسی نہ ہو جس طرح عدالت کے جج ہوتے ہیں۔ یہ سب کام سیاستدانوں اور حکمرانوں نے ہی کرنے ہوتے ہیں لیکن حکمران اور سیاست اس وقت بولنا شروع کر دیتے ہیں کہ جب ان کے دم پر پاؤں آجائے۔
موجود حکومت کے نیب کے بارے میں بیانات بھی ریکارڈ کا حصہ ہے وہ کیسز اب بھی

عدالت میں پڑے ہیں جن میں میاں نواز شریف صاحب سمیت کئی اہم لوگوں کا ذکر ہے ۔ کسی بھی ملک میں نظام اس وقت تک ٹھیک نہیں ہو سکتا جب تک اس ملک میں انصاف جزا و سزا کا قانون صحیح نہ ہو اور عام لوگوں کی طرح حکمران قانون کو جواب دہ نہ ہو۔ یہ سب کچھ ان ہی جمہوریت کے علمبرداروں نے ٹھیک کرنا ہے۔ ہم نے ہی ان کو منتخب کیا ہے ،اب ان کا کام ہے کہ نظام کو درست کریں جواب تک ہمیں نہیں لگتا کہ درست کرنے کی کوشش بھی کی جا رہی ہو بلکہ دن بدن ادارے تباہی کی طرف جا رہے ہیں۔ دوسرا اگرنیب بالکل صحیح کام شروع کریں تو کل ملک میں بہتری آ جائے گی جو ہمارے حکمران اور سیاست دان نہیں چاہتے کیوں کہ زیادہ تر کیسز میں یہ لوگ خود ملوث ہوتے ہیں جن لوگوں کو انھوں نے ٹھیک کرنا ہوتا ہے وہ لوگ ان کو بلیک میل کرتے ہیں۔

دوسری رائے میرے کالم اچھے اور برے طالبان پر آئی کہ یہ اچھے اور برے طالبان کس نے بنائے تھے جس کا خمیازہ آج ہم اٹھا رہے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ ملکوں کی پالیسی وقت کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے جس طرح ماحول یا حالات ہوتے ہیں اس کے مطابق پالیسی بھی بنتی ہے۔ پھر آج کی دنیا میں جہاں ہر طرف پراکسی جنگیں جاری ہے جہاں پر دوست اور دشمن کا پتہ ہی نہیں چلتا ،ایسے حالات میں آپ کو نہ چاہتے ہوئے بھی گیم میں جانا پڑتا ہے۔ کچھ دوستوں کا خیال ہے کہ آج پاکستان ضیاء الحق کی پالیسی اور اس کے بوئے ہوئے کو کاٹ رہا

ہے انہوں نے افغان جنگ میں شامل ہو کر بڑی غلطی کی تھی جس کی وجہ سے ملک میں طالبان پیدا ہوئے اور یہ سب کچھ ہماری عسکری اداروں کا کرتا دھرتا ہے۔ عرض یہ ہے کہ آج پاکستان صرف اس وجہ سے دہشت گردی اور انتہا پسندی کا شکار نہیں ہے۔ یہ صرف عوام کو دھوکہ دینے اور پانی اپنے سر سے ہٹانے کی باتیں ہے۔ میرے دانستہ کے مطابق پاکستان میں طالبان دس سال پہلے پیدا ہوئے یا کیے گئے۔افغان جنگ کو ختم ہوچکا تھا اس کے بعد پاکستان میں حالات بالکل ٹھیک تھے کوئی بم دھماکے 1989 یا خود کش حملے نہیں ہو رہے تھے۔ یہ سب کچھ امریکا کا خطے میں آنے اور افغانستان پر حملہ کرنے کے بعد ہوا۔جب اپ کے حکمران اور سیاستدان کرپٹ ہو، اپنی جائیدادیں بنانے کی فکر ہواور وہ دھاندلی سے آئے ہو تو پھر وہ کیا فارن پالیسی بنائیں گے اور کیا ملک کا مفاد سوچتے ہوں گے کہ خطے کی سیاست یا دنیا کی سیاست کہاں جارہی ہے۔ فوج اور سکیورٹی اداروں کاکام ہوتا ہے کہ وہ ملک کی سرحدوں کی حفاظت کریں جب آپ ان کو سیاست اور فارن پالیسی حوالے کردیتے ہیں تو پھر وہ جس طرح چاہے کریں۔ ہمارے ملک کا المیہ یہ ہے کہ بہت کم پڑھے لکھے لوگ سیاست میں قدم رکھتے ہیں زیادہ تر امیر زادے ،بزنس مین اور وڈیرے آتے ہیں جن کو کوئی آتا پتا نہیں ہوتا کہ انہوں نے اسمبلی میں کیا کرنا ہے جو پارٹی سربراہان ہوتے ہیں وہ بھی زیادہ تر سمجھوتوں پر چلتے ہیں، ان کو یہ غم ہوتا ہے کہ مجھ سے کوئی حکومت چھین نہ لیں۔لیڈر شپ کوالٹی بہت کم سیاست دانوں میں ہے جو ملک کے باہر ارد گرد کا

بھی تجربہ رکھتے ہیں۔ حکمران کو یہ غم نہیں ہونا چاہیے کہ اگر میں یہ سیٹ ہار گیا تو میری پارٹی کی حیثیت کیا ہوگی بلکہ وہ بغیر خوف وخطرے حکمرانی کریں لیکن ہماری ملک کی یہی بدقسمتی رہی ہے کہ پہلے کرسی اور اسمبلی کے لیے لڑتے جھگڑتے ہیں اس کے بعد اسمبلی اور قانون سازی میں نہ حصہ لیتے ہیں اور نہ ہی حکومت کی طرف سے کسی مسئلے پر بحث کی جاتی ہے جس طرح اب ہو رہا ہے کہ حکومت اسمبلی کو اہمیت ہی نہیں دیتی۔ ملک کے وزیراعظم زیادہ تر ملک سے باہر ہوتے ہیں جہاں بھی جانا ہو براستہ لندن ضرور جاتے ہیں کہ بچے لندن میں ہے اور زیادہ تر کاربار بھی وہی پر ہے تو ایسا حالات میں پھر ملک کی خارجہ پالیسی کیا ہوگی؟ کیا ہونی چاہیے؟ یہ سب کچھ اسمبلی میں بحث کرنے سے ہوتی ہے جس کو ہمارے جمہوری پسند رہنما اہمیت ہی نہیں دیتے بلکہ تمام کام اسمبلی کے باہر ہی کیے جاتے ہیں۔ ملک میں دہشت گردی ہو یا اداروں کی تباہی یہ ہم کسی ایک فرد یا حکمران کو دوش نہیں دے سکتے۔ عسکری اداروں سمیت سب کا اس میں ہاتھ رہا ہے لیکن اب حکومت اور عسکری اداروں نے پالیسی تبدیل کی اور اس عزم کا اظہار کیا جا رہا ہے کہ ہم نے ملک سے دہشت گردی کا خاتمہ کرنا ہے اور اپنے ملک کے معاملات درست کرنے ہیں تو ہمیں حکومت اور عسکری اداروں کا ساتھ دینا چاہیے ۔ماضی کو بھلا کر مستقبل کا سوچنا چاہیے تاکہ مستقبل ہمارا تاریک نہ ہو۔

حکومت کی دوغلی پالیسیاں

اس میں کوئی شک نہیں کہ جمہوری نظام ہی بہتر نظام ہوتا ہے لیکن بد قسمتی سے جمہوری حکومت میں دن رات جمہوریت کا درس دینے والے اور عوام کے ووٹوں سے منتخب ہونے والے عوامی نمائندے عوام کو بھول جاتے ہے اور صرف اپنی مفادات کو تقویت دینے میں لگ جاتے ہیں ۔یہی وجہ ہوتی ہے کہ ملک میں جمہوری نظام سے عام آدمی بہت جلدی مایوس ہو جاتا ہے جس کا بنیادی سبب حکمرانوں کی غلط پالیسیاں ہیں ۔جمہوری نظام کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حکمران عوام کے لیے کام کریں اور عوام کے فلاح وبہود کو مد نظر رکھتے ہوئے پالیسیاں اور سکیم بنائیں لیکن ہمارے ملک میں الٹی گنگا بہتی ہے۔ یہاں پر جو بھی پالیسی بنتی ہے وہ عام آدمی کے مفاد کے بجائے اپنے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے بنائی جاتی ہے۔ ملک کے باقی حصوں کو چھوڑ کر اگر صرف اسلام آباد کی بات کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام آباد کیپٹل میں بھی عام آدمی کو بنیادی سہولیات دستیاب نہیں ۔ صاف پانی سے لے کر تعلیم اور صحت تک کی بنیادی سہولیات میسر نہیں جو لوگ اسلام آباد میں رہتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ ان کے بچوں کو سرکاری اسکولوں (اسلام آباد ماڈل اسکول) میں داخلہ لینا کتنا مشکل بلکہ ناممکن ہوتا ہے،اسی طرح پاکستان اور اسلام آباد کے سب سے بڑے سرکاری ہسپتال میں علاج کی سہولت حاصل کرنا کوہ طور کے پہاڑ سے

کو ہ نور لانے کے مترادف ہے۔اسلام آباد کا سب سے بڑا ہسپتال پمز گندگی اور غلاظت سے بھرا پڑا ہے۔ہسپتال کے او پی ڈی میں داخل ہوتے ہوئے ایسا لگتا ہے کہ میں کسی میلے میں آیا ہوں، عوام کا جم غفیر ہوتا ہے ۔یہ حال صرف او پی ڈی کا نہیں بلکہ دوسرے وارڈز کا بھی ہے۔زنانہ امراض کے خواتین کو صرف پرچی حاصل کرنے کے لیے چھ بجے جانا پڑھتا ہے ورنہ دس بجے کے بعد پرچی نہیں ملتی پھر وہاں پر جو حال ہوتا ہے ،دعا ہے کہ دشمن کو بھی اللہ بچائیں۔ موجودہ حکومت نے تو پچھلے تقریباً تمام حکومتوں کے ریکارڈ توڑ ڈالے ہیں۔نون لیگ حکومت نے صرف وہ کام کرنے ہیں جن میں سریا، سمینٹ اور انٹیں استعمال ہو۔100ارب روپے سے میٹرو تو بنا دیا لیکن میٹرو سے ٹوٹی ہوئی سڑکوں کی مرمت آج تک مکمل نہ ہو سکی۔ان سو ارب روپے سے چند ہزار لوگوں کو فائدہ ضرور ہوا ہے لیکن چند ارب روپے خرچ کرکے ہسپتالوں اور اسکولوں کے نظام کو ٹھیک نہیں کیا جاتا۔اسلام آباد کے سرکاری اسکولوں میں بچوں کیلئے بیٹھنے کی کرسی نہیں جبکہ دو مہینوں سے اسلام آباد کے سرکاری اسکولوں میں کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز پر پڑھانے والے اساتذہ سڑکوں پر احتجاج کر رہے ہیں جن کو مہینہ صرف 12 ہزار روپے ملتا ہے۔ان کی کوئی شنوائی نہیں ہو رہی ہے۔اسی طرح لاہور میں اورنج ٹرین کے لیے اربوں روپے تو ہیں لیکن وہاں پر غریب لوگوں کی مکانوں کو گرا کر معاوضہ دینے کے لیے پیسے نہیں۔نام اور نمائش کے لیے میٹرو بسیں تو چلائی جارہی ہے جس کا ماہانہ خسارہ 22 کروڑ روپے ہیں لیکن بے روزگاری کو کم

کرنے کیلئے کوئی اقدامات نہیں اٹھائے جارہے ہیں۔ یہی وجہ ہے بے روزگاری میں اضافہ تاریخ کے بلند ترین سطح پر ہے ،دوسری طرف نون لیگ کی موجودہ حکومت نے صرف ڈھائی سال میں 5 ہزارارب روپے کا قرضہ لیا ہے جبکہ پیپلزپارٹی جس کی نااہلی اور کرپشن کی داستانیں آج تک میڈیا میں ڈسکس ہورہی ہے انہوں نے اپنی پانچ سال دور حکومت میں ان سے کم قرضہ لیا تھا۔اسٹیٹ بنک رپورٹ کے مطابق نون لیگ نے 30 ارب ڈالر قرضہ ڈھائی سال میں جبکہ پیپلزپارٹی نے 24.8 ارب ڈالر پانچ سال میں لیا تھا۔نون لیگ کی معاشی کرپشن اور نااہلی کا پول بہت جلدی سامنے آنے والا ہے ۔وزیر خزانہ اسحاق ڈار صاحب نے تاریخ کے مہنگے ترین ریٹ پر یورو بانڈز کی شکل میں معاہدہ کیا ہے جس کے تحت 500 ارب روپے پر دس سال بعد 410 ارب روپے صرف سود ادا کیا جائے گا جبکہ اصل رقم 5 سو ارب اس کے علاوہ ادا کرنے ہوں گے ۔ یہ سب کچھ اس غریب قوم کے جیبوں سے ادا ہوگا جو آئے روز غربت کی وجہ سے خودکشیاں کررہے ہیں لیکن حکومت اور ہمارے عوامی نمائندوں کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑرہا ہے۔آخرکار عام آدمی نے مہنگائی کی صورت میں بوجھ برداشت کرنا ہوتا ہے ۔ حکومت کی دوغلی اور متضاد پالیسیوں کو دیکھیں کہ ایک طرف کہہ رہی ہے کہ عوام کو سہولت دینے کیلئے میٹرو بسیں شروع کی ہے اور عام لوگوں کے فائدے کے لیے حکومت ہر مہینے 22 کروڑ خسارہ برداشت کرے گی لیکن دوسری طرف پی آئی اے کی نجی کاری کررہی ہے جس کی وجہ سے پی آئی اے ملازمین سراپا احتجاج ہیں۔ملک بھر میں پی آئی اے کا نظام درہم

.برہم ہوچکا ہے حکومتی اعداد وشمار کے مطابق پی آئی اے ہر سال 23ارب کا نقصان کر رہی ہے جس کو پرائیویٹائز کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں لیکن مسلم لیگ نون ہی کی کے منشور میں تھا کہ ہم پی آئی اے کو منافع بخش ادارہ بنائیں گے لیکن آج اپنے 2013 کاروبار کو تو منافع بخش بنا دیا ہے لیکن سرکاری ادارے خسارے میں جا رہے ہیں ،ان کو بہتر کرنے اور منافع بخش بنانے کے لیے نون لیگ حکومت کے پاس وقت ہی نہیں ہے۔دوسری طرف یہ بھی سوچنے کی بات ہے کہ ہر سال خسارے کے باوجود پی آئی اے کے طیاروں میں اضافہ کیا جارہاہے ۔ ڈیڑھ سال میں جہازوں کی تعداد 18 سے بڑھا کر31 کردی گئی ہے۔حکومت کی پرائیویٹائزیشن کی پالیسی پر انشاء اللہ آنے والے دنوں میں بات کریں گے کہ حکومت نے اب تک جوادارے پرائیویٹ کیے ہیں ان کی کیا پوزیشن ہے۔ سردست صرف یہ بتاتا چلوں کہ حکومت عوام اور بیرونی اداروں کو غلط اعداد وشمار پیش کرکے وقتی فائدہ تو حاصل کر رہی ہے لیکن اس کا نقصان کل پاکستان کے غریب عوام برداشت کریں گے اور یہی فیصلے کل ان کے لیے مشکلات کا باعث بھی بنیں گے۔حکومت کو ان متضاد پالیسیاں کو ختم کرنا چاہیے کہ ایک طرف میٹرو بسیں اور میٹرو ٹرین بنا کرنئے ادارے بنا رہے ہیں جب کہ دوسری طرف پاکستان کے اثاثے اور منافع بخش ادارے فروخت کر رہے ہیں اور جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ حکومت کا کام نہیں کہ وہ بزنس چلائے، پوری دنیا میں تو حکومتیں ایسے ہی ادارے چلا رہی ہے تو پھر پاکستان میں یہ کیوں ممکن نہیں جہاں پر حکمران اپنا

کاروبار اچھی طرح چلا رہے ہیں۔ پی آئی اے سمیت اسٹیل ملز بھی منافع بخش ادارہ بن سکتا ہے اگر حکومت نے اہل اور ایماندار لوگوں کو بٹھایا اور میرٹ کا سسٹم قائم کیا تو یہ ادارے ایک دفعہ پھر منافع بخش بن سکتے ہیں۔

اسلام آباد کے اساتذہ سڑکوں پر

جس ملک میں دہشت گردی سے 60 ہزار لوگ شہید ہو چکے ہوں اور اس سے زیادہ عمر بھر کے لئے آپاہج 'جہاں پر آئے روز بم دھماکے ہو رہے ہوں، دہشت گرد اسکولوں کالجوں اور یونیورسٹیز پر حملے کر رہے ہوں، جہاں پر دہشت گردوں کے لئے آسان، ہدف تعلیمی ادارے ہوں' جس ملک میں دہشت گردوں نے دس سال میں ہزاروں اسکول جن میں (بچوں اور بچیوں) دونوں شامل ہیں'بم دھماکوں اور دہشت گرد حملوں سے تباہ کیے گئے ہوں' جہاں پر 90 فی صد بچے دہشت گردی کے ان حملوں کی وجہ سے ذہنی مریض ہو چکے ہوں'جہاں پر ملک دشمن عناصر اور دہشت گردوں کا بنیادی مقصد ملک کے مستقبل کو تعلیم سے دور کرنا اور اپنی حکومت اور ریاست سے بد ظن کرنا شامل ہو' جہاں پر تعلیم کی عدم فراہمی، غربت، مہنگائی کی وجہ سے شرح خواندگی بہت کم ہو، جہاں پر تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے لوگ شدت پسندی اور دہشت گردی کی طرف مائل ہو رہے ہوں، جہاں پر کتاب مشکل اور بندوق ملنا آسان ہوتا ہو جہاں پر لوگوں کو انصاف نہ ملتا ہو اور انصاف صرف امیروں اور حکمرانوں کے لیے، میسر ہو، جہاں پر سکیورٹی اداروں کی سوچ یہ ہو کہ ہم نے دشمن کے بچوں کو بھی پڑھانا ہے وہاں پر اساتذہ ملک کے دار لحکومت اسلام آباد میں تینوں مہینوں سے سڑکوں پر اپنی بارہ ہزار تنخواہ کے لئے احتجاج کر رہے ہوں وہاں دشمن کے بچوں کو

پڑھانا اور دہشت گردی کو ختم کرنا یا دہشت گردوں کے سہولت کاروں کو شکست دینا اور ملک کے مستقبل کو محفوظ بنانا یا سمجھنا' اندھیرے میں تیر چلانے کے مترادف ہے۔

ہمارے ان جمہوری پسند لیڈروں نے ایک دفعہ پھر عوام میں جمہوریت سے نفرت اور ڈکٹیٹر سے محبت کا جذبہ پیدا کیا ہے۔آج حکمرانوں کی غلط اور عوام دشمن پالیسیوں کی وجہ سے ہر طرف احتجاج، جلاؤ گھیراؤ اور ہڑتالیں ہو رہی ہیں، نون لیگ کے پاس سریا لگانے کے لئے پل اور سڑکے بنانے کے لئے دو سو ارب روپے تو ہیں لیکن قوم کے مستقبل کو بہتر بنانے اور دہشت گردی کا مقابلہ کرنے کے لئے جن لوگوں نے بچوں کو تیار کرنا ہے اور جن لوگوں نے دشمن کے بچوں کو بھی پڑھانا ہے حکومت کے پاس ان کو دینے کے لئے کچھ بھی نہیں۔

گزشتہ تین مہینوں سے اسلام آباد میں سرکاری اسکولوں کے اساتذہ جن کی تعداد چند سو ہے، جو عرصہ دراز سے سرکاری اسکولوں میں بچوں کو پڑھا رہے ہیں، جن میں بعض دس سال اور بعض چار، پانچ اور سات سالوں سے کنٹریکٹ اور ڈیلی ویجز پر پڑھا رہے ہیں، جن میں 99 فی صد اساتذہ ماسٹر ڈگری ہولڈرز ہے، ان مرد اور خواتین اساتذہ میں 99.9 فیصد مجبوری اور بے روزگاری کی وجہ سے ڈیلی ویجز یا کنٹریکٹ پر 12 ہزار روپے پر پڑھا رہے ہیں، ان مرد اور خواتین اساتذہ میں ہر

ایک کی الگ کہانی ہے جس پر پوری کتاب لکھی جا سکتی ہے کہ ہمارے ملک میں غریبوں کیلئے حکومت کی کیا پالیسی ہے، حکومت بے روزگار اور تعلیمی یافتہ افراد کے ساتھ کیا کر رہی ہے، ان احتجاج کرنے والے اساتذہ کو تین مہینوں سے صرف باتوں اور وعدوں پر ٹرخایا جا رہا ہے، اب تک نہ ان لوگوں کو مستقل کیا گیا اور نہ ہی ان کے دوسرے مطالبات مانے گئے۔ ان میں کچھ خواتین اساتذہ نے احتجاج کے دوران بچوں کو بھی جنم دیا لیکن پھر احتجاج میں شریک ہوئیں ہے، ان میں ایسے اساتذہ بھی شامل ہے جن کا سہارا کچھ بھی نہیں ہے، ان میں بعض اساتذہ انتہائی مایوسی کے عالم میں ہیں جو لوگ خود اپنی حق کے لئے سڑکوں پر دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں وہ لوگ ہمارے مستقبل کو کیا سنواریں گے ؟ وہ لوگ ہمارے بچوں کی کیا تربیت کریں گے اور کیا پڑھائیں گے ؟ان میں بعض نے تو یہ مطالبہ بھی کیا ہے کہ آرمی چیف جنرل راحیل شریف ہمارا مقدمہ سنیں اور ہمیں انصاف دلائیں، ہم تو جمہوریت کے ان علمبرداروں سے مایوس ہو چکے ہیں ۔اس طرح کے مطالبے آج ہر جگہ سے سامنے آ رہے ہیں، جو جمہوری پسند افراد کے لئے مر مٹنے کا مقام ہے۔

آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسلام نے کیوں منع کیا ہے کہ اے مومنو تاجروں کو اپنا حاکم مت بناؤ۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ تاجروں کے نزدیک انسانی قدریں اور اہمیت کچھ بھی نہیں ہے ان کے نزدیک ان کا بزنس ہی سب کچھ ہے، پھر افسوس

اور رونا آتا ہے عوام پر جنھوں نے ان تاجروں کو تیسری بار ووٹ دیے آج جن کے نزدیک معزز اور تعلیم یافتہ ہونے کی کوئی اہمیت نہیں جن کے پاس میٹرو بسز اور میٹرو ٹرین کے لئے 200 ارب روپے تو ہے لیکن اساتذہ کو مستقل ملازمت اور ان کو صحیح تنخواہ دینے کے لئے 20 کروڑ روپے نہیں ہیں ، جن لوگوں سے ہم امید لگا بیٹھے ہیں کہ جن اساتذہ نے ہمارے مستقبل کو صحیح راستہ دکھانا ہے ان کو امید دلانی ہے ، کہ ملک سے محبت بلکہ دشمن کے بچوں کو پڑھانے اور بندوق کے بجائے تعلیم سے دشمن کو شکست دینے کی تربیت دینی ہے وہ آج اسلام آباد کے جناح ایونیو اور میٹرو بسوں کے سائے اور مایوسی کے عالم میں پارلیمنٹ کی طرف دیکھ رہے ہیں لیکن اس عوامی پارلیمنٹ نے آج تین مہینے گزرنے کے باوجود ان قوم کے معماروں کے بارے میں ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ کیا ان حالات میں جب اساتذہ سڑکوں پر ہوں اور دہشت گردی کے حملوں کے پیش نظر حکومت اسکول بند کیے جانے پر مجبور ہو' ہم دشمن کو شکست دے سکتے ہیں جہاں پر آئے روز ہمارے مستقبل کو ٹارگٹ کیا جارہا ہو، جہاں پر سیکورٹی اداروں کی سوچ یہ ہو کہ 2016 میں ہم ملک کو دہشت گردی سے پاک کریں گے اور ہم نے دشمن کے بچوں کو بھی پڑھانا ہے ، وہاں پر حکومت کی یہ پالیسیاں سمجھ سے بالاتر ہے۔

اداروں کی نجی کاری اور حکومتی دعوے

بعض اوقات ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے سیاست دان اور حکمران جن سے قوم کو توقعات وابستہ ہیں ، آخر اس ملک کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہیں ، ہر طرف لوٹ مار جاری ہے لیکن کوئی پوچھنے اور روکنے والا نہیں ، جن لوگوں اور اداروں نے احتساب کرنا ہے یا سزائیں دینی ہیں ان پر خود کیسز موجود ہیں۔ سیاسی جماعتیں حکومت میں آنے سے پہلے دعوے اور وعدے تو بہت کرتی ہیں لیکن جب سیاسی لیڈر حکومت میں آجائیں تو ان پر عملدرآمد تو دور کی بات ان باتوں کا بالکل الٹ ہی کرجاتے ہیں ۔ملک کے مسائل کیا ہیں؟ اور عوام کو کیا چاہیے ؟حکمرانوں کو اس سے کوئی لینا دینا نہیں ہر سرکاری ادارہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے لیکن اس کو ٹھیک کرنے کے لئے کوئی کام ، یا قدم بھی نہیں اٹھایا جارہاہے۔نون لیگ کی حکومت نے اپنے انتخابی منشور میں یہ وعدہ کیا تھا کہ پی آئی اے سمیت پیپلز پارٹی دور میں تباہ شدہ اداروں کو منافع بخش بنائیں گے ، کرپشن کا خاتمہ کریں گے، ملک میں میرٹ کا نظام لائیں گے اور عوام کے بنیادی مسائل کو حل کریں گے لیکن آج نون لیگ حکومت کی پالیسی کو دیکھتے ہوئے رونا آتا ہے کہ جو وعدے کیے گئے تھے آج وہ وعدے تو پورے نہیں ہورہے ہیں، البتہ اداروں کی تباہی پہلے سے زیادہ ہوئی ہے۔ایک طرف نجکاری کے خلاف بات کی جارہی ہے تو دوسری طرف سرکاری سطح پر نئے ادارے

بنائے جارہے ہیں۔ اداروں کی نجی کاری ہونی چاہیے یا نہیں اس سے اہم سوال یہ ہے کہ جن اداروں کی نجی کاری ہوئی ہے اس سے ملک وقوم کو کیا فائدہ ملا ہے، اب تک کے اعداد وشمار یہ بتاتے ہیں کہ ملک میں جو نجکاری ہوئی ہے اس میں 22 فیصد نجکاری کامیاب ہوئی ہے جبکہ 78 فیصد نجکاری ناکام رہی ہے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ حکومت کاکام یہ نہیں کہ وہ کاروبار کرے اور ادارے چلائے، بالکل درست بات لیکن ویسے چین میں 99 فیصد ادارے سرکاری تحویل میں اب بھی ہیں۔ اس سے قطع نظر یہ بات کہ پاکستان میں ایک زمانے میں جی ٹی ایس بسیں ہوا کرتی تھیں جن کو بھی ختم کیا گیا لیکن اس کی جگہ اب میٹرو بسیں لاہور اور راولپنڈی کے مخصوص آبادی کے لئے شروع کی گئیں اور نعرہ یہ بلند کیا گیا کہ ہم عوام کو سستی اور اچھی سہولت دینا چاہتے ہیں جس پر 150 ارب روپے تو اپنی جگہ خرچ کیے گئے لیکن جو سڑکیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہیں ان کو آج تک ٹھیک نہیں کرایا گیا جبکہ خسارے کو پورا کرنے کیلئے ہر سال چار ارب روپے مزید سبسڈی میٹرو بس کو دی جارہی ہے جو اس غریب عوام کی جیبوں سے نکلے گی ،اس کے لئے تو اربوں روپے ہیں لیکن جوادارے پہلے سے موجود ہیں ان کو ٹھیک کرنے کے لیے وقت اور پیسہ نہیں ہے، نجکاری کے نام پر پی ٹی سی ایل کے شیئر فروخت کیے گئے لیکن اس کی رقم تقریباً 3 سوارب روپے ابھی تک عرب کے شہزادوں سے نہیں لی گئی جبکہ منافع ہر مہینے ان کی جیبوں میں جاتا ہے، اسی طرح تین سو ارب سے زائد ان کو پی ٹی سی ایل کے اثاثے دیئے گئے ہیں جس طرح ایم سی بی

اور حبیب بنک کو بیچا گیا تھا اسی طرح آج پی آئی اے کو فروخت کرنے کی تیاریاں کی جارہی ہیں ، اب پی آئی اے کے جو اثاثے ہیں ان کو کم ظاہر کرکے پی آئی اے کا خسارہ ظاہر کیا جارہا ہے جو کل پی آئی اے کی جائیدادیں فروخت ہوگی یعنی اسلام آباد میں پی آئی اے آفس واقع بلیوایریا کی قیمت تقریباً مارکیٹ کے حساب سے تین ارب ہوگی لیکن ہمارے سرکاری اداروں نے اس کی قیمت 80 کروڑ ظاہر کی ہے اسی طرح ہر جگہ ہوگا، حکومت ایک طرف پی آئی اے کو بیچنے کی تیاری میں ہے تو دوسری طرف چند ماہ پہلے اسی تباہ شدہ ادارے کے لئے مزید طیارے خریدے گئے یعنی پی آئی اے جہاز 18 سے 31 کردیئے گئے ہیں جب کہ اس تباہ شدہ ادارے پی ائی اے کا ٹکٹ سفارش سے ملتا ہے۔ نقصان تو وہ ادارہ کرتا ہے جو نہ چلے یا مارکیٹ میں اس کو استعمال کرنے والے نہ ہوں لیکن پی آئی اے میں ایسا نہیں ہے ہر سال اربوں روپے کرایے کی مد میں حاجیوں سے کمایا جاتا ہے ، فرق صرف یہ ہے کہ کوئی مائی کا لعل اٹھے اور وہ ادارے کو ٹھیک کرنے کا تہیہ کریں، ملازمین کی تعداد جہاں پر زیادہ ہے اس کو کم کریں جہاں جہاں مسئلے درپیش ہیں ان کو ختم کریں ۔ مجھے یہاں پر ایک پرانی بات یاد آ گئی ، مجھے یقین ہے کہ وہ مسئلہ آج بھی پی آئی اے میں کم ہونے کے بجائے زیادہ ہوا ہوگا یعنی پی آئی اے کے ایسے ملازمین جو کراچی میں رہتے ہیں لیکن وہ جاب اسلام آباد یا لاہور میں کرتے ہیں وہ صبح پی آئی اے جہاز سے اسلام آباد آتے اور شام پانچ بجے پھر کراچی پی آئی اے سے جاتے ہیں ، اسی طرح جو لوگ اسلام

آباد رہتے ہیں اور ان کی نوکری کراچی میں ہوتی ہیں یہی طریقہ اپنایا جاتا یعنی جتنی دیر میں ہم راولپنڈی اور کراچی کے ٹریفک میں دفتر پہنچتے ہیں، اتنی دیر میں کراچی سے اسلام آباد اور اسلام آباد سے کراچی جاتے ہیں جبکہ عام لوگوں کو ٹکٹ آج بھی پی آئی اے کا سفارش سے ملتا ہے، اسی طرح دنیا کی دوسرے ایئر لائنز کے برعکس ملازمین کی تعداد میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے جس میں پیپلز پارٹی اور نون لیگ کی حکومتوں نے اپنے لوگ بھرتی کیے ہیں جو دوسری سہولیات پی آئی اے ملازمین کو حاصل ہیں وہ بھی اس ادارے کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہے تو ادارہ تباہ نہیں ہوگا یا نقصان نہیں کرے گا تو کیا کرے گا۔ حکومت جو دعوے کر رہی ہے وہ اپنی جگہ لیکن نجکاری سے پہلے اس ادارے کو ٹھیک کیا جانا چاہیے، جان بوجھ کر اس ادارے سمیت کئی اداروں کو تباہ کیا گیا۔ حکومت اپنی ترجیحات میں تبدیلی لا کر ملک کے اداروں کو ٹھیک کرنے کا پہلے بندوبست کرے بعد میں اس کو فروخت کرے تا کہ ملک وقوم کا کچھ نہ کچھ فائدہ ہو جائے۔

تحریک انصاف کا ٹائی ٹینک

ملک کی سیاسی تاریخ کیسی رہی ہے، مسلم لیگیوں، پیپلز پارٹی، مذہبی جماعتوں اور قوم پرستوں کی سیاست اور خدمات سب کے سامنے ہیں۔ اس میں تحریک انصاف کا میدان میں آنا اور پھر عمران خان کا ان اسٹیٹس کو جماعتوں کے خلاف آواز بلند کرنا، ملک میں طرز حکمرانی اور کرپشن سمیت ناانصافی کے خلاف تحریک انصاف کا وجود یقینی طور پر ان سب لوگوں کے لئے امید کی ایک کرن تھی جو ملک میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کے آرزومند تھے۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ عمران خان جیسی شخصیت ہی ملک میں تبدیلی لا سکتی ہیں جن کا ماضی کرپشن سے پاک اور ملک وقوم کی خدمت سے سرشار ہے۔ ویسے تو عمران خان نے شروع ہی سے اسٹیٹس کو کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور ان روایاتی سیاستدانوں کے خلاف تھے جو عرصے دراز سے عوام کیلئے آسانیاں پیدا کرنے کے بجائے مشکلات میں اضافے کا سبب بنے ہیں۔ ان سیاسی جدوجہد اور ملک میں نظام کی تبدیلی کیلئے عمران خان نے بہت بڑی قربانیاں بھی دیں لیکن ان کی کوشش اس وقت رنگ لے آئی جب انہوں نے 2008 کے انتخابات کا دوسری سیاسی جماعتوں کے ساتھ بائیکاٹ کیا اور ملک میں پیپلز پارٹی کی حکومت بنی جس نے عوام کو پرویز مشرف کی یاد بہت جلد دلائی، اس طرح نون لیگ کی پنجاب میں حکومت بھی روایاتی طرز حکمرانی کی علمبردار رہی۔

عوام ان پرانی سیاسی جماعتوں سے تنگ آ گئی تھی اور ایک نئی سیاسی جماعت کے طور پر عمران خان کا ملک میں تبدیلی کے نعرے کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا جس کا نظارہ 30 اکتوبر 2011 لاہور کے جلسے میں دیکھا گیا کہ عوام کا جم غفیر مینار پاکستان کے اس جلسے میں شریک ہوا، تمام مکتب فکر، مرد، خواتین، جوان، بوڑھے سب ہی ملک میں تبدیلی کیلئے عمران خان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔ میں نے اس جلسے سے تین دن پہلے ایک کالم لکھا تھا جس کا عنوان تھا ''عمران خان کی جیت'' اس میں ذکر کیا کہ ملک میں عمران خان کا ساتھ دینے کا عوام نے فیصلہ کر لیا ہے اور عمران خان ایک بڑے سیاسی لیڈر کے طور پر سامنے آ رہے ہیں لیکن عمران خان کو ان سیاسی پنڈوتوں سے دور رہنا ہوگا جو عمران خان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے بے تاب ہوں گے۔ عمران خان کو پرانی کھلاڑیوں کے بجائے نئے کھلاڑیوں کے ذریعے تبدیلی لانی چاہیے، مزید کئی باتوں کا ذکر تھا جس کو ہم کسی وقت حرف بہ حرف شائع کریں گے لیکن اکتوبر 2011 میں ایک بڑے جلسے کے بعد بہت سے سیاسی پنڈتوں نے عمران خان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور عمران خان نے ان کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی۔ عمران خان کی پندرہ سالہ جدوجہد جب رنگ لائی تو اس وقت عمران خان نے پرانے سیاسی کھلاڑیوں کو لانے کا فیصلہ کیا کہ ان کے بغیر الیکشن نہیں جیتا جا سکتا ہے جس کا خمیازہ انہوں نے 2013 کے انتخابات میں برداشت کیا کہ اکثر پرانے کھلاڑیوں کو عوام نے مسترد کیا، انتخابات میں دھاندلی اپنی جگہ لیکن

عوام نے تحریک انصاف میں سیاسی پنڈتوں کے آنے اور ٹکٹوں کی غلط تقسیم کو پسند نہیں کیا جسے عمران خان نے کوئی سبق نہیں یکھا اور صوبہ خیبر پختونخوا میں حکومت بنانے کے مواقع پر انہوں نے پی ٹی آئی کے پرانے نظریاتی نمائندوں کو نظرانداز کرکے پرانے کھلاڑی پرویز خٹک کو وزیر اعلیٰ بنایا جس پر تحریک انصاف کے نظریاتی کارکن مایوس ہوئے لیکن عمران خان کا ساتھ دینے کے لئے پرویز خٹک کو بھی قبول کیا گیا۔ اب صوبے میں ڈھائی سالہ حکومت کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تحریک انصاف جس تبدیلی کی بات کررہی تھی وہ تبدیلی نہیں آئی بلکہ عوام کے بنیادی مسائل اپنی جگہ آج بھی موجود ہیں۔ پولیس ، پٹواری نظام میں کچھ فیصلے ضرور کیے گئے لیکن اس کا عوام کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں ۔ یہ حقیقت ہمیں ماننا پڑے گی کہ پولیس میں آج بھی کیسز پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی سالوں سے پڑے قتل اور ڈکیتی کی ایف آئی آر ز پر کوئی کام نہیں ہورہا ہے ۔ صرف ایف آئی آر درج کرنے اور پولیس کے متعلق شخص کو فون آنے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ عملی طور پر میدان میں اترنا پڑتا ہے جو پولیس اپنی کم نفری کی وجہ سے نہیں کرسکتی ۔ اسی طرح پٹواری، تعلیم اور صحت کا شعبہ ہے جس پر آئندہ تفصیل سے بات کریں گے لیکن آج ہم تحریک انصاف کے اس نعرے پر بات کرتے ہیں جو تحریک انصاف کو بنانے کا مقصد بنا تھا کہ ملک میں کرپشن کا خاتمہ ہو جس کے لئے صوبے میں الگ سے انہوں صوبائی احتساب کمیشن کے نام سے ادارہ بنایا جس کا پی ٹی آئی نمائندوں

سمیت خود پارٹی چیئرمین عمران خان نے سینکڑوں دفعہ ذکر کیا کہ ہم نے ایک ایسا احتساب کا نظام بنایا ہے جو وزیراعلیٰ کو بھی نہیں چھوڑے گا، وزرا سمیت وزیراعلیٰ پر بھی ہاتھ ڈال سکے گا اور کمیشن وزیراعلیٰ کے اختیارات میں نہیں آتا جس کو بہت سے لوگوں نے سراہا کہ ایک اچھا نظام ہے جو وزیراعلیٰ پر بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ مجھ کو ذاتی طور پر ان کی کارکردگی سے مایوسی تھی کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود سابق سیاستدانوں سرکاری ملازمین جنھوں کروڑوں اور اربوں کی کرپشن کی ہے ان کے خلاف کارروائی، کیوں نہیں ہوتی جس پر معلوم ہوا کہ کمیشن کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ یک دم سب کے خلاف تحقیقات کرے صوبائی حکومت نے ادارہ تو بنا دیا لیکن ان کو وسائل اس طرح نہیں دیے گئے جس طرح دینے چاہیے تھے لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر ایک خوف پیدا ہوا تھا کہ کرپشن نہ کروں اگر کروں تو چھپ کر کروں تاکہ الزام نہ آئے لیکن اب پی ٹی آئی حکومت نے ان کے اختیارات میں ترامیم کرکے کرپٹ لوگوں کو خوف سے نجات دلایا۔ یہ خبریں بھی آ رہی ہے کہ کمیشن کے پاس وزیراعلیٰ پرویز خٹک کے خلاف بھی کچھ کرپشن کے ثبوت آئے تھے جبکہ بہت دوسرے کیسز بھی آنے والے تھے اسلئے صوبائی حکومت نے مسئلہ پیدا کر دیا جو اب کبھی بھی اس طرح عوامی پذیرائی حاصل نہ کر سکے گا جو پہلے حاصل تھی، خود چیئرمین عمران خان نے بھی پرانی سیاسی کھلاڑیوں کے سامنے ہتھیار ڈالے دیے جو احتساب کی باتیں کر رہے تھے۔ صوبے میں دوسری نااہلیاں اپنی جگہ لیکن ان دو ایشوز پر عمران خان کی

تحریک انصاف کے تھنک ٹینک میں سوراخ ہو چکے ہیں جس میں احتساب کمیشن میں ترامیم اور دوسری شیرپاؤ کی پارٹی کو دوبارہ حکومت میں شامل کرنا عمران خان اور تحریک انصاف کی ناکامی کو ثابت کرتی ہے اور صوبائی حکومت نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ پرویز خٹک سمیت بہت سے پرانے کھلاڑی صوبے میں اور ملک میں تبدیلی نہیں چاہتے انہوں نے پارٹی کو روایاتی پارٹی بنا دیا جو اسٹیٹس کو کو ختم کرنے کیلئے بنائی گئی تھی آج وہ خود اسٹیٹس کو کی جماعت بن چکی ہے۔ کرپشن کے خلاف کارروائیوں پر عمران خان بھی زرداری اور میاں نواز شریف کے صف میں کھڑے ہو گئے کہ احتساب کمیشن کی کارروائیوں سے حکومتی کام متاثر ہوتے ہیں یعنی کرپٹ لوگ پھر کام نہیں کرتے اسلئے احتساب کو بند ہونا چاہیے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تحریک انصاف کے تھنک ٹینک میں جو سوارخ ہوئے ہیں وہ کب اس کو ڈبوئے گی حالانکہ تحریک انصاف کے بہت سے نظریاتی کارکنوں کو پہلے سے آؤٹ کیا گیا ہے لیکن عوام کے پاس اب بھی کوئی دوسری چوائس یا آپشن موجود نہیں جو تحریک انصاف یا عمران خان کے نظریے کو عملی جامہ پہنا سکے جس کیلئے اس ملک کے نوجوانوں نے عمران خان کا ساتھ دیا جو آج مایوسی میں مبتلا ہیں۔

تحریک انصاف کا تھائی ٹینک

ملک کی سیاسی تاریخ کیسی رہی ہے، مسلم لیگیوں، پیپلز پارٹی، مذہبی جماعتوں اور قوم پرستوں کی سیاست اور خدمات سب کے سامنے ہیں۔ اس میں تحریک انصاف کا میدان میں آنا اور پھر عمران خان کا ان اسٹیٹس کو جماعتوں کے خلاف آواز بلند کرنا، ملک میں طرز حکمرانی اور کرپشن سمیت ناانصافی کے خلاف تحریک انصاف کا وجود یقینی طور پر ان سب لوگوں کے لئے امید کی ایک کرن تھی جو ملک میں ایک اسلامی فلاحی ریاست کے آرزومند تھے۔ بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ عمران خان جیسی شخصیت ہی ملک میں تبدیلی لا سکتی ہیں جن کا ماضی کرپشن سے پاک اور ملک وقوم کی خدمت سے سرشار ہے۔ ویسے تو عمران خان نے شروع ہی سے اسٹیٹس کو کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا اور ان روایاتی سیاستدانوں کے خلاف تھے جو عرصے دراز سے عوام کیلئے آسانیاں پیدا کرنے کے بجائے مشکلات میں اضافے کا سبب بنے ہیں۔ ان سیاسی جدوجہد اور ملک میں نظام کی تبدیلی کیلئے عمران خان نے بہت بڑی قربانیاں بھی دیں لیکن ان کی کوشش اس وقت رنگ لے آئی جب انہوں نے 2008 کے انتخابات کا دوسری سیاسی جماعتوں کے ساتھ بائیکاٹ کیا اور ملک میں پیپلز پارٹی کی حکومت بنی جس نے عوام کو پرویز مشرف کی یاد بہت جلد دلائی، اس طرح نون لیگ کی پنجاب میں حکومت بھی روایاتی طرز حکمرانی کی علمبردار رہی۔

عوام ان پرانی سیاسی جماعتوں سے تنگ آ گئی تھی اور ایک نئی سیاسی جماعت کے طور پر عمران خان کا ملک میں تبدیلی کے نعرے کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا جس کا نظارہ 30 اکتوبر 2011 لاہور کے جلسے میں دیکھا گیا کہ عوام کا جم غفیر مینار پاکستان کے اس جلسے میں شریک ہوا، تمام مکتب فکر، مرد، خواتین ،جوان ،بوڑھے سب ہی ملک میں تبدیلی کیلئے عمران خان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔ میں نے اس جلسے سے تین دن پہلے ایک کالم لکھا تھا جس کا عنوان تھا ''عمران خان کی جیت''اس میں ذکر کیا کہ ملک میں عمران خان کا ساتھ دینے کا عوام نے فیصلہ کر لیا ہے اور عمران خان ایک بڑے سیاسی لیڈر کے طور پر سامنے آ رہے ہیں لیکن عمران خان کو ان سیاسی پنڈوتوں سے دور رہنا ہوگا جو عمران خان کے ساتھ شامل ہونے کے لئے بے تاب ہوں گے ۔ عمران خان کو پرانی کھلاڑیوں کے بجائے نئے کھلاڑیوں کے ذریعے تبدیلی لانی چاہیے، مزید کئی باتوں کا ذکر تھا جس کو ہم کسی وقت حرف بہ حرف شائع کریں گے لیکن اکتوبر 2011 میں ایک بڑے جلسے کے بعد بہت سے سیاسی پنڈتوں نے عمران خان کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا اور عمران خان نے ان کو اپنے ساتھ شامل کرنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں

کی۔عمران خان کی پندرہ سالہ جدوجہد جب رنگ لائی تو اس وقت عمران خان نے پرانے سیاسی کھلاڑیوں کو لانے کا فیصلہ کیا کہ ان کے بغیر الیکشن نہیں جیتا جا سکتا ہے جس کا خمیازہ انہوں نے 2013 کے انتخابات میں

.برداشت کیا کہ اکثر پرانے کھلاڑیوں کو عوام نے مسترد کیا، انتخابات میں دھاندلی اپنی جگہ لیکن عوام نے تحریک انصاف میں سیاسی پنڈتوں کے آنے اور ٹکٹوں کی غلط تقسیم کو پسند نہیں کیا جسے عمران خان نے کوئی سبق نہیں سیکھااور صوبہ خیبر پختونخوا میں حکومت بنانے کے مواقع پر انہوں نے پی ٹی آئی کے پرانے نظریاتی نمائندوں کو نظرانداز کرکے پرانے کھلاڑی پرویز خٹک کو وزیر اعلیٰ بنایا جس پر تحریک انصاف کے نظریاتی کارکن مایوس ہوئے لیکن عمران خان کا ساتھ دینے کے لئے پرویز خٹک کو بھی قبول کیا گیا۔

اب صوبے میں ڈھائی سالہ حکومت کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تحریک انصاف جس تبدیلی کی بات کررہی تھی وہ تبدیلی نہیں آئی بلکہ عوام کے بنیادی مسائل اپنی جگہ آج بھی موجود ہیں۔پولیس ، پٹواری نظام میں کچھ فیصلے ضرور کیے گئے لیکن اس کا عوام کو براہ راست کوئی فائدہ نہیں ۔ یہ حقیقت ہمیں ماننا پڑے گی کہ پولیس میں آج بھی کیسز پر کوئی کارروائی نہیں ہوتی سالوں سے پڑے قتل اور ڈکیتی کی ایف آئی آرز پر کوئی کام نہیں ہورہا ہے۔ صرف ایف آئی آر درج کرنے اور پولیس کے متعلق شخص کو فون آنے سے مسائل حل نہیں ہوتے بلکہ عملی طور پر میدان میں اترنا پڑتا ہے جو پولیس اپنی کم نفری کی وجہ سے نہیں کرسکتی ، اسی طرح پٹواری، تعلیم اور صحت کا شعبہ ہے جس پر آئندہ تفصیل سے بات کریں گے لیکن آج ہم تحریک انصاف کے اس نعرے پر بات کرتے ہیں جو تحریک انصاف کو بنانے کا مقصد بنا تھا کہ ملک میں کرپشن کا خاتمہ ہو جس کے لئے صوبے میں

الگ سے انہوں صوبائی احتساب کمیشن کے نام سے ادارہ بنایا جس کا پی ٹی آئی نمائندوں سمیت خود پارٹی چیئرمین عمران خان نے سینکڑوں دفعہ ذکر کیا کہ ہم نے ایک ایسا احتساب کا نظام بنایا ہے جو وزیراعلیٰ کو بھی نہیں چھوڑے گا، وزرا سمیت وزیراعلیٰ پر بھی ہاتھ ڈال سکے گا اور کمیشن وزیراعلیٰ کے اختیارات میں نہیں آتا جس کو بہت سے لوگوں نے سراہا کہ ایک اچھا نظام ہے جو وزیراعلیٰ پر بھی ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ مجھ کو ذاتی طور پر ان کی کارکردگی سے مایوسی تھی کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود سابق سیاستدانوں سرکاری ملازمین جنہوں کروڑوں اور اربوں کی کرپشن کی ہے ان کے خلاف کارروائی، کیوں نہیں ہوتی جس پر معلوم ہوا کہ کمیشن کے پاس اتنے وسائل نہیں کہ وہ یک دم سب کے خلاف تحقیقات کرے صوبائی حکومت نے ادارہ تو بنا دیا لیکن ان کو وسائل اس طرح نہیں دیے گئے جس طرح دینے چاہیے تھے لیکن اس کے باوجود مجموعی طور پر ایک خوف پیدا ہوا تھا کہ کرپشن نہ کروں اگر کروں تو چھپ کر کروں تاکہ الزام نہ آئے لیکن اب پی ٹی آئی حکومت نے ان کے اختیارات میں ترامیم کرکے کرپٹ لوگوں کو خوف سے نجات دلایا۔ یہ خبریں بھی آرہی ہے کہ کمیشن کے پاس وزیراعلیٰ پرویز خٹک کے خلاف بھی کچھ کرپشن کے ثبوت آئے تھے جبکہ بہت دوسرے کیسز بھی آنے والے تھے اسلئے صوبائی حکومت نے مسئلہ پیدا کردیا جو اب کبھی بھی اس طرح عوامی پذیرائی حاصل نہ کرسکے گا جو پہلے حاصل تھی، خود چیئرمین عمران خان نے بھی پرانی سیاسی کھلاڑیوں کے سامنے ہتھیار ڈالے دیے جو احتساب

کی باتیں کر رہے تھے۔ صوبے میں دوسری نااہلیاں اپنی جگہ لیکن ان دو ایشوز پر عمران خان کی تحریک انصاف کے ٹائی ٹینک میں سوراخ ہو چکے ہیں جس میں احتساب کمیشن میں ترامیم اور دوسری شیرپاؤ کی پارٹی کو دوبارہ حکومت میں شامل کرنا عمران خان اور تحریک انصاف کی ناکامی کو ثابت کرتی ہے اور صوبائی حکومت نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ پرویز خٹک سمیت بہت سے پرانے کھلاڑی صوبے میں اور ملک میں تبدیلی نہیں چاہتے انہوں نے پارٹی کو روایاتی پارٹی بنا دیا جو اسٹیٹس کو کو ختم کرنے کیلئے بنائی گئی تھی آج وہ خود اسٹیٹس کو کی جماعت بن چکی ہے۔ کرپشن کے خلاف کارروائیوں پر عمران خان بھی زرداری اور میاں نواز شریف کے صف میں کھڑے ہو گئے کہ احتساب کمیشن کی کارروائیوں سے حکومتی کام متاثر ہوتے ہیں یعنی کرپٹ لوگ پھر کام نہیں کرتے اسلئے احتساب کو بند ہونا چاہیے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تحریک انصاف کے ٹائی ٹینک میں جو سوارخ ہوئے ہیں وہ کب اس کو ڈوبوئے گی حالانکہ تحریک انصاف کے بہت سے نظریاتی کارکنوں کو پہلے سے آؤٹ کیا گیا ہے لیکن عوام کے پاس اب بھی کوئی دوسری چوائس یا آپشن موجود نہیں جو تحریک انصاف یا عمران خان کے نظریے کو عملی جامہ پہنا سکے جس کیلئے اس ملک کے نوجوانوں نے عمران خان کا ساتھ دیا جو آج مایوسی میں مبتلا ہیں۔

بلدیاتی نمائندے انصاف کیلئے دربدر

ویسے تو ہمارے سیاستدان اور حکمران جمہوریت کا درس دینے اور جمہوریت کی افادیت بیان کرنے میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے لیکن جب بات عملی طور پر آجاتی ہے تو ان نام نہاد جمہوریت کا درس دینے والوں کی نہ تو اپنی پارٹیوں میں جمہوریت نظر آتی ہے اور نہ ہی ان کی طرز حکمرانی میں ہمیں جمہوریت محسوس ہوتی ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ہمارے یہ نام نہاد جمہوری نمائندے تمام فیصلے ڈکٹیٹر کی طرح کرتے ہیں ،پارلیمنٹ کا کردار بھی برائے نام ہے۔جمہوریت کا بنیاد بلدیاتی نظام سے ہی شروع ہوتا ہے لیکن ہماری تاریخ گواہ ہے کہ بلدیاتی نظام کسی بھی جمہوری حکومت میں مضبوط ہونا تو درکنار ہمارے جمہوری حکمران بلدیاتی انتخابات کرانے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے اب جبکہ سپریم کورٹ کے حکم پر ملک بھر میں بلدیاتی انتخابات مکمل ہوچکے ہیں لیکن ان کے پاس اختیارات نہیں ہیں ۔ پنجاب ،سندھ اور بلوچستان میں تو قانونی طور پر ان بلدیاتی نمائندوں کو بے اختیار بنایا گیا ہے جو اختیارات پرویز مشرف نے دیے تھے ان کو بھی ختم کیا گیا ،اربوں روپے خرچ کرنے اور کئی جانیں ضائع ہونے کے باوجود بلدیاتی نمائندے بے اختیار بیٹھے ہیں جو کام ان کو کرنے چاہیے تھے وہ کام ہمارے قانون سازی کرنے کیلئے منتخب اسمبلی کرتے ہیں۔ ہمارے ملک میں گلی محلے کے نالوں کی صفائی اور پانی

کے ٹکٹے لگوانے کو جمہوری سیاست کہا جاتا ہے۔ پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں تو ان بلدیاتی نمائندوں کو قانونی طور پر بے اختیار بنایا گیا ہے لیکن خیبر پختونخوا میں پرویز خٹک کی سیاست نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ پرویز خٹک اور تحریک انصاف کی حکومت نے تو قانونی طور پر ان کے پر نہیں کاٹے لیکن منتخب ہونے کے بعد آج دس ماہ گزرنے کے باوجود بلدیاتی نمائندے اپنے حقوق اور اختیارات کو حاصل کرنے اور انصاف کیلئے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

آج صوبے میں پیپلزپارٹی، عوامی نیشنل پارٹی، مسلم لیگ اور جمعیت علما اسلام کے بلدیاتی نمائندے اپنی جگہ اختیارات اور فنڈز کا رونا روتے ہیں لیکن ان سب سے بڑھ کر خود تحریک انصاف کے نمائندے بھی اپنے اختیارات کے حصول کے لئے احتجاج اور دھرنے دے رہے ہیں گزشتہ روز اسلام آباد میں اپنے حقوق کے لئے خیبر پختونخوا کے بلدیاتی نمائندوں نے پی ٹی آئی کے چیئرمین عمران خان کے گھر کے سامنے احتجاج کیا اور گھر جانے والے راستے کو بلاک کر دیا۔ میرے خیال میں یہ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ جمہوریت جہاں سے شروع ہوتی ہے وہاں پر ہمارا نظام بالکل کمزور اور بے اختیار ہے۔ جہاں سے سیاست شروع ہوتی ہے اور عوام کے بنیادی مسائل حل ہوتے ہیں وہاں پر آج جمہوری دور میں ہمیں چوبیس گھنٹے جمہوریت کا درس دینے والے ان لوگوں کو اختیارات دینے اور اس نظام کو مضبوط بنانے کیلئے تیار نہیں۔ خیبر پختونخوا حکومت اور خود عمران خان نے

خیبر پختونخوا میں بلدیاتی نمائندوں کو مضبوط بنانے اور تمام اختیارات ان کو دینے کے لئے کئی مرتبہ ذکر کیا ہے کہ ہم نے حقیقی معنوں میں اختیارات بلدیاتی نمائندوں کو دیا ہے۔اب گاؤں ،دیہات سمیت شہروں میں بھی عوام کو اپنے وزیروں کے دفتر کے چکر نہیں لگانے پڑیں گے بلکہ ان کے کام محلے ہی میں کیے جائیں گے۔ترقیاتی فنڈز کا تیس فی صد حصہ بلدیاتی نمائندوں کو دیا جائے گا جس سے روزمرہ کے کام کیے جائیں گے لیکن اب معلوم ہوا کہ یہ باتیں صرف ہوا میں تھیں ، وزیراعلیٰ پرویز خٹک نے ایک دفعہ پھر عمران خان کو ماموں بنایا اور جو ترقیاتی فنڈز کے نام پر پیسے دیے جائیں گے ان میں 80 فی صد رقم صرف تنخواہیں اور دفتروں کے روزمرہ اخراجات پر خرچ ہوں گے باقی 20 فی صد رقم سے بلدیاتی نمائندے عوام کو بنیادی سہولت دیں گے اور یہ رقم بھی بلدیاتی نمائندے براہ راست خرچ نہیں کریں گے بلکہ وہ سرکاری بابوں کے ذریعے سے خرچ کی جائے گی جس کی صرف ایک مثال پیش خدمت ہے کہ ہمارے گاؤں میں یونین کونسل کو تیس لاکھ روپے ملے جو دس لوگوں پر تقسیم ہوئے کہ ان سے اپنے اپنے محلوں میں پانی کا بور یعنی کنواں غریب گھرانوں سے شروع کیے جائیں جس پر زیادہ سے زیادہ خرچہ 70 سے 80 ہزار روپے آتا ہے لیکن پرویز خٹک کی سرکاری ٹیم کو خوش کرنے کے لئے یہ رقم بابو خرچ کریں جس کے لئے انہوں نے ایک کنواں کیلئے دو لاکھ روپے رکھے ہیں یعنی خرچہ ڈبل سے بھی زیادہ کردیا ہے اسی طرح یہ رقم پھر کرپشن کی نذر ہو جاتی ہے لیکن یہ کرپشن حلال اور صاف ستھری ہے۔

ایک تو اس نام نہاد بلدیاتی نظام میں کونسلروں کا بارات بنایا گیا جو بیچارے اب ایک دوسرے کو صرف دیکھ رہے ہیں جو ڈسٹرکٹ اور تحصیل ناظم ہے ان کے پاس بھی کوئی ایسے فنڈز نہیں جس سے وہ علاقے کے کام کر سکیں۔ ہسپتالوں اور اسکولوں کے نظام کو بہتر بنانے کی جو امیدیں تھیں کہ بلدیاتی نمائندے ان کو چیک کریں گے ۔ میرٹ کو بہتر بنانے کے لئے بلدیاتی نمائندے چھاپے ماریں گے تو یہ سب کچھ صرف خواب ہی رہ گیا ہے۔ حقیقت میں اختیارات آج بھی سرکاری عہدیداروں کے پاس ہے۔ زلزلے کے موقع پر بھی ان بلدیاتی نمائندوں کے پاس کوئی کام یا نظام نہیں تھا جن سے امداد یا سرکاری کام ان کے کے ذریعے کیے جاتے اب بھی حالات ویسے کے ویسے ہی ہیں، ان میں صرف وہ لوگ یا نمائندے کامیاب ہیں جو وزیر اعلیٰ ، کسی وزیر مشیر یا ایم پی اے کے بھائی اور رشتہ دار ہیں باقی کا اللہ ہی حافظ ۔ جب تک ان بلدیاتی نمائندوں کو اختیارات نہیں ملتے اس وقت تک یہ پورا نظام عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ عوام کا جمہوریت اور اس نام نہاد نظام سے اعتبار اٹھتا جائے گا۔

وفاقی اور چاروں صوبائی حکومتیں بنیادی کام تو ان نمائندوں سے نہیں لیتیں لیکن کم از کم اب ملک پر رحم کرکے مردم شماری ان بلدیاتی نمائندوں کے ذریعے بہت آسانی کے ساتھ کی جاسکتی ہے کہ ہر بلدیاتی نمائندے اپنے محلے اور یونین کونسل میں مردم شماری کریں جس پر خرچ بھی نہیں آئے گا اور سکیورٹی کے

مسائل بھی درپیش نہیں ہوں گے حکومت کی جانب سے صرف ان کو فارمز مہیا کئے جائے باقی عوام خود بھی اپنے کوائف لکھ سکتے ہیں اور بلدیاتی نمائندے بھی آسانی سے یہ کام کر سکتے ہیں تاکہ ان نمائندوں پر اربوں روپے خرچ ہونے کے کچھ فوائد تو مل جائیں اور تاریخ میں ان کا نام آجائے۔

تحریک انصاف کی پولیس میں تبدیلی کا نعرہ

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے کہ ملک بھر کے پولیس سسٹم میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ چاروں صوبوں میں پولیس فورس کی تعداد کم ہے۔ پولیس سے توقعات تو بہت رکھی جاتی ہے لیکن اس کی بہتری کیلیئے کوئی کام نہیں ہوتا۔ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے سایے میں پھلنے والے معاشرے میں پولیس کا کردار اور بھی اہم بن جاتا ہے جب ہر روز نا معلوم افراد کی جانب سے بھتے کی کال یا اغوا برائے تعاون کی وارداتوں سمیت راہزنی، چوری ڈاکے اور قتل وغارت عام ہو وہاں پر پولیس کی طرف سارا اعتراض اٹھنا شروع ہوجاتے ہیں۔ پولیس کا کام صرف یہ نہیں کہ وہ حکمرانوں کو سکیورٹی دے بلکہ احتجاج، جلسے جلوس، بازاروں میں لڑائی جھگڑے، منشیات کے اڈے، جوا شراب خانوں، قتل وغارت سمیت معمول کے وارداتوں اور دہشت گرد کارروائیوں کو کنٹرول کرنا پولیس ہی کی ذمہ داری ہے لیکن اس کے باوجود پولیس کی نفری انتہائی کم ہے، تنخواہیں بھی دوسری فورسز کے مقابلے میں بہت کم ہے جو سہولتیں نیوی، ایئر فورس، بری فوج، رینجرز اور دوسرے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مل رہی ہے وہ سہولتیں پولیس کو دستیاب نہیں۔ حکومت نہ ان کی ٹریننگ پر پیسہ خرچ کرنے کیلیئے تیار ہے اور نہ ہی ان کی تنخواہیں دوسری فورس جتنی بڑھانے کیلیئے تیار ہیں بلکہ جان بوجھ کر پولیس کی تنخواہ کو کم رکھا گیا ہے تاکہ پولیس والے رشوت

لینا شروع کریں اور اپنی اخراجات عوام کے جیب سے پوری کریں۔ پھر ہم یہ توقع رکھیں کہ پولیس عوام کی خدمت کرے گی اور عوام کے مسائل حل کرے گی۔اب تو حالات اس نہج پر پہنچ چکے ہیں کہ پنجاب اور سندھ میں بالعموم پولیس کے لوگ مجرموں سے ملے ہوئے ہیں یا پولیس کی اجازت سے جرائم ہوتے ہیں کہنے کو تو یہ بات حقیقت پر مبنی معلوم نہیں ہوتی کہ جرائم کے روک تھام والے کیسے جرائم میں ملوث ہو سکتے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ پولیس کی پشت پناہی سے بہت سے جرائم نیچے سے لے کر اوپر تک ہو رہے ہیں۔دوسرا اہم مسئلہ عوام کا پولیس پر سے اعتبار کا اٹھ جانا ہے، تھانے اور کچہری کے ڈر سے عام لوگ ایف آئی آر ہی درج نہیں کرواتے کہ اب پولیس کو شامل کر کے کیس مزید خراب ہوجاتا ہے۔پنجاب اور سندھ میں تو پولیس کی اپنی بادشاہت ہے یہی معاملہ بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں بھی کچھ حد تک پایا جاتا ہے۔بظاہر تو حکمران ملک سے جرائم کا خاتمہ اور ملک کو امن کا گہوارہ بنانا چاہتے ہیں لیکن عملی طور پر دیکھا جائے تو پولیس کا بجٹ پورے ملک میں بہت کم رکھا گیا ہے۔پولیس کی نفری کم ہونا اپنی جگہ لیکن ان کی تنخواہ اور ٹریننگ بھی نہ ہونے کے برابر ہے مجبوراً پولیس والے اپنے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے رشوت لینا شروع کر دیتے ہیں۔ ملک کے باقی حصوں کو چھوڑ کر کیپٹل اسلام آباد میں پولیس کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت نہیں، پولیس والے سڑک پر کھڑے ہو کر پرائیویٹ گاڑیوں کو ہاتھ دیتے ہیں کہ کوئی خداترس چاہے تو گاڑی روک کر بیٹھا لیتا ہیں ورنہ وہ

کھڑے رہتے ہیں ان حالات میں ہم ان سے توقع رکھیں کہ وہ لاء اینڈ آرڈر کو بہتر بنائیں گے اور عوام کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ رکھیں گے۔حکومت کے پاس تین سو ارب روپے تو میٹرو بس کو چلانے کے لئے موجود ہیں لیکن تین ارب خرچ کرکے پولیس کو گاڑیاں اور پک اینڈ ڈراپ کی سہولت نہیں دینگے۔

خیبر پختونخوا میں بھی پولیس کی معاشی اور دیگر سہولتوں کی پوزیشن ابتر ہے۔صوبے میں تحریک انصاف کی حکومت آنے کے بعد توقع تھی کہ پولیس کی نفری میں کمی اور تنخواہ سمیت تھانوں کے حالات کو بہتر بنایا جائے گا تاکہ پولیس کا مورال بلند ہو اور عوام کی حقیقی معنوں میں خادم اور مددگار بنے لیکن اب تک ان کو بنیادی سہولت بھی نہیں دی گئی۔عمران خان سمیت پارٹی کے رہنما اور حکومتی اہلکار نعرہ تو بہت بلند کر رہے ہیں کہ ہم نے پولیس کو حکومتی مداخلت سے پاک کیا۔پولیس کو آزاد رکھا، عوام کی سہولت کیلئے ایف آئی آر درج کرنے کو آسان بنایا جس میں بہت حد تک حقیقت بھی ہے لیکن کیا ان فیصلوں سے پولیس اور عوام کے مسائل حل ہوگئے ہیں ؟ تو اس کا جواب نفی میں ملتا ہے کہ ڈھائی سال گزرنے کے باوجود پولیس کی نفری کو نہیں بڑھایا گیا، ان کی ٹریننگ اور تھانوں کی ابتر صورت حال اب بھی ویسے ہی ہے جس طرح پہلے تھی ۔

پولیس کی تنخواہ کم ہونے اور سہولتیں نہ ہونے کی وجہ سے پولیس بغیر رشوت کے کوئی کام نہیں کرتی ۔ جو ایف آئی آر سالوں پہلے درج ہے جن میں ملزمان کھلے

عام گھومتے پھرتے ہیں ان کو پکڑنے اور ایف آئی آر پر کارروائی کرنے کا کوئی بندوبست نہیں۔ جن کے پیارے قتل ہوئے ہیں ان کے قاتل آج بھی دھندناتے پھر رہے ہیں لیکن ان کے خلاف کارروائی نہ ہونے کے برابر ہے۔ صوبے میں دہشت گردی اور لاء اینڈ آرڈر کی بدتر صورت حال کی وجہ سے پولیس کا عوامی مسائل اور روز مرہ کے کام بالکل ٹھپ ہو کر رہ گئے ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ پولیس آج بھی رشوت اور سفارش کے بغیر ایف آئی آر سمیت مجرموں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرتی۔ دوسروں کے دکھ درد کو چھوڑے ہمارے اپنے کزن کے قاتل پانچ سال سے دھندناتے پھر رہے ہیں لیکن پولیس نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی۔چوری اور ڈکیتی کی ایف آئی آر پولیس تھانوں میں فائلوں کی نذر ہے۔ عوام کی بداعتمادی آج بھی پولیس کے اوپر ویسے ہی ہے جس طرح پہلے تھی تو ان حالات میں یہ کہنا کہ ہم نے پولیس کو بہتر کیا پولیس کو سیاسی اثرو رسوخ سے پاک کیا سیاسی طور پر تو بہتر ہے لیکن عوام کو اس کا کوئی فائدہ نہیں۔سچ تو یہ بھی ہے کہ عمران خان کو پولیس سمیت صوبے میں بہت سے فیصلوں اور کاموں کے بارے میں غلط بریف کیا جاتا ہے۔ عوام کے پولیس سمیت بہت سے مسائل آج بھی ویسے کے ویسے ہی ہیں جن کو حل کرنے کے لئے پولیس کے بجٹ میں ڈبل اضافہ کرنا پڑے گا ان کی نفری میں کمی کو پورا کرنے کیلئے فوری طور پر نئے جاب کا اعلان کیا جانا چاہیے تاکہ لوگوں کو روزگار بھی ملے اور عام لوگوں کے مسائل بھی حل ہوجائیں۔تب ہم کہہ سکتے ہیں کہ تحریک انصاف کی حکومت نے پولیس میں

بہتری اور تبدیلی کا نعرہ پورا کیا اور حکومت سڑکوں اور بسوں پر نہیں بلکہ عوام پر پیسہ خرچ کر رہی ہے۔

کراچی ٹارگٹ کلنگ میں ملوث سیاسی جماعت

دو کروڑ انسانوں کا شہر کراچی جو پاکستان کا معاشی حب ہے۔ یہاں دن رات کام ہوتا ہے۔ روشنیوں کا یہ شہر اب تاریکی میں ڈوبا ہوا ہے۔ ہر روز طلوع ہونے والا سورج اس شہر میں تباہی کا پیغام لاتا ہے۔ بے گناہ لوگوں کو ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ کراچی شہر میں پہلے بھی دوسرے بڑے شہروں کی طرح امن وامان کی صورت حال تسلی بخش نہیں تھی۔ سٹریٹ کرائم عروج پر تھا، گاڑی، موٹر سائیکل، موبائل فون چھیننے کی وارداتوں کے علاوہ گھروں اور کاروباری مراکز سے چوری،ڈکیتی، بھتہ خوری عام تھی لیکن آئے روز ٹارگٹ کلنگ، قتل و غارت، بوری بند لاشوں اور بم دھماکوں نے کراچی کے امن وامان کا بیڑا غرق کر دیا ہے جس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ عام لوگوں سمیت سرمایہ دار اور کارخانہ دار کراچی چھوڑ رہے ہیں۔ کراچی میں حکمرانی اور حکومتی قوانین ملک کے دوسرے حصوں کی طرح نہیں ہیں بلکہ یہاں پر سیاسی جماعتوں کی سیاست بھی ملک کے باقی حصوں کی سیاست سے مختلف ہے۔ یہاں خون خرابہ، قتل و غارت، بھتہ خوری، قبضہ گروپ، پریشر گروپ، اغواء برائے تاوان اور عسکری ونگ سمیت ہر قسم کا حربہ سیاست کا حصہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ کراچی میں قتل و غارت اور ٹارگٹ کلنگ کے علاوہ بھتہ خوری میں سیاسی

جماعتیں براہ راست ملوث ہیں۔ 2011 میں سپریم کورٹ نے سوموٹو ایکشن کے ذریعے تینوں حکمران جماعتوں کو امن وامان کی خراب صورت حال اور بھتہ خوری کا ذمہ دار قرار دیا۔ ہر روز کراچی شہر میں کروڑوں روپے بھتہ وصول کیا جاتا ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق صرف لیاری میں پانچ مقامات سے یومیہ 2 کروڑ روپے سے زیادہ بھتہ وصول کیا جاتا ہے اسی طرح باقی شہر کا حال ہے۔ کراچی میں سیاسی جماعتوں کی دہشت گردی اپنی جگہ لیکن سیاسی جماعتوں کے ساتھ کالعدم تنظیمیں ، طالبان اور القاعدہ کو بھی فرقہ وارانہ دہشت گردی پھیلانے اور کراچی کے حالات خراب کرنے کا ذمہ دار ٹھہرایا جاتا ہے۔ دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ کو ختم کرنے کیلئے آج تک کوئی واضح حکمت عملی سامنے نہیں آئی ۔ حقیقت یہ ہے کہ دہشت گردی کے نام پر عام لوگ زیادہ تعداد میں پکڑے جاتے ہیں جن کو پولیس اور رینجرز کچھ عرصہ بعد رہا کر دیتی ہے جبکہ ثبوت اور گواہ نہ ہونے کی وجہ سے عدالتیں ان کی ضمانتیں منظور کر لیتی ہیں ۔ملک بھر کی طرح کراچی کی پولیس بھی دہشت گردوں کے نام پر پکڑ دھکڑ ہی کرتی ہے اصل لوگوں پر ہاتھ نہیں ڈالا جاتا۔ جب کوئی پکڑا جاتا ہے تو سیاسی اثر ورسوخ کی بنا پر فوراً چھوڑ دیا جاتا ہے جو دہشت گردی کی اصل وجہ بنتی ہے۔

کراچی میں ٹارگٹ کلنگ اور بھتہ خوری (MQM) سیاسی جماعت متحدہ قومی موومنٹ

میں ملوث ہے۔ ایم کیوایم کراچی میں سیاہ و سفید کی مالک ہے۔ کراچی میں ایم کیوایم نے اپنی دہشت گردی اور دہشت کی وجہ سے عوام میں خوف وہراس پیدا کیا ہے۔ایم کیوایم عوام سے اپنی دہشت گرد کارروائیوں کی وجہ سے ووٹ لیتی ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ حکومت میں رہتی ہے۔ہائی ویلیو ٹارگٹ کلنگ ہو یا کسی ورکر کا پارٹی چھوڑنے کا اقدام، اس کو منظر سے ہٹانا مقصود ہو تو یہ کام MQM کے ٹارگٹ کلر آسانی سے کر لیتے ہیں۔ کراچی کے تمام پولیس تھانوں اور چوکیوں کے علاوہ بعض ہسپتالوں اور سرکاری اداروں میں ایم کیوایم کے لوگ بیٹھے ہیں جو پارٹی کے اشاروں پر کام کرتے ہیں اور جہاں جس وقت ضرورت پڑی وہاں لاش گرادی۔ کراچی میں ٹارگٹ کلنگ اور بھتہ خوری ایم کیوایم ہی کرتی ہے کیوں کہ بنیادی طور پر یہ دہشت گرد جماعت ہے۔یہ وہ تمام الزامات ہیں جو متحدہ قومی مومنٹ پر وقتاً فوقتاً لگتے ہیں۔ یہ الزامات نہ صرف سیاسی جماعتوں کی جانب سے لگتے ہیں بلکہ پاکستان کے دوسرے شہروں اور دیہات میں رہنے والے عام لوگوں کی بھی یہی سوچ ہے کہ کراچی میں جو قتل و غارت گری، ٹارگٹ کلنگ اور بھتہ خوری ہو رہی ہے اس کی ذمہ دار ایم کیوایم ہے اگر غلطی سے کوئی کارکن یا ٹارگٹ کلر پولیس یا رینجرز کے ہاتھوں پکڑا جاتا ہے تو اس کو ایم کیوایم رہنماؤں کی ایک فون کال پر فوراً چھوڑ دیا جاتا ہے۔ کراچی کو تباہ کرنے کے لیے الطاف بھائی لندن سے بیرونی ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ ایسے ہی الزامات اے این پی اور پیپلز

پارٹی پر بھی لگائے جاتے ہیں۔ ان الزامات میں کتنی حقیقت ہے اس بارے میں ملک کے خفیہ ادارے یا وہ لوگ بہتر جانتے ہیں۔ اگر ان الزامات میں حقیقت ہے تو پھر پاکستان پر حکمرانی کرنے والے گھر بیٹھیں اور ہمیشہ کے لیے یہ ملک ایم کیو ایم، اے این پی اور پیپلز پارٹی کے حوالے کر دیں کیوں کہ تینوں جماعتیں زیادہ تر حکومت میں رہی ہیں۔ وہ چاہے دن، رات میں پچاس لوگ مار دیں یا سو لوگوں کو بوری بند کرکے لاشوں کا مینار بنا دیں' کراچی شہر میں سیاہ سفید کے یہ لوگ مالک ہیں' تو پھر کون جواب دے گا؟ شاید یہ درست نہ ہو کہ کراچی کی ٹارگٹ کلنگ میں صرف ایم کیو ایم، عوامی نیشنل پارٹی یا پیپلز پارٹی ملوث ہیں۔ اپنے کارکنوں کا بدلا لینے کے لیے یہ جماعتیں ٹارگٹ کلنگ کی کارروائی کرتی ہوں گی کیونکہ سب کے عسکری ونگ موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کراچی وہ گرم تنور بن چکا ہے جس کا جی چاہے وہ روٹی لگاتا ہے۔ ان سیاسی جماعتوں کے بھی سینکڑوں کارکن ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوئے ہیں لیکن ان جماعتوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ ملوث عناصر کو بے نقاب کریں۔ ڈی جی رینجرز سندھ میجر جنرل رضوان اختر کے مطابق کراچی میں دہشت گردوں، بھتہ خوروں کے تانے بانے سیاسی جماعتوں سے جا ملتے ہیں' اگر سیاسی جماعتیں طے کر لیں تو دہشت گردی ختم ہو سکتی ہے۔ وکی لیکس رپورٹ کے جو 2009 میں امریکی سفارتخانے نے کیبل ارسال کی تھی جس میں ایم کیو ایم کے پاس 10 ہزار ٹارگٹ کلر اور 25 ہزار جنگجو موجود ہیں۔ رپورٹ کے مطابق سب سے بڑا

غیر سرکاری مسلح گروہ متحدہ قومی موومنٹ کا ہے۔ لانڈھی اور کورنگی کے علاقوں میں گروپ موجود ہے جبکہ بھتہ خوری کے معاملے پر ایم کیوایم اور اے این پی ایک دوسرے کے ساتھ جنگ میں مصروف ہیں۔

دوسری جانب کراچی میں زیادہ تر دہشت گرد کارروائیاں طالبان کے نام پر ہوتی ہیں تاکہ سارا فوکس ان پر رہے۔ شہر میں بڑھتے ہوئے فرقہ وارانہ اور لسانی فسادات بھی طالبان کے نام پر ہو رہے ہیں لیکن پوچھنے والا کوئی نہیں۔ کراچی کے حالات میں وہ تمام جماعتیں برابر کی شریک ہیں جو اقتدار میں ہیں وہ ایم کیوایم ہو یا پیپلز پارٹی ،اے این پی ہو یا دوسری علاقائی جماعتیں ۔امن وامان برقرار رکھنا حکومت کی ذمہ داری ہے اگر حکومت امن قائم نہیں کر سکتی اور فیل ہو جاتی ہے جیسا کہ کراچی میں پی پی پی اور ایم کیوایم حکومت فیل ہے تو حکومت چھوڑ دیں۔ پچھلے 10 سال میں 20 ہزار لوگ مر چکے ہیں ان حالات میں فوج کو بلا کر بلا تفریق آپریشن کیا جائے یا ایک ہفتے کے لیے ٹرائل بنیاد پر اسلامی خلافت قائم کرکے جو بھی ڈکیتی ، اغوا، بھتہ خوری ، ٹارگٹ کلنگ میں ملوث پایا جاتا ہو اُن کو سرعام اسلامی سزائیں دی جائیں 'ایک ہفتہ کے اندر اندر حالات ٹھیک ہو جائیں گے لیکن حکمران طبقہ اس کے لیے تیار نہیں ہے۔ بعض تجزیہ کاروں کے مطابق سیاسی لوگوں کو یہ ٹارگٹ کلنگ سوٹ کرتی ہے تاکہ ان کی حکمرانی اسی طرح چلتی

رہے اور لوگ مرتے رہیں اور یہ اسی طرح سیاست کرتے رہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق ایم کیو ایم کے ٹارگٹ کلر نے انکشاف کیا کہ لندن قیادت کی جانب سے متحدہ کے گلبہار سیکٹر کو حکم ملا کہ کراچی میں شیعہ سنی فسادات کرانے کیلئے اہل تشیع اور سنی افراد کی ٹارگٹ کلنگ کی جائے، اس حکم کے بعد گلبہار سیکٹر کی ٹارگٹ کلر ٹیمیں متحرک ہو گئیں اور انہوں نے لیاقت آباد میں پروفیسر سبط جعفر سمیت ایک درجن سے زائد شیعوں اور سنیوں کو قتل کیا۔ یہ انکشافات مبینہ طور پر پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہونے والے ایم کیو ایم کے ٹارگٹ کلر محمد عدیل عرف اسلم نے کئے ہیں۔ عدیل نے دوران تفتیش بتایا کہ ٹارگٹ کلر ٹیموں نے جن افراد کو قتل کیا' ان میں شیعہ اور سنی فرقوں کے افراد کے علاوہ پولیس اہلکار اور مخبر بھی شامل تھے۔ رپورٹ کے مطابق لندن قیادت کی طرف سے فرقہ وارانہ قتل اور ٹارگٹ کلنگ کی ہدایات سیکٹر انچارج کو دی جاتی تھیں۔ یاد رہے کہ رواں سال 2013ء میں گلبہار سیکٹر کے علاقہ میں سب سے زیادہ فرقہ وارانہ قتل کی وارداتیں ہوئی ہیں۔ شیعہ عالم مولانا باقر کے قتل کا حکم ملا' جس پر حملہ کیا گیا تھا لیکن ان کا محافظ جاں بحق ہوا اور وہ حملے میں زخمی ہو گیا تھا۔

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کراچی کے موجودہ حالات کو خراب کرنے میں بیرونی ہاتھ ملوث ہے۔ جس کے شواہد بھی سکیورٹی اداروں کے پاس

موجود ہیں۔ کراچی شہر پاکستان کی معیشت میں ریڑھ کی ہڈی جیسی حیثیت رکھتا ہے۔ دشمن ممالک اس ریڑھ کی ہڈی کو پاکستان سے جدا کرنا چاہتے ہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے پورٹ سٹی کراچی کو دنیا کے خطرناک ترین شہروں کی فہرست میں چھٹے نمبر پر رکھا گیا ہے۔ بہت عرصہ سے روشنیوں کے اس شہر کو عالمی ایجنڈے اور گریٹ گیم کے تحت ٹارگٹ کلنگ اور خون خرابہ میں نہلایا جا رہا ہے۔ جس میں بدقسمتی سے سیاسی جماعتوں کے کارکن اور دوسرے جرائم گروہ بھی شامل ہیں جو ان سیاسی پارٹیوں کو چھتری کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ سیاسی جماعتیں ایک دوسرے پر الزامات لگاتی رہتی ہیں۔ آج تک کسی جماعت نے کراچی میں ٹارگٹ کلنگ اور قتل و غارت کو روکنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی۔ سیاسی جماعتیں صرف ایک دوسرے پر الزامات لگاتی اور سیاست کرتی ہیں۔ جس سے کراچی میں مزید خون خرابہ اور ٹارگٹ کلنگ شروع ہو جاتی ہے۔ کراچی میں فرقہ وارانہ ٹارگٹ کلنگ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے اس کے بارے میں رپورٹ ہے کہ مذہبی فرقہ وارانہ ٹارگٹ کلرز کو سیاسی سرپرستی حاصل ہے جس کا بنیادی مقصد فرقہ واریت کو فروغ دینا ہے۔ اس بدقسمت شہر میں ہر طرف خون ہی خون بہتا ہے۔ کبھی لشکر جھنگوی کا نام لیا جاتا ہے تو کبھی سپاہ محمد کے نام پر دہشت گردی ہوتی ہے۔ فرقہ واریت کو ہوا دینے کیلئے کراچی میں سنی علماء کو خاص کر ٹارگٹ کیا جا رہا ہے۔ بظاہر اب خاموش رہنے والے مدارس کے طلباء اور اساتذہ جو ٹارگٹ ہو رہے ہیں، کسی بھی وقت کراچی میں مسئلہ پیدا

کر سکتے ہیں۔ کراچی کے موجودہ حالات کو دیکھا جائے تو فاٹا، بلوچستان اور ملک کے دوسرے شہروں سے زیادہ حالات خراب اور خطرناک ہیں۔ روزانہ قتل وغارت کے واقعات میں اوسطاً 10 سے 15 افراد مرتے ہیں جو نہ صرف کراچی اور ملکی عوام کے لیے لمحہ فکر یہ ہے بلکہ زرداری اور ان کی کولیشن حکومت اور تمام سکیورٹی اداروں کی بھی ناکامی ظاہر کرتی ہے۔ یہ سوال جواب طلب ہے کہ کراچی میں غریب لوگوں کی ٹارگٹ کلنگ اور بوری بند لاشیں کیوں گرائی جاتی ہیں؟ حالات خراب ہوتے ہی اکثر غریب اور مزدور لوگ ٹارگٹ کلنگ کا شکار ہوتے ہیں۔ پولیس دہشت گردوں کو پکڑ کر سیاسی اثر ورسوخ اور دباؤ آنے کے بعد چھوڑ دیتی ہے جس کی وجہ سے ٹارگٹ کلنگ، بھتہ خوری،ڈکیتی، اغوا برائے تاوان، اسٹریٹ کرائم،اسلحہ سمگلنگ اور قتل و غارت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ سب وارداتیں دن کی روشنی میں کی جاتی ہیں۔ اگر سکیورٹی اداروں نے کراچی کے موجودہ حالات پر توجہ نہ دی تو معاملہ بہت دور تک چلا جائے گا۔ اب سیاست ہو رہی ہے پھر پاکستان کے اس معاشی حب میں کچھ بھی نہیں ہو گا۔طالبان اور شدت پسندوں کے پروپیگنڈے اور واویلے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا بلکہ عملی طور پر کراچی میں بلا تفریق ٹارگٹڈ آپریشن کی ضرورت ہے۔

یہ میں نے اپنی کتاب ”کیا پاکستان ٹوٹ جائے گا؟“ میں 2012 میں لکھا تھا۔ آج چار سال بعد بھی وہی باتیں اور قصے دہرائے جارہے ہیں۔ جہاں پر کراچی میں

دہشتگردی، بھتہ خوری میں سیاسی جماعتیں ملوث ہے وہاں پر ہماری حکومتی اداروں اور سیکورٹی ایجنسیوں کی بھی نااہلی ہے کہ اگرایک جماعت کے سربراہ بھارتی خفیہ ایجنسی ”را“ کے ذریعے حالات خراب کرتا ہے تو ہمارے ان ایجنسیوں کی کیا ذمہ داری تھی جو حالات اس نہج پر پہنچے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک ملک کے ادارے سیاسی جماعتوں اور تنظیموں کی سرپرستی نہیں چھوڑتی اس وقت تک حالات کراچی سمیت ملک بھر کے ایسے ہی رہیں گے۔اب تمام اداروں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ سیاسی سرپرستی سے ہٹاکر حقیقی معنوں میں حقائق قوم کے سامنے لائے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے۔ الزام ترشیوں سے ہٹاکرسب کا بلاتفریق احتساب ہونا چاہیے۔اس میں ملک کی بہتری ہے۔

تعلیمی بجٹ کا ضیاع

تعلیم کی اہمیت سے تو کوئی بھی انکار نہیں کرتا اور ہر کوئی ملک میں تعلیم کو عام کرنے اور معیاری تعلیم دینے کی بات کرتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ہمارے حکمران چاہے وفاقی ہو یا صوبائی ان کے نزدیک تعلیم حاصل کرنا اور اپنے غریب عوام کو معیاری تعلیم دینا پیسے کا ضیاع ہے اگرچہ اس کا اظہار یہ لوگ کھلے عام تو نہیں کرتے لیکن تعلیم کو عام کرنے اور اسکولوں کو بہتر کرنے کی پالیسی صرف زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں۔ وفاقی حکومت نے تعلیمی بجٹ میں پہلے سے کمی لائی اور یونیورسٹیز کو ان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جس کی وجہ سے یونیورسٹیز نے اپنی فیسوں میں مزید اضافہ کیا اور آخر کار غریب کا بچہ ایک دفعہ پھر اعلیٰ تعلیم کو حاصل کرنے کا خواب پورا نہ کرسکا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اب مڈل کلاس لوگ بھی اپنے بچوں کو سرکاری یونیورسٹیز میں نہیں پڑھا سکتے ہیں کہ وہ لاکھوں کی فیس ہر چھ ماہ بعد یونیورسٹیز کو ادا کریں گے۔ اب تو یہ حقیقت سامنے آگئی ہے کہ مسلم لیگ نون کے نزدیک تعلیم اور ہسپتالوں کا نمبر میٹرو بسوں اور ٹرین کے بعد ہی آتا ہے بقول ان کے کہ عوام نے ہمیں اس لئے منتخب کیا کہ ہم ان کو صرف پنڈی اور لاہور میں چار سو ارب کی میٹرو بس اور ٹرین دیں باقی ملک اور غریبوں کا اللہ ہی حافظ۔ اس لئے وفاقی حکومت سے گلہ نہیں بنتا کیوں کہ انہوں

نے عوام کو تعلیم یا صحت دینے کی بات نہیں کی اور نہ ہی ان کے نزدیک یہ ملک و قوم کے لئے بہتر ہوتا ہے۔ اسلئے انہوں نے اپنے ترقیاتی کاموں کے لئے صحت اور تعلیم کا بجٹ کم کر دیا ہے لیکن ہم بات کریں گے تبدیلی کے نام پر آنے والے حکومت کی جنہوں نے تاریخ میں پہلی دفعہ صوبے کے چار سو ارب روپے کے بجٹ میں سو ارب روپے تعلیم کے لئے رکھ دیے جس کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ صوبے میں اسکولوں سے باہر رہنے والے بچوں کو اسکولوں میں داخل کرایا جائے گا۔ میٹرک تک تعلیم مفت ہو گی۔ معیاری تعلیم کو بہتر بنانے کے لئے کام شروع کیا جائے گا جبکہ اساتذہ کی ٹریننگ سمیت اسکولوں کی پوزیشن کو بہتر بنایا جائے گا، تعلیم میں ایسا انقلاب لائیں گے کہ والدین بچوں کو پرائیویٹ اسکولوں کے بجائے سرکاری اسکولوں میں داخل کرائیں گے۔ان باتوں اور وعدوں کو پوری قوم نے سراہا کہ اگر سو فی صد نہیں تو کم از کم 70 سے 80 فیصد عمل تو کیا جائے گا لیکن یہ خواب اس وقت چکنا چور ہوئے لیکن جب صوبائی حکومت کو تقریباً تین سال کا عرصہ گزر گیا اور اسکولوں کے حالات جوں کے توں رہیں۔ 100ارب روپے کا بجٹ تو رکھا گیا لیکن فنانشل سال ختم ہونے کو ہے وہ بجٹ استعمال نہیں ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ ملک میں اور خیبر پختونخوا میں دہشتگردی سے متاثرہ ہونے والے عوام اور بے روزگار نوجوانوں کو روزگار دینے کے لئے اسکولوں میں اساتذہ کی کمی کو بھی آج تک پورا نہیں کیا گیا۔ ابتدا میں کسی حد تک میرٹ سسٹم کو قائم اور پوچھ گچھ کی جاتی تھی لیکن وہ عمل بھی

وہیں روک دیا گیا۔ بلدیاتی نمائندوں کو سرکاری اسکولوں اور ہسپتالوں کو مانٹرینگ کرنے کے دعوے بھی صرف دعوے رہ گئے۔ حال تو یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں اسکولوں میں اساتذہ کی کمی ہے۔ ملک کے باقی صوبوں کی طرح خیبر پختونخوا کے اکثر اسکول بھی بنیادی سہولتوں یعنی پینے کے صاف پانی، لیٹرین، کھیل کے میدان، اسکولوں میں فرنیچرز، پنکھے وغیرہ تین سال گزرنے کے باوجود مہیا نہیں کیے گئے ہیں۔ اگر ہم وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا پرویز خٹک کے ضلع نوشہرہ کی بات کریں تو وہاں اسکولوں کی حالت انتہائی خراب اور خستہ حال ہے۔ ماضی میں بنائے گئے دور دراز گھوسٹ اسکولوں کی کہانیاں تو اپنی جگہ لیکن جن اسکولوں میں بچے کافی تعداد میں موجود ہے وہاں پر اساتذہ کی کمی ہے، عملے کی کمی سمیت بچوں کو بیٹھنے کیلئے ڈیسک، کرسی اور پنکھوں کا بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔ سال پہلے جب بلدیاتی انتخابات اسکولوں میں ہو رہے تھے تو اندازہ ہوا کہ اسکولوں میں کوئی بہتری نہیں آئی سال گزرنے کے باوجود اب بھی اسکولوں میں تبدیلی خواب ہی ہے۔ جتنے بلند دعوے اور وعدے ہوئے تھے اس کے بر عکس سرکاری اسکولوں کی وہ پوزیشن ہے جو پہلے تھی بلکہ عوامی نیشنل پارٹی نے سرکاری اسکولوں کی مد میں جو کرپشن کی تھی وہ بھی آج تک بے نقاب نہیں ہوئی۔ پارٹی چیئرمین عمران خان کو چاہیے کہ اب تک کی اسکولوں میں تبدیلی کے حوالے سے صوبائی حکومت سے رپورٹ لیں اور سرکاری اسکولوں میں بہتری نہ آنے اور بجٹ کے ضیاع پر وزیر تعلیم سمیت سب کی چھٹی کر دیں۔

چیئرمین کو چاہیے کہ سرکاری اسکولوں میں اب تک اساتذہ اور دوسرے عملے کی کمی کو پورا نہ کرنے پر تحقیقات کریں۔ حقیقت تو یہ بھی ہے کہ بیوروکریسی اپنی روایتی حربے استعمال کرکے صرف ٹائم پاس کر رہی ہے۔ صوبائی حکومت کی تعلیم میں تبدیلی بھی وہی ہے جس طرح انہوں نے پولیس، پٹواری یا ہسپتالوں میں لائی ہے جس طرح توقع تھی اس طرح تبدیلی سرکاری اسکولوں اور تعلیمی کے شعبوں میں نہیں لائی گئی ہے جس پر پارٹی قیادت کو غور کرنا چاہیے۔

عوام کو کوئی فرق نہیں پڑتا

عوام کے مسائل اور مشکلات کو دیکھتے ہیں اور پھر ہمارے سیاستدانوں کے ترجیحات کو تو افسوس ہوتا ہے کہ دونوں میں بہت فرق ہے لیکن پھر تسلی ہوتی ہے کہ جب عوام خود ہی ملک کے نظام میں بہتری نہیں چاہتے اور خود ہی تمام برائیوں میں ملوث ہو وہاں پر صرف حکمرانوں کو غلط کہنا ٹھیک نہیں لیکن ظاہر ہے کہ عوام کو راہ راست پر لانا اور انہیں اچھا شہری بنانا حکومتوں اور سیاستدانوں کا کام ہوتا ہے اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب قانون سب کے لئے برابر ہو، یہ نہیں ہوسکتا کہ حکمرانوں اور امیر زادوں کے لئے ایک قانون اور غریبوں کے لئے دوسرا قانون موجود ہو، اسی تضاد سے معاشرے تباہ ہوتے ہیں۔

پرویز مشرف کے دور اقتدار میں مجھ سمیت کئی لکھنے اور بولنے والے صحافی ان پر تنقید کرتے تھے کہ انہوں نے جرم کیا ہے، غیر قانونی طریقے سے اقتدار پر قبضہ کیا۔

اقتصادی تباہی لائے، لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال ملک بھر میں غیر یقینی بنائی، غیروں کی جنگ میں گود پڑے، ملک میں انصاف کے نظام کو تباہ کیا، اپنے اقتدار کو طول دینے کیلئے سیاست اور ملک میں جمہوریت کا جنازہ نکلا، بلوچستان میں حالات کو مزید خراب کیا، اکبر بگٹی کو آپریشن کے

ذریعے مارا گیا، قبائلی علاقوں میں جنگ شروع کی، ملک کے تاریخ میں پہلی بار ڈرون حملے شروع ہوئے۔ اپنی پالیسی سے ملک کے دشمنوں میں کمی کے بجائے اضافہ کیا، اسلام آباد میں قائم لال مسجد اور جامعہ حفصہ کے سادھے سے مسئلے کو جنگ میں تبدیل کیا جس میں کئی بے گناہ لوگ مارے گئے۔ لال مسجد آپریشن کے بعد ملک میں دہشت گردی کی نئی لہر شروع ہوئی، ملک میں خود کش حملے شروع ہوئے، چیف جسٹس اور عدالت کے ساتھ نیا محاذ کھلا گیا۔ ملک میں ایمرجنسی پلس نافذ کی گئی، بے نظیر بھٹو کو نامعلوم افراد نے قتل کیا جس کا ایف آئی آر میں بعد ازاں پرویز مشرف کو بھی شامل کیا گیا۔ یہ وہ تمام بڑے بڑے واقعات تھے جو مشرف دور میں ہوئے اور انہوں نے کرائیں تو ہم جیسے سادہ لوح بھی یہ مطالبہ کرنے لگے کہ مشرف کو ان کے جرائم کی سزا ضرور ملنی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کریں۔ ملک کے مستقبل کے لئے بہتر ہے کہ سزا و جزا کا قانون پر عملدرآمد شروع کیا جائے۔ سیاسی پارٹیوں اور لیڈروں سمیت عام لوگ بھی پرویز مشرف کی پالیسیوں سے نالاں ہو گئے تھے اور مطالبہ کرنے لگے کہ ملک میں عوامی حکومت ہونی چاہیے اور پرویز مشرف کو آئین و قانون کے مطابق سزا دینی چاہیے لیکن عوام کی سوچ میں تبدیلی اس وقت آئی جب ملک میں پیپلز پارٹی کی حکومت بنی اور آصف علی زرداری سیاہ و سفید کے مالک بن گئے۔ ملک کے جو حالات تھے وہ مزید بدتر ہو گئے، عام لوگوں کی زندگی مزید دشوار ہو گئی، ادارے تباہ ہو گئے جو وعدے کیے گئے تھے وہ ماضی کا قصہ بن گئے، پرویز مشرف

کو گارڈ آف آنر سے رخصت کیا گیا، ملک میں آئین و قانون کی پاسداری کو قائم کرنے کی باتیں ہوا میں اُڑا دی گئی ۔ مہنگائی اور بے روزگاری میں اضافہ ہوا، دہشت گردی سمیت امن وامان کی صورت پہلے سے بہت خراب ہوئی جس کی وجہ سے عوام پرویز مشرف کے گناہ بھول گئے لیکن جب 2013 میں انتخابات ہوئے اور میاں نواز شریف کی حکومت ملک میں قائم ہوئی تو انھوں نے پرویز مشرف کو ماضی کے گناہوں پر سزا دینے کا اعلان کیا، ان پر مقدمات شروع کیے اور اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ آئین کے آرٹیکل چھ کے تحت ان کو سزا دی جائے گی جس کو ملک میں آئین و قانون کی پاسداری قائم کرنے والوں سمیت عام لوگوں نے بھی سراہا کہ قانون سب کیلئے برابر ہونا چاہیے لیکن اب تین سال کا عرصہ گزرنے کے باوجود ملک کے حالات پہلے سے بہت زیادہ خراب ہو چکے ہیں ۔ حکمران اپنی جیبوں کو بھرنے کیلئے مہنگے قرضے لے رہے ہیں، مہنگائی، بے روزگار سمیت عام لوگوں کے مشکلات میں اضافہ ہو رہا ہے، ملک میں قانون کی حکمرانی، عوام کو صحت، تعلیم، رہائش مفت اور بہتر دینا تو درکنار ادارے مزید تباہی کے کنارے پہنچ چکے ۔ لوڈشیڈنگ کو چھ مہینوں اور سال میں ختم کرنے والوں نے تین سال گزرنے کے باوجود لوڈشیڈنگ ختم نہ کی بلکہ اب جب کالم لکھ رہا ہوں تو اسلام آباد کیپٹل میں بجلی غائب ہے، چھ گھنٹے لوڈشیڈنگ اسلام آباد میں ہر روز ہو رہی ہے باقی شہروں اور دیہاتوں میں اٹھارہ اور بیس گھنٹے بجلی سردیوں میں غائب رہتی ہے لیکن بجلی کے بلوں میں کئی قسم کے ٹیکس شامل کر کے بجلی مہنگی ضرور

کی گئی ہے۔ گیس نہ ہونے سے سی این جی اسٹیشن پوٹھوہار ریجن میں تقریباً تین سال سے بند ہے ۔ عوام پر سالانہ نہیں بلکہ دنوں کے حساب سے نئے نئے ٹیکس لگائے جارہے ہیں ۔ٹول پلازوں کا ریٹ مشرف دور میں اگر بیس روپے تھا وہ زرداری دور میں تیس روپے اور آج ساٹھ روپے کردی گئی ہے ، بہت سے چیزیں ہے جس کے ٹیکس میں اضافہ کیا گیا ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں کو اس کی قیمت مہنگائی کی شکل میں ادا کرنی پڑ رہی ہے۔ حکمران جماعت اور وزیراعظم کا خود کا پیسہ برطانیہ میں انواسٹ ہے جبکہ دوسرے لوگوں کو کہا جارہا ہے کہ ملک میں سرمایہ کاری کرے۔اسی طرح ملک کی تاریخ میں جہاں پر پہلی دفعہ بیرونی سرمایہ کاری کم ہوئی وہاں پر ملک کے درآمدت میں اضافہ اور برآمدت میں کمی واقع ہوئی جس کا خمیازہ عوام اور پڑھے لکھے لوگ بے روزگاری کی شکل میں ادا کر رہے ہیں ۔ حکمرانوں کا اپنا کاروبار تو ٹھیک چل رہے ہیں لیکن ملک کے ادارے تباہ ہورہے ہیں ۔ہر مہینے اربوں کا نقصان ہو رہا ہے ،اب اداروں کو ٹھیک کرنے کی بجائے بیچنے کی تیاریاں ہورہی ہے۔ اسلئے حقیقت یہ ہے کہ نون لیگ حکومت مشرف کو سزا دینے میں ناکام اپنی جگہ لیکن عوام کو اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ آپ نے پرویز مشرف کو باہر جانے کی اجازت کیوں دی ۔ پیپلزپارٹی اپنی سیاست کرے گی اور مسلم لیگ نون اپنی اقتدار کی جنگ لڑے گی لیکن حقیقت یہ کہ اب عوام کو پرویز مشرف کا دور یاد آتا ہے ۔جب تک جمہوریت کا علمبردار اپنے لئے اور عوام کیلئے قانون میں فرق رکھیں گے اور جمہوریت

عوام کیلئے نہیں بلکہ سیاستدانوں کی عیاشوں کے لئے ہو تو وہاں پھر ایسا ہی ہوتا ہے جس طرح اب ہو رہا ہے۔

کیا معصوم اور بے گناہوں کو مارنا جائز ہے؟

کتنی بے حسی اور افسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمان ایک دوسرے کو مار رہے ہیں ۔ایک دوسرے کا خون بہا رہے ہیں ، ویسے تو یہ مسئلہ ہمارے ملک کا صرف نہیں بلکہ پورے دنیا اور اسلامی ممالک میں زیادہ تر مسلمان ایک دوسرے کے گلے کاٹ رہے ہیں لیکن پاکستان میں تو اسلام کا نام لینے والے معصوم اور بے گناہوں کو قتل کرنے کے بعد اسلامی جواز بھی پیش کرتے ہیں کہ کل یہ لوگ بڑے ہوں گے اور ہمارے خلاف کارروائیاں کریں گے لہٰذا ان کو مارنا جائز ہے۔آج ان درندوں اور برائے نام مسلمانوں کی وجہ سے اسلام کا روشن پہلو اور پوری دنیا میں امن اور بھائی چارے کا درس دینے والے دین کو بدنام کیا جارہاہے اور اس کھیل میں غیروں سے زیادہ مسلمان ملوث ہے ، ہر گروپ اور مکتبہ فکر اسلام کی اپنی تشریح اور اپنی سوچ کو نافذ کرنے کیلئے سرگرم ہے جس کی وجہ سے اسلام کی دنیا بھر میں بدنامی ہورہی ہے لیکن بدقسمتی اب اسلام کو بدنام کرنے والے صرف دہشت گرد اور شدت پسند تنظیمیں ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی نادانستہ طور پر شامل ہے جو اپنی سوچ کو ریاست یا حکومتوں پر نافذ کرنا چاہتے ہیں جس کی تازہ مثال گزشتہ ایک مہینے میں ہونے والے واقعات ہے جو دنیا بھر اور پاکستان میں اسلام کی بدنامی کا باعث بن گئے ہیں ، ہمارے ان

نادانوں کی وجہ سے اسلام عدم برداشت والا دین بن گیا ہے۔ ایک طرف ہمارے حکمران اور سیاست دان ہے جو ہر دہشت گرد واقعے کے بعد مذمتی بیانات جاری کرتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ ہسپتالوں میں جا کر زخمیوں کی عیادت کرتے ہیں جس سے ہسپتال کا پورا نظام معطل ہو جاتا ہے اور عام لوگ مزید تکلیف میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ واقعے کے بعد مالی مدد کے اعلانات اور ملوث لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچانے کا عزم بھی ظاہر کیا جاتا ہے لیکن کچھ دن گزرنے کے بعد حالات وہی کے وہی رہتے ہیں۔ کوئی خاص پلاننگ یا منصوبہ بندی عمل میں نہیں آتی جس کی وجہ سے دہشتگردوں کے خلاف ایک جامع پروگرام اور ایکشن عمل میں نہیں لایا جاسکا۔ سچ تو یہ ہے کہ دس سال بعد بھی ہم دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے فورس اور ادارے نہ بنا سکے، صرف باتیں، وعدیں اور مذمتی بیانات سے کام لیتے اور وقت پاس کرتے ہیں، دوسری طرف وہ مذہبی لوگ ہیں جو دہشت گرد واقعے کے بعد مذمت تو نہیں کرتے لیکن ان واقعات کو جواز دینے کیلئے رد عمل قرار دیتے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ مذہبی لوگ کس چیز کا رد عمل کہتے ہیں۔ کس نے ان درندوں کو کہا ہے کہ تم لوگ ریاست کے معاملات کو ہاتھ میں لے لو اور اپنی منشا اور غیروں کے ایجنڈے کو پورا کرنے کے لئے دہشت گردانہ کارروائیاں شروع کرو۔ ہر ملک کا اپنا قانون اور پالیسی ہوتی ہے جس میں وقتاً فوقتاً تبدیلی بھی کی جاتی ہے اس پر عمل کرنا سب کا فرض ہوتا ہے۔ اسلام اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر آدمی اپنی مسلکی اور فلسفے کی

دکان کھول لے۔ اسلئے اسلام نے بڑے پیانے سے لے کر تین آدمیوں کے ٹولے کو بھی کہا ہے کہ تم اپنا ایک امیر مقرر کروں اور ان کی بات کو مانوں وہ صحیح ہو یا غلط یا ان کی صوابدید پر ہے کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے لہذا اسی طرح اسلام نے ریاست اور ملکوں میں حکمرانی کے بھی اصول بتائیں ہیں جس پر عمل کرنا ہر ایک پر فرض ہے۔ معاشروں اور ملکوں کے تباہی میں بنیادی کردار یہی چیز ادا کرتی ہے کہ ہر کوئی اپنے آپ کو دوسروں سے الگ سمجھے اور اپنا فلسفہ اور سوچ نافذ کرنے کی کوشش کریں جس کی وجہ سے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ افسوس اور دکھ کا مقام ہے کہ ہم بے گناہوں اور معصوم لوگوں کو قتل کرنے پر ایک تو نہیں ہوتے لیکن اپنی دکان چمکانے اور فائدے کیلئے قانون کو چیلینج بھی کرتے ہیں، احتجاج، جلوس، سڑکوں کو بلاک کرنا، توڑ پھوڑ کرنا اور اپنی ذاتی فائدے کیلئے دھرنا دینے کو اپنا حق سمجھتے ہیں، دوسرے لوگوں کو ہمارے اس عمل سے کتنا نقصان ہوتا ہے، ملک کی کیا بدنامی ہوتی ہے اس سے ہمیں کچھ لینا دینا نہیں ہوتا۔

وقت کا تقاضا ہے کہ پوری قوم اپنی سوچ اور عمل پر غور کرے کہ کسی کے کہنے پر عمل کرنے کے بجائے خود سوچیں کہ میرے کسی عمل سے عام آدمی کو کیا فائدہ اور نقصان ہوگا؟ کیا میں کسی کا ایجنڈا تو پورا نہیں کر رہا؟ کیا میرے احتجاج اور دھرنے سے اسلام کا فائدہ ہوتا ہے یا دنیا بھر میں رہنے والے

مسلمان کو تکلیف اور غیروں کا ایجنڈا پورا ہوتا ہے۔آج ہمیں اپنی پارٹی ، فرقے ، تنظیم اور مسلک سے ہٹ کر صرف اور صرف ایک انسان سوچنا چاہیے کہ میرے عمل سے دوسرے انسانوں کو تکلیف نہ پہنچے ، تب معاشرہ پرامن بن سکتا ہے ۔ اسلام تو امن کا دین ہے اس میں کسی بے گناہ کو قتل کرنا پوری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے ۔ اللہ تعالی خود رب العلمین ہے رب مسلمین نہیں یعنی اللہ تعالی مسلمانوں کا نہیں بلکہ پورے انسانوں کا رب ہے۔

سانحہ لاہور گلشن اقبال پارک میں ہونے والا خود کش حملے پر ہر ایک افسردہ اور پریشان ہے کہ آخر کب تک یہ درندے معصوم کو قتل کرتے رہیں گے ؟ہمارے حکمران اگر سنجیدہ ہیں تو دہشت گردی کو ہی سب سے بڑا مسئلہ سمجھیں ، سڑکوں اور پلوں کی سیاست سے باہر اگر ملک کے حقیقی مسائل کی جانب توجہ دیں ، پولیس پر لعن طعن سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ پولیس کی نفری بہت کم اور ٹریننگ بھی نہیں ہے۔ پولیس نفری میں اضافے کی اشد ضرورت ہے ۔ دہشت گردی کے خلاف جو انسداد دہشگردی فورس بنائی ہے اس کو ایک الگ ادارہ بنایا جائے چند لوگوں کو دہشت گردی کے خلاف فورس قائم کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ بعض اوقات تو محسوس ہوتا ہے کہ ہمارے حکمران دہشت گردی کو ختم کرنا ہی نہیں چاہتے ، ہر وقت صرف سیاست کرتے ہیں ۔ پنجاب میں دہشت گردوں کے ٹھکانے موجود ہے لیکن صوبائی حکومت فوج اور رینجرز سے مدد حاصل کرنے کے بجائے حیلے بہانے بنا رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عام لوگوں کا دھیان عوامی حکومت کے بجائے عسکری اداروں

کی جانب جاتا ہے کہ یہ لوگ ملک کو دہشت گردی سے پاک کریں جو ان کی ذمہ داری
بھی ہے لیکن سولین حکومت کو اپنی پالیسی اور سوچ واضح کرنا چاہیے جو اب تک واضح
نہیں ہے۔ پنجاب حکومت اگر انٹیلی جنس اطلاعات پر عمل اور پہلے سے آپریشن کرتی تو
شاید یہ واقع رونما نہ ہوتا۔ لگتا ہے کہ اب عسکری اداروں نے پنجاب میں فل فلیج
آپریشن کا آغاز کر لیا ہے جو ایک خوش آئند اقدام ہے۔

پاناما لیکس کے انکشافات

پناما لیکس نے دنیا کے کئی ممالک کے سر گردہ رہنماؤں ، سربراہوں،وزرا، سیاستدانوں ،بزنس مینوں سمیت کئی اہم شخصیات کے بارے میں انکشافات کیے ہیں کہ ان کا بزنس یعنی کاروبار دوسرے ممالک میں بھی ہے یعنی اپنے ملک کے علاوہ دوسرے ممالک میں ان لوگوں کا پیسہ ہے جس کے بارے میں ماضی میں بھی وقتاً فوقتاً رپورٹس آئی ہیں لیکن پناما لیکس کے نئے انکشافات نے دنیا بھر میں طوفان برپا کر دیا ہے کہ اہم شخصیت خاص کر سیاستدان اپنے ملک کے علاوہ کیسے دوسرے ملک میں پیسہ رکھ سکتے ہیں یا کاروبار کر سکتے ہیں؟میڈیا میں یا عام لوگوں کی جانب سے جو سوالات اٹھائے جارہے ہیں وہ یہ نہیں کہ کوئی آدمی دوسرے ملک میں کاروبار کیوں کرتا ہے یا اپنا پیسہ دوسرے ملک میں کیوں رکھتا ہے؟ بلکہ سوال یہ ہے کہ جو پیسہ انہوں نے دوسرے ملک میں منتقل کیا ہے وہ قانونی ہے یعنی اس پیسہ پر قانون کے مطابق ٹیکس ادا ہوا ہے۔ جو پیسہ منتقل ہوا ہے وہ ٹیکس چوری یا کرپشن کا تو نہیں ہے ؟ بدقسمتی دنیا بھر میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص اس طرح کا پیسہ ہمیشہ غیر قانونی طور پر منتقل ہوتا ہے ٹیکس سے بچنے کیلئے ایسے حربے استعمال کیے جاتے ہیں جب کہ زیادہ تر ایسا پیسہ خصوصاً سیاستدان کرپشن کرکے بھجواتے

ہیں اور ٹیکس سے بچنے کیلئے آفشور کمپنی بنائی جاتی ہے۔ گزشتہ روز جب دنیا بھر میں جب پناما لیکس کی رپورٹ آئی تو اس پر احتجاج شروع ہوا،ایک یورپی ملک کے وزیر اعظم کو عوامی احتجاج پر استعفا بھی دینا پڑا۔ بھارت میں بھی کئی سیاستدان اور بزنس مینوں سمیت شوبز سے تعلق رکھنے والوں کے بارے میں جب انکشاف ہوا تو انہوں نے عدالتی کمیشن سمیت کئی آپشن پر سوچ بچار شروع کر دی ہے کہ ان انکشافات کی تحقیقات کیسے ہو تا کہ معلوم ہو سکے کہ جو رقم بیرونی ملک بھجوائی گئی ہے وہ غیر قانونی تو نہیں ہے۔ پاکستان کے بارے میں جب پناما لیکس میں وزیر اعظم کے بیٹوں سمیت کئی تاجروں اور سیاستدانوں کے نام آئے تو تحریک انصاف کے چیئر مین عمران خان نے ہنگامی پریس کانفرنس کرتے ہوئے مطالبہ کیا کہ ان انکشافات کی تحقیقات ہونی چاہیے بلکہ نیب اس کی تحقیقات کرے کہ اربوں روپے وزیر اعظم کے کیسے لندن میں پڑے ہیں۔ عمران خان نے اپنے پریس کانفرنس میں کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آج میری بات سچ ثابت کر دی کہ جب میں کئی سال سے کہہ رہا تھا کہ وزیر اعظم کا اربوں روپے بیرونی ممالک میں پڑا ہے اس کا حساب دینا چاہیے آج پناما لیکس میں ثابت ہو گیا کہ وزیر اعظم سمیت کئی لوگوں کا پیسہ بیرونی ممالک میں پڑا ہے۔ حکومت دوسرے لوگوں کو ملک میں کاروبار اور سرمایہ کاری کا کہہ رہی ہے جبکہ خود ان کا اربوں روپے برطانیہ اور دوسرے ممالک میں پڑا ہے۔

پناما لیکس کی رپورٹس اب آئی ہے جنہوں نے وزیر اعظم میاں نواز شریف کے بیٹوں کے بارے میں بتایا کہ ان کا آفشور کمپنیز ہیں جس میں اربوں روپے پڑے ہیں۔ میرے لئے یہ کوئی نئی خبر نہیں ہے کہ پناما لیکس میں اب انکشاف ہوا کہ وزیر اعظم سمیت کئی سیاستدانوں اور تاجروں کی رقم.برائے نام کمپنیوں میں پڑی ہے۔ہمیں معلوم ہے کہ ملک کا زیادہ تر امیر، سرمایہ کار اور سیاستدان طبقہ ملک سے مخلص نہیں ہے۔ یہ لوگ یہاں پر صرف حکمرانی کرنے آتے ہیں جب وقت پورا ہوجائے تو واپس فرانس، جرمنی یورپ،،برطانیہ،امریکا، دبئ اور عرب ممالک چلے جاتے ہیں بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ جب یہ لوگ.برسر اقتدار ہوتے ہیں تب بھی زیادہ تر بیرونی ممالک میں ہوتے ہیں خاص کر مذہبی تہواروں یعنی عیدوں پر اپنی خاندان کے ساتھ دبئ اور لندن میں ہوتے ہیں۔ پاکستان میں حکمرانی اور پیسہ بنانے کیلئے آتے ہیں جو کرکے چلے جاتے ہیں،وزیر اعظم سمیت سابق حکمرانوں کی تاریخ گواہ ہے لیکن اب پناما لیکس کے انکشافات سے عام لوگ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ شاید ان معلومات سے لوٹا ہوا پیسہ واپس آجائے اور تحقیقات ان پیسوں کی ہوجائے جو آفشور کمپنیوں یا دوسرے مد میں موجود ہے۔ وزیر اعظم نے گزشتہ روز اعلان کیا تھا کہ ہم ہر قسم کی تحقیقات کے لئے تیار ہیں ہمارے خلاف پہلے بھی اس طرح سازشیں ہوئی ہے اور اب بھی ہو رہی ہے جن کے پاس ثبوت ہے کہ ہم نے کرپشن کی ہے یا ہمارا پیسہ غیر قانونی ہے وہ عدالت جائے اور ہم پر ثابت کرے یعنی اب ہم دوسرا کام نہیں کریں گے وزیر اعظم کے

خلاف ثبوت اکٹھے کرکے عدالت جائیں گے جہاں پچاس سال کیس چلے گا۔ مجھے نہیں معلوم کہ وزیراعظم کو کیوں اپنی صفائی میں اس طرح کی باتیں کرنی پڑرہی ہیں حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ ان سمیت ملک میں ہر اثرورسوخ رکھنے والا اور حکمران طبقہ معصوم اور بے گناہ ہے۔ ہمیشہ غلط الزامات لگائے جاتے ہیں جس کا ثبوت نہیں ہوتا۔ قصور تو عوام کا ہے جو ان کو ووٹ دیتے ہیں۔ ویسے مہینہ پہلے جب وزیراعظم یا ان کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ یہ رپورٹس سامنے آنے والی ہے تو انہوں نے خود ہی میڈیا کو بتایا تھا کہ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے آفشور کمپنیز ہیں جس کا مالک وزیراعظم کا بیٹا اور ملک وقوم کا خادم ہے جس میں اربوں روپے پڑے ہیں اور اس کا بنیادی مقصد ٹیکس کے پیسوں کو قانونی طور پر بچانا ہے اور یہ جائز ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ ان کی ہمشیرا مریم نواز نے دوسال قبل عمران خان کے شور مچانے پر کہا تھا کہ ہمارا کوئی ایسا کاروبار یا کمپنی نہیں۔اب جب ان کو معلوم ہوا کہ رپورٹس آنے والی ہے تو انہوں نے سوچا کہ بجائے یہ کہ کل یہ رپورٹ ہندوستان کے اخبار میں آئے اس سے بہتر ہے کہ ہم خود ہی کچھ نہ کچھ بتادیں تاکہ کل کوئی ہمیں الزام نہ دے۔

ایک آدمی سے کسی نے پوچھا کہ شیر بچہ دیتا ہے یا انڈا تو سیانے نے جواب دیا کہ شیر جنگل کا بادشاہ ہے چاہے انڈا دے یا بچہ ، کوئی کیا کرسکتا ہے۔ وزیراعظم خوامخواپریشان ہورہے ہیں ۔ اس ملک میں آج تک کونسی تحقیقات یا

احتساب ہوا ہے جو آج ہم ثبوت اکٹھے کر کے عدالتوں میں جائے اور فیصلہ ہو جائے۔ پہلے سے نیب میں ڈیڑھ سو کیسز کی فہرست موجود ہے اس پر آج تک نہ نیب کی جانب سے کارروائی ہوئی اور نہ ہی عدالت کو توفیق ہوئی کہ ان کیسز پر فیصلہ کرے۔ یہاں سب چلتا ہے۔ بہت جلد پناما لیکس بھی ماضی کا قصہ بن جائے گا۔

حکومت کیا کرے

پاناما لیکس آنے کے بعد حکومت کے مشکلات اور پریشانی میں اضافہ ہوا ہے۔ قومی اسمبلی اجلاس میں پاناما لیکس پر بحث نے کئی سوال مزید پیدا کیے ہیں۔ پاناما لیکس میں جہاں وزیر اعظم میاں نواز شریف کا خاندان اور دوسرے کئی پاکستانیوں کے نام آ رہے ہیں وہاں پر پیپلز پارٹی کے رہنما رحمٰن ملک کے علاوہ دوسرے اہم نام بھی آ رہے ہیں۔اس لئے پیپلز پارٹی اس اہم ایشو پر صرف سیاست کر رہی ہے کہ اس میں پیپلز پارٹی کا نام بھی ہے تو دوسرا پیپلز پارٹی ملک میں شفاف تحقیقات اور احتساب کو سپورٹ کرنے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ دوسری طرف اسمبلی میں اور اسمبلی سے باہر تحریک انصاف کے رہنما اور عمران خان ہے جنھوں نے اس ایشو کو اٹھایا ہے اسمبلی میں خطاب سے حکومت کو مزید مشکل میں ڈالا دیا ہے حکومت کا خیال تھا کہ ہم عمران خان پر شوکت خانم اور دوسرے الزامات لگا کر ان کو بلیک میل کر دینگے جس سے وہ خاموش ہو جائیں گے لیکن اس دفعہ بھی حکومت نے عمران خان کو غلط سوچا۔ عمران خان کی تقریر اگرچہ رولز کے مطابق پی ٹی وی پر نہیں دکھایا لیکن پرائیویٹ چینلز نے ان کو سکائپ کے ذریعے بہت حد تک دکھایا۔ ویسے حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اسمبلی کارروائی پی ٹی وی پر دکھائے چونکہ دوسرے چینلز کو اجازت نہیں

ہوتی اس لئے پی ٹی وی ہی واحد ذریعہ ہوتا ہے جس پر تمام میڈیا کو انحصار کرنا پڑتا ہے۔ بحر کیف عمران خان نے اسمبلی میں خطاب کیا جس میں انہوں نے حکومت اور وزیر اعظم میاں نواز شریف کو سخت تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہا کہ شوکت خانم ہسپتال ایک خیراتی ادارہ ہے جس کے خلاف پروپیگنڈا کرکے حکومت اپنی پوزیشن کمزور کر رہی ہے۔ شوکت خانم میں میری حیثیت کچھ بھی نہیں ہے وہ ایک آزاد ادارے کے طور پر کام کر رہی ہے ،حکومت وزارء نے جن رقم کی بات کی ہے وہ جون 2015 میں لائی گئی تھی حکومت شوکت خانم ہسپتال ایک فون کرکے تمام معلومات حاصل کر سکتی تھی۔ عمران ، خان نے کہا کہ ہسپتال میں 70 فی صد غریبوں کا مفت علاج ہوتا ہے جو بین لااقوامی معیار کے مطابق ہوتا ہے جو پاکستان کے کسی بھی سرکاری ہسپتال میں بھی ممکن نہیں جب کہ ہم ادویات اور دوسرے آلات یورپ اور امریکا سے لاتے ہیں اسلئے وہاں سے ملنے والا چندہ پاکستان نہیں لاتے بلکہ ان سے دوائیاں اور آلات خریدے ہیں اور یہ تمام کام میں نہیں بلکہ ہسپتال کا بورڈ کرتا ہے۔ عمران خان نے کہا کہ پھر بھی اگر میں یا شوکت خانم اس میں کرپشن کرتے ہیں تو حکومت کا کام ہے کہ وہ ہمارے خلاف کارروائی کرے۔ حکومت کیوں ڈر رہی ہے۔ عمران خان نے اپنی گھریلی گلہ سمیت اپنے آپ کو پیش کیا کہ حکومت چیف جسٹس کے سراہی میں کمیشن بنائے اور تحقیقات کا آغاز مجھ سے کرے۔ عمران خان نے کہا کہ ملک میں لوگ غربت کی وجہ سے خودکشیاں کر رہے ہیں عوام کو صحت اور تعلیم کی سہولت نہیں جبکہ ملک اور،

حکمرانوں کا اربوں روپے بیرونی ممالک پڑا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں جب ہم خود انواسٹمنٹ نہیں کریں گے تو باہر سے لوگ نہیں آئیں گے، ہمیں خود ہی اپنے ملک میں سسٹم کو بہتر کرنا ہوگا۔ تحریک انصاف چیئرمین نے وزیر اعظم سے مطالبہ کیا کہ میں اپنے آپ کو احتساب کیلئے پیش کر رہا ہوں ،آپ بھی اپنے آپ کو پیش کرے تاکہ سچائی معلوم ہو سکے۔انہوں نے کہا کہ اگر حکومت ٹائم پاس کرے گی تو ہمیں مجبوراً حکومت کے خلاف تحریک چلانا پڑے گی۔

عمران خان کے تقریر کو میڈیا سمیت ہر ذی شعوری نے اچھا اور ایک محب وطن کی آواز کہا لیکن عمران خان کے اس تقریر نے حکومت کے لئے مزید مشکلات پیدا کر دی، حکومتی اہلکاروں کی سوچ تھی کہ ہم عمران خان کو بلیک میل کر دینگے لیکن عمران خان نے خود احتساب اور تحقیقات کے لئے اپنے آپ کو پیش کیا جس پر حکومت کے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ وزیر اطلاعات پرویز رشید نے اسمبلی خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسمبلی میں کون صاف ہے سب یہاں دغدار ہے یعنی اس کا مطلب ہے کہ میاں نواز شریف ہو یا دوسرے ارکین اسمبلی سب ہی کرپٹ اور لوٹ کا پیسہ رکھتے ہیں لہٰذا زیادہ شور مچانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہماری ملک کی بد قسمتی یہی ہے کہ ہمارے سیاست دانوں پر جب بات آتی ہے تو وہ یہ جواب دیتے ہیں کہ یہاں پر کون صاف ہے کسی کی حکومت کرپشن سے پاک رہی ہے؟ اس لئے معاملات جوں کے توں رہتے ہیں، احتساب کسی کا نہیں ہوتا۔ ہم جیسے لوگ یہ توقع رکھتے تھے

کہ میاں نواز شریف کی حکومت آئے گی تو میاں صاحب پرویز مشرف کا بھی احتساب کرے گی جو پیسہ انہوں نے بنایا جو بیرونی ممالک کے بنکوں میں پڑا ہے اور زرداری نے جو کرپشن کی ہے یا ان کے وزرا نے سب کا احتساب ہو جائے گا، ملک سے لوٹا ہوا پیسہ واپس آجائے گا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ ہماری خام خیالی تھی ۔ لوٹا ہوا پیسہ پرویز مشرف کا ہو یا آصف علی زرداری اور میاں نواز شرف کا کوئی بھی ایک دوسرے کا احتساب نہیں کرے گے۔ سب کا مفاد ایک ہے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھ رہے ہیں۔ ملک میں لوگ بے روزگاری اور مہنگائی کی وجہ سے خودکشیاں کرے۔ خواتین اپنی عزتیں نیلام کرے یا مجبوری کے تحت عام آدمی چوری اور ڈاکے شروع کرے۔ کسی بھی حکمران کو اس کا کوئی پروا نہیں۔

عمران خان کے خلاف حکومتی پروپیگنڈا تو ناکام ہوگیا لیکن اب سوال یہ ہے کہ حکومت اب کیا کریں گی ؟جب عمران خان نے خود اپنے آپ کو پہلے احتساب کیلئے پیش کیا۔ ویسے عمران خان نے اسمبلی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ اگر میری حکومت آئی گی تو میں تم سب کا احتساب کروں گا اور سب کو جیل جانا پڑے گا۔ یہ تو وقت بتائے گا کہ عمران خان ملک کو لوٹنے والوں کے ساتھ کیا کریں گے لیکن مجھے نہیں لگتا کہ اگر حکومت حاضر سروس چیف جسٹس کی سرابرہی میں بھی کمیشن بنادے تو اس کا کوئی فائدہ ہوگا۔ ہمیشہ کی طرح یہ کمیشن بھی بے نتیجہ رہے گا اور اسی طرح معاملہ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ کسی بھی ملک میں جب تک

قانون سب کے لئے برابر نہیں ہوتا، ادارے مضبوط اور احتساب کا عمل شفاف نہیں ہوتا وہاں پر اسی طرح کا نظام ہوتا ہے جس طرح آج پاکستان میں ہے۔ ہمارا معاشرہ آج تباہی کی طرف گامزن ہے، عوام کا جمہوری نظام سے اعتماد اٹھ رہا ہے جبکہ ہمارے حکمرانوں کو پیسہ بنانے سے فرصت نہیں۔ حکومت عمران خان کی آفر کا کیا جواب دے گی اس کا انتظار پوری قوم کو ہیں۔

عوام کی ذمہ داری

اللہ تعالیٰ ہر قوم ، معاشرے اورانسان کو موقع دیتا ہے کہ وہ اپنی تقدیر اور قسمت بدلنے کیلئے فائدہ اٹھائے، کچھ قومیں اور معاشرے اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مواقعوں سے فائدہ اٹھالیتے ہیں جبکہ بعض لوگ صرف سوچ اورانتظار میں بیٹھ کروقت ضائع کر دیتے ہیں ۔ بعد میں یہ کہتے ہیں کہ ہماری قسمت خراب ہے یا اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا جب کہ اللہ نے موقع دیا ہوتا ہے لیکن ہم چاہتے ہیں کہ اللہ خوآ گر ہمارے لئے کام کرے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس قوم کی حالت نہیں بدلتا جس قوم کو خود اپنی حالت بدلنے کی تمنا یا کوشش نہ کرتی ہو۔کہتے ہیں کہ خود بدلتے ہیں نہیں ،قرآن کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستانی قوم کو وقتاً فوقتاً مواقع دیتا ہے کہ ہم اپنے حالت کو تبدیل کریں لیکن ہم ہر بار بحیثیت قوم موقع سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور بعد میں روتے ہیں اور اللہ سے گلہ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان کیوں اتنی پریشانیوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہیں۔ صرف مسجد اور مصلحے پر بیٹھ کراپنی حالت تبدیل کرنے کی کوشش اور دعا کرتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا ہوتا ہے جس کو ہم نے ضائع کیا ہوتا ہے۔

، ہمارے پاس الیکشن کے وقت بھی ایک موقع ہوتا ہے کہ ہم ایماندار

دیندار، سچے، مخلص اور پڑھے لکھے لوگوں کو منتخب کریں لیکن ہم حکومتوں، سیاست دانوں اور حکمرانوں سے بددل اور پریشان تو ہوتے ہیں ان کو بددعائیں بھی دیتے ہیں لیکن جب موقع ملتا ہے تو انہی لوگوں کو دوبارہ ووٹ دیتے ہیں۔ خاندان، نواب، چوہدری، میاں اور خان کی غلامی، تعلقات اور برادری سے نہیں نکل پاتے اور دوبارہ ان ہی کو منتخب کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالٰی تو فرماتا ہے کہ مومن ایک سوراخ سے بار بار نہیں ڈسا جاتا لیکن ہم کیسے مسلمان ہے کہ ہم ہر بار ایک سوراخ سے بار بار ڈسے جا رہے ہیں۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم خود ٹھیک نہیں ہیں، ہم خود ہی ظالموں اور بدکردار لوگوں کو چنتے ہیں اور بعد میں شکایت اللہ سے کرتے ہیں کہ ہماری قسمت خراب ہے کہ ہمیں ہسپتالوں میں ڈاکٹر اور صحیح علاج نہیں ملتا جبکہ مارکیٹ میں دوا صحیح نہیں ملتی پیسے دیکر بھی مسلمان ایک نمبر کے بجائے بیں نمبر دوائیاں اصل قیمت پر بیچتے ہیں۔ اسی طرح پولیس اور تھانے کا نام سن کر سب کچھ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اسکولوں کے نظام سے لے کر مارکیٹ میں سبزی خریدنے اور بیچنے تک کہیں پر بھی سسٹم ٹھیک نہیں۔ اسلامی ملک ہونے کے باوجود ہر وہ ناجائز کام کرتے ہیں جس کا تصور بھی مغربی معاشرے میں ممکن نہیں۔یہی وجہ ہے کہ آج مغرب کہاں پہنچ گیا ہے اور ہم ایک دوسرے کا خون اسلام کے نام پر بہا رہے ہیں۔ ہر فرقہ دوسرے کو کافر سمجھتا ہے۔ انصاف معاشرے سے ختم ہو چکا ہے لیکن ہم اس انتظار میں ہے کہ اللہ ایک دن آئے گا اور وہ ہمارے حالات تبدیل کر دے گا جس طرح میں

نے شروع میں لکھاکہ اللہ تعالی بار بار پاکستانی قوم کو اپنی تقدیر بدلنے کا موقع دیتا ہے لیکن ہم موقعے سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں آج بھی اللہ تعالی نے قوم کو اپنی قسمت بدلنے کا ایک اور موقع دیا ہے کہ ہم مغربی ممالک کی طرح باہر سڑکوں پر نکلیں اور حکمرانوں کے خلاف آواز بلند کریں۔ یہ ہمارے پاس اللہ تعالی کی طرف سے ایک اچھا موقع ہے کہ سیاست، مذہب، فرقے اپنی ذات پات سے نکل کر ملک میں حقیقی جمہوریت اور کرپٹ حکمرانوں، سیاست دانوں کے خلاف یکجا ہو کر تحریک چلائیں اور مطالبہ کریں کہ ملک سے باہر پیسہ لے جانے والے اور کرپشن کرنے والوں سے پیسے واپس لیے جائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک کرپٹ عناصر، حکمرانوں اور سیاست دانوں کو سزائیں نہیں ملتی قانون سب کے لئے برابر نہیں ہوتا اس وقت تک ملک میں انصاف کا نظام ہو یا، ہمارے دوسرے مسائل حل اور ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ ہمیں آج سڑکوں پر نکلنا ہوگا اپنی آواز بلند کرنی ہوگی اور اپنی حصے کا شمع جلانا ہوگا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ہم گھر میں بیٹھے رہیں اور یہ سوچتے رہے کہ عمران خان ملک کو تبدیل کرے گا وہ صرف ہمارے کرپٹ مافیاز کے خلاف آواز بلند کرتا رہے گا یا میں عمران خان کے پارٹی کا نہیں ہوں تو میں کیوں نکلوں۔ ہماری جماعت کی پالیسی جدا ہے یا ہم حکومت کا حصہ ہیں۔ ان سب سے ہٹ کر یہ سوچے کہ آج یورپی اور مغربی ممالک کے لوگ اپنے کرپٹ حکمرانوں کے خلاف آواز بلند کر رہے ہیں جس کی وجہ سے کئی سربراہوں نے استعفا بھی دیا۔ اسلئے مغربی اقوام ہم سے زیادہ ترقی یافتہ ہے

ہمیں موجود حکمرانوں اور ان سیاست دانوں کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے جن کا پیسہ باہر ممالک میں ہے جبکہ خود سیاست اور حکمرانی پاکستان پر کرتے ہیں۔آج میاں نواز شریف سمیت کئی سیاستدانوں کے نام پاناما لیک میں آچکے ہیں جن کے کھربوں روپے بیرونی ممالک پڑا ہے۔پاکستان میں لوگوں کو روزگار نہیں ،کارخانے ، فیکٹریاں بند ہے ، عام لوگ غربت اور مہنگائی کی وجہ سے خودکشیاں کر رہے ہیں لیکن ہمارے حکمران ملک سے پیسہ باہر منتقل کرتے ہیں وہاں کے بنکوں کو آباد کرتے ہیں۔اب یہ راز کی بات نہیں رہی کہ وزیر اعظم کا خاندان.برطانیہ میں.بزنس کرنے والے پہلے چند لوگوں میں شامل ہے۔ان کو برطانیہ اتنا پسند ہے تو پیسہ جائیدادیں تو پہلے وہاں لے گئے ہیں خود بھی وہاں مستقل طور پر شفٹ ہوجائیں اور اس ملک پر رحم کرے۔ ہمارے ان
سیاستدانوں کا ملک سے کوئی محبت نہیں ،یہ لوگ صرف ملک کو لوٹ رہے ہیں۔ہم پہلے مشرف اور زرداری کارونا روتے تھے آج معلوم ہوا کہ ان سب کا باپ تو میاں نواز شر یف ہے۔ان لوگوں نے ملک کے ادارے تباہ کیے ، ملک کا دیوالیہ نکال دیا جبکہ ان کے کھربوں روپے بیرونی ممالک پڑے ہیں۔ ان کے خلاف آج آواز بلند نہ ہوا تو پھر ہم روتے رہیں گے اور سسٹم سے شکایت کرتے رہیں گے۔ سسٹم کو ٹھیک کرنے کا آج بہتر ین موقع ہے۔ عوام کی ذمہ داری ہے ہماری نواجون نسل کی ذمہ داری ہے کہ آج ملک کو ٹھیک کرنے اور کرپٹ مافیار کے خلاف آواز بلند کرنے اور ان کے احتساب کرنے کیلئے سوشل میڈیا پر کمپین سمیت ہر جگہ اپنی

آواز پہنچائیں اور پھر سڑکوں پر نکلنے کی تیاری کریں۔ کسی نے تو آغاز کرنا ہے تاکہ ہمارے ملک میں بھی انصاف اور قانون کا نظام قائم ہو، جس کا آغاز آپ کر سکتے ہیں آپ بھی اپنے حصے کا دیا جلا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ موقع دیا ہے۔

پہلے کچھ وزرا کے اہم بیانات ،پاناما لیکس حکومت کے خلاف سازش ہے، پنجاب کے وزیر قانون رانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ پانامہ لیکس یا بدنام لیکس عمران خان کی سازش ہے جس میں وہ کامیاب نہیں ہوں گے۔ وفاقی وزیر ریلوے خواجہ سعد رفیق فرماتے ہیں کہ عمران خان وزیر اعظم بننا چاہتا ہے بچپن سے ان کی خواہش ہے کہ وہ وزیر اعظم بنے جبکہ عمران خان شفاف تحقیقات کیلئے کمیشن نہیں بنے دے رہے
ہیں۔عمران خان رکاوٹ ہے تاکہ پانامہ لیکس کی تحقیقات نہ ہو۔وفاقی وزیر اطلاعات پرویز رشید نے کہا ہے کہ اگر وزیر اعظم نواز شریف کے خلاف سازشیں نہ ہوتیں تو آج پاکستان ترقی کی منازل طے کر چکا ہوتا۔عمران خان کی پاناما لیکس میاں نواز شریف کے خلاف اس دفعہ بھی اپنی سازش میں ناکام ہوں گے ۔عمران خان شیشے کے گھر میں رہ کر پتھر نہ پھینکے، ہم بھی ان کے بچوں کے خلاف بات کریں گے جب عمران خان ہمارے بچوں کے خلاف بات کرے گا۔
یہ ہے وہ بیانات جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت اور وزیر اعظم میاں نواز شریف اور ان کا خاندان کتنی مشکل وقت سے گزر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ ایسی دولت سے بچائے جس کی وجہ سے عزت چلی جائے اور وہ دولت عزت کے بجائے بدنامی کا باعث

بنے۔ ہمارے ایک دوست سادہ آدمی ہے ہمیشہ سادھے سوال ہی کرتا ہے کہ میاں نواز شریف، آصف زرداری، چوہدری شجاعت وغیرہ کو معلوم نہیں ہے کہ ایک دن انہوں نے بھی سب کچھ چھوڑ کر خالی ہاتھ اس دنیا سے جانا ہے تو پھر اتنی حرص اور لالچ کی کیا ضرورت ہے کہ یہ لوگ ملک کو لوٹ کر کھربوں روپے بیرونی ملک جمع کرتے ہیں، ملک کے سربراہ اور اعلیٰ عہدوں پر رہنے کے باوجود ان لوگوں کی عزت نہیں ہوتی بلکہ اپنی دولت کی وجہ سے ہمیشہ یہ لوگ بدنام اوور بے عزتی ہی رہتے ہیں۔ ان لوگوں کو تو چاہیے کہ اپنی ساری دولت غریبوں میں تقسیم کرے، ان کو دنیا کی حقیقت کا زیادہ معلوم ہے۔ اب میں کیا بتاؤ کہ دنیا کا لالچ ہی ایسا ہے جس میں اسکے دل ودماغ پر صرف لالچ اور حرص بیٹھی ہوئی ہوتی ہے۔ کرپشن اور لوٹ مار کا پیسہ ایسا ہی ہوتا ہے وہ آپ کیلئے سکون نہیں بلکہ بے چینی لاتا ہے، وہ آپ خیرت بھی نہیں کرتے۔ آپ یہ سوچتے ہیں کہ میں ابھی ٹھیک ہوں میں نہیں مروں گا، میں اپنی آخری وقت میں دولت تقسیم کروں گا لیکن وہ آخری وقت اس طرح آتا ہے کہ ان کو معلوم ہی نہیں ہوتا یا ان کو فرصت ہی نہیں ہوتی کہ کچھ سوچے یا کچھ کریں۔ بعض اوقات اللہ تعالیٰ دولت اور شہرت دیتا ہے آپ کو بے عزت کرنے کیلئے جبکہ بعض لوگوں کو غربت دیتا ہے بے عزت ہونے کیلئے ہمارے ان حکمرانوں کے ساتھ بھی یہی ہورہا ہے کہ اللہ نے ان کو لوٹی ہوئی دولت کی وجہ سے بے عزت اور پریشان کر رکھا ہے۔ ان کی دولت ان کو موت سے نہیں بچا سکتی ہے اگر بچاتی تو بے نظیر بھٹو کو بچاتی جو اس

ملک کی دو دفعہ وزیر اعظم رہی ان کی موت ہمارے سامنے ہیں ۔ ان کی موت اسی ہسپتال میں ہوئی جہاں کبھی وہ اپنے کتے کا علاج بھی نہ کرتی لیکن اللہ کا قانون نرالہ ہے ۔ ہمارے دوسرے حکمرانوں پر ظاہر کردیا کہ آخرکار تم لوگوں نے مرنا ان ہسپتالوں میں ہیں جہاں آج تم لوگوں کے نوکر بھی علاج نہیں کرتے ۔ ہمارے حکمرانوں اور بڑے رہنماؤں کی اس سے زیادہ بے عزتی کیا ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ اپنا علاج بھی پاکستان میں نہیں کرتے اس کے کیلئے بھی امریکا ، برطانیہ اور دبئ جاتے ہیں۔ عالمی سطح پر بھی ان کا وژن ، سوچ اور قابلیت ظاہر ہوتی ہے کہ سالوں سال سے حکومت کرنے کے باوجود آج پرویز مشرف، آصف علی زرداری ، چوہدری نثار ، شہباز شریف اور وزیراعظم میاں نواز شریف علاج کیلئے ملک سے باہر ہے کیوں کہ انہوں نے کوئی ایک بھی ہسپتال ایسا نہیں بنایا جس میں ان لوگوں کا علاج ہوسکے لیکن انشاء اللہ موت ان لوگوں کی ان ہی گندہ ،غلاظت ،ڈاکٹروں کی کمی ، جدید آلات کی عدم فراہمی اور ایکسرے مشین خراب ہونے والے ہسپتالوں میں ہوگی جہاں آئے روز غریب لوگ ایمرجنسی میں ڈاکٹرز اور دیکھ بھال نہ ہونے کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں۔ نون لیگ کی حکومت تو بیرونی ممالک کا دیکھا دیکھی میٹرو بس اور میٹرو ٹرین شروع کرنے کیلئے پانچ سو ارب خرچ کررہی ہے لیکن سرکاری ہسپتالوں کو ٹھیک کرنے کیلئے پانچ ارب خرچ کرنے پر تیار نہیں ۔ حکومت لاہور میں ڈھائی سو ارب روپے میٹرو ٹرین پر خرچ تو کر رہی ہے لیکن خواجہ سعد رفیق کی وزرات ریلوے کو ڈھائی ارب

روپے اضافی دینے کو تیار نہیں جس سے پاکستان ریلوے کے تمام ڈبوں کی تزئین و آرائش کی جائے اور عام مسافروں کو سہولت ملے لیکن وہاں ان کی کرپشن کم ہوگی اور ان کا نام بھی نہیں بنے گا۔ ملک میں بین الاقوامی معیار کا ایک ہی ہسپتال ہے جس میں 70 فیصد غریب عوام کا فری علاج ہوتا ہے اس پر حکومتی وزرا نے جھوٹا الزام لگایا کہ شوکت خانم کے ڈھائی تین کروڑ روپے بیرونی ملک پڑے ہیں جس ہسپتال کا بجٹ آپ کے پورے ہسپتالوں کے بجٹ سے زیادہ ہے یعنی 7 ارب روپے وہاں یہ الزام لگایا کہ تین کروڑ بیرونی ملک پڑے ہیں جس پر عمران خان نے جواب دیا کہ وہ گزشتہ سال ہی آ چکے ہیں ۔ ان کے سرکاری ہسپتال کیسے ہیں اس پر کئی دفعہ لکھ چکا ہوں زندگی رہی تو آئندہ بھی لکھوں گا۔ بحر کیف جس طرح عالمی سطح پر پاناما لیکس میں حکمران طبقے کی بدنامی ہوئی اس طرح آج حکومتی وزرا کے بیانات نے بھی واضح کر دیا ہے کہ ان کو کتنی پریشانی ہے اور یہ لوگ تذبذب کا شکار ہے۔ ویسے نون لیگ کی سیاست میں جھوٹ جھوٹ ہی نہیں ہوتا جو جتنا زیادہ جھوٹ بولتا ہے وہ اتنا ہی زیادہ سمجھدار کہلاتا ہے، جھوٹ بولے لیکن الحمد للہ کے ساتھ نہیں، پاناما لیکس پاکستان کا مسئلہ تو ہے ہی لیکن اصل میں یہ عالمی مسئلہ ہے جس میں مزید تحقیقات بھی سامنے آئے گی جس سے مزید پریشانیاں پیدا ہوگی۔

آج نہیں تو کل

پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے، دہشت گردی یا کرپشن؟ یہ وہ سوال ہے جس پر بحث ہر روز کی جاتی ہے۔ پہلے میرا بھی اخیال تھا کہ ملک کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی کا ہے جب تک اس پر قابو نہیں پایا جاتا اس وقت تک حالات ٹھیک نہیں ہو سکتے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور حالات کا بغور مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ دہشت گردی سے بڑا مسئلہ ہمارے ملک میں بدعنوانی اور اداروں کی تباہی کا ہے، عام آدمی کا اعتبار ختم ہو رہا ہے، سیاست میں مفاد پرستی کا نام رہ گیا ہے، خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤ تو بہتر سیاست ہے ورنہ اصول، دیانت اور ایمانداری سے نہ اپنا کام ہوتا ہے اور نہ ہی کسی اور کا بیڑا پار ہو سکتا ہے۔ عوام کا سیاسی اور جمہوری نظام سے ناطہ صرف مفاد تک رہ گیا ہے جس کا اندازہ ہم انتخابات کے دن یا کسی جگہ ضمنی الیکشن کے روز دیکھ سکتے ہیں کہ ووٹ ڈالنے کا شرح انتہائی کم رہ گئی ہے۔ بلدیاتی انتخابات جس میں محلے اور گھر گھر میں سیاسی مقابلہ تھا اس میں بھی عوام کی دلچسپی نہ ہونے کے برابر تھی جس سے محسوس ہو رہا ہے کہ عوام کا نظام سے اعتبار اٹھتا جا رہا ہے جس کا احساس ہمارے سیاسی اکابرین کو بالکل نہیں ہے، دوسرا سچ یہ ہے کہ سیاست کرنا عام آدمی کا کام نہیں ہے بلکہ اس کے لئے آپ کے پاس کروڑوں روپے ہونے

چاہیے تب جاکر آپ سیاست کر سکتے ہیں جو پڑھے لکھے اور ایماندار آدمی کی بس کی بات نہیں،جب کروڑوں لگتے ہیں تو بعد میں کروڑوں بنائے بھی جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ اب سیاسی جماعتوں میں فنانسر آگئے ہیں جن کے اپنے اپنے مفادات ہوتے ہیں۔ مفاد کے بنیاد پر سیاسی جماعتوں کو سپورٹ کیا جاتا ہے جو بعد میں سود سمیت حصول کیا جاتا ہے۔پورے نظام کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں غریب کے لئے کوئی گنجائش نہیں ۔غریب پہلے بھی خوار تھا اور آج بھی خوار ہے۔آئے روز اخبارات میں خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے غریب اور بے روزگار لوگ اپنی غربت اور تنگ دستی کی وجہ سے ذہنی مریض بن چکے ہیں جو آخر میں اپنے بچوں اور بیوی کو قتل کرکے خود بھی خود کشی کرلیتا ہے یوں غریب کی زندگی کی شمع بجھ جاتا ہے لیکن اس کی پروا ہمارے حکمرانوں اور سیاست دانوں کو بالکل نہیں ہے لیکن آج نہیں تو کل اس کا حساب دینا ہوگا۔ دنیا میں نہیں تو قیامت کے دن ان کے ہاتھوں اور ہمارے حکمرانوں کے گریبان ہوں گے۔

پاناما لیکس میں کھربوں کی رقم آف شور کمپنیوں میں ہونے اور اس کی تصدیق وزیر اعظم کے بیٹوں کے کرنے کے بعد کئی سوال اٹھ گئے ہیں کہ ایک طرف وہ لوگ ہے جو اپنے پیٹ پالنے کے لئے سو دوسو روپے کی چوری کرتے ہیں جب کہ دوسری طرف وہ لوگ ہے جن کے کھربوں بیرونی ممالک پڑے ہیں ان سے کوئی پوچھ کچھ نہیں

۔ سسٹم کی بے رونقی دیکھیں کہ ماڈل گرل آیان علی تو رنگے ہاتھوں پکڑنے کے باوجود آج عیاشی سے زندگی بسر کر رہی ہے اور چند دن میں دبئی یا لندن چلی جائے گی لیکن دوسری طرف وہ غریب انسپکٹر ہے جنھوں نے اس کو رنگے ہاتھوں پکڑا اس کو گولی مار دی گئی اور ان کے بچوں کو یتیم کر دیا گیا دوسری طرف ماڈل گرل کی رقم ضبط کرنے والے کسٹم حکام کے جج نے جب سزا سنائی تو ان کو گلگت بلتستان ٹرانسفر کیا گیا۔ یہ ہے وہ نظام جس کے بدولت کوئی ڈاکو، چور یا خود کش حملہ آور اور دہشت گرد بن جاتا ہے تو کوئی چھوٹو ڈکیت اور گینگ بنا دیتا ہے جب انصاف کا نظام امیر کیلئے الگ اور اور غریب کیلئے الگ ہو تو پھر معاشرے میں افراتفری اور زوال شروع ہونا فطری امر ہے۔ پاناما لیکس میں کھربوں روپے کی رقم اف شور کمپنیوں میں ہونے کی وجہ سے وزیراعظم اور ان کا خاندان پریشانی سے دوچار تو ہے لیکن محسوس یہ ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مہلت بھی شریف خاندان کیلئے ختم ہونے والی ہے۔ ہر عروج کو زوال ہے، وزیراعظم میاں نواز شریف کے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے بہت موقعے دیے کہ وہ اپنی غلطیوں سے سیکھیں اور اس ملک کے عوام پر رحم کرے لیکن تاحال انہوں نے اپنی پالیسی تبدیل نہیں کی اور نہ ہی وہ اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں پر شرمندہ ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کا زوال شروع ہو چکا ہے آج نہیں تو کل انہوں نے اس قوم کو جواب دینا ہے کہ ان کے پاس کھربوں روپے کہاں سے

آئے اور انہوں نے کیسے یہ رقم بیرونی ملک منتقل کیے ۔ اللہ کے ہاں دیر ہے لیکن اندھیر نہیں ، شریف خاندان کا سورج غروب ہونے والا ہے۔ تیس سال حکومت کرنے کے باوجود نہ ہسپتالوں کا نظام ٹھیک کرکے اور نہ ہی پولیس کو سیاست سے پاک ،ایک ادارے کے طور پر بنا سکیں۔ جو پولیس اہلکار سڑک پر کھڑا ہو کر لوگوں سے لفٹ مانگیں ان کا مورال کیا ہوگا وہ کیا لوگوں کو انصاف یا سہولت دے سکیں گا جس کو خود بیٹھنے کیلیے تھانے میں کرسی نہ ہو جس ملک کا سربراہ اور اس کا خاندان کا پیسہ بیرونی ملک ہو جس ملک میں وہ خود سرمایہ کاری نہ کرتا ہو وہاں دوسرے ملک کے لوگ کیوں سرمایہ کاری کرے یہی وجہ ہے کہ آج ملک میں بیرونی سرمایہ کاری کی شرح 70 فی صد کم ہو گئی ہے جو تاریخ میں پہلی بار ہوا جس میں ہمارا دوست ملک چین سرفہرست ہے کہ انہوں نے پاکستان میں سرمایہ کاری کم کردی ہے۔ شریف فیملی کو پاناما لیکس ہو یا کوئی اور لیک ان کو اپنے اثاثے اور بیرونی ممالک میں رقم کی منتقلی اور جائیداد کی پوری تفصیلات قوم کو بتانے پڑیں گے آج نہیں تو کل ان کو حساب دینا پڑے گا۔

وزیر اعظم کا خطاب اور جنرل راحیل کا ایکشن

گزشتہ روز جب میاں نواز شریف نے قوم سے خطاب کیا تو امید تھی کہ شاید وہ کوئی ایسا اعلان کر دے جو ہمارے ملک میں نئی روایت ڈالے لیکن وزیر اعظم کا خطاب میں ایک بات کے علاوہ کوئی خاص یا نئی بات نہ تھی۔ وزیر اعظم میاں نواز شریف جو کہ کچھ دن پہلے علاج کے لئے لندن گئے تھے وہاں سے صحت یابی کی رپورٹ ملنے کے بعد واپس آئے تو ملک کے سیاسی درجہ حرارت کو دیکھ کر چیف جسٹس کے سربراہی میں جو ڈیشل کمیشن قائم کرنے پر رضامند ہو گئے لیکن ساتھ میں جو ٹرمز اف ریفرنس دیے اس سے لگ یہ رہا ہے کہ حکومت پاناما لیکس پر تحقیقات کے لئے سنجیدہ نہیں۔ چیف جسٹس کو اپنے خط میں غیر قانونی طور پر پیسوں کی منتقلی، دوسروں ملک کے بنکوں میں
پاکستانیوں کی رقم اور جائیدادوں کے علاوہ پاناما لیکس کی تحقیقات شامل تھی لیکن خط میں بیرونی ممالک سے ایکسپرٹ کی معاونت شامل نہیں۔ ٹی او آرز سے لگ یہ رہا ہے کہ کمیشن دس سال میں بھی یہ تحقیقات نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ میں پہلے اپنے کالموں میں لکھ چکا ہوں کہ کمیشنوں سے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ یہ صرف ٹائم پاس ہے۔ وزیر اعظم کے بیٹوں نے تو پہلے سے تسلیم کیا ہے کہ ان کے آف شور کمپنیز ہے جو ٹیکس بچنے کیلئے انہوں نے بنائے ہیں۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ ان کے پاس

کھربوں روپے کہاں سے آئے اور یہ کھربوں روپے بیرونی ملک کیسے منتقل ہوئے جبکہ ان کھربوں پر ٹیکس کتنا ادا کیا گیا ہے اور آیا کھربوں کی منتقلی قانون کے مطابق ہوئی ہے۔ تحقیقات صرف ان پوائنٹ کی ہونی چاہیے۔ باقی وزیر اعظم نے اپنے تقریر میں جو سوالات اٹھائے ہیں اس کا جواب کوئی دوسرا نہیں میاں صاحب کو خود دینا ہے۔ یہ سوالات تو ہمارے ہیں کہ عرصہ دراز سے حکومت اور بزنس کرتے ہیں، اب تک کتنا ٹیکس دیا، سالانہ گوشوارے قوم کے سامنے پیش ہونے چاہیے۔ بقول آپ کے جیسا جنرل پرویز مشرف نے آپ کو ہتھکڑی پہنائی تھی اس کو سزا دینے کے بجائے آپ نے بیرونی ملک جانے کی اجازت کیوں دی ؟عمران خان نے بقول آپ کے اگر کوئی کرپشن کی ہے تو ان کو سزا اور بے نقاب آپ نے کرنا ہے جس زرداری کو آپ نے لاہور اور کراچی کے سڑکوں پر گھسیٹنے اور لٹکانے کا وعدہ کیا تھا ان سے تو آج آپ مشاورت اور ایک دوسرے کو تحفظ دینے کے وعدے ہو رہے ہیں جس فوج پر آپ غصہ نکلا رہے ہیں انہوں نے تو ثابت کر دیا کہ رٹائرڈ جنرل ہو یا حاضر سروس سب کو سزا ملے گی، انہوں نے سزا کا عمل اپنے گھر سے شروع کیا۔ آپ یہ عمل کب شروع کریں گے ۔وزیر اعظم صاحب جب تک سیاسی قائدین اور حکمران خود قانون کے سامنے جواب دے نہ ہو، کرپشن سے پاک اور اصولوں کے پاسدار نہ ہو وہاں آپ کسی اور کو سزا نہیں دے سکتے ۔ قوم آپ پر اعتبار کیوں کرے جب آپ کا کاروبار اور کھربوں روپے بیرونی ملک پڑے ہیں ۔ آپ کا خاندان بیرونی ملک ہے آپ عیدیں ان کے ساتھ کرتے ہیں جب کہ آرمی

چیف جنرل راحیل شریف باڈرز پر پاک فوج کے جوانوں اور متاثرین فاٹا کے ساتھ ہوتے ہیں ۔

وزیر اعظم صاحب آپ صرف باتیں کرتے ہیں کہ ہمارا احتساب ہوتا ہے اور ہم ہر وقت احتساب کیلئے تیار ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ جس پیپلز پارٹی اور مشرف حکومت کو آپ کے ساتھ ہم کرپٹ کہتے تھے ان کا آپ نے کیا احتساب کیا ؟جس زرداری کے سرے محل کو آپ نیلام کرنے والے تھے وہ تو دور کی بات آپ کے سرے محلوں اور اسحاق ڈار کے محلوں کا حساب کون دے گا؟ جنرل راحیل کے ایکشن نے توثابت کر دیا کہ فوج میں کرپٹ آفسر کوئی مقدس گائے نہیں ،تاریخ میں پہلی بار 11آفیسرز کو سزا دے کر ایک تاریخ رقم کردی ہے آپ کب عمران خان ، آصف علی زرداری،یوسف رضا گیلانی اور پرویز اشرف راجہ کو سزا دینگے جب کہ اربوں روپے بنانے والے پرویز مشرف کو سزا دینے کے بجائے ملک سے باہر جانے دیا جس کا سوال قوم آپ سے کر رہی ہے۔ میاں صاحب اگر آپ بے بس اور لاچار ہے تو کیوں وزرات عظمیٰ کے منصب پر بیٹھے ہیں۔ قوم کو حقائق سے آگاہ کرے اور استعفا دے لیکن نہیں آپ نے حکمرانی اور صرف سیاست کرنی ہے۔ بے چاری عوام جیئے یا مرے آپ کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اداروں میں اتنی رقم نہیں جیسا سے ملازمین کو تنخواہ دی جائے ۔ اسلام آباد کے سب سے بڑے ہسپتال میں ایک طرف مریضوں کو بیڈ نہیں ملتے تو دوسری طرف ملازمین کو دس مہینوں سے تنخواہیں نہیں مل رہی

ہے۔ باقی ملک کے حال پر کیا تبصرہ کیا جائے۔ وزیر اعظم صاحب جس طرح بے نظیر بھٹو کے کفن میں جیب نہیں تھے، سرے محل ہو یا دوسرے محلات اور ہیروں کے ہار سب کچھ ان کا یہاں پر رہ گیا اسی طرح آپ کا اور ہمارا ابھی سب کچھ یہاں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بار بار موقع دیا ہے کہ آپ اس ملک و قوم کیلئے کچھ کرے لیکن ابھی تک آپ صرف رویاتی سیاست اور حکمرانی کر رہے ہیں عملی طور پر آپ ناکام ہو گئے ہیں، افسوس کا مقام ہے کہ آج عملی طور پر اور ایکشن کیلئے قوم جنرل راحیل شریف کی طرف قوم دیکھ رہی ہے کہ وہ لوٹی ہوئی رقم یا کرپشن کا پیسہ سیاست دانوں سمیت کرپٹ مافیاز سے نکلیں گے حالانکہ یہ ان کا نہیں آپ کا کام تھا کہ ملک میں حقیقی جمہوریت کو فروغ دیتے اور بلا تفریق سب کا احتساب شروع کرتے، کم از کم آپنا سارا پیسہ جو بیرونی ملک پڑا ہے واپس آپنے ملک میں لے آتے لیکن افسوس کہ آپ رویاتی سیاست اور حکمرانی سے نہیں نکلے۔ آپ صرف تقریریں اور خطابات کرتے رہیں گے جب کہ جنرل راحیل شریف ایکشن لیتے رہیں گے۔

کیا حکومت جانے والی ہے؟

ہمارے ملک کی بد قسمتی یہ رہی ہے کہ جو بھی حکومت آئے وہ پچھلی حکومت سے زیادہ کرپٹ، نا اہل، ظلم و بربریت اور نا انصافی کا مظاہر کرتی ہے، ملک میں جمہوری نظام ہونے کے باوجود حقیقی معنوں میں جمہوریت سے زیادہ آمریت کا نفاذ ہوتا ہے، ویسے آمریت کے زمانے میں جمہوریت اور اسمبلی کی اہمیت کی بات تو کی جاتی ہے لیکن جب جمہوری نظام اور الیکشن ہونے لگتے ہیں تو اس سے لے کر حکومت بننے تک سارا کا سارا نظام آمریت کی یاد تازہ نہیں کرتی بلکہ عمل کرتی ہوئی نظر آتی ہے جس کی تازہ اور آج کی مثال ہمارے سامنے ملک میں میاں نواز شریف کی حکومت کی ہے جس میں پارلیمان بے معنی ہو کر رہ گیا ہے تمام فیصلے وزیر اعظم کی کابینہ بھی نہیں بلکہ وزیر اعظم اور ان کے چند قریبی رفقاء کرتے ہیں۔ جمہوریت پر مر مٹنے والے وزیر اعظم اور ان کے وزراء اسمبلی میں جانا اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ وزیر اعظم تو پورے تین سال میں عوامی مسائل یا عوامی نمائندوں کو جواب دینے کیلئے تین دفعہ بھی پارلیمنٹ میں نہیں گئے ہیں۔ ملک میں ترقی یافتہ کام کرنے ہو یا کوئی بڑا منصوبہ شروع کرنا ہو وہ اسمبلی میں ڈسکس ہی نہیں ہوتا بلکہ جن منصوبوں پر اپوزیشن کو اعتراض ہو ان کے سوالوں کو بھی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔ وزیر اعظم اسمبلی میں اس وقت آتے ہیں جب ان کو کوئی مصیبت یا حکومت

کو مشکل پڑ جائے ویسے وہ جس نظام اور عوام کی بات کرتے ہیں وہاں جانا وزیر اعظم وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ عام لوگ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں مشرف کو یاد کرتی تھی جب کہ اب پیپلز پارٹی کو یاد کیا جارہا ہے کہ زرداری حکومت تو اس سے کئی گنا اچھی تھی ان کے وزراء اور وزیر اعظم کم از کم پارلیمنٹ کے اجلاس میں شریک ہوتے تھے اور اس وقت کی اپوزیشن کو جواب دہ بھی تھی لیکن آج صورت حال مختلف ہے۔ حکومت کسی کو جوابدے نہیں بلکہ اگر اپوزیشن سوال کرے تو حکومت اس پر اپوزیشن سے زیادہ ہنگامہ کرتی ہے۔ سوالوں کے جواب تو نہیں ملتے لیکن الزام برائے الزام ضرور آجاتے ہیں ۔ وزیر اعظم سمیت پوری نون لیگ قیادت آج بھی اپوزیشن اور عوام کو جاب دینے کے بجائے سوال کرتی ہے۔ گزشتہ روز وزیر اعظم کا کہنا تھا کہ کچھ لوگ حکومت پر ناجائز تنقید کرکے ہمیں ترقی کے سفر سے ہٹانا چاہتے ہیں لیکن رکاوٹیں ڈالنے والے عناصر مذموم عزائم میں کامیاب نہیں ہوں گے، ہمارا اصل مقصد عوام کی خدمت ہے، جس کے لئے ہم کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے، پاکستان جلد اندھیروں سے نکل کر ترقی یافتہ ممالک میں شامل ہو جائے گا اور پاک چین اقتصادی راہداری منصوبہ ملک میں معاشی انقلاب کا زینہ بنے گا۔ وزیر اعظم کے اس بیان کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ حکومت تذبذب کا شکار ہے ۔ حالات درست سمت کی جانب نہیں جارہے ہیں تین سال گذارنے کے باوجود لوڈشیڈنگ میں کوئی کمی واقعی نہیں ہوئی ہے۔ حکومت اعلانات کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ جس ضلع سے میرا تعلق ہے یعنی نوشہرہ وہ وزیر خیبر

پختونخوا کا ضلع بھی ہے اس میں لوڈشیڈنگ 18 گھنٹے ہوتی ہے جو پیپلز پارٹی دور میں 12 گھنٹے اور مشرف دور میں 8 گھنٹے ہوا کرتی تھی اس طرح میں چونکہ اسلام آباد میں رہتا ہوں یہاں پر زرداری حکومت میں چار گھنٹے لوڈشیڈنگ ہوتی تھی جب کہ مشرف دور میں اس سے بھی کم اور آج اللہ کے فضل وکرم سے جب سے نون لیگ کی حکومت آئی ہے اس میں دو گھنٹے کا اضافہ ہوا ہے یعنی اب 24 گھنٹے میں 6 گھنٹے بجلی غائب ہوتی ہے ہر تین گھنٹے بعد ایک گھنٹے کیلئے بجلی کا لوڈشیڈنگ ہے۔ یہ اسلام آباد اور وزیر اعلیٰ خیبر پختونخوا کے ضلعے کا حال ہے شاید پنجاب ، سندھ ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا کے دوسرے اضلاع میں کم لوڈشیڈنگ ہوتی ہو اس کا فیصلہ عوام خود کرے۔ میرے معلومات کے مطابق پورے ملک کا یہی حال ہے۔ اسی طرح صحت اور ہسپتالوں کا حال ماضی سے ابتر ہوچکا ہے ، حکومت کی ترجیحات میں ہی نہیں کہ ہسپتالوں کو بہتر کیا جائے آج کل میرا تجربہ اسلام آباد کے سب سے بڑے ہسپتال پمز میں ہو رہا ہے جہاں وارڈز میں کیا ایمرجنسی میں بھی آپ کو بیڈ نہیں ملتا مریضوں کو قریب سے دیکھ کر اور ہسپتال کے نظام، ڈاکٹرز کی کمی اور ان کا احتجاج اور دس ماہ سے تنخواہ کی عدم ادائیگی سمیت کئی مسائل ہے جس کو دیگر خیبر پختونخوا کے ہسپتال بہت اچھے لگنے لگے ہیں جس پر انشاء اللہ آئندہ تفصیل سے کالم لکھوں گا لیکن عوام کے مسائل میں ہر جگہ دوگنا اضافہ ہوا ہے ، جو حکومت عوام کے لئے کام کررہی ہو اور عوام اس سے خوش ہو اس کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوتی لیکن جس حکومت کی

بنیاد الیکشن میں دھاندلی پر ہوئی ہو عوام کے مسائل سے ان کا واسطہ نہ ہو وہ خود اپنے سائے سے بھی ڈرتی ہے۔ پاناماکے ایشو پر حکومت سکتے میں آئی ہوئی ہے، وزیر اعظم سمیت حکومت کو سمجھ نہیں آ رہی ہے کہ اس ایشو سے کیسے نکلا جائے۔ حکومت کے خلا ف اپوزیشن کے احتجاج نے وزیر اعظم کو بھی مجبور کیا کہ وہ عوام کے پاس جائے اور تر قیاتی منصوبوں کا اعلانات کرے۔ وزیر اعظم صاحب سے ہماری صرف ایک درخواست ہے کہ اب عوام کے لئے کچھ بھی نہ کرے صرف اور صرف ملک کے ہسپتالوں کا بجٹ دوگنا کرے۔ ڈاکٹرز اور دوسرے عملے کو بڑھائیں اور علاج تمام سرکاری ہسپتالوں میں فری کرے۔ پوری قوم آپ کے پشت پر کھڑی ہوگی اب کو اپوزیشن یا کسی اور سے ڈرنے کی ضرورت نہیں رہ گی۔ وزیر اعظم صاحب آپ اور آپ کی طرح چند اور لوگ تو بیرونی ملک اپنے زکام اور کھانسی کا علاج کرتے ہیں جب کہ جن کے پاس توڑا بہت پیسہ ہے وہ پرائیویٹ علاج کرتا ہے۔ سرکاری ہسپتالوں میں صرف غریب لوگ ہی آتے ہیں جو لوگ سرکاری ہسپتالوں میں آتے ہیں ان سب کا علاج فری ہونا چاہیے لیکن مجھے معلوم ہے کہ نون لیگ کی حکومت اس طرح کی کام نہیں کرے گی جس سے عام آدمی کو فائدہ ہو۔ وزیر اعظم صاحب حکومت میں لوگ سوال نہیں پوچھتے بلکہ سوالوں کے جواب دیتے ہیں اور ظلموں کے خلاف ایکشن لیتے ہیں جو آپ کی بس کی بات نہیں لگتی آپ کے فیصلوں اور بیانات سے محسوس ہو رہا ہے کہ حکومت جانے والی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ آپ اپنی دو سال بھی پورے کرے تاکہ ہمیشہ کیلئے عوام کو نون لیگ کی حقیقت

معلوم ہو جائے۔

سیاستدانوں سے جمہوریت کو خطرہ

شاید ہمارے بعض قارئین کو معلوم نہ ہو کہ دنیا میں پارلیمانی جمہوریت کا پہلا علمبردار ملک برطانیہ کا کوئی آئین لکھا ہوا نہیں ہے وہاں تمام فیصلے آئین و قانون کی کتابوں کو دیکھ کر نہیں کیے جاتے بلکہ اپنے ماضی کی روایت کو دیکھ کر کیے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہاں آئین و قانون مضبوط اور قابل عمل ہے۔ وہاں کبھی بھی جمہوریت کو خطرہ پیش نہیں آیا اور نہ ہی کبھی فوج کے چند جرنلوں نے منتخب حکومت کا تختہ الٹ دیا ہے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ وہاں فوجی حکومت یا فوج کا سول حکومت کے خلاف سازش یا دونوں کے درمیان تعلقات کی خرابی جیسے باتیں تصور میں بھی نہیں کی جاتی۔

برطانیہ سمیت تمام ترقی یافتہ ممالک میں فوج ایک مضبوط اور خود مختار ادارے کے طور پر کام کرتی ہے۔ جمہوری حکومتوں کو کبھی بھی فوجی اداروں یا جرنلز سے خطرہ محسوس نہیں ہوتا لیکن ہمارے ہاں الٹا گنگا بہتا ہے۔ یہاں وقتاً فوقتاً فوجی جرنل جمہوریت کی بساط لپیٹ دیتے ہیں۔ جمہوری حکومت اور فوج کے درمیان تعلقات خراب ہوتے ہیں، کرپشن، حکومتی پالیسیوں، اداروں کی تباہی اور عوام دشمن فیصلوں کی وجہ سے جمہوری حکومت عوام کی نظر میں ناکام ہوتی ہے جس کا فائدہ فوجی جرنل اٹھا کر اقتدار پر قابض ہوجاتے ہیں۔ ملک میں تین ماہ

کے اندر اندر نئے انتخابات کا اعلان کرکے اٹھ نو سال بعد زبردستی ان کو کرسی سے اتار دیا جاتا ہے۔ پھر نئے انتخابات ہوتے ہیں۔ جمہوری حکومت قائم ہوتی ہے، سول اور ملٹری تعلقات اور فیصلوں میں یکسوئی نظر آتی ہے لیکن کچھ وقت گزرنے کے ساتھ پھر وہی ڈرامہ شروع ہوتا ہے۔ جمہوری حکومت شکایت کرنے لگتی ہے کہ ہمیں کام کرنے نہیں دیا جاتا، ہمارے خلاف سازشیں ہورہی ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب کیوں ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں اس طرح کی افواہیں جنم لیتی ہے کہ حکومت جانے والی ہے یا حکومت اور فوج ایک پیج پر نہیں ہے۔ اس کی بنیادی وجہ ہمارے اپنے سیاست دان ہی ہے۔ سیاست دان جمہوریت کا نعرہ تو لگاتے ہیں لیکن عملی طور پر جب اقتدار ان کے قبضے میں آجاتا ہے تو یہ جمہوری پسند لیڈر اقتدار کے ہوس میں جمہوری روایات، آئین و قانون کی پاسداری بھول جاتے ہیں بلکہ اگر یہ کہہ جائے تو غلط نہ ہوگا کہ جمہوریت کے نام پر نئی ڈکٹیٹر شپ قائم ہوجاتی ہے۔ برطانیہ میں وزیر اعظم سمیت پوری حکومت اپوزیشن اور قوم کو جوابدے ہوتی ہے۔ تمام فیصلے پارلیمنٹ میں کیے جاتے ہیں۔ وزیر اعظم سمیت پوری کابینہ پارلیمنٹ میں نہ صرف حاضر ہوتی ہے بلکہ ہر سوال کا جواب بھی دیتی ہے۔ جو قانون یا اصول بنائے جاتے ہیں اس کو کاغذوں میں نہیں بلکہ عملی طور پر نظر آتا ہے۔ اپنی روایات اور عمل سے اخلاقی طور پر وہ لوگ نظام چلاتے ہیں۔ ہماری بدقسمتی دیکھیں کہ آئین و قانون پر عمل کرنا صرف غریب اور بے بس آدمی کیلئے ہوتا ہے۔ آئین و قانون صرف کاغذوں میں موجود ہوتا ہے

حکمرانوں اس پر عمل سے مبرا ہوتے ہیں جس پارلیمنٹ میں آنے کے لئے یہ لوگ الیکشن میں ہر قسم کی دھاندلی اور کروڑوں روپے لگاتے ہیں وہاں آنا اور اپنے فیصلوں پر قوم اور اپوزیشن کو اعتماد میں لینا، مسائل اور میگا پروجیکٹ پر ڈسکشن کرنا، حکومت اور وزیر اعظم اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ایسے حالات میں جمہوریت کا مطلب، فائدہ یا اہمیت سے عوام ناواقف ہوتے ہیں۔ ہم ماضی کو چھوڑ کر اگر موجود حکومت کی بات کرے تو محسوس اور عملی طور پر لگتا یہی ہے کہ نون لیگ حکومت نے ماضی سے کچھ نہیں سیکھا۔ آج پہلے سے زیادہ عوام کو جمہوریت کے نام پر دھوکہ دیا جارہا ہے۔ ملک میں جمہوریت کے نام پر آمریت قائم ہے۔ 2013 کے الیکشن میں منتخب ہونی والی مسلم لیگ نون کی حکومت سے توقع تھی کہ یہ لوگ ماضی سے سبق سیکھ کر اپوزیشن کو اعتماد میں لے کر نئی سیاسی روایات قائم کریں گے اور تمام فیصلے پارلیمنٹ میں ڈسکس کریں گے۔ اپنی کرپشن اور ون مین شو کو ختم کرکے اپوزیشن کو ساتھ ملا کر جمہوری نظام کو بہتر بنانے کیلئے فیصلے کیے جائیں گے۔ اداروں کو مضبوط اور خود مختار بنایا جایا گا۔ ملک میں حقیقی جمہوریت لانے کیلئے قانون پر عمل درآمد کو یقینی بنایا جائے گا۔ حکومت اپوزیشن سمیت عوام کو ہر فورم پر جوابدے رہے گی لیکن بدقسمتی سے جو روایات پیپلز پارٹی کی حکومت نے چھوڑے تھے وہ بھی مسلم لیگ نون کی حکومت نے ختم کرائی۔ آج کی حقیقت یا سچ یہ ہے کہ تمام فیصلے ون مین شو ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ کی اہمیت ختم ہوچکی ہے۔ وزیر اعظم میاں

نواز شریف پارلیمنٹ میں جانا وقت کا ضیاع سمجھتے ہیں۔ وہی پرانی سوچ کے ساتھ حکومت کی جارہی ہے۔ اپوزیشن کو سائٹ لائن رکھا گیا ہے۔ اداروں کی مضبوطی اور سسٹم کو بہتر بنانے کی مسلم لیگ نون نے آج تک کوئی کام نہیں کیا ہے یا یہ لوگ اداروں کو مضبوط بنانے کیلئے کتنے مخلص ہے، اس کا انداز ہم صرف یہ دیکھ کر لگا سکتے ہیں کہ جب عمران خان نے 2013 میں پارلیمنٹ سے اپنا پہلا خطاب کیا جس میں انہوں نے جمہوریت کو مضبوط بنانے کیلئے بہت سے تجاویز سمیت حکومت سے الیکشن میں دھاندلی کرانے والوں کو بے نقاب کرنے اور اداروں کو مضبوط بنانے کے لئے صرف چار حلقوں میں تحقیقات کا مطالبہ کیا تو اس پر حکومت نے رضامندی ظاہر کرنے اور عمران خان کی تقریر کو ایک پارٹی لیڈر نہیں بلکہ ایک محب وطن اور ہمدرد پاکستانی تسلیم کیا لیکن ایک سال گزرنے کے بعد ان کے تجاویز پر عمل نہ ہوا اور نہ ہی حکومت نے اپنے وعدوں پر عمل کیا جس کے بعد انہوں نے دھرنا دیا باقی تاریخ قوم کے سامنے ہیں کہ اب ان چاروں حلقوں میں دھاندلی ثابت ہوئی لیکن کسی ملزم کو سزا نہ ہوئی۔ کہنا کا مقصد یہ ہے کہ اپوزیشن کو ساتھ ملا کر فوج سمیت تمام اداروں کو مضبوط بنایا جا سکتا تھا لیکن آج حکومت کو تین سال گزرنے کے باوجود الیکشن کمیشن سمیت کوئی بھی ادارہ آزاد یا خود مختار نہیں بنایا جاسکا۔ اپنی لوٹ کھسوٹ، غریب کش پالیسیوں اور نااہلی کی وجہ سے حکومت کو خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ ہمیں کام کرنے نہیں دیا جارہا ہے یا فوج ایک دفعہ پھر حکومت کا تختہ الٹ کر قابض ہو

جائے گی جس کا خطرہ حکمران بہت شدت کے ساتھ محسوس کر رہے ہیں جس کا بنیادی وجہ ان کی کرپشن ہے۔پاناما لیکس سمیت کئی ایسے فیصلے ہیں جس کی وجہ سے حکومت نے اپنی نااہلی کا ثبوت دیا ہے۔ میرے خیال کے مطابق فوج اقتدار پر نہ قبضہ کرنا چاہتی ہے اور نہ ہی کوئی ایسا ماحول موجود ہے کہ اپوزیشن فوج کو قبضہ کرانے کیلئے تیار کر رہی ہے۔ اس میں کوئی شق نہیں کہ اپوزیشن میاں نواز شریف حکومت کی نااہلیوں پر اب خاموش نہیں بیٹھے گی لیکن کوئی بھی پارٹی فوج کے اقتدار میں آنے اور جمہوریت کا بساط لپیٹنے کے حق میں نہیں ہے لیکن حکومت کی پالیسیوں کو دیکھ کر لگتا یہ ہے کہ میاں نواز شریف ملک میں الیکشن چاہتے ہیں اور خود فرار کا راستہ چاہتے ہیں تا کہ مزید بدنامی اور بے نقاب ہونے سے بچ جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج جمہوریت کو خطرہ فوج سے نہیں بلکہ ہمارے حکمرانوں اور سیاستدانوں کے غلط فیصلوں اور کرپشن سے ہیں جو صحیح معنوں میں جمہوری نظام پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ جب تک ملک میں حقیقی جمہوری نظام نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک سیاستدان اپنے آپ کو خطرے میں محسوس کریں گے ۔جمہوریت کا مطلب ، عوامی کی حکمرانی اور اداروں کی مضبوطی سمیت خود کو قانون کے سامنے جوابدے بنانا ہے جو آج تک ہمارے ملک میں ممکن نہیں ہوا ہے۔

عوام کا درد

پنجاب کے ایک گاؤں میں ایک زمیندار کا ایک بیٹا تھا لیکن جو انتہائی نالائق ، کام چور اور نافرمان تھا۔اس کی عادتوں کی وجہ سے ان کے گھر والے تو اپنی جگہ پریشان تھے کہ محلے والے بھی اسے تنگ تھے ۔اپنی بری عادتوں کی وجہ سے ایک دن وہ پولیس کے ہاتھوں چڑھا وہ بھی پنجاب پولیس کے ہاتھوں جن کا اپنا قانون و آئین ہے جو زیادہ تر کورٹ کے فیصلے خود کرتے ہیں ۔ یہ قول سو فی صد پنجاب کے پولیس پر درست ہے کہ اللہ دشمن کو بھی پولیس سے بچائیں۔ والدین کا نافرن بچہ جب پولیس کے ہاتھوں چڑھا تو ان کے والدین کو معلوم ہوا جس پر وہ پولیس اسٹیشن گئے تو پولیس والے ان کی دھلائی کر رہے تھے ۔ حوالات سے ان کی چیخوں کی آوازیں آ رہی تھی جب ماں نے دیکھا کہ ہر وار پر چیخ کے ساتھ بچہ ماں کو یاد کر رہا ہے تو بچے کی ماں نے تھانیدار کو کہا کہ صدقے جاؤں تھانیدارا تو نے بچے کو ماں یاد کرائی۔آج کل ہماری حکومت کو بھی عمران خان نے ماں یاد کرائی ہے۔جب سے پاناما لیکس اسکینڈل سامنے آیا ہے توحکومت کی پریشانی میں بہت اضافہ ہوا ہے۔عمران خان کی تحریک انصاف تو بنی ہی کرپشن کی روک تھام کیلئے تھی ۔ بیس سال سے وہ مسلسل کہہ رہا تھا کہ ملک میں احتساب کا صحیح نظام ہونا چاہیے جن لوگوں کے بیرونی ممالک اثاثے پڑے ہیں وہ واپس لانے چاہیے ۔ ملک میں جب تک کرپشن کا

خاتمہ نہیں ہوگا اس وقت تک غریب کی حالت تبدیل نہیں ہو سکتی، کرپشن کا خاتمہ اوپر سے ہی کیا جائے گا جہاں بڑے پیمانے پر کرپشن ہوتی ہے جس میں حکمران خود ملوث ہوتے ہیں۔ عمران خان مسلسل میاں نواز شریف اور پیپلز پارٹی کو تنقید کا نشانہ بناتے رہتے تھے۔ میاں نواز شریف کو الیکشن کے وعدیں بھی یاد دلاتے رہیں کہ پانچ سال تک پیپلز پارٹی کو کرپٹ کہنے والے احتساب کیوں شروع نہیں کرتے۔ عمران خان کا یہ بھی ماننا ہے کہ احتساب کا ایک ایسا نظام بنانا چاہیے جس کے آگے وزیر اعظم بھی جوابدہ ہو جو بلا تفریق سب کا احتساب کرے اور بیرونی ممالک میں پڑی پاکستانیوں کی دولت واپس لائے خاص کر حکمران طبقہ کی دولت جنھوں نے کرپشن اور لوٹ مار کرکے پیسہ ملک سے باہر بھجوایا ہے۔

عمران خان کی کرپشن کے خلاف ان باتوں کو زیادہ اہمت نہیں دی جاتی تھی لیکن وقت کے ساتھ ساتھ اور عمران خان کے کرپشن کے خلاف جدوجہد نے عام آدمی کو بھی شعور دیا کہ اس ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کرپشن ہی ہے جب تک اس پر قابو نہیں پایا جاتا اس وقت تک ملک میں ترقی یا عام آدمی کی زندگی تبدیل نہیں ہو سکتی۔ پانامالیکس میں وزیر اعظم کے بیٹوں کا نام آنے اور ان کے بیرونی ممالک میں کھربوں روپے ہونے کی وجہ سے عمران خان کے موقف کی جہاں پر تصدیق ہوئی وہاں عام لوگوں پر بھی واضح ہوگیا کہ وزیر اعظم اور ان کا خاندان ملک سے

کتنا مخلص ہے ؟ جن کے کھربوں روپے بیرونی ملک پڑے ہیں ۔ یہ رقم بیرونی ملک کیسے گئی ، یہ رقم کیسی کمائی گئی ، اس پر کتنا ٹیکس دیا گیا ، یہ وہ سوالات ہے جو وزیراعظم کو دینے ہیں جس پر تاحال وہ خاموش ہے لیکن اپوزیشن اور میڈیا کے بھرپور احتجاج نے وزیراعظم کو مجبور کر دیا کہ وہ عوام کے پاس جائے اور ترقیاتی منصوبوں اور عوامی ضرورت کو پورا کرنے کیلئے اعلانات کرے۔ وزیراعظم کے مختلف علاقوں میں جلاسوں سے خطابات اور تقاریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ وزیراعظم نہ صرف پریشان ہے بلکہ لگ یہ رہا ہے کہ شاید انتخابات وقت سے پہلے ہونے والے ہیں۔ عوام تو اپنی جگہ خوش ہے کہ وزیراعظم ان کے پاس جا رہے ہیں اور مختلف ترقیاتی منصوبوں کے اعلانات ہو رہے ہیں ، (اس سے قطع نظر کے بعض منصوبوں کا ماضی میں بھی افتتاح ہو چکا ہے) مسلم لیگ نون کے وزراء اور پارٹی عہداران بھی خوش ہے کہ پاناما لیکس کی وجہ سے وزیراعظم ان سے بھی مل رہے ہیں اور ان کی بات سن رہے ہیں۔

گزشتہ روز بنوں میں وزیراعظم کے اعلانات سے مولانا فضل الرحمٰن کے سارے مطالبات بھی مانے گئے ہیں جس پر نہ صرف مولانا اور ان کی پارٹی خوش ہے بلکہ سب دعاگو ہے کہ پاناما لیکس ہو یا کوئی آور لیکس اس طرح آنا چاہیے تاکہ وزیراعظم کو ہم یاد رہے اور ہمارے کام چلتے رہیں ۔ ان اعلانات اور منصوبوں پر کتنا عمل ہوتا ہے جو وزیراعظم اپنے مختصر دوروں اور خطابات میں اربوں

روپے کے کرتے ہیں اس کا فیصلہ تو آنے والا وقت کریں گا کہ ماضی کی طرح صرف اعلانات ہوتے ہیں یا اس پر عملی کام کا آغاز بھی ہوتا ہے۔ہماری زیادہ تر حکومتیں اعلانات اور منصوبوں کی افتتاح کرتے ہیں باقی پورا کرنا آنے والے حکومت پر چھوڑ دیتے ہیں جس میں ماضی کے کئی اعلانات اور منصوبے شامل ہے۔ایک منصوبہ اور اعلان مولانا فضل الرحمٰن کی حکومت نے پشاور میں مفتی محمود فلائی آور کا بھی کیا تھا جس پر کام کا آغاز عوامی نیشنل پارٹی کی حکومت نے شروع کیا جب کہ اس کو مکمل ایک سال پہلے تحریک انصاف کی حکومت نے کیا۔ میرے خیال میں جو منصوبہ اسمبلی سے منظوری کیے بغیر شروع ہو جس کا حکومت صرف اعلان کرے اور پورا نہ کریں تو اس کا کریڈٹ اور تختی بھی دوسری حکومت کو ختم کرنا چاہیے۔ بحر کیف یہ بھی اچھا ہے کہ پانامالیکس اور عمران خان کی وجہ سے وزیراعظم کو تو عوام یاد آئے کہ عوام کا بھی درد ہوتا ہے ، عوام کے مسائل بھی حل ہونے چاہیے جس کا ہم عمران خان کا اس ماں کی طرح شکرگذار ہے جس نے تھانیدار کو کہا تھا کہ صدقے جاؤں تھانیدار تو نے بچے کو ماں یاد دلائی جو بچہ بھول گیا تھا۔ وزیراعظم عوام کو کیا اپنی وزراء اور پارٹی کے ایم این اے ، ایم پی اے کو بھول گئے تھے جن کی وجہ سے وہ وزیراعظم بنے ہیں۔

آفتاب کی موت کیسے ہوئی

ہماری ملک کی سیاست اور حالات کس طرف جارہے ہیں؟ آنے والے دنوں میں کیا ہونے والا ہے ؟ کیا حکومت مڈ ٹرم انتخابات کرانے کی موڈ میں ہے۔ پاناما لیکس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟اس معاملے کا کچھ حل بھی ہوگا یہ ویسے ہی یہ معاملہ ختم ہو جائے گا جس طرح ماضی میں ہوئے ہیں۔ یہ سوالات اپنی جگہ موجود ہے لیکن گزشتہ کچھ عرصے سے جب میں مسلسل موجودہ حکومتوں کے خلاف لکھتا ہوں تو بہت سے قارئین نے ان کالموں کو پسند کیا جبکہ بعض دوستوں نے اپنی اختلاف رائے کا اظہار کرتے ہوئے اس کو جمہوریت کے خلاف قرار دیا کہ اس طرح کے کالموں سے جمہوریت کمزور ہوتی ہے اور جمہوریت کے دشمن قوتوں کو موقع ملتا ہے کہ وہ ملک میں جمہوری حکومت کا خاتمہ کرے۔کچھ دوستوں کے خیال میں اب ملک میں جمہوری نظام شروع ہو گئی، پہلی بار کسی عوامی حکومت نے اپنی آئینی مدت پوری کی اور دوسری جمہوری حکومت اپنی آئینی مدت پوری کرنے جارہی ہے لیکن بعض اوقات آپ کی طرح صحافیوں کی وجہ سے جمہوریت کو خطرہ درپیش ہوتا ہے اور اب بھی ایسا لگتا ہے کہ اس بار بھی مسلم لیگ نون کی حکومت اپنی آئینی مدت پوری نہیں کرے گی اور وقت سے پہلے انتخابات ہوجائیں گے۔ میں سب دوستوں کی رائے کا احترام کرتا ہوں جن کی سوچ ملک میں جمہوریت کو مضبوط بنانے اور فوجی حکومتوں کے خلاف ہے میں صرف یہ عرض کرتا

ہوں کہ ہم جیسے لوگ کسی بھی حکومت کے ذاتی طور پر خلاف یا ذاتیات نہیں رکھتے اور نہ ہی ہم چاہتے ہیں کہ ملک میں جمہوری حکومت ختم ہوں اور اس کی جگہ فوجی ڈکٹیٹر شپ قائم ہوں۔ ہم منتخب حکومت پر تنقید کیوں کرتے ہیں اس کا جواب دینے کے لئے میں صرف ایک واقع بیان کرتا ہوں۔

گزشتہ روز ایم کیو ایم سے تعلق رکھنے والے آفتاب احمد کی موت رینجرز کے ہاتھوں ہوئی ۔ آفتاب احمد ایم کیو ایم کے رہنما فاروق ستار کا پی اے تھا جس کو رینجرز نے پکڑا اور عدالت سے نوے دن کا ریمانڈ لیا۔ دوران تفتیش ان کی موت ہوئی جس کو رینجرز حکام کہتے ہیں کہ ان کو دل کا دورہ پڑا جبکہ ایم کیو ایم رہنماؤں کے مطابق ان کے جسم پر تشدد کے نشانات تھے ان پر ہر قسم کا تشدد کیا گیا جس کی وجہ سے ان کی موت ہوئی، رپورٹس سے بھی یہ بات ثابت ہوئی ہے) اس واقعے پر ایم کیو ایم نے احتجاج کیا اور (تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ اس پر فوج کے سربراہ جنرل راحیل شریف نے نوٹس لیا اور تحقیقات کرنے کا حکم دیا کہ آفتاب احمد کی موت کا پتہ چلے۔ رینجرز کے ہاتھوں یہ پہلا واقع یا موت نہیں ہے، اس سے پہلے کئی دفعہ رینجرز حکام کے ہاتھوں کھلے عام سیاسی اور عام لوگوں کی موت ہوئی ہے۔ انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا میں ایسے ویڈیو موجود ہے جس میں رینجرز کے اہلکار کھلے عام تشدد کرتے ہوئے دیکھا جاسکتا ہے بلکہ ایک ویڈیو میں ایک آدمی کو گولیوں سے چھلنی کرتے ہیں جو ہاتھ جوڑ کر زندگی

کی بھیک مانگتا ہے لیکن رینجرز حکام کو ترس نہیں آتا اور ان کو گولیوں سے چھلنی کرتے ہیں۔ اس واقعے کو تین چار سال ہو گئے لیکن تحقیقات کا کوئی پتہ نہیں چلا اگر ملوث عناصر کو سزا ہوتی اور اسی طرح کھلے عام گولیوں سے مارا جاتا تو آج یہ نوبت نہیں آتی۔

یہ واقعے کا ایک رخ ہے اب دوسرا رخ بھی ملاحظ کرے۔ اس وقت بھی جمہوری حکومت نے واقعے کا کوئی نوٹس نہیں لیا جبکہ اب بھی جمہوری حکومت نے واقعے کا کوئی نوٹس نہیں لیا۔اس کی وجہ کیا ہے کہ جمہوری حکومت فوجی اداروں کے خلاف نوٹس نہیں لے سکتی، اس کی بنیادی وجہ ملک میں جمہوری حکومتوں کی نااہلی ہے۔ حکمرانوں کی نااہلی اور کرپشن ،لوٹ مار کی وجہ سے فوجی ادارے اپنے آپ کو قانون و آئین سے ماورا قرار دیتے ہیں۔ جمہوری حکومتیں اور سیاستدان آپس میں ایک دوسرے کے خلاف ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کی رائے اور مطالبات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ مطالبات منوانے کیلئے فوجی سربراہ کو گودنا پڑتا ہے۔ ماضی کو چھوڑے آج کی جمہوری حکومت نے اپوزیشن کا کون سا مطالبہ مانا ہے۔ جمہوریت کو مضبوط کرنے اور ملک میں سسٹم کو بہتر کرنے کیلئے کچھ بڑے فیصلے کرنے پڑتے ہیں جو میاں نواز شریف کی حکومت نے نہیں کیے۔ ان کے پاس ایک اچھا موقع تھا کہ وہ شروع میں عمران خان کی چار حلقوں کا مطالبہ مان لیتے اور عمران خان کو اداروں کی بہتری کیلئے اور ملک میں

جمہوری نظام کو مضبوط بنانے کیلئے ساتھ ملاتے تو آج نوبت یہاں تک نہ پہنچتی ۔ بہت سوں کی طرح ہمارا بھی خیال تھا کہ میاں نواز شریف نے ماضی سے بہت کچھ سیکھا ہوگا اس دفعہ ان کی حکومت ماضی سے مختلف ہوگی لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ وہی پرانی روایت کو برقرار رکھا گیا جس کی وجہ سے عمران خان سمیت اپوزیشن کی دوسری جماعتیں ان کے خلاف ہو گئی بلکہ اس سے بڑا کر لوٹ مار اور کرپشن کو بھی اسی طرح برقرار رکھا گیا، جمہوریت کو مضبوط بنانے والے ادارے پارلیمنٹ کو ہر معاملہ میں نظر انداز کیا گیا جس کا فائدہ غیر جمہوری قوتیں اٹھا رہے ہیں۔ ملک میں جمہوریت تب مضبوط ہوگی یا عوام کا اعتبار قائم ہوگا جبکہ تمام فیصلے ایوان میں ہوں گے ۔

ہم جیسے لوگ جمہوری حکومتوں پر اس لئے تنقید کرتے ہیں کہ ہم ان کو ووٹ دیتے ہیں ہماری توقع ہوتی ہے کہ سیاسی لوگ ملک میں نظام کو بہتر بنائیں گے۔ اداروں کو مضبوط اور جوابدہ بنائیں گے لیکن یہ لوگ خود کرپشن اور لوٹ مار میں لگ جاتے ہیں جمہوریت کے بنیادی اصولوں کو بھی نظر انداز کردیتے ہیں ۔ہماری تنقید کا مقصد غیر جمہوری لوگوں کو سپورٹ کرنا ہرگز نہیں ہوتا اور نہ ہی ہم کسی غیر قانونی اقدام کو سپورٹ کریں گے۔ میں نے ماضی میں بھی پرویز مشرف کی ڈکٹیٹر کے خلاف لکھا آئندہ بھی فوجی حکومت کے خلاف ہوں گا۔ ہم جمہوریت پسند ہے اور چاہتے ہیں کہ جمہوریت کے نام پر ووٹ لینے والے بھی

جمہوری روایت کو برقرار رکھے اور تمام فیصلے جمہوری انداز میں کرے۔

کراچی میں ایم کیو ایم کے رہنما کا قتل آرمی چیف جنرل راحیل شریف کیلئے ایک ٹیسٹ کیس ہے اس کو منطقی انجام تک پہنچنا چاہیے اور ہر صورت میں ملوث عناصر کو سزا دینی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کرے اور عوام کا اپنے اداروں پر بھروسہ قائم رہے۔

صوبائی حکومت کیلئے

ویسے تو پاناما لیکس کا ہنگامہ جاری ہے،اونٹ کس کروٹ بیٹھے گا،سب اسی کے انتظار میں ہے۔پاناما لیکس آنے کے ڈیڑھ مہینہ گزرنے کے باوجود بھی کوئی حل نہیں نکلا ہے،حالات جوں کے توں ہے۔سپریم کورٹ کی جانب سے حکومت کے ٹرم آف ریفرنس ری جیکٹ ہونے کے بعد اپوزیشن کے موقف کو تقویت ملی ہے اور حکومت کے پریشانیوں میں مزید اضافہ ہوا ہے۔آج وزیر اعظم کے قومی اسمبلی میں تقریر سے مسئلہ حل کی طرف جائے گا یا مزید ٹینشن پیدا ہوگی جس کا امکان زیادہ ہے۔بحر حال آج ہمارا موضوع ہے کہ صوبائی حکومت کو چند تجویز دے تاکہ عوام کے مسائل کچھ نہ کچھ حل ہو جائے۔ہمارے ملک میں اگر کسی ایشو پر توجہ نہیں دی جاتی یا اس کی اہمیت حکمرانوں کے سامنے کم ہے وہ عوام کے مسائل ہے۔ہر پارٹی عوام کی خدمت کے نام پر ووٹ تو لیتی ہے لیکن برسراقتدار آکر عوام کو بھول جاتی ہے جس کی وجہ سے عوام کے مشکلات اور مسائل میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ حکمرانوں کو ہم سے زیادہ معلومات ہے کہ عوام کے مسائل کیا ہے اور اس کو کیسے حل کرنا چاہیے لیکن بعض دوستوں کے اسرار پر اور اپنے دل کو تسلی دینے کیلئے آج صوبائی حکومتوں کو چند تجویز یا مشورہ دینا چاہتا ہوں جس پر اگر عمل

کیا جائے تو عوام کو مہنگائی کی صورت میں جو مشکلات درپیش ہے وہ کچھ حد تک کم ہو جائے گی۔ قارئین کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ اگر حکومت چاہے تو سب کچھ ممکن ہے۔

قارئین رمضان کا مہینہ آنے والا ہے جس کی فضیلت اور اہمیت سے ہر مسلمان واقف ہے لیکن بد قسمتی سے یہ مہینہ شروع ہوتے ہی مہنگائی کا طوفان بھی شروع ہو جاتا ہے، جو چیز عام دنوں میں پچاس اور سو روپے کی ملتی ہے، رمضان شروع ہوتے ہی اس چیز کی قیمت دوگنی ہو جاتی ہے۔ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ہر ناجائز منافع کمانے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ یہاں پر ایک واقع یاد آتا ہے کہ ایک عیسائی اینٹوں کے بھٹی میں مزدور تھا، رمضان کے مہینے میں چونکہ مہنگائی بڑھ جاتی ہے اسلئے مزدور کار کی آمدنی مہنگا ئی کے حساب سے کام ہو جاتی ہے۔ عیسائی مزدور کو بیوی نے شگواہ کیا کہ گھر کے حالات خراب ہے، کیا کرے، عیسائی مزدور نے جواب دیا کہ فکرمت کرو چند دن مسلمانوں کے مقدس مہینے رمضان کے ختم ہونے میں رہ گئے ہیں جب یہ مہینہ ختم ہو جائے گا تو مہنگائی کم ہو جائے گی۔ یہ وہ حقیقت ہے جس کو ہم مسلمان ماننے کیلئے تیار نہیں ہے۔ آج بحثیت مسلمان جو بھی غلط کام ہم کر رہے ہیں وہ کسی اور مذہب کے ماننے والے نہیں کرتے۔ داڑھی، تسبیح، نمازیں اور روزہ بھی رکھتے ہیں لیکن جن کاموں سے اللہ اوراس کے رسول نے منع فرمایا ہے اس کو کرنے میں کوئی

عار محسوس نہیں کرتے ، عوام کو صحیح راستہ دکھانے میں جہاں حکومت کے تعلیمی ادارے ناکام ہے وہاں پر ہمارے مدارس اور علما بھی اس بارے میں خاموش ہے ۔بحر کیف ناجائز منافع خوری اور حرام مال کھانا آج ہمارے کاروبار کا حصہ بن چکا ہے جس کے بارے میں آگاہی پیدا کرنا تمام مکتب فکر کے لوگوں کی ذمہ داری ہے ۔آج ہم صرف صوبائی حکومتوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ رمضان کا مہینہ شروع ہونے سے پہلے بچت بازار ہر جگہ شروع کرے۔ ایسے بچت بازار جو ایک تحصیل میں دو تین جگہ پر قائم ہو جس میں حکومت کاروباری لوگوں کو ہر قسم کی سہولت مہیا کرے اور اس کا کرایہ بالکل نہ ہو یعنی فری اسٹال مہیا کرے جس میں پانی بجلی کی سہولت بھی ہو اور عوام کو روزمرہ استعمال ہونے والے ہر شے میسر ہو ۔ان سستے بازار میں حکومت اپنے ریٹ کے مطابق اشیاء خوردونوش سمیت ہر شے کی فروخت آرزاں قیمت پر ممکن بنا سکتی ہے۔ ان بازاروں میں عوام کو روزگار بھی ملے گا، کاروبار کے نئے مواقع شروع ہونے سے جہاں حکومت اپنی ریٹ کے مطابق چیزوں کی قیمت مقرر کر سکتی ہے وہاں پر عام مارکیٹوں میں بھی اشیاء کی قیمتیں کم ہو جائے گی ، مقابلے شروع ہونے سے ناجائز منافع خوروں کی روک تھام بھی ممکن ہو جائے گی اور عام لوگوں کو بھی فائدہ پہنچ جائے گا۔ پنجاب کی حکومت سستے بازار شروع کرتی ہے جس کا کریڈٹ وزیر اعلیٰ شہباز شریف کو جانا چاہیے لیکن ان بازاروں کا فائدہ اتنا نہیں ہوتا جس کی کئی وجوہات ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ان بازاروں کو اپنے لئے منافع کا ذریعے نہ بنائیں بلکہ

عوام کو سہولت دینے اور مہنگائی کو روکنے کا ذریعے بنا دیں، پنجاب میں یہ بازار صرف بڑے چند شہروں میں ہوتے ہیں جن کی تعداد بھی کم ہوتی ہے۔ میری تجویز ہے کہ حکومت ایک تحصیل میں تین، چار بازار لگائے جہاں عام لوگوں کی رسائی آسان ہو اور یہ بازار مستقل طور پر قائم ہو۔ جہاں کرایہ وغیرہ نہ ہو البتہ بجلی کا مناسب بل لیا جاسکتا ہے۔ ان بازاروں کو قائم کرنے سے جہاں پر مہنگائی کم ہو سکتی ہے اور عوام کو ایک ہی جگہ پر تمام چیز سستی قیمت پر مل سکتی ہے وہاں پر عام بازاروں اور مارکیٹوں میں رش بھی کم ہو سکتا ہے۔ ٹریفک کا مسئلہ جو دن بدن بدتر ہوتا جاتا ہے، اس کو بھی قابو کیا جاسکتا ہے۔ حکومت کے پاس ہر جگہ سرکاری زمین موجود ہوتی ہے جس میں ان سستے بازارں کو مستقل طور پر شروع کیا جاسکتا ہے جہاں ریٹ کو چیک کرنے کا سسٹم موجود ہے چیک اینڈ بیلنس رکھنے کیلئے حکومت دوکاندارں کو منافع دینے کا مخصوص شرح رکھیں جس سے دوکاندار کو بھی نقصان نہ ہو۔ ہمارے زیادہ تر دوکاندار اس بات کا رونا روتے ہیں کہ ہم پرائیویٹ مارکیٹ میں ہر مہینے ہزاروں روپے کرایے کی شکل میں مالک کو ادا کرتے ہیں اسلئے دوکاندار مجبور ہے کہ اپنے کسٹمر سے زیادہ سے زیادہ منافع کمائیں۔ خیبر پختونخوا کی صوبائی حکومت سمیت تمام صوبائی حکومتوں کو اس بارے میں سنجیدگی کا مظاہر کرنا چاہیے اور جلد از جلد ایسے بازاروں کا انعقاد ممکن بنانا چاہیے تاکہ عام لوگوں کو مہنگائی سے کچھ حد تک ریلیف ملے۔

پاناما ہنگامہ ،شاباش اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ صاحب !

پاناما لیکس پر ہنگامہ اختتام کی طرف جا رہا ہے اب محسوس ہو رہا ہے کہ اب یہ معاملہ ختم ہو جائے گا۔ سلام ہو اصف علی زرداری صاحب اور ان کی ٹیم کو کہ کس طرح آسانی سے انھوں نے بغیر شک وشبہ کے وزیر اعظم میاں نواز شریف کو پاناما ہنگامے سے باہر نکال دیا۔اس اہم کام کی ذمہ داری جناب اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ کو دی گئی تھی کہ خود ان کی پارٹی کا ایک گروپ جس کی سر براہی بلاول زرداری کر رہے تھے ان کو بھی طریقے سے رام کیا اور سب سے زیادہ شور مچانے والے تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کو بھی سائٹ لائن کر دیا کہ وہ خاموش ہو جائے۔ یہ کریڈٹ وزیراعظم صاحب کو اپوزیشن لیڈر خورشد شاہ کو کم از کم دینا چاہیے کہ انھوں نے تعلقات اور اپنے وعدے کا پاس رکھ دیا اور حکومت کو پاناما ہنگامے سے نکال دیا۔اپوزیشن لیڈر نے تین دن پہلے کراچی میں پریس کانفرس کرتے ہوئے کہا تھا کہ وزیر اعظم ہم پر اعتماد کرے اور اسمبلی اجلاس میں آجائے ہم ان کے خلاف نہ نعرے لگائیں گے اور نہ ہی ان کو ماضی کی طرح ٹف ٹائم دینگے۔ ہم گو مشرف گو اور گو زرداری گو کا نعرہ نہیں دہرئیں گے۔ وزیر اعظم کو ہم پر اعتبار کرنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ وزیر اعظم نے اسمبلی میں آکر سات سوالوں کے جواب تو نہیں دیے البتہ خورشید شاہ نے بہترین حکمت عملی کے باعث اپوزیشن

خاص کر عمران خان کے سخت سوالوں اور جوابات سے بھی وزیراعظم کو بچالیا گیا۔ توقع یہ تھی کہ وزیراعظم کے خطاب کے بعد خورشید شاہ کچھ سوال وزیراعظم سے کریں گے جبکہ باقی ٹف ٹائم عمران خان وزیراعظم کو دینگے اور جو پیپرز وہ میڈیا اورپریس کانفرنس میں دکھارہے تھے وہ اسمبلی میں ریکارڈ کا حصہ بنائیں گے لیکن خورشید شاہ نے گیم تبدیل کی اور اپنی مختصر خطاب کے بعد واک آوٹ کرایا۔ اس طرح وزیراعظم بغیر پریشانی اور سوال وجواب کے اسمبلی سے رخصت ہوگئے۔ اب دوبارہ کب آتے ہیں اور اس موضوع پر بحث ہوتی ہے یہ وقت بتائے گا لیکن عمران خان نے پیپلز پارٹی کے چال میں آکر بہترین موقع ضائع کردیا۔ ہم جیسوں کو پہلے سے معلوم تھا کہ زرداری صاحب کی پیپلز پارٹی کبھی بھی وزیراعظم کا احتساب نہیں کرنے دے گی کیوں کہ خود پیپلز پارٹی کے کئی رہنما اور خود زرداری صاحب پر کرپشن اور لوٹ مار کے کیسز موجود ہے۔ ہمیں یہ بھی معلوم تھا کہ اس دفعہ وزیراعظم کو بچانے کیلئے پیپلز پارٹی عمران خان کا کندھا استعمال کریں گی اور عوام میں مقبولیت کیلئے وزیراعظم کا آف شور کمپنیز اور پاناما لیکس کے ہنگامہ میں صرف عرضی حصہ لیں گے۔ عمران خان کو احتجاج سے بچانے کیلئے یہ گیم کھیلی گئی اور ٹائم گین کیا گیا۔ اب وزیراعظم کے اعلان کے مطابق پارلیمانی کمیشن بنے گا جو تحقیقات کرے گا کہ پاناما لیکس میں جن لوگوں کا نام آیا ہے انہوں نے ملک سے باہر پیسہ کیسے منتقل کیا اور اس پر کتنا ٹیکس دیا جو کبھی نہیں ہوگا۔ یہ وہ طریقہ تھا جو

خورشید شاہ صاحب نے وزیر اعظم کو سمجھایا تھا کہ اس طرح پاناما ہنگامہ ختم ہو جائے گا اور آپ کی جان چھوٹ جائے گی۔ مجھے تو شروع سے کوئی آمید نہیں تھی کہ پاناما لیکس کے بعد کوئی تحقیقات ہو گی یا کسی کو سزا مل جائے گی جنھوں نے سزا دینی ہے یا تحقیقات کرانی ہے وہ قوت اب جمہوری سسٹم میں مداخلت کی آرزو مند نہیں ۔ وہ چاہتی ہے کہ جمہوری نظام اسی طرح چلتا رہے تاکہ سیاست دان عوام کی نظروں میں مزید بدنام ہو جائے۔

اب جبکہ پاناما معاملہ سپریم کورٹ سے نکل کر پارلمانی کمیٹی میں آگیا تو اس کو ختم ہی سمجھا جائے ۔ حکومت کے خلاف برائے نام اپوزیشن کا اتحاد بھی ختم ہو جائے گا۔ عمران خان کو بھی جلد اپنے کچھ خاص لوگوں اور پیپلز پارٹی کا پتہ چل جائے گا کہ وہ ایسا ہی چاہ رہے تھے ۔ دیکھنا یہ ہو گا کہ عمران خان اس وقتی اتحاد سے کب لا تعلقی کا اعلان کرتے ہیں اور حکومت کے خلاف اکیلے ماضی کی طرح مہم چلاتے ہیں یا وہ بھی پارلیمانی کمیٹی کے انتظار میں دو سال تک انتظار کرتے رہیں گے۔ عمران خان کی بد قسمتی یہ رہی کہ اپوزیشن لیڈر بھی وہ نہ بن سکا اور ملک میں ان کے ساتھ کرپشن اور ناانصافی کے خلاف آواز اٹھانے والا بھی کوئی نہیں ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خود ان کے پارٹی میں کئی رہنما ان کی پالیسی ، کرپشن کے خلاف مہم ، میرٹ کی بالادستی ، اداروں کی مضبوطی اور ملک میں حقیقی جمہوری نظام کے نفاذ میں رکاوٹ ہے۔ خیبر پختونخوا میں ان

کی پالیسی کو اس طرح عملی جامہ نہیں پہنایا جا رہا ہے جس طرح عمران خان چاہتے ہیں۔
عمران خان کے بارے میں سچ تو یہ ہے کہ وہ رہتا پاکستان میں ہے، سیاست بھی پاکستان میں کرتا ہے لیکن خواب اور نظام برطانیہ طرز جمہوریت کا یہاں پر دیکھنا چاہتا ہے۔
عمران خان کو اب ملک کا سیاسی نظام، پارٹیوں کے اندر رونی پالیسیوں اور دوستوں کی شکل میں دشمنوں سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔ یہاں پر صرف ایک پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ نون نہیں بلکہ ہر پارٹی اور سیاسی لوگ جس میں تحریک انصاف کے لوگ بھی شامل ہے وہ سب خورشید شاہ کی طرح سیاست کرنے کے قائل ہے، ان کی سوچ یہ ہے کہ خود بھی کھاؤ اور دوسروں کو بھی کھلاؤں۔ عمران خان کو چاہیے کہ ان حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنی مستقبل کی سیاست کرے۔ باقی خورشید شاہ صاحب کو مبارک اور شاباش ہو کہ انہوں نے بہت آسانی سے وزیر اعظم میاں نواز شریف کو پاناما لیکس سے نکال دیا۔ اگر اللہ تعالی کی طرف سے کوئی غیبی علم نہیں آیا تو اب پاناما ہنگامہ ماضی کا قصہ بن گیا ہے۔ یقین نہ آئے تو آنے والے دنوں میں خود آپ کو معلوم ہو جائے گا۔

حسین شاہ کی کہانی

یہ کہانی صرف حسین شاہ کی نہیں ہے بلکہ پاکستان کے ہر ضلع اور تحصیل میں حسین شاہ جیسے لوگ بستے ہیں بعض لوگ حسین شاہ کی طرح خوش قسمت ہوتے ہیں کہ انہیں کم از کم کوئی راہ تو مل جاتی ہے جبکہ اکثریت کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سسک سسک کر مر جاتے ہیں اور ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ہم ایک ایسے معاشرے اور حکمرانوں کی رعایا میں رہتے ہیں جن کو صرف اپنی مال ومتاع کی فکر ہے۔ہمارے حکمرانوں کا اس سے کوئی لینا دینا نہیں کہ اس ملک میں غریب کتنی مشکل اور تکلیف میں زندگی گزار رہا ہے۔ قابل لوگ مایوس ہو رہے ہیں۔ سونے پر سہوگہ یہ کہ جو ادارے ٹوٹے پھوٹے بنے ہیں ان میں سرکاری آفسران نے اپنی بادشاہت قائم کی ہوئی ہے۔ پہلے تو غریب اور پسماند علاقوں سے تعلق رکھنے والے آگے آ ہی نہیں آ سکتے اگر کسی کو موقع مل گیا تو ان کو بنیادی مرعات اور حق بھی نہیں دیا جاتا۔یہی وجہ ہے کہ ملک میں کوئی بھی شعبہ ہو خاص کر سپورٹس اور آرٹس کا ٹیلنٹ ختم ہو رہا ہے۔ ٹیلنٹ کے نام پر صرف سفارشی آگے آ رہے ہیں۔ حسین شاہ کی کہانی اسلئے یاد آئی کہ ان پر ایک فلم شاہ کے نام سے بنائی گئی ہے جس کو دیکھ کر ملک میں حکمرانوں اور اداروں میں سرکاری آفسروں کے نام پر مافیاز کے بارے میں حقیقت مزید آشکار ہوئی کہ یہ مافیاز کس طرح نئی اور غریب ٹیلنٹ کا استحصال کرتی

ہے۔ حسین شاہ 1980 کی دہائی میں کراچی کے پسماندہ علاقہ لیاری کا فٹ پاتھ پر رہنے والا باکسر تھا جس نے ملک کے لیے کئی ایوارڈز جیتے اور وطن کا نام روشن کیا لیکن اس کے باوجود ان کی تنخواہ نہ ہونے کے برابر تھی ، ملک کے لیے کھیلنے والوں کا خوراک ،تربیت اور ٹریننگ پر کتنی توجہ دی جاتی ہے تاکہ کھلاڑی بہتر پرفارمنس کر سکیں اس کا موازانہ ہم ترقی یافتہ ممالک کے ساتھ نہیں بلکہ اپنے پڑوس ملک بھارت سے کرے تو ان کے کھلاڑی مختلف فیلڈز میں پاکستان سے کئی گناہ آگے ہیں جب ہم مزید پسماندگی کی طرف گامزن ہے۔ حسین شاہ کو سرکار کی طرف سے جوتے اور باکسنگ کے دستانے تو نہیں دیے جاتے لیکن پورے دنیا میں ملک کا نام روشن کرنے والے حسین شاہ باکسر کو عالمی سطح اور پاکستان کی حکومت نے تمغہ امتیاز اور دوسرے تمغے کافی دیے جس کی غربت سے تنگ آکر ہر کھلاڑی بیچنے کی کوشش کرتا ہے لیکن قیمت سو روپے سے زیادہ نہیں ہوتی۔

حسین شاہ کو انعام میں پیسے تو کچھ نہ ملے لیکن جو رقم 20 ہزار روپے اور ایک پلاٹ سرکاری کی طرف سے ملا تھا وہ بھی اس طرح واپس لیا گیا کہ سرکاری آفسر نے ان کو پلاٹ کے کاغذات دینے کے عوض بیس ہزار روپے واپس لیے جبکہ پلاٹ بھی بعد ازاں ان کو نہیں دیا بلکہ وہ سرکاری دفتروں میں بیٹھے ہمارے ٹیکسوں اور زکواۃ سے پلنے والے آفسران نے ہڑپ کر لیا اور اسی طرح حسین شاہ ایک کمرے کے کرایے میں رہنے والا کرایہ نہ ہونے کی وجہ سے دوبارہ فٹ پاتھ پر آگیا اور پیٹ پالنے کیلئے لیبر کا کام شروع کیا۔ قارئین سوچتے ہوں

گے کہ میں نے 30 سال پرانی کہانی کیوں سنائی ۔ اس کہنانی کا بنیادی مقصد اپنے اداروں سرکاری آفسران کی بادشاہت اور حکومتوں کی بے حسی بتانا مقصود تھا۔ حالات آج بھی ، کچھ خاص مختلف نہیں ہے۔ہماری ہاکی ، فٹ بال ، سکواش اور باکسنگ سمیت کئی کھیل حکومت کی عدم دلچپسی کی وجہ سے زوال پذیر ہو گئے ہیں ، کئی ہنر مند اور ٹیلنٹیڈ لوگ ضائع ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔ حکومت نے صرف کرکٹ پر توجہ دے رکھی ہے اس میں بھی اب صرف سفارشی لوگوں نے قبضہ کیا ہوا ہے یعنی کھلاڑی بھی سفارشی اور مینجمنٹ بھی سفارش پر آ گئی ہے ۔نون لیگ حکومت نے اب ہر میدان میں زرداری حکومت کو پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ اب نجم سیٹھی کا کرکٹ سے کیا لینا دینا کہ ان کو کرکٹ حوالے کی گئی ہے۔ ان کو خوش کرنا تھا تو کوئی اور بڑا عہدہ دیتے ۔بحر کیف حکومتوں کی نااہلی اور ملک کا نام روشن کرنے والوں سے محبت کا اندازہ اس بات سے لگائے کہ جب لیاری سے تعلق رکھنے والے حسین شاہ کسمپرسی کی زندگی گزار رہے تھے تو اس وقت قومی کرکٹ ٹیم نے عمران خان کی سربراہی میں ورلڈ کپ جیت لیا تھا اور اس وقت کے وزیراعظم میاں نواز شریف نے قومی کرکٹ کے اعزاز میں لاکھوں روپے کے نقد انعامات دینے کے علاوہ کھلاڑیوں کو پلاٹ بھی دیے تھے۔ ان پلاٹوں کا 24 سال بعد نون لیگ حکومت نے اس وقت ذکر کیا جب ان کے مقابل میں عمران خان کھڑے ہیں۔ نون حکومت نے عمران خان پر اپنے احسانات کا ذکر کیا کہ میاں نواز شریف نے ان کو دو پلاٹ دیے ۔ ہم نے سوچ کہ شاید وہ پلاٹ میاں صاحب نے اپنے

ذاتی جیب سے دیے ہوں گے لیکن اب معلوم ہوا کہ وہ تو اس وقت کے وزیر اعظم میاں نواز شریف نے سرکاری پلاٹ کھلاڑیوں کو دیے تھے جس میں عمران خان بھی شامل تھا۔ عمران خان نے میاں صاحب کا ریکارڈ درست کراتے ہوئے کہا کہ وہ دونوں پلاٹ میں شوکت خانم ہسپتال کو اس وقت دے چکا ہوں جو ریکارڈ پر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں کا بس چلے تو وہ جس طرح حسین شاہ سے پلاٹ واپس لیا اسی طرح دوسرے کھلاڑیوں سے بھی لیتے ۔ ان کے نزدیک ملک صرف ان کا ہے سرکاری بھی ان کی ہے جن کو چاہے پلاٹ دے یا 24 سال بعد اس کا ذکر کرے کہ ہم نے تم پر احسان کیا تھا۔ احسان تو تم پر اس ملک کے عوام نے کیا ہے کہ جنہوں نے تم کو کرسی پر رہنے کا حق دیا ،احسان تو ان لوگوں اور کھلاڑیوں کا ہے جن کی وجہ سے تم لوگ سرکاری خزانے کو لوٹ رہے ہو اور جن کی وجہ سے پوری دنیا میں جیوے جیوے پاکستان ، یہ وطن پیارا وطن ، اس پر جان بھی قربان ہے وغیرہ وغیرہ کے نغمے گائے جاتے ہیں اور تم لوگ اس پر غرور کرتے ہو کہ میں اس ملک کا سربراہ ہو لیکن کاش تم لوگ حقیقی معنوں میں اس ملک سے محبت کرتے اور اپنا تعلق وطن سے اس طرح ظاہر کرتے جس طرح ایک عام آدمی وطن سے محبت کرتا ہے اور اس ملک پر جان قربان کرتا ہے ۔ خدار ملک میں اور عزیر بلوچ یا چھوٹو گینگ پیدا نہ کرو اور حقیقی معنوں میں حقدار کو ان کا حق دو۔ عوام کو بھی حسین شاہ جیسے کرداروں سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ ملک میں باکردار اور مخلص لوگوں کا ساتھ دیں اور کرپٹ لوگوں کا احتساب کرے اور

ان کے خلاف آواز بلند کرے۔

مولانا کی سیاست

آپ مولانا سے لاکھ اختلاف کر سکتے ہیں ، ان کے سیاست ، سوچ اور مذہبی نعروں ، سیاسی اور مذہبی نظریے سے بھی جو وقت کے ساتھ ساتھ بدل جاتا ہے لیکن ایک کریڈٹ اب مولانا کی سیاست اور بصیرت کو دے کہ وہ جس کی بھی حکومت ہو ان کے ساتھ شامل ہوتے ہیں، باوجود یہ کہ ان کے اسمبلی سیٹ کم ہوتے ہیں لیکن وہ حکومت سے اپنا شیئر زیادہ حاصل کرتا ہے۔ اب بھی وہ میاں نواز شریف کے اتحادی ہے جس کی ضرورت سیٹوں کے حساب میاں نواز شریف کو نہ تھی جس کو شروع شروع میں میاں نواز شریف نے بہت کوشش کی تھی کہ مولانا سے چھٹکارہ ملیں اور ان کو حکومت میں شامل کرنے سے بچیں لیکن مولانا نے کچی گولی نہیں کھائی تھی انہوں نے شروع میں کم حصے پر رضامندی ظاہر کرکے حکومت کا حصہ بنے جبکہ بعد میں میاں نواز شریف کی کمزوریوں سے فائدہ اٹھا کر حکومت میں اپنے بساط سے زیادہ حصہ لیا جبکہ خود پیپلز پارٹی کے دور سے کشمیر کمیٹی کی چیئرمین شپ بھی برقرار رکھی جس کا پروٹوکول یعنی مرعات وفاقی وزیر کے برابر ہے یعنی مولانا صاحب کی حیثیت پیپلز پارٹی دور سے ایک وفاقی وزیر جتنی ہے جن کو اسلام آباد کے پوش علاقے میں گھر بھی ملا ہے۔ اس طرح اگر ماضی کو دیکھا جائے تو مولانا صاحب پرویز مشرف کے دور میں بھی اپوزیشن لیڈر تھے جن کی حیثیت وفاقی وزیر سے زیادہ ہوتی ہے اس سے پہلے میاں صاحب

اور بے نظیر بھٹو کے ساتھ بھی حکومتوں میں رہے ہیں۔ اب ناقدین کا کام ہے کہ وہ مولانا پر اعتراض کرے کہ وہ ہر حکومت میں شامل ہوتے ہیں اور مرعات لیتے ہیں، ان کی خدمت میں صرف یہ عرض ہے کہ پاکستان میں سیاست اسی کا نام ہے کہ عوام سے ووٹ لوں یا حاصل کروں اور بعد میں مزے کروں۔ مولانا کو اس وجہ سے ملک کا بہترین سیاسی رہنما سمجھا جاتا ہے کہ وہ ہر کسی کو قابل قبول ہے۔ ملک میں آمریت ہو یا جمہوری حکومتیں مولانا صاحب ان کا حصہ ہوتے ہیں۔ مولانا کا ایک آور پلس پوائنٹ یہ بھی ہے کہ وہ دینی حلقوں کو بھی قابل قبول ہے جبکہ غیر مذہبی لوگوں کو بھی قابل قبول ہے بس ان کو آپنا حصہ ملنا چاہیے اگر حصہ نہیں دیتے تو آپ کی سیاست اور جمہوریت سمیت اسلام بھی خطرے میں آسکتا ہے جبکہ اسمبلی میں خواتین کے حقوق کا بل پاس ہونے سے مرد مظلوم بھی بن سکتے ہیں۔ ویسے مجھے یاد آیا کہ پنجاب اسمبلی نے خواتین حقوق کے متعلق جو بل پاس کیا تھا جس پر مولانا صاحب نے اعتراض کیا اور بہت شور مچایا تھا اور اس کو اسلام مخالف کہا تھا۔ حکومت کو پتہ نہیں 28 فروری یا 28 مارچ کا وقت دیا تھا کہ وہ واپس لے لیکن یہ بھی سچ ہے کہ مولانا نے سال نہیں بتایا تھا کہ اس وقت تک واپس نہ لیا تو پھر ہم سڑکوں اور اسلام کے پروانے مرمٹنے کو تیار ہوں گے لیکن مولانا کی بہترین سیاست کہ وہ وزیر اعظم میاں نواز شریف جو مولانا کو ملنے کا وقت نہیں دیتا تھا۔ مولانا نے اس بہانے میاں نواز شریف کے ساتھ ملاقات کرلی، بہترین حکمت عملی کے تحت ان سے اپنے

مطالبات منوا لیے اس کے بعد قصہ ختم۔ باقی مذہبی جماعتیں بھی خاموش۔اس طرح اب پاناما لیکس انکشاف کے بعد وزیر اعظم میاں نواز شریف ملک کے سیاست میں تنہا ہو گئے تھے کہ لوٹی ہوئی دولت کا حساب دیا جائے۔ مولانا نے ایک دفعہ پھر وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے میاں نواز شریف کا ساتھ دیا جس کے بدلے میں میاں صاحب نے بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے دورے کیے اور وہاں پر مولانا کی مرضی کے ترقیاتی سکمیوں کے اعلانات کیے جس میں اکثر اعلانات صرف اعلانات تک ہی محدود ہوں گے وہ کبھی بھی میاں نواز شریف پورا نہیں کریں گے لیکن وقتی طور پر بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے عوام کو تسلی کیا اور مستقبل کے لیے سیاست بھی چھوڑی گئی۔اس طرح اب مولانا صاحب اپنے سیاست کو پروان چڑھانے اور ملک کے سیاست میں رہنے کے لیے میاں نواز شریف کی مدد اور بچانے کیلئے اس عوامی نیشنل پارٹی کے سربراہ کے پاس بھی گئے جس کے بارے میں ایک سال پہلے کہا تھا کہ وہ ملک کی سیاست میں مردہ سانپ ہے اس پر بات کرنا وقت کا ضیاع ہے لیکن مولانا صاحب کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ مولانا اب اپنے دوست آصف علی زرداری کو منانے لندن میاں نواز شریف کے خرچے پر چلے گئے تاکہ وہاں پر دونوں محسنوں یعنی میاں نواز شریف اور اصف علی زرداری کے درمیان ملاقات کرائی جائے اور پیپلز پارٹی کو متحدہ اپوزیشن سے جدا کیا جائے۔ مولانا نے اس سلسلے میں اصف زرداری سے ملاقات بھی کی ہے اور ان کو ڈرایا بھی کہ اس دفعہ اسلام نہیں بلکہ جمہوریت اور میاں نواز شریف کو خطرے

ہیں اور بعد میں آپ کا نمبر بھی ہے جس پر زرداری نے ملاقات میں مولانا کو کہا کہ کسی فرد کے چلے جانے سے جمہوریت کو خطرہ نہیں ہوتا، البتہ یہ حقیقت ہے کہ مولانا کی کوشیش رنگ لائے گی اور دونوں یعنی میاں نواز شریف اور زرداری کے درمیان اوپن یا خفیہ ملاقات ہوگی۔ ناقدین تو یہ الزام بھی مولانا پر لگاتے ہیں کہ مولانا یہودیوں کے ملک میں کیا کرنے گئے ہیں وہاں تو سارے کے سارے یہودی ہوتے ہیں۔ اب ناقدین کو کون سمجھائے کہ مولانا اب دینی فریضے کو پورا کرنے گئے ہیں جس کی اسلام میں بھی اہمیت ہے۔ خدانخواستہ اگر میاں نواز شریف سے لوٹی ہوئے دولت کا حساب ہوتا ہے اور میاں صاحب گھر نہیں بلکہ جیل چلے جاتے ہیں تو یہ کتنا ظلم ہوگا میاں نواز شریف اور ان کے خاندان کے ساتھ اور وہ لوگ دکھی بھی ہوں گے۔ اس دکھ سے بچانے کیلئے مولانا صاحب سرگرم ہے۔ کچھ ناقدین مولانا صاحب کا عمران خان کے ساتھ تعلقات کو آئین و قانون اور اسلام کے روح کے منافی قرار دیتے ہیں۔اب ناقدین کو کون سمجھائے کہ یہ مستقبل کا سوال ہے۔ مولانا کو عمران خان کی سیاست اور سوچ معلوم ہے کہ یہ ہمارے قابو میں نہیں آئے گا اور ان کی حکومت میں ہم پتہ نہیں کہاں ہوں گے۔ اس لئے ناقدین یہ بات سمجھیں جو اختلافات کی بنیادی وجہ ہے کہ عمران خان کی حکومت آنے میں مولانا صاحب حکومت کا حصہ نہیں رہیں گے۔ اسلئے ان کے خلاف ہونا آئین و قانون سمیت اسلام کی بھی خلاف ورزی نہیں کہ دشمن کے خلاف ہر حربہ استعمال کیا جاسکتا ہے جو مولانا صاحب کر رہے ہیں کہ

عمران خان کی حکومت کسی طور پر بھی ملک میں نہ آئے۔اب ناقدین یہ سوال بھی اٹھاتے ہیں کہ مولانا صاحب جو سیاست کر رہے ہیں۔ کیا اسلام میں یہ جائز ہے؟ اب اس سوال کا جواب تو مولانا صاحب ہی دے سکتے ہیں کیوں کہ وہ مولانا ہے ہم تو اس سلسلے میں بے بس ہے۔

! بجٹ کیا ہے؟ عوام تیار رہیں

قانون کے مطابق حکومت کو ہر سال بجٹ پیش کرنا ہوتا ہے جس میں وہ پورے سال کیلئے مختلف سکیموں اور آشیاء خوردونوش سمیت مختلف چیزوں کی قیمتوں کا تعین کرتی ہے ۔ حکومت عوامی فلاح کو مد نظر رکھتے ہوئے ٹیکسوں کی شرح میں ردوبدل کردیتی ہے۔ بعض آشیاء پر نئے ٹیکس لگائے جاتے ہیں جبکہ بعض پر ٹیکس چوٹ یا سبسڈی دی جاتی ہے تاکہ عوام کو روزمرہ آشیاء کی خریدنے میں مشکلات نہ ہو یا مہنگائی کو اس طرح کنٹرول کیا جاسکے ۔ پاکستان میں نیا فنانشل ایئر یعنی اقتصادی سال یکم جولائی کو شروع ہوتا ہے جو اگلے سال کے تیس جون تک چلتا ہے یعنی حکومت کا نیا سال یکم جولائی سے شروع ہوتا ہے اور اگلے سال کی تیس جون تک چلتا ہے جس میں متعلق بجٹ ختم کرنا ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں بھی بجٹ جون کے مہینے میں پیش کیا جاتا ہے جس پر اسمبلیوں میں بحث ہوتی ہے۔ کچھ کم وزیادہ کرکے بجٹ حکومت منظور کرالیتی ہے۔ اسی طرح صوبائی اسمبلیاں بھی اپنی ترجیحات کے مطابق بجٹ پیش کرتی ہے۔اب آئین وقانون کے مطابق تو ایسا ہی ہونا چاہیے کہ جو بجٹ میں منظور ہو جن پروجیکٹ کیلئے رقم مختص کی گئی ہو ان پروجیکٹ پر رقم خرچ ہونی چاہیے لیکن ہمارے ملک میں عوام بجٹ کو حکومت کی طرف سے ایک مہنگائی کا بم سے موازنہ کرتے ہیں کہ بجٹ کا نام مہنگائی کا نیا طوفان اور ٹیکسوں میں اضافہ ہے ۔ حکومت

آئین و قانون کے مطابق بجٹ تو جون میں پیش کرتی ہے لیکن یہاں پر حکومت کی طرف سے ہر ماہ نیا بجٹ آتا ہے۔ حکومت اپنی سیاست کے مطابق بجٹ سے ہٹا کر ترقیاتی اعلانات اور وعدیں کرتی ہے۔ایک پروجیکٹ کا پیسہ دوسرے پروجیکٹ میں خرچ کرتی ہے۔ ٹیکسوں میں اضافہ حکومت جب چاہے اپنی مرضی سے کرتی ہے۔ حکومت اپنا خسارا پورا کرنے کیلئے سالانہ بجٹ کے علاوہ مختلف مد میں ٹیکس چوٹ ختم کرتی ہے یا نئے ٹیکس لگادیتی ہے۔ میرے خیال میں پاکستان دنیا کا واحد جمہوری ملک ہوگا جس میں صرف حکومت ہی سیاہ و سفید کی مالک ہوتی ہے، اسمبلیوں کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ اپوزیشن برائے نام ہوتی ہے۔ حکومت اسمبلی سے کوئی بڑا اسکیم یا پروجیکٹ سمیت اہم مسئلے کو اسمبلی میں ڈسکس کرنا اپنی توہین سمجھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام کو جمہوریت اور آمریت میں کوئی فرق نظر نہیں آتا۔ جمہوریت کا مطلب عوامی حکومت ہے جس میں عوام کے فلاح و بہبود کیلئے کام کیا جاتا ہے لیکن پاکستان میں جمہوری حکومت عوام کے مشکلات میں اضافے اور اپنے ترجیحات اور فائدے کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔

موجودہ حکومت نے گزشتہ ایک سال کے دوران مختلف اشیاء کی ٹیکسوں میں اضافہ کیا اور اس کو نہ پہلے بجٹ میں رکھا گیا تھا اور نہ ہی بعد ازاں اسمبلی سے منظور کرایا۔اس کی ایک مثال ہمارے سامنے ٹول پلازوں کی ٹیکس کا ہے جس میں حکومت نے پہلے کے مقابلے میں دوگنا اضافہ کیا ہے یعنی جو ٹیکس ایک گاڑی یا ڈرائیور سو روپے ادا کرتا تھا اب وہ دوسو روپے ادا کرتا ہے لیکن ان سے

پوچھنے والا کوئی نہیں جس کا اثر آخر میں مہنگی کرایے کے شکل میں گاڑی کے مالکان ، بس اور ٹرک ڈرائیور ادا کرتے ہیں اور اس کا بوجھ عام آدمی پر پڑ جاتا ہے۔اس طرح سو روپے کارڈ میں پچاس روپے ٹیکس موبائل کارڈ میں کچھ ایڈونس اور کچھ کال کرنے پر ہر آدمی ادا کرتا ہے جو انتہائی ظلم وزیادتی ہے۔ اس طرح دیکھا جائے تو ان ڈائریکٹ ٹیکس اور سیلز ٹیکس ہر پاکستانی روزانہ ہر چیز میں ادا کرتا ہے۔ یہ وہ ٹیکس ہوتا ہے جو حکومت نے ہر چیز پر لگایا ہے یعنی پچاس روپے کی دوائی کا بوتل ہو یا بسکٹ اور ٹافی کا پیکٹ اس میں پانچ چھ روپے ٹیکس آپ سے لیا جاتا ہے جو پروڈکٹ سیل ہونے کے بعد کارخانہ دار حکومت کو ادا کرتا ہے۔یہ ٹیکس آپ سے لیا جاتاہے اور بعد ازاں کارخانہ دار ادا کرتاہے یہ وہ ٹیکس ہے جس کا ذکر وزیراعظم میاں نواز شریف نے اسمبلی میں تقریر کے دوران کیا کہ ان کے خاندان نے گزشتہ پچیس سال کے دوران اٹھ ارب روپے ٹیکس اداکیا ہے یعنی میاں نواز شریف کا احسان ہے کہ جو ٹیکس ہم نے ان کو سیلز ٹیکس کی صورت میں ادا کیا تھا وہ انھوں نے حکومت کو ادا کیا اس پر ان کو فخر ہے کہ ہمارے پورے بزنس نے اتنا ٹیکس ادا کیا جب کہ ذاتی انکم ٹیکس غالباً چھ سات کروڑ روپے ہی ادا کیاہے ۔ان کے مقابلے میں جانگیر ترین نے صرف ایک سال میں ذاتی انکم ٹیکس 27 کروڑ جبکہ بزنس کا 87 کروڑ ایک سال میں ادا کیا ان میں سیلز ٹیکس شامل نہیں ہے۔ وزیراعظم کے خطاب اور سیلز ٹیکس کے ادا کرنے پر مجھے شک پڑ گیا ہے کہ سیلز ٹیکس سرمایہ دار عوام سے تو لیتے ہیں

لیکن آگے حکومتی خزانے میں جمع نہیں کرتے ہوں گے۔ بحر کیف اس ملک میں خوار صرف غریب اور عام آدمی ہے لیکن ایک بات حقیقت ہے کہ اس ملک کو لوٹنے والے اگر عوام اور حکومت کو جوابدے نہیں، کم از کم اللہ تعالیٰ ایک دن پورا حساب لے گا اور کفن میں جیب بھی نہیں ہے کہ یہ لوگ اپنی کھربوں کی لوٹ مار اور کرپشن کا پیسہ اپنے ساتھ قبر میں لے جائیں۔

حکومت اپنی چوتھی بجٹ تین جون کو پیش کرنے جا رہی ہے جس کا حجم تقریباً پانچ ہزار ارب ہوگا جس میں عوام تیار رہیں تقریباً 150 ارب روپے کے نئے ٹیکس لگائے جائیں گے جبکہ پہلے سے دی گئی سبسڈی بھی ختم کی جائے گی یعنی مجموعی طور پر 280 ارب روپے کے نئے ٹیکس لگا دیے جائیں گے جس میں روزمرہ اشیاء کے علاوہ تقریباً ہر چیز مہنگی ہو جائے گی۔ پہلے سے مشکلات اور تکلیف میں مبتلا لوگوں کی غم اور درد میں مزید اضافہ ہوگا۔ وزیر اعظم سمیت حکومت اہلکار تو اپنی کھربوں روپے پر ٹیکس تو ادا نہیں کرے گی لیکن غریب لوگوں پر ان ڈائریکٹ ٹیکس یعنی سیلز ٹیکس میں مزید اضافے سے مہنگائی کا نیا طوفان آئے گا۔ حکومت نے پہلے تین بجٹ میں عوام کے صحت، تعلیم اور روزمرہ زندگی کو آسان بننے کیلئے کیا کام کیا ہے کہ ہم اب امید رکھیں کہ اس دفعہ کا بجٹ ماضی سے بہتر ہوگا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی حکومت کا عرصہ جو اب دو سال ہی رہ گیا ہے با آسانی پورا کرے تاکہ عوام سکھ کا سانس لے سکیں۔ موجود حکومت

نے اپنے مہنگے پروجیکٹ کو پورا کرنے کیلئے جہاں پر ملک کی تاریخ میں مہنگے قرضے لیے وہاں پر قرضوں میں صرف تین سال میں زرداری حکومت کی پانچ سال دور سے زیادہ قرض لیا گیا ہے جس کو پورا کرنا آئندہ حکومتوں کیلئے انتہائی مشکل کام ہوگا۔ حکومت عوام کیلئے کچھ بھی نہ کرے صرف ایک مہربانی کرے کہ نئے ٹیکس نہ لگائے اور قرضہ لینا بند کرے یہ عوام اور اس ملک پر مہربانی ہوگی۔

علیشاہ، ہم کون ہیں؟

یہ واقعہ صرف پشاور میں رونما نہیں ہوا بلکہ آئے روز ملک کے کسی نہ کسی کونے میں اس طرح کے واقعات رونما ہوتے ہیں لیکن ہم دھیان نہیں دیتے، سچ تو یہ ہے کہ ایسے واقعات ہمارے شی میل کے ساتھ صرف رونما نہیں ہوتے بلکہ عام اور غریب لوگوں کی زندگی اسی طرح ختم ہوتی ہے۔

پشاور میں علیشاہ کا قتل اور اس کے ساتھ ہسپتال میں پیش آنے والے واقعات ہماری زندگی کا حصہ بن چکے ہیں۔ میں سلام اور داد دیتا ہوں کہ پشاور میں مقیم علیشاہ کے دوستوں نے اس واقعے پر احتجاج کیا، میڈیا نے ان کی آواز حکام بالا تک پہنچایا جس کی وجہ سے علیشاہ کو ہسپتال میں کچھ علاج کی سہولت ملی اور صوبائی حکومت نے اعلان کیا کہ ہم تمام ہسپتالوں میں ان کیلئے علاج و معالجے کی سہولت دیں گے اور ان کو باعزت روزگار دینے کا بھی بندوبست کیا جائے گا۔اگر حکومت کے ان وعدوں پر عمل درآمد ہوجاتا ہے تو یقینی طور پر اس کا کریڈٹ علیشاہ کے دوستوں اورکے ساتھ ناانصافی پر آواز اٹھانے والوں کو بھی جاتا ہے جن کی وجہ سے صوبائی حکومت جاگ گئی جس طرح میں نے شروع میں لکھا کہ اس طرح کے واقعات ہمارے شی میل کے ساتھ صرف پیش نہیں آتے ان کی تو خوش قسمتی تھی کہ ان کی آواز اور احتجاج رنگ لایا۔ ہمارے ملک کے تمام

ہسپتالوں میں علاج ومعالجے کی سہولت نہ ہونے کے برابر ہے۔ عام آدمی کے لئے مشکلات ہی مشکلات ہیں۔ مریض کے لواحقین کو سمجھ نہیں آتی کہ وہ کہاں جائے ۔ڈاکٹرز کی کمی اور وارڈز میں بیڈز کی کمی سمیت ٹیسٹ کرانے والی مشینوں کے فقدان سے بھی مسائل بڑھ جاتے ہیں۔ ہمارے شی میل دوست جو شکوہ کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ صرف یہ ناانصافی ہورہی ہے اس سے میں متفق نہیں ہوں یہ ہر انسان کے ساتھ ہوتا ہے جو ہسپتال جاتا ہے جس طرح علیشاہ کیساتھ ہوا ہے۔ ہمارے شی میل دوستوں کے ساتھ دوسری نہ انصافیاں ضرور ہوتی ہیں جس کاذکر میں کروں گا لیکن اس سے پہلے میں صرف اسلام آباد کے سب سے بڑے ہسپتال پمز کا ذکر کروں گا کہ کچھ دن پہلے ایک دوست جن کی رشتہ دار کا ایکسڈنٹ رات کے وقت مظفرآباد میں ہوا تھا ان کو مظفر آباد ہسپتال لوگ لے گئے وہاں علاج اور آپریشن کا بندوبست نہیں تھا تو ان کو وہاں سے ڈاکٹرز نے اسلام آباد کے پمز ہسپتال ریفر کیا۔ صبح آٹھ بجے وہ اسلام کے پمز ہسپتال پہنچے تو ڈاکٹرز نے کچھ انجکشن لگوادیے اور بعد ازاں ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا میں شام چھ بجے ان کے پاس گیا تو مریض وارڈز کی جگہ برآمدے میں لوہے کے سٹیچر پر پڑا تھا ان کے بھائی نے بتایا کہ ان کی دوجگہ پر ٹانگ ٹوٹی ہوئی ہے اور جسم کے باقی حصوں پر شدید زخم ہیں اور ہاتھ بھی ٹوٹ ہوا ہے۔میں یہ نہ دیکھ سکا تو ان کو کہا کہ میرے ساتھ آؤ ایم ایس یا ڈائریکٹر سے بات کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ دوسرے بھائی پرائیویٹ ہسپتال دیکھنے گئے ہم نے مریض کو وہاں لے جانا ہے لیکن پھر

بھی ڈاکٹر سے ملتے ہیں۔ میں نے ڈائریکٹر سے بات کی تو انہوں نے اپنی مجبوریاں بتائی کہ وارڈز میں جگہ نہیں ہے رش زیادہ اور ڈاکٹرز کم ہے جبکہ ان کا آپریشن آٹھ نو بجے رات کو ہوگا جب بڑے ڈاکٹرز آئیں گے اب تو ایمرجنسی میں صرف جونیئر ڈاکٹرز موجود ہے۔ ان کا بڑا آپریشن ہے جو یہ ڈاکٹرز نہیں کر سکتے۔ قصہ مختصر میں وہاں سے چلا گیا اور انہوں نے ہسپتال میں دس گیارہ گھنٹے گزارنے کے بعد اپنے مریض کو پرائیویٹ ہسپتال شفٹ کیا۔ ایسے واقعات اسلام آباد اور راولپنڈی سمیت ملک کے تمام ہسپتالوں میں روزانہ پیش آتے ہیں لیکن ہمارے حکمرانوں پر کچھ اثر نہیں پڑتا بلکہ مجھے تو پمز میں سینئر ڈاکٹر نے یہاں تک بتایا کہ بھائی ہمارے پاس جگہ نہیں ہوتی ہم تو آپریشن کے لئے مریض کو دو دو سال کا وقت دیتے ہیں۔ اسلام آباد کے سب سے بڑے ہسپتال کے وارڈ میں بیڈ کیلئے آپ کو سفارش کروانی پڑتی ہے۔ تب جا کر آپ کو بیڈ ملتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اسلام آباد اور راولپنڈی کے ہسپتال کو دیکھ کر مجھے پشاور کے ہسپتال اچھے لگنے لگے ہیں۔

ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ پورے ملک کے ہسپتالوں کا برا حال ہے۔ ہمیں امید تھی کہ خیبر پختونخوا میں عمران خان کی حکومت آنے کے بعد ہسپتالوں کا نظام بہتر ہو جائے گا لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہسپتالوں میں کچھ خاص تبدیلی نہیں لائی گئی ہے اب تک صرف باتیں اور اعلانات ہوتے رہے ہیں۔ بڑے ہسپتالوں میں

رش کم کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ڈسٹرکٹ اور تحصیل سمیت گاؤں کے سطح پر چھوٹے ہسپتالوں میں علاج کی بہترین سسٹم بنائیں اور ملک کے تمام سرکاری ہسپتالوں میں علاج دوا سمیت فری کریں۔ تب ہمارے شی میل اور عام لوگوں کو فائدہ اور سہولت ہوگی۔

ہماری ملک کی بد قسمتی یہ ہے کہ یہاں پر کوئی نظام موجود نہیں ہے ہر کسی نے اپنی دوکان اور قانون بنایا ہے۔ معاشرے کے دوسرے طبقوں کی طرح یہاں پر خواجہ سرا کیلئے بھی کوئی بندوبست نہیں ہے۔ پورے ملک میں ان کی تعداد لاکھوں میں ہے لیکن خیبر پختونخوا میں ایک اندازے کے مطابق پچاس ہزار خواجہ سرا یا شی میل بستے ہیں جن میں اکثریت کو گھروں سے نکال دیا گیا ہے یا خود گھروں سے بھاگے ہیں، جو بعد ازاں اپنے گروہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ ہمارا ملک جو برائے نام اسلامی کہلاتا ہے، پھر پختون معاشرہ جو اپنے ہر کام پر فخر کرتا ہے وہاں پر ان کی زندگی اجیرن ہے۔ان کا معاشرے میں ہر طرح کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ان بے ضرور اور معصوم لوگوں کی معصومیت سے غلط فائدہ اٹھانا ہم اپنا حق سمجھتے ہیں۔ صوبائی حکومت ان کیلئے اور کچھ نہ کرے ان کو کم از کم فری مکان اور رہائش مہیا کرے جن میں یہ لوگ عزت سے زندگی بسر کر سکیں۔ حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ وہ معاشرے کے ہر طبقے کی جان ومال کی حفاظت کرے اسی طرح شی میل کی جان ومال کی حفاظت کرنا بھی حکومت کا کام ہے۔ دوسرا

یہ لوگ خود بھی اپنی لڑائیاں چھوڑ دیں آپس میں اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کریں جس طرح ابھی سب نے مشترک علیشاہ کیلئے آواز بلند کی، اسی طرح ہر مسئلے پر متحد رہیں۔ اگر حکومت اپنے وعدے بھول جاتی ہے تو احتجاج کے ذریعے حکومت کو وعدے یاد دلائے۔ علیشاہ کے قاتل کی گرفتاری بڑی کامیابی ہے پولیس کو خراج تحسین پیش کیا جانا چاہیے لیکن اس کے بعد ہر قسم کا پریشر شی میل اور ان کے ایسوسی ایشن پر آئے گا۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کیس میں خود مدعی بن جائے اور گرفتار شخص کو پھانسی کے پھندھن تک پہنچایا جائے تاکہ معاشرے کیلئے یہ سبق بنے۔ جب تک ظالموں کو سزا نہیں ملتی غریب اور امیر کے لئے الگ الگ قانون کا خاتمہ نہیں ہوتا اس وقت تک صرف شی میل کے منہ سے یہ نہیں نکلے گا کہ ہم کون ہیں؟ یہ ہر اس بے بس اور لاچار کی آواز ہے جس کے ساتھ ظلم وزیادتی سے ہم باز نہیں آتے لیکن اللہ کا قانون اور لاٹھی بے آواز ہوتی ہے، ایک دن آئے گا کہ ان سب غریب اور مظلوم لوگوں کو حساب دینا ہوگا۔ ان کی آہ وبقا سے بچو اور ان کو انصاف دو۔ ان کو معاشرے کا حصہ سمجھو۔

جھوٹ ہی جھوٹ

بعض اوقات میں سوچتا ہوں کہ اگر دنیا میں جھوٹ بولنے پر ایورڈز دیے جاتے تو کم از کم ہم ہر سال یہ ایورڈ حاصل کر لیتے لیکن ہماری بدقسمتی کہ جس ایک چیز میں ہم خود کفیل ہے اس پر بھی دنیا کی طرف سے ہمیں کوئی ایورڈ نہیں ملتا۔ ترقی یافتہ ممالک ہر سال مختلف شعبوں میں ایورڈز کا انعقاد کرتے ہیں انہیں اس پر بھی غور کرنا چاہیے کہ دنیا میں سب سے زیادہ جھوٹ کہاں بولا جاتا ہے اس پر کم از کم ایورڈ رکھے تاکہ ہمارے ملک کے تمام فرقے اور طبقے اس کو حاصل کر سکے۔ جھوٹ بولنا اب ہماری فطرت یا کلچر کا حصہ بن چکا ہے۔ ہم میں سے ہر کوئی کسی بھی وقت بات کرتے ہوئے جھوٹ ضرور بولتا ہے۔ جھوٹ بولنا پہلے زمانے میں اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن اب جس طرح دنیا سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی کر رہی ہے اسی طرح ہمارے ملک میں ہم نے جھوٹ میں ترقی کی ہے اور اب یہ ہمارے خون میں شامل ہوگیا ہے کہ بڑے سے بڑا آفسر ہو یا چھوٹے سے چھوٹا بزنس مین یا کاروباری طبقہ ہر کوئی اپنے فائدے کے لئے جھوٹ بولتا ہے۔ پہلے زمانے میں کہا جاتا تھا کہ جھوٹ صرف حکمران اور سیاستدان بولتے ہیں لیکن اب ہمیں معلوم ہوا کہ سیاست دان بچارے اس معاملے میں بھی خود کفیل نہیں رہے بلکہ ان کو ووٹ دینے اور منتخب کرنے والے بھی ان سے زیادہ جھوٹ بولتے ہیں بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اب جھوٹ صرف بولا

نہیں جاتا بلکہ لکھا بھی جاتا ہے اور اس کے باقاعدہ طور پر رقم مقرر ہے کہ کون کیسے اور کس طرح اچھے سے اچھا جھوٹ لکھا سکتا ہے اس کے مطابق ان کو معاوضہ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ بولنا اب گھروں ، دفتروں،اداروں سیاستدانوں، سربراہوں سمیت ہر مکتبہ فکر کے لوگ بولتے اور لکھتے ہیں۔ بیوی شوہر سے جھوٹ بولتی ہے،اکثر جھوٹی کہانیاں سناتی ہے جبکہ شوہر آگے سے بیوی کے ساتھ جھوٹ بولتا ہے اور ان کے ہاں میں ہاں ملاتا ہے، دونوں ایک دوسرے کو بے وقوف بناتے ہیں جبکہ دونوں کو معلوم بھی ہوتا ہے کہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔اس طرح ریڑی پر سبزی یافروٹ فروش بھی اپنے بیس تیس روپے کے لئے بہت جھوٹ بولتا ہے۔ اسی طرح سرکاری دفتر ہو یا پرائیویٹ دونوں میں صبح کا آغاز جھوٹ ہی سے ہوتا ہے۔ سرکاری دفتر سے یاد آیا وہاں پر تو ملازمین کام نہ کرنے کی تنخواہ لیتے ہیں جب کہ کام کرنے کی رشوت لینے کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ جھوٹ بولنا ہمارے معاشرے میں اتنی تیزی سے پھیل رہاہے کہ اب محسوس ہو رہاہے کہ اگر حکومت نے جھوٹ بولنے پر کوئی سزا مقرر کردی تو پھر سارے ملک کو جیل کی حیثیت دینی ہو گی لیکن حکمران ایسا ہر گز نہیں کر سکتے کیوں کہ وہ ہم سے زیادہ جھوٹے ہیں۔ پاناما لیکس رپورٹس پر جتنا جھوٹ حکمران جماعت کی طرف سے بولا گیااس کا حساب یا ریکارڈ رکھنا بھی اب مشکل ہو گیا ہے۔ وزیر اعظم کے بیانات اور ان کے وزراکے

بیانات ، پھر وزیر اعظم کے بیٹوں اور بیٹی کے بیانات ،سب ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ دنیا بھر میں پاناما لیکس پر تحقیقات اور انکوائریاں ہو رہی ہے جب کہ ہمارے ملک میں حکمران جماعت اس کو پاجامہ لیک، سازشی لیگ سے تعبیر کر رہی ہے۔ ہر طرف اس بارے میں جھوٹ ہی جھوٹ بولا اور لکھا جارہاہے۔ جس پیغمبر پر ہم جان قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں جن کے پاس کافر امانتیں رکھتے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میرا امتی ہر گناہ کر سکتا ہے لیکن جھوٹ نہیں بول سکتا۔آج دیکھا جائے تو ہم ہر کام کا افتتاح جھوٹ سے کرتے ہیں۔جان کی امان پاؤ تو جھوٹ کو ہم نے اپنے ایمان کا حصہ قرار دیا ہے۔ ہر کوئی اپنے رتبے اور منصب کے مطابق جھوٹ بولتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جھوٹ کے ہم اتنے عادی ہوچکے ہیں کہ اب سچ بول کر صرف اب دشمن پیدا کر سکتے ہیں۔ جب کوئی غلطی سے سچ بول یا لکھ لیتا ہے تو ہم میں سے ہر کوئی نہ صرف پریشان اور بدگمان بن جاتا ہے بلکہ آگے سے ہمیں یہ سننے کو ملتاہے کہ دل رکھنے کے لئے ہی جھوٹ بول لیتا یعنی وقتی طور پر میں خوش رہوں چاہے جھوٹ ہی کیوں نہ ہو،اس لئے اب جھوٹ کو گناہ نہیں سمجھا جاتا بلکہ جھوٹے شخص کو ہم سمجھ دار، قابل اور ذہن سمجھتے ہیں جب کہ سچے ادمی کو بے وقوف اور نالائق سمجھتے ہیں ۔کاش ہم اپنے آقا نبی سے محبت کرنے کے جھوٹے دعوے کو حقیقت کا روپ دیتے توآج ہمارے بہت سے معاملات حل ہو جاتے ہمیں پریشانی سے نجات ملتی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ آج مذہب کے نام پر جتنا جھوٹ بولا اور لکھا جاتا ہے اس کی تاریخ میں مثال نہیں۔ ہمارے ہاں مذہب کا لبادہ اڑ کر اسلام کا نام استعمال کرکے جھوٹ بول کر سیاسی اور ذاتی فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔ ہمیں یہ حقیقت بھی ماننی پڑے گی کہ مذہبی لوگ زیادہ جھوٹ بولتے ہیں۔ دنیاوی فائدے کیلئے وہ ہر قسم کے جھوٹ کو درست سمجھتے ہیں۔ مغربی معاشرے میں جھوٹ اور غلط بیانی کو بالکل ہی پسند نہیں کیا جاتا کاش ہم اسلام اور اپنے آقا سے محبت کرنے والے دعویدار ان کے سنت پر عمل کرتے اور جھوٹ بولنے سے پرہیز کرتے۔ ہم سے پہلے معاشرے بھی اسلئے تباہ ہوئے کہ وہ لوگ بھی جھوٹ اور فریب کو اپنی دانش تصور کرتے تھے۔ جھوٹ پر قائم رہنے والے معاشرے، ادارے اور لوگ زیادہ دیر کامیاب نہیں رہتے۔ کم از کم آج ہم اپنی ذات سے شروع کرے اور یہ عہد اپنے آپ سے کرے کہ آئندہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ چاہے جو بھی ہو میں نے صرف سچ بولنا ہے، پھر دیکھیے اللہ تعالی کی مدد اور نصرت کس طرح آتی ہے۔ ہمیں حکومتوں کی جھوٹ یا دوسرے لوگوں کی جھوٹ پر رونے کے بجائے خود اپنے جھوٹ پر رونا چاہیے اور اپنی اصلاح کرنی چاہیے ہم میں سے ہر کوئی دوسرں کو ٹھیک کرنے کے چکر میں لگا ہے جبکہ خود ٹھیک ہونے کیلئے تیار نہیں۔

پاناما لیکس پارلیمانی کمیٹی میں اختلاف

پاناما لیکس کی تحقیقات کیلئے ٹرم اف ریفرنس (TORs) جس کیلئے قائم پارلیمانی کمیٹی کو پارلیمنٹ کی طرف سے دو ہفتے کا وقت دیا گیا تھا کہ دو ہفتوں کے اندر اندر اپوزیشن اور حکومت کے ارکان ٹی او آرز بنا کر سپریم کورٹ کے حوالے کر دینگے لیکن دو ہفتے کا وقت گزرنے کے باوجود حکومت اور اپوزیشن کے درمیان ہونے والے چھٹے اجلاس میں بھی اختلاف برقرار رہا، اپوزیشن کی جانب سے پیش کی جانے والی ٹی او آرز کو حکومت ماننے کیلئے تیار نہیں جبکہ حکومت کی جانب سے پیش ہونے والے ٹی او آرز پر اپوزیشن راضی نہیں۔ حکومت چاہتی ہے کہ ٹی او آرز سے وزیر اعظم کا نام نکلے تاکہ ان سے تحقیقات نہ ہو جبکہ اپوزیشن کا اصرار ہے کہ ایسے ٹی او آرز ہو جس میں سب کا احتساب ممکن بنا دیا جائے جس کا تعلق جس پارٹی سے بھی ہو ان سے جوڈیشل کمیشن بلاخوف تحقیقات کرے۔ تحقیقات وزیر اعظم سے ہی شروع ہونا چاہیے تاکہ دوسروں کا اعتراض نہ ہو اور وزیر اعظم ملک کا سربراہ ہے۔ ٹی او آرز کیلئے اب تک ہونے والے تمام میٹنگ بے نتیجہ قرار دیے جا سکتے ہیں۔ حکومت ہر صورت میں وزیر اعظم کو بچانا چاہتی ہے کہ وہ تحقیقات کی ذد میں نہ آئے دوسرا حکومت کی یہ بھی کوشش ہے کہ ایسے ٹی او آرز مرتب ہو جس میں جوڈیشل کمیشن کی تحقیقاتی ٹیم بے بس ہو اور ان کے پاس اختیارات نہ ہو۔ پیپلز پارٹی

کے رہنما اور سنیئر وکیل اعتزاز احسن کا کہنا ہے کہ ہم نے یعنی اپوزیشن نے حکومت کے 75 فی صد ٹی او آرز تسلیم کر لیے ہیں۔اب حکومت ہمارے 25 فی صد ٹی او آرز تسلیم کرے جس کیلئے جمعے کا وقت دیا گیا ہے۔ حکومت اور اپوزیشن کی سوچ اور خیالات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ شاید یہ کمیٹی بغیر کسی نتیجے پر ختم ہو جائے اور معاملات جوں کے توں رہے۔دوسری رائے یہ بھی سامنے آ رہی ہے کہ حکومتی ارکان صرف ٹائم حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ بیس تاریخ تک وقت حاصل کرے اس کے بعد سپریم کورٹ کی تین مہینے کی چھٹی شروع ہو جائے گی اور اس طرح معاملہ دب جائے اور اپوزیشن سمیت لوگ پاناما لیکس کو بھول جائیں گے۔

اب اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ وزیر اعظم اور ان کے خاندان نے بیرونی ممالک دولت پاکستان سے غیر قانونی طریقے سے بھجوائی اور ان کھربوں روپے کا بھی کوئی حساب کتاب نہیں کہ وزیر اعظم کے خاندان کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آئے اور انہوں نے بیرونی ممالک کے بنکوں میں یہ رقم کیسے منتقل کی اور اس پر کتنا ٹیکس دیا۔وزیر اعظم کا قوم سے خطاب ہو یا پارلیمنٹ ہاؤس میں تقریر دونوں خطاب میں وزیر اعظم نے کہا تھا کہ تحقیقات مجھ سے شروع کی جائے لیکن اب جبکہ تحقیقات نہیں صرف ٹی او آرز بنائے جا رہے ہیں اس کو حکومت اور وزیر اعظم کی ٹیم ماننے کیلئے تیار نہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا

نہیں بلکہ پوری دال ہی کالی ہے اور حکومتی ٹیم کی پوری کوشش ہے کہ اس کالی دال کو قوم کی نظروں سے بچایا جائے۔ اگر وزیر اعظم پاناما لیکس میں بے گناہ ہوتے یا ان کی بیرونی ممالک دولت قانونی طریقے سے بھجوا دی گئی ہوتی اور یہ دولت کرپشن اور لوٹ مار سے حاصل نہ کی ہوتی تو حکومت کبھی بھی اپوزیشن کے مطالبات سے نہیں گھبراتی بلکہ اپوزیشن کے مطالبات اور تحقیقات پر من و عن عمل کرتی لیکن چونکہ معاملہ مختلف ہیں حکومت کو معلوم ہے کہ اگر ایک دفعہ یہ صندوق کھل دی گئی تو اس میں بہت کچھ سامنے آئے گا لہذا جس طرح ہوسکے پاناما لیکس کے تحقیقات سے وزیر اعظم کو بچایا جائے، حالات جس طرف بھی جائے وہ بعد میں دیکھی جائے گی۔ اب صرف وقت پاس کیا جائے۔

حکومت کی یہ بھی سوچ ہے کہ ہم نے تین سال گزار دیے اور اب چوتھا بجٹ بھی پیش کر دیا ہے جس پر عوام اور اپوزیشن کی طرف سے کافی اعتراضات بھی اٹھائے جا رہے ہیں کہ اس بجٹ میں عوام کیلئے کچھ نہیں، عوام پر ٹیکسوں کا بوجھ مزید بڑھا دیا گیا ہے۔ عوام کی نظروں میں حکومت ناکام ہوچکی ہے۔ ان حالات میں اگر انتخابات ہوتے ہیں تو حکومت کو سوٹ کرتی ہے یعنی حکومت نے اپنے چار سال بھی پورے کر دیے اور عوام کو یہ جواز بھی پیش کیا جاسکتا ہے کہ اپوزیشن کی جانب سے حکومت کو کام کرنے نہیں دیا گیا۔ ہماری ترقیاتی پالیسی اور پروجیکٹ آنے والے تھے جس میں ملک سے غربت، بے روزگاری، مہنگائی اور بجلی لوڈشیڈنگ

کا خاتمہ کرنا تھا لیکن اپوزیشن کی جانب سے ہمیں موقع نہیں دیا گیا اس لئے ہم یہ کام نہ کرسکے۔ ملک میں غربت ، بے روزگاری اور مہنگائی کا طوفان تو اپنی جگہ لیکن بجلی لوڈشیڈنگ میں تین سال گزرنے کے باوجود کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ لوڈشیڈنگ میں اضافہ ہوا ہے۔ آج چاروں طرف احتجاج ہی ہو رہا ہے، رمضان میں بھی حکومتی دعوے دھرے کے دھرے رہ گئے لیکن افسوس کا مقام یہ ہے کہ حکومت کی موجودہ پالیسیوں کو دیکھتے ہوئے لگ یہ رہا ہے کہ 2018 میں بھی بجلی لوڈشیڈنگ خاتمہ نہیں ہوگی ، حالات ایسے ہوں گے جس طرح اب ہیں ۔ ہم بات کر رہے تھے ٹی او آرز پر ڈیڈلاک کی تو یہ ڈیڈلاک حکومت کو فائدہ دے رہی ہے ۔ حکومت چاہتی ہے کہ حالات خراب ہوجائے اور ہمیں غازی ہونے کا اعزاز حاصل ہوجائے لیکن اب عوام جان چکی ہے کہ حکومت کے دعوے صرف دعوے ہیں، حکومت ہر سطح پر ناکام ہوچکی ہے ۔ ملک کے حالات بد سے بدتر ہوتے جارہے ہیں۔ حکومت کی سوچ ہے کہ اپوزیشن کے احتجاج یا حکومت کے چلے جانے میں وزیراعظم میاں نواز شریف کا بلا ہے اور اس طرح پاناما لیکس تحقیقات نہ ہوجائے ۔ ملک میں مخلص قیادت اور صیح لوگوں کو منتخب کرنا ہو تو عوام کو بھی فیصلہ کرنا ہوگا کہ آئندہ ایسی پارٹیوں اور شخصیات کو ووٹ نہیں دینا ہے جو کرپٹ ہو جن کو عوام کی نہیں بلکہ اپنی جیب کی فکر ہو۔ تب ملک میں مخلوص قیادت سامنے آسکتی ہے۔

تین لڑکیوں کی کہانی

ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ یہ صرف تین لڑکیوں کی کہانی نہیں نجانے کتنی لڑکیاں روز ہمارے معاشرے کے فرسودہ نظام اور جہالت کی وجہ سے اپنی خوبصورت زندگی ارمانوں کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اپنے ساتھ دفن کرجاتی ہے۔ ایسے واقعات کے بارے میں سن کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور خود کو ان مظلوم ، معصوم اور بے گناہوں کہ ارمانوں کا قتل سمجھنے لگتا ہوں کہ اے اللہ ہم آپ کے پاس کیا منہ لے کر آئیں گے کہ ہم ایک بے گناہ ، معصوم کے ارمانوں کا تحفظ نہ کرسکے اور ان معصوموں کو ظالم سماج کے سامنے چھوڑ دیا۔ دل کی بات تو یہ ہے کہ ایسے واقعات کی وجہ سے اپنے آپ کو مسلمان اور انسان کہنا بھی توہین ہے۔ آج ظلم کی انتہا تو یہ ہے کہ ایسے واقعات پر نہ صرف ہمارے نام نہاد مذہبی رہنما خاموش ہے بلکہ ماڈرن اور اپنے آپ کو روشن خیال سمجھنے والوں نے بھی آنکھیں بند کی ہوئی ہے۔ حکومت اور قانون نافذ کرنے والوں سے کیا شکواہ کرے وہ تو پہلے سے اس ظلم میں برابر کے شریک ہیں۔ مری کی ماریہ، ایبٹ آباد کی عنبرین اور لاہور کی زینت میں تم تین سے معافی مانگتا ہوں کہ میں تم لوگوں کیلئے کچھ بھی نہ کرسکا۔ میں تم تینوں کو اس ظالم معاشرے سے نہ بچا سکا جس کا میں خود حصہ ہوں۔ میں تم تینوں سے التجا کرتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ کے حضور جب تم اپنا درد اور غم

بیان کروں گی اور ہماری سماج کی شکایت کروں گی اور اپنا قصور پوچھوں کی تو مجھے ان ظالموں میں شمارمت کرنا جن کی وجہ سے تم لوگوں کی آرزوئیں اور محبت مٹی میں دفن ہوئی تھی۔کاش کہ ہم نے ایبٹ آباد کے عنبرین کو انصاف دیا ہوتا اور ان لوگوں کو سزادی ہوتی جن کی وجہ سے عنبرین کو جلایا گیا۔ تو شاید یہ ظلم روک جاتا۔ عنبرین تمہارا قصور یہ تھا کہ تم نے منافقت نہیں کی ،گناہ نہیں کیا ، جھوٹ نہیں بولا، والدین کو دھوکہ نہیں دیا بلکہ اپنی محبت کو پانے کیلئے قدم اٹھایا ۔کاش تم ان وڈیروں ،خانوں اور پنچایت کے سرداروں کی بیٹیوں کی طرح سب کچھ چھپ کر کرتی تو آج تم زندہ ہوتی ، آج تم کو کھلے آسمان کے نیچے اس طرح بے دردی سے نہ جلایا ہوتا، تم تو چلی گئی ہو لیکن تمہاری آہ وسسکیاں ہمیں ہر وقت تڑپاتی ہے اور ہمیں احساس دلاتی ہے کہ ہم نے تم کو بچانے کیلئے کچھ بھی نہیں کیا۔ ہم آج بھی ان ظالموں کے خلاف کچھ نہ کرسکے جن کے حکم پر تمہاری خوبصورت زندگی چھین لی گئی ۔ عنبرین تم نے چلتے چلتے بھی محبت کا درس چھوڑ دیا کہ جان تو چلی گئی لیکن محبت زندہ ہو گئی ۔ میں مری کی خوبصورت پہاڑوں کی مالکہ ماریہ تم سے بھی شرمندہ ہوں کہ میں تم کو سماج کے ظالم رسم ورواج سے نہ بچاسکا جن کی وجہ سے تم نے اپنی معصوم اور پاک محبت کی وجہ سے قربانی دی اور ظالموں نے تم کو مار ڈالا۔ماریہ تم نے ثابت کردیا کہ اللہ تعالیٰ نے جس محبت کی وجہ سے یہ دنیا بنائی ہے اس محبت کو قائم ودائم رکھنے کیلئے تم نے اپنی جان کی قربانی دی اور ہمیں یاد دلایا کہ

محبت کرنے والے اور محبت پر جان قربان کرنے والے آج بھی زندہ ہے اور اپنے خون سے اس شمع کو جلائے ہوئے ہیں۔

لاہور کی زینت تم نے تو محبت کو بچانے کے لئے خود اپنی ماں کے سامنے جانی دی جس نے تم کو جنم دیا تھا اسی نے تم کو جلا ڈالا، وہ ماں اس سانپ کی طرح بھول گئی تھی جو خود اپنی بچوں کو کھا جاتی ہے۔اے ظالم سماج اور سفاک معاشرے میں رہنے والی ماں تم یہ بھول گئی کہ تمہاری بچی نے کوئی گناہ نہیں کیا تھا انہوں نے تو تمہاری عزت بچائی ،اپنے نبی کی سنت کو قائم رکھا اور شادی کی تھی ۔کیا شادی کرنا جرم ہے ؟کیا نکاح اپنی مرضی اور خوشی سے کرنا جرم تھا؟۔ ان کے بھائیوں اور جنم دینی والی ماں کو زینت کی نکاح پسند کیوں نہ آیا؟۔ یہ بدبخت ماں اور ان کے بھائیوں تم کو معلوم نہیں کہ تم نے وہ ظلم و جبر کیا جو اسلام سے پہلے ہوتا تھا۔

یہ ظالموں تم لوگوں نے بے گناہ اور معصوم زندگیوں کا خاتمہ کرکے خود اپنی زندگی تباہ کردی ۔ اے ظالموں تم کو معلوم نہیں کہ جس شخصیت اور ہستی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا بنائی انہوں نے تو پیار اور محبت کا درس دیا ۔ انہوں نے تو ایسے اصول چھوڑے ہیں جس پر آج انسانیت کو فخر ہے۔ یہ بد بختوں تم نے تو اپنے آقا کے تعلیمات کا جنازہ نکال دیا جس ہستی کی وجہ جہالت کی

تاریکی ختم ہوئی تھی تم لوگوں نے اس ظلم کو پھر سے زندہ کیا کہ جہالت کی وجہ سے لوگ اپنے بیٹیوں کو زندہ دفن کرتے تھے تم لوگوں نے اپنے بہن بیٹیوں کو زندہ جلایا۔ اللہ کے پیغمبر مصطفیٰ نے تو اپنی بیٹی حضرت فاطمہ جو جنت کی سردار ہے ان کا نکاح کراتے ہوئے پوچھا کہ اے فاطمہ تمہارا نکاح حضرت علی سے کروں۔ وہ شخصیت اور پیغمبر اپنی بیٹی سے پوچھتا ہے جس کو سب کام کرنے کی اجازت میرے اللہ سے پہلی ملتی تھی لیکن ہمیں سمجھانے اور بتانے کیلئے کہ اپنی بیٹیوں اور بہنوں سے شادی کے معاملے میں پوچھا کرو اور ان کی مرضی کے مطابق ان کی شادی کر دیا کرو۔ نکاح تو اس وقت تک ہوتا ہی نہیں جب تک لڑکی راضی نہ ہو یا لڑکی کی مرضی شامل نہ ہو۔ اے جاہلوں اور ظالموں تم لوگ اس پر شکر ادا کرو کہ تمہاری بیٹیوں نے نکاح کیا تھا، کیوں تم لوگ ان کے نکاح کے خلاف ہو۔ جس دین اور نبی پر ہم اپنی جان قربان کرنے کیلئے ہر وقت تیار ہوتے ہیں اس پیغمبر اسلام کے تعلیمات تو یہ ہے کہ لڑکی کی نکاح ان کی مرضی سے کیا کروں۔ رشتہ داروں میں نکاح ضروری نہیں ہے۔ میرے اللہ نے جو اس کے نصیب میں آسمان پر رشتہ لکھا ہے اس پر اے نادانوں تم لوگ کیوں ناراض ہو۔ کیوں اپنی مرضی اپنے بچیوں پر لاگو کرتے ہو اور ان کی زندگی کے دشمن بنتے ہیں۔ سماج، رسم ورواج اور معاشرے کو چھوڑو کہ لوگ کیا کہہ گے، اللہ کے فیصلے اور اپنی بیٹی کی قسمت پر راضی ہو جاؤں اور ان کی خوشیوں کی قاتل نہ بناؤ بلکہ ان کو دعائیں دوں۔ میرا اللہ تم لوگوں سے خوش ہوگا جس نے کہا ہے کہ ایک انسان کی جان

بچانا پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔

اے اسلام کے نام لینے والوں ، اے اسلام کے ٹھکیداروں تم قیامت کے دن عنبرین ماریہ اور زینت کو کیا جواب دوں گے جن کی خوبصورت زندگی کے خاتمے میں تم لوگ، بھی برابر کے شریک ہو۔اے مسلمانوں آوں عہد کریں کہ آئندہ ہم ایسے ظلم وبربریت کو روکنے کیلئے ہر قدم اٹھائیں گے لیکن کسی عنبرین ، ماریہ اور زینت کو قتل کرنے اور جلنے نہیں دینگے ۔خود ایسے ظلم کا نہ حصہ بنے گے اور نہ ہی ایسے ظلم وبربریت پر خاموش رہیں گے۔اپنے معاشرے سے جہالت کے خاتمے کیلئے کردار ادا کریں گے۔

حکومتی جمہوریت

اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا میں بہترین نظام، جمہوریت طرز حکمرانی کا ہے، پھر ہر ملک نے معاشرتی ، ثقافتی، مذہبی یا تاریخی اعتبار سے اپنی نظام جمہوریت لاگو کیا ہوا ہے، دنیا کے دو بڑے اور ترقی یافتہ ممالک برطانیہ پارلیمانی جمہوریت اور امریکا میں صدارتی جمہوریت نافذ ہے۔ پاکستان میں بھی پارلیمانی جمہوری نظام ہے لیکن یہ پارلیمانی جمہوری نظام برائے نام ہے ۔ زیادہ تر اس میں صدارتی اور آمریاتی کی جھلک نظر آتی ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ ملک میں اب تک حقیقی جمہوری نظام کا نفاذ ممکن نہیں ہوا جس کی کئی وجوہات ہیں لیکن دو بڑی وجوہات ہمارے سامنے یہ ہیں کہ ملک میں زیادہ تر آمریت یعنی فوجی حکمران رہے جنھوں نے سیاست دانوں کے ساتھ مل کر اپنی جمہوری نظام کو نافذ کیا اس طرح دو بڑی پارٹیوں یعنی نون لیگ اور پیپلز پارٹی کی جب حکومت آتی گئی تو انھوں نے وہی آمریت والا جمہوری نظام فالو کیا اور زیادہ تر فیصلے فرد واحد یعنی پارٹی سربراہ وزیر اعظم کرتا رہا۔ ان جمہوری دور میں بھی پارلیمنٹ یا منتخب نمائندوں کو وہی اہمیت دی جو فوجی جمہوری حکومتوں میں ہوتی رہی۔ ان جمہوری ادوار میں بھی پارلیمان کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی ۔ سچ تو یہ ہے کہ آج کی طرح وزیر اعظم یا ان کی کابینہ اپنے آپ کو پارلیمنٹ سے مبرا سمجھتے رہیں ۔ وزیر اعظم پارلیمنٹ میں آنا یا

ارکان اسمبلی کے سوالوں کا جواب دینا خلاف جمہوریت اور اپنی توہین سمجھتے ہیں۔ اسلئے ملک میں جمہوری نظام مضبوط نہیں ہو پا رہا ہے۔ یہ الزام غلط ہے کہ ملک میں زیادہ تر آمریت رہی ہے اور ملک میں جمہوری نظام کو پروان چڑھنے نہیں دیا جاتا۔ فوجی جرنیلوں کے دور میں بھی سیاسی لوگ ہی ہوا کرتے ہیں، اسمبلی بھی موجود ہوتی رہی ہے۔ پرویز مشرف کا دور ہمارے سامنے ہیں۔ پھر بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ ملک میں جمہوریت نہیں تھی ملک میں جمہوریت موجود تھی لیکن اس میں پیپلز پارٹی اور نون لیگ کے بجائے دوسرے سیاستدان حصہ دار ہوتے رہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر خالص آمریت یعنی جنرل کی حکومت ہوتی تو حالات ملک کے بہتر ہوتے جس طرح

پرویز مشرف کے ابتدائی تین سال تھے۔ پرویز مشرف کے ابتدائی تین سال عام آدمی کیلئے بہت بہتر تھے۔ انہوں نے اپنے کابینہ میں اچھے پڑھے لکھے لوگوں کو رکھا تھا۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے آمریت کے دور بھی خالص نہیں رہے ہیں، جو ڈکٹیٹر ملے ان میں بھی جمہوری محبت شامل تھی۔ اس لئے ملک کو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔

اب ملک میں نون لیگ کی تیسری بار حکومت ہے جس میں انہوں نے تین سال پورے کردیے' اپنا چوتھا بجٹ بھی پیش کیا لیکن ان تین سالوں اور چوتھے بجٹ میں عام آدمی یا جمہوریت کو کتنا فائدہ ہوا؟، وفاقی وزرا اور وزیراعظم میاں نواز شریف نے پارلیمنٹ کو کتنی اہمیت دی؟ یہ سب ہمارے سامنے ہیں اور زیادہ

تر عوام کو معلوم ہے کہ وہ قومی اسمبلی میں آٹھ دس دفعہ آئے ہیں لیکن برطانیہ 85 دفعہ گئے ہیں۔ان آٹھ دس دفعہ کے آنے میں بھی انہوں نے ممبران یا اپوزیشن کے ایک سوال کا جواب نہیں دیا اور نہ ہی کسی بڑے فیصلے پر پارلیمنٹ کو اعتماد میں لیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی طرز حکمرانی نے جمہوریت کو بدنام کیا اور عام آدمی کا جمہوریت سے اعتبار ختم ہوتا جارہا ہے جو ہماری بدقسمتی ہے۔اب پاناما لیکس میں وزیراعظم کے خاندان کے کمپنیوں کے نام آنے کے بعد خود قوم کو وزیراعظم نے اپنی تقریر اور قومی اسمبلی میں خطاب کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ پاناما لیکس پر تحقیقات کیلئے میں اور میرا خاندان حاضر ہے۔ عمران خان نے جب کہا کہ تحقیقات کا آغاز مجھ سے کیا جائے کہ میں نے پیسہ کیسے کمایا ہے، کتنا ٹیکس دیا ہے، کتنا پیسہ میرا باہر ممالک میں ہے ان سب کے بارے میں حکومت مجھ سے تحقیقات کرے جس کے لیے میں تیار ہوں۔عمران خان کے بیانات اور عوامی سوچ دیکھ کر وزیراعظم میاں نواز شریف نے کہا کہ تحقیقات مجھ سے شروع کی جائے میں تمام سوالوں کا جواب دوں گا۔ ویسے اپوزیشن اور عمران خان نے کہا تھا کہ ہمارے چار سوالوں کے جواب دو کہ آپ نے ملک سے باہر پیسہ کیسے منتقل کیا، اس پر کتنا ٹیکس دیا، یہ پیسہ کہاں سے آیا اس کا ریکارڈ کیا ہے،ان سوالوں کا جواب وزیراعظم نے کہا کہ میں پارلیمنٹ میں نہیں بلکہ کمیشن کو دوں گا جس کیلئے وزیراعظم نے پہلے خود چیف جسٹس کو ٹی او آرز بنا کر خط لکھا جس کو چیف جسٹس نے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ

حکومتی منشا کے مطابق کمیشن بے اختیار ہوگا اور جس میں تحقیقات ممکن نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد اپوزیشن کے اصرار پر پارلیمانی کمیٹی ٹی او آرز کیلئے بنائی گئی جس کے تین ہفتوں میں آٹھ اجلاس بغیر کسی نتیجے پر پہنچ کر ختم ہوئے۔ نون لیگ کی قیادت ویسے تو ملک میں جمہوری پسند ہے۔ اپنے آپ کو سب سے زیادہ جمہوری پسند کہنا بھی پسند کرتے ہیں لیکن ان کی طرز حکمرانی نے ثابت کردیا کہ ان تین سالوں میں انہوں نے جمہوریت کو کمزور کیا، پارلیمنٹ کو بے اختیار بنایا، پیپلزپارٹی کے دور میں پارلیمنٹ کی جو اہمیت دی وہ نون لیگ کی حکومت نے ختم کردی۔ نون لیگ حکومت چاہتی ہے کہ جمہوریت ہماری مرضی اور منشاء کے مطابق چلے، ایک طرف وزیراعظم اعلان کرتے ہیں کہ تفتیش اور تحقیقارت مجھ سے شروع کی جائے لیکن جب تحقیقات کی بات آتی ہے تو ان کے نمائندے وزیراعظم کو تحقیقات سے بچانے کیلئے لڑی چھوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ وزیراعظم سے تحقیقات نہ ہوں باقی پورے ملک سے ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وزیراعظم پاناما لیکس میں ملوث ہے ان کا پیسہ چوری اور کرپشن کا ہے جس کو بچانے کیلئے حکومت اپوزیشن کے ساتھ ٹی او آرز پر متفق نہیں ہوپائی۔ اب عمران خان نے تو اعلان کردیا کہ ہم رمضان کے بعد ان کے خلاف سڑکوں پر بھرپور احتجاج کریں گے' ان کی کرپشن کو بے نقاب کریں گے جبکہ دوسری اپویشن پارٹیاں بھی اپنی حکمت عملی پر غور کررہی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ عمران خان کے علاوہ باقی سب خاموش ہوجائیں گے اور یہ معاملہ دب جائے گا لیکن یہ بھی

قوی امکان ہے کہ حکومت اس دفعہ کرپشن اورلوٹ مار کو بچانے میں کامیاب نہیں ہوپائے گی اور دوہزار اٹھارہ سے پہلے یعنی اگلے سال الیکشن کردیے جائیں گے۔

بہرکیف حکومت کی اس دوغلاپن کی وجہ سے جمہوریت کو نقصان ہوا، عام آدمی سیاست دانوں سے متنفر ہوتا جارہاہے۔ حکومتی جمہوریت سے ملک کا نقصان ہر سطح پر ہورہا ہے جس طرح ان کی خارجہ اور داخلہ پالیسی ناکام ہے اسی طرح اب ان کی طرز حکمرانی نے جمہوریت کو بھی ناکام کیا جو پورے ملک کیلئے لمحہ فکریہ ہے لیکن اس کے باوجود عوام کا بھی فرض ہے کہ ملک میں جمہوریت کو مضبوط کرنے اوران کی لوٹ مار کوروکنے اوراحتساب کے سامنے پیش کرنے کیلئے اپنی آواز بلند کرے جس سے ملک میں حقیقی جمہوریت کانفاذ ممکن ہوسکتا ہے۔

خیبر پختونخوا بجٹ اور بے سہارا لوگ

خیبر پختونخوا کا بجٹ پیش ہو گیا جس کا کل حجم 505 ارب روپے جس میں 344 ارب روپے انتظامی امور پر خرچ ہوں گے جبکہ 161 ارب روپے عوامی فلاح و بہبود پر خرچ کیے جائیں گے۔ یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ ہے جس میں انکم اور خرچ کو برابر رکھا گیا ہے ۔ وفاقی اور دوسرے صوبائی حکومتوں کے مقابلے میں اقتصادی ماہرین پختونخوا کے بجٹ کو اچھا قرار دے رہے ہیں لیکن ہم جیسوں کو بعض چیزوں پر اعتراضات بھی ہے لیکن پہلے بجٹ میں چیدہ چیدہ پوائنٹ کو دیکھتے ہیں ۔ صوبائی بجٹ میں پہلی دفعہ شی میل یعنی خواجہ سراؤں کیلئے رقم مختص ہوئی جبکہ اسی طرح فنکاروں ادیبوں اور ہنر مندوں کیلئے بھی رقم رکھی گئی ہے تاکہ باوقت ضرورت ان مدد کی جاسکے ۔ اس کیساتھ ساتھ تعلیم کیلئے سب سے زیادہ رقم تعلیم 111 ارب 32 کروڑ روپے مختص ہوئے ،13 ہزار لیڈی ہیلتھ ورکرز کو مستقل کرنے کا اعلان بھی کیا گیا۔ اس طرح 36 ہزار نئی آسامیاں پیدا کرنے کا اعلان ہوا، جبکہ نوجوانوں کیلئے 20 لاکھ روپے تک بلا سود قرضہ دینے کا اعلان ہوا جو خیبر بنک سے لیا جاسکتا ہے ، ملکی کی تاریخ میں پہلی دفعہ ضلعی حکومتوں کیلئے 30 فی صد رقم مختص ہوئی ، جبکہ صحت کیلئے 38 ارب روپے جبکہ پولیس کیلئے 32 ارب روپے رکھے گئے ہیں اس طرح پشاور کی ترقی اور بحالی کیلئے 29 ارب روپے کا پیکج کا اعلان ہوا۔

خیبر پختونخوا کا بجٹ ایک متوازن بجٹ ہے جس میں انکم اور خرچ کو برابر رکھا گیا ہے لیکن ان میں تعلیم کیلئے بہت زیادہ رقم رکھی گئی ہے جو اس سے پہلے تینوں بجٹ میں بھی رکھی گئی تھی جس کا آج تک ہم نے اسکولوں میں کوئی خاص بہتری نہیں دیکھی ، اس کو کم کرنا چاہیے تھا اور جو پہلے بجٹ رکھے گئے تھے اس کا حساب بھی دینا چاہیے ۔دوسرا پولیس کے لئے 32ارب روپے کی رقم کم ہے اس میں بہت اضافہ کرنا چاہیے تھا تاکہ پولیس نفری میں اضافہ ممکن ہوسکتا اور صوبے میں پولیس کی کارکردگی کو بہتر بنایا جاسکتا لیکن اس کم بجٹ میں یہ ممکن نہیں ہے ، اس طرح پشاور کی ترقی اور پشاور کو خوبصورت شہر بنانے کیلئے 29ارب روپے رکھے گئے ہیں جو بہت زیادہ ہے یہ رقم 5ارب سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے تھی لیکن خٹک صاحب کے سرکار نے پنجاب حکومت کے سوچ کو اپناتے ہوئے پشاور کو مڈل شہر بنارہے ہیں جو باقی شہروں کے ساتھ ظلم ہے ۔اس طرح بجٹ میں تیس فیصد بلدیاتی نمائندوں کو مختص کرنے کا اعلان ہوا لیکن اس پر عمل کرانا ضروری ہے جس طرح پہلے بجٹ میں تیس فی صد اعلان ہوا تھا اس پر عمل نہیں ہوا اور بلدیاتی نمائندے آج تک بغیر اختیارات کے بیٹھے ہیں اور احتجاج کررہے ہیں۔ حقیقی معنوں میں نمائندوں کو اختیارات دینے کی ضرورت ہے اور اس پر عمل یقینی بنانا ضرور ہے بلکہ اس رقم میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ عوامی کیلئے تمام کام اور ضروریات کو عوامی نمائندوں کے ذریعے پورا کیا جاسکے۔

دوسرا بجٹ میں 36 ہزار نئی نوکریاں دینے کا اعلان ہوا ان پر ہر صورت میں عمل ہونا چاہیے بلکہ اس میں اضافے کی ضرورت ہیں تاکہ صوبے کے عوام کو روزگار ملیں ۔ یہ آسامیاں زیادہ تر تعلیم اور صحت میں پیدا کی جائیں گی لیکن صوبائی حکومت پولیس میں بھی نئی آسامیاں پیدا کریں تاکہ پولیس کی کارکردگی بہتر ہو جائے اور پولیس دہشت گردی کیلئے روزمرہ کے معاملات اور پرانے کیسز کو بھی حل کر سکیں۔ اس طرح شی میل کیلئے ٹیکنکل ٹریننگ دینے کے لئے بجٹ میں رقم مختص ہوئی جو ایک اچھا عمل ہے حکومتی سطح پر پہلی بار خواجہ سراؤں کیلئے قدم اٹھایا گیا ہے لیکن اس پر عمل ہونا چاہیے اور اس رقم میں اضافہ کرنا چاہیے تاکہ ان کیلئے الگ سے رہائش کا بندوبست بھی کیا کے جو مشکل کام نہیں ہے۔ دوسرا حکومت نے فنکاروں کی امداد کے ماہانہ وظیفے کا اعلان کیا ہے لیکن اس کیساتھ ساتھ ڈراموں ، فلموں اور فن کو بڑھانے کیلئے اقدامات بھی اٹھانے چاہیے تاکہ معیاری ڈرامے اور فن پیش ہو سکے جسے ہمارا مستقبل روشناس ہو سکیں، معیاری ڈرامے اور فن کو فروغ دینا وقت کی ضرورت ہے۔ اس طرح صوبائی حکومت کو بجٹ میں ان بے کسوں اور بے سہاروں لوگوں کے لیے فنڈز رکھنا چاہیے تھا، جو نوجوان نشوں میں مبتلا ہے ، جو بچوں اسٹریٹ کرائم میں ملوث ہوتے ہیں، یہ گلی محلوں میں آوارہ گھومتے پھیرتے ہیں ، اسطرح ان خواتین اور مرد حضرات کیلئے جن کا کوئی سہارا نہیں ہوتا یا اپنے بچوں نے ان کو چھوڑا ہے۔ اس طرح کے ضرورت مندوں کیلئے بجٹ میں کوئی سکیم یا منصوبہ شامل نہیں ہے حالانکہ پی ٹی آئی

کیساتھ حکومت میں شامل جماعت اسلامی کو اس طرح کے کاموں کا وسیع تجربہ بھی ہے جس کو استعمال کرنا چاہیے اور اب بھی بجٹ میں ان منصوبوں کو شامل کرنا چاہیے تاکہ معاشرے میں چندان لوگوں کی مدد ممکن ہو اور نشے میں مبتلا لوگوں کا علاج ہو سکے اور والدین کا دکھ درد کم ہو سکیں۔ اس طرح بے سہارا لوگوں کو حکومت کی جانب سے سہارا مل سکتا ہے۔ صوبائی حکومت کو اس طرح کے پروجیکٹ جماعت اسلامی کو دینے چاہیے ،جماعت والے بہتر طور پر اس طرح کے کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ان لوگوں کی مدد کرنا وقت کی ضرورت ہے تاکہ یہ لوگ معاشرے کے لئے بوجھ نہ بنے اور ان سے کوئی کام بھی لیا جاسکتا ہے۔ اس طرح کے کاموں پر خرچا کم آتا ہے لیکن حکومتیں ہمیشہ ایسے کاموں سے جان چھوڑتی ہے۔ معاشرے کے چند ایسے لوگ پورے معاشرے کیلئے بدنما داغ ہوتے ہیں ، جس کی وجہ سے پورے معاشرے کو مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ خصوصاً نشے میں مبتلا لوگوں کی وجہ سے جہاں پر والدین کو پریشانی ہوتی ہے ،ان کا علاج نہیں کیا جاتا وہاں پر نئی نسل بھی نشے کی طرف راغب ہوتی ہے، حکومت اس بارے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرے اور معاشرے کیسے سہارا لوگوں کیلئے قدم اٹھائیں جس پر پورے معاشرے کی پکڑا ہے۔

!جواز نہیں حقیقت

کچھ دن پہلے ایک کالم تین لڑکیوں کی کہانی پر لکھا جس کے بعد قارئین اور دوستوں کی جانب سے مختلف فیڈ بیک آیا اکثر دوستوں نے اس کالم کو پسند کیا کہ خواتین کو تشدد کے ذریعے قتل کرنا، معاشرے کا بدنما داغ ہے جس پر آپ نے حقیقت پسندانہ تجزیہ کیااور اللہ کرے کہ ہم اسلام کے حقیقی روپ سے آشنا ہوجائے اور اس پر عمل پیرا ہوجائے تو ہمارے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔کچھ دوستوں نے اختلاف رکھا کہ والدین اپنے بچوں کو اسلئے نہیں پالتے جو بعد میں ان کی بے عزتی کا سبب بنیں یا بچے والدین کا نافرمان بن جائیں۔ والدین کو بہت دکھ ملتا ہے جب اولاد اپنی مرضی کرے اور بچے گھر سے بھاگ کر شادی کرے۔کوئی بھی والد ،والدہ یا بھائی نہیں چاہتا کہ ان کی بہن یا بیٹی کو ایسی سزا ملے یا خود ان کے قاتل بن جائے۔ بعض دوستوں کی رائے ہیں کہ اس کا قصور آپ والدین کی بجائے میڈیا یا سوسائٹی کو دے جس کی وجہ سے بچے والدین کے نافرمان بن جاتے ہیں۔ لڑکیاں عشق و محبت کے چکر میں پڑ کر خاندان سے باہر رشتہ کرنے کی بات کرتی ہیں یا خود لڑکے پسند کرتے ہیں جس کی اجازت کسی بھی صورت بچیوں کو نہیں دی جاسکتی ۔ اس طرح بہت سے اعتراضات کیے گئے ہیں ۔ایک اور سوشل کالم '' جھوٹ ہی جھوٹ'' کو بہت پسند کیا گیااور قارئین کی طرف سے یہ بھی کہاجارہاہے کہ اس طرح معاشرتی

.برائیوں پر بھی کالم لکھا کریں تاکہ معاشرے کی اصلاح ممکن ہو سکے۔ بعض قارئین یہ کہتے ہیں کہ ہمارے زیادہ لکھنے والے سیاست پر لکھتے ہیں، سیاست سے ہٹ کر بھی معاشرے کو بہتر بنانے اور اصلاح کیلئے کالم لکھنے چاہئیں جس سے میں اتفاق کرتا ہوں لیکن سیاست بھی ہمارے معاشرے کا حصہ ہے۔ سیاست دانوں کے پیچھے تمام کہانیاں گھومتی ہے۔ اگر سیاست ٹھیک ہو جائے تو ہمارے روزمرہ کے مسائل میں کافی کمی واقع ہو سکتی ہے۔ معاشرے میں ڈپریشن بھی کم ہو سکتا ہے۔ ہمارے ہاں لوگ سیاست پر ہر وقت اور ہر جگہ بات کرتے ہیں، سیاست پر پڑھنا بھی پسند کرتے ہیں، اسلئے ہماری مجبوری ہے کہ ہم سیاست پر زیادہ لکھیں۔ سوالوں کے جواب سے پہلے مجھے منٹو کی چند باتیں یاد آئی۔ منٹو کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بے باک لکھاری تھا جو اس کے دل میں آتا وہ بیان کرتا جس کی اکثر اوقات ان کو سزا بھگتنی پڑتی لیکن منٹو کہتا کہ جب انسان بے پردہ ہو تو میں اس کو کیسے لباس پہنا سکتا ہوں، وہ کہتا تھا کہ ہم اس معاشرے میں رہتے ہیں جہاں پر عورت کو تو کام کرنے کی اجازت نہیں ملتی لیکن اس کو کوٹھے پر بٹھایا ضرور جاتا ہے۔ منٹو یہ بھی کہا کرتا تھا کہ ہم اپنی بیٹی کے پیدائش پر تو خوش نہیں ہوتے لیکن ہر مرد چارپائی پر عورت ضرور دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ وہ حقائق ہے جس پر آنکھیں بند کرکے اندھیرا ختم نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں کھلی آنکھوں اور دل سے بعض چیزوں کو تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس میں دو رائے نہیں کہ ہر والدین کو اپنے بچے پیارے ہوتے ہیں۔ ان کی خواہش ہوتی ہے کہ بچے

کامیاب زندگی گزاریں جو مشکلات ان کو درپیش ہوئی ہے وہ ان کے بچوں کو نہ ملے جس طرح والدین بچوں سے پیار کرتے ہیں ان کا خیال رکھتے ہیں اس طرح بچے بھی بڑے ہو کر والدین کو سہارا دیں ان کیلئے بدنامی کا باعث نہ بنیں لیکن کچھ بچے بڑے ہو کر اپنی من مانی کرتے ہیں۔ عشق اور محبت کے چکر میں پڑ جاتے ہیں جس کا زیادہ تر کیسز میں نتیجہ صفر ہوتا ہے۔ یہ سب باتیں سچ ہے لیکن اس کا ہرگز یہ مطالبہ نہیں کہ جب بچے والدین کا کہنا، ماننے سے انکار کریں یا اس جگہ شادی کا خواہش کریں جو والدین کو پسند نہ ہو تو والدین ان پر ظلم وزیادتی شروع کرے۔ معاشرے کے چند لوگ ان کو زندہ جلانے کا حکم جاری کرے۔ ان پر تیزاب پھینکیں۔ اللہ تعالی نے ہرانسان کو آزاد پیدا کیا ہے۔ جب بچے جوان ہو جاتے ہیں تو وہ اپنے ہر قسم کے قول و فعل کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ میں ہرگز یہ نہیں کہتا کہ جوان لڑکوں یا لڑکیوں کو والدین کا کہنا نہیں ماننا چاہیے یا ان کی مرضی پر چلنا نہیں چاہیے بلکہ دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ وہ بچے زیادہ خوش رہتے ہیں جو والدین کے زیادہ تابعدار ہوں، والدین کی مرضی اور خواہش پر سر تسلیم خم کرتے ہیں جبکہ والدین بچوں کی بھلا ہی چاہتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ نافرمانی یا یہ اسلام کے خلاف عمل نہیں ہے کہ جب بچے اپنے رشتے خود طے یا پسند کریں۔ والدین کو بچوں کا کہنا بھی ماننا چاہیے تاکہ کل والدین پر الزام نہ آئے بلکہ خود اپنے کیے کے ذمہ دار ہو۔ میں نے بہت سے ایسے کیسز بھی دیکھے ہیں جس میں بچے باحالت مجبوری والدین کا کہنا

مان لیتے ہیں لیکن بعد میں بچے ساری عمر پریشانی میں زندگی گزارتے ہیں بظاہر تو میاں بیوی کی جوڑی لگتی ہے لیکن حقیقت میں وہ ایک دوسرے سے بالکل الگ تھلگ ہوتے ہیں۔اس طرح والدین چھوٹی سے غلطی کی وجہ سے بچوں کی زندگیاں تباہ کر دیتے ہیں۔
اسلام نے ہر چیز کی ایک حد مقرر کی ہوئی ہے اس سے جب انسان تجاوز کرتا ہے تو خسارہ ہی پاتا ہے۔ اسلام نے نکاح کو آسان بنایا ہے لیکن ہم دنیاداروں نے اس کو مشکل بنا دیا ہے۔ اس طرح ہمیں معاشرے کے رسم وروج سے ہٹ کر انسانوں کو ترجیح دینی چاہیے جو اچھائی کرتا ہے وہ اس کا صلہ پاتا ہے جو برائی کرتا ہے وہ اس کا صلہ پاتا ہے۔ ہمیں اپنے بچوں لڑکوں اور لڑکیوں پر اعتبار کرنا چاہیے ۔ خدا نخواستہ کل ان کا رشتہ ناکام ہوجاتا ہے تو اسکی ذمہ داری وہ خود ہوتے ہیں۔ ہمیں بچوں کو محبت ، پیار اور برداشت کادرس دینا چاہیے نہ کہ نفرت کرنے کا درس دینا چاہیے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ معاشرے کے بگاڑ میں میڈیا کا بھی عمل دخل ہے لیکن اس کا مطالبہ یہ ہر گز نہیں کہ بچوں کی تربیت کی بجائے ان پر تشدد کریں اور ان کی رائے کو اہمیت نہ دیں۔
بچوں پر تیزاب پھینکنا ، جلنا یا ان کو قتل کرنا اسلام اور قانون دونوں کے نزدیک جرم ہے ، والدین کو معاشرے کانہیں بچوں کی خوشیوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ ہمیں بچوں کو اس طرح مارنے پر جواز پیش نہیں کرنا چاہیے بلکہ اپنی

جاہلیت سے پردہ اٹھانا چاہیے۔

آغاز کہاں سے کریں؟

پاکستان میں اس وقت احتساب کے متعلق دو قسم کے نظریات پر بحث چل رہی ہے ۔ایک قسم کے لوگوں کا خیال ہے کہ احتساب کا عمل اوپر سے شروع ہونا چاہیے یعنی سب سے پہلے وزیر اعظم ، صدر گورنرز اور وزرائے اعلیٰ ، وفاقی اور صوبائی وزرا سمیت اعلیٰ عہدوں پر بیٹھے ہوئے اشخاص کا' اس کے بعد احتساب کا یہ عمل آہستہ آہستہ نیچے کی طرف آجائے تو اس طرح معاشرے سے کرپشن ختم ہو سکتی ہے اور معاشرہ ٹھیک ہو سکتا ہے' اس سوچ کے حامل لوگوں کا خیال ہے کہ معاشرہ ایسے ہی ٹھیک ہوگا ، حکمران جب تک جوابدہ نہ ہو'اس وقت تک عام آدمی بھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ دوسرے نظریے کے ماننے والے اس سے اتفاق نہیں کرتے بلکہ ان کے خیال میں معاشرے سے کرپشن لوٹ کھسوٹ اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک عام آدمی ٹھیک نہیں ہوتا' عام آدمی ہی نیچے سے اوپر جاتا ہے جو کرپشن یا لوٹ کھسوٹ میں ملوث ہو جاتا ہے یا جب تک عام آدمی ٹھیک نہیں ہوتا اس وقت تک حکمران بھی ٹھیک نہیں ہو سکتے یعنی جیسا دیس ویسا بھیس۔ حکمران اسلئے کرپٹ ہوتے ہیں کیوں کہ ان کو معلوم ہے کہ عام لوگ بھی کرپٹ یا ظالم ہے 'اسلئے وہ بھی ٹھیک ہے'جو ان کے جی میں آتا ہے وہ کرتے ہیں۔میں یہاں پر یہ عرض کروں کہ جب لوگ صحیح ہوں ، ان میں اخلاقی ، سماجی ، مذہبی، سیاسی شعور ہو تو اس معاشرے پر کسی حکمران کو کیوں مسلط کیا

جائے گا؟ یا اس معاشرے کے لئے قانون کیوں بنایا جائے گا ؟ اسلام میں یا اسلام سے پہلے کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو تمام پیغمبروں کا آنا اسلئے ہوا کہ وہ لوگوں کو ہدایت کریں تاکہ لوگ صحیح ہوجائیں غلط کام چھوڑ دے اور ایک اللہ کو مانیں جن پر لوگ ایمان لاتے ہیں' ان کے فالورز بن جاتے ہیں، ان کی تائید کرتے ہیں جو نافرمان بن جاتے ہے اور پیغمبر کے تعلیمات پر عمل نہیں کرتے، وہ لوگ تباہ ہو جاتے ہیں اور اس طرح پورا معاشرہ غرق و تباہ ہوجاتا ہے۔

لیکن سوال اب یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب معاشرے میں پہلے سے بگاڑ ہو وہ اپنے حکمران کی بات پر بھی عمل نہ کریں تو اس کا الزام ان کو نہیں دیا جاتا بلکہ اس معاشرے کو دیا جائیگا لیکن اگر سربراہ خود ہی ٹھیک نہ ہو تو وہ اس معاشرے کیلئے کیا مثال بنیں گے یا لوگ ان کی باتوں پر عمل کیوں کریں گے ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ معاشرے کو درست کرنے کیلئے عام لوگوں اور سربراہ مملکت کو ٹھیک ہونا ہوگا تو پھر معاشرہ بہتر ہو سکتا ہے لیکن یہاں تو یہ مثال بھی دی جا سکتی ہے کہ آپؐ جس معاشرے میں پیدا ہوئے تھے وہاں تو بچیوں کو زندہ درگور کیا جاتا تھا لوگوں میں ظلم وزیادتی عام تھی' غریبوں کی کوئی زندگی نہ تھی یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس والا قصہ تھا۔آپؐ نے اپنے اخلاق اور عمل سے معاشرے کو ظلم وزیادتی سے پاک کیا، انھوں نے ثابت کیا کہ ایمانداری سے بہتر کوئی شے نہیں، مسلمانوں کے علاوہ ان کے مخالف یا نہ ماننے والے بھی

ان کی ایمانداری کے قائل تھے اسلئے ان کے پاس امانت رکھا کرتے تھے کہ آپؐ امانت میں خیانت نہ کرتے تھے ۔آپ نے اپنے عمل سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا جس سے سبق ملتا ہے کہ اگر حکمران ایماندار ہو تو عام لوگوں کی زندگی پر ان کا اثر ہوتا ہے اور ان کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ معاشرے میں امن ، ظلم وزیادتی کو ختم کرنے اور پرامن معاشرہ بنانے کیلئے جہاں احتساب کا عمل اوپر سے نیچے یا نیچے سے اوپر ضروری ہے وہاں سب سے پہلے سزا وجزا کا قانون ہونا چاہیے، معاشرے اسلئے تباہ نہیں ہوتے کہ وہاں احتساب کا عمل اوپر سے نہیں ہوتا یعنی سربراہ مملکت جوابدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی معاشرہ اسلئے تباہ ہوتا ہے کہ نیچے کے لوگ ایماندار نہیں ہوتے وہ خود کرپٹ اور نااہل ہوتے ہیں اس لئے ان پر حکمران بھی ویسے ہوتے ہیں۔ حقیقت میں معاشرہ تباہ اس وقت ہوتا ہے کہ جب قانون سب کے لئے برابر نہ ہو،امیر کیلئے ایک قانون اور غریب کے لئے دوسرا قانون ہو تو معاشرہ تباہ ہو جاتا ہے' ظلم وجبر عام ہوجاتا ہے ۔ اس لئے اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیے کہ احتساب کا آغاز کہاں سے کریں بلکہ جو بھی قانون کو توڑے ان کے خلاف کارروائی ہو۔

لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج کے دور میں احتساب اوپر سے اسلئے ہونا چاہیے کہ

نیچے کے لوگ تو حکومت کے سامنے بے بس ہوتے ہیں، عام لوگ ہر وقت قانون کو جوابدہ ہوتے ہیں لیکن حکمران قانون سے بچ جاتے ہیں۔ اگر گھر کا سربراہ اعلان کرے کہ میں کرپشن لوٹ مار نہیں کروں گا، مجھے وزارت، سرکاری ٹھیکوں سے پیسے نہیں چاہیے تو یقینی طور پر ان کے وزرا بھی کرپشن اور لوٹ مار سے پرہیز کریں گے یا کم کریں گے اور جب ان کو یہ معلوم ہو کہ مجھ سے سوال وجواب بھی ہوں گے، میں اپنے سربراہ کو جوابدہ ہوں گا تو وہ انتہائی کوشش کرے گا کہ کرپشن اور لوٹ مار سے بچوں ۔جب ملک کا وزیراعظم خود کرپٹ ہو، سیاست اور حکمرانی سے پہلے ان کا ایک کارخانہ اور سیاست اور حکمرانی کے بعد ان کے 28 کارخانے بن جائیں' جو اداروں کے سربراہوں کو اپنے پسند اور ناپسند کے مطابق تعیناتی کرتے ہو' وزراتوں اور ٹکٹ دینے کے پیسے لیتے ہو جس کا خود کرپشن اور لوٹ کھسوٹ میں نام ہو، جو خود احتساب سے ڈرتا ہو وہ دوسروں کا احتساب کیا کرے گا؟ دوسرے کرپٹ افراد ان سے کیوں ڈریں گے یا وہ کیوں جواب دیں گے؟ آج کے جمہوری دور میں احتساب اوپر سے ہو اور حکمران پہلے قانون کے سامنے جوابدہ ہو تو عام لوگ بھی قانون کو کراس نہیں کرسکتے۔ قانون اور احتساب سب کے لئے برابر ہو تو پھر معاشرہ تباہ نہیں ہوتا بلکہ یورپ اور امریکا کی طرح ترقی یافتہ بن جاتا ہے۔بے گناہ افراد اور سچا انسان کبھی قانون یا احتساب سے نہیں ڈرتا بلکہ گنہگار اور قصوروار شخص ہی قانون سے ڈرتا ہے' ہمیں اپنے معاشرے کو کرپشن اور لوٹ مار سے بچانے کیلئے قانون سب

کیلئے برابر کرنا ہوگا اور کہی نہ کہی سے احتساب کا آغاز کرنا ہوگا۔

تیں کروڑ کی سیاسی رشوت

خبر یہ ہے کہ خیبر پختونخوا حکومت نے بجٹ میں مدرسہ حقانیہ کو تیں کروڑ روپے دینے کا اعلان کیا جس پر صوبے میں عوامی نیشنل پارٹی ، جمعیت علمائے اسلام ، پیپلز پارٹی ، نون لیگ سمیت ملک کے اہم رہنماؤں ، این جی آوز کے فنڈز سے چلانے والے سول سوسائٹی کے سرکردہ ممبران اور نام نہاد تجزیہ کاروں سمیت بہت سے لوگوں نے سیاست شروع کی کہ یہ فنڈز دہشت گردوں کو سپورٹ کرنے والوں اور طالبان کی نرسری کو دیے جارہے ہیں جس طرح صوبائی حکومت نے کوشش کی کہ وزیرا عظم میاں نواز شریف صاحب کی طرح (جنھوں نے مولانا فضل الرحمٰن کو سیاسی رشوت دی) ہم بھی مولانا سمیع الحق کو سیاسی رشوت دیں اور درالعلوم حقانیہ کو تیں کروڑ دے کر ان کو ساتھ ملا دیں تاکہ ہمارا بھی نام آئے دینی حلقوں میں کہ ہم مدارس کے ساتھ کھڑے ہیں۔ سیاسی اور این جی اوز کے ترجمان تو صرف اس پر سیاست اور پوائنٹ سکورنگ کررہے ہیں کہ درالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک طالبان کو ٹریننگ دے رہی ہے۔ مدرسہ طالبان کی نرسری ہے یہاں سے بہت سے طالبان نکل کر دہشت گردی میں ملوث ہیں۔ حقانی نیٹ ورک اور سراج الحق حقانی کا تعلق بھی اس مدرسے سے ہے جبکہ مولانا سمیع الحق ان کا روحانی باپ ہے۔ ان سب باتوں میں سچائی نہ ہونے کے .برابر ہے۔اس تیں کروڑ کی رقم کو دہشت گردوں کے فنڈز سے جوڑنا ناانصافی ہے جس طرح میں نے کہا

کہ اس کو ہم صرف سیاسی رشوت کہہ سکتے ہیں لیکن شدت پسندوں کی سپورٹ نہیں ۔مدرسہ میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے، اس مدرسے کی اپنی الگ ایک تاریخ ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ یہاں سے فارغ التحصیل طلبا جس میں پاکستانی اور افغانی دونوں شامل ہے افغانستان میں روس کے زمانے میں بھی گئے تھے بلکہ حکومت کے تعاون سے بھجوا دیے گئے تھے جبکہ اب بھی بہت سے طلبا افغانستان اور پاکستان کے تحریک طالبان پاکستان میں شامل ہوئے ہیں لیکن ان کی سوچ اپنی ہوتی ہے غربت اور بے روزگاری کی وجہ سے ان کے پاس کام کرنے کا کوئی موقع نہ ہونے کی وجہ سے ان کو جہاد کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح ایجنٹوں کے ہاتھوں میں چلے جاتے ہیں۔ مولانا کے بارے میں یہ درست ہے کہ وہ افغان طالبان کو زبانی سپورٹ کرتے ہیں اور ان کے امریکا کے خلاف جہاد کو روس کی طرح جائز سمجھتے ہیں اور موقعے کی مناسبت سے مولانا سمیع الحق ان سے جوڑنے کی کوشش بھی کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود سچ تو یہ ہے کہ مولانا سمیع الحق بھی طالبان ایشو کو صرف کیش کر رہے ہیں۔ان کا طالبان پر اتنا کنٹرول ہے اور نہ ہی وہ لوگ ان کو روحانی استاد مانتے ہیں، مولانا کی طرح کئی مذہبی لوگ طالبان کے نام پر صرف سیاست کر رہے ہیں ۔ کسی شدت پسند یا طالب کا دارالعلوم حقانیہ سے تعلق ان کا ذاتی فعل ہوتا ہے ۔ مدرسے کے علما شدت پسندی کی تعلیم نہیں دیتے ۔باقی طلبا کی روپ ایجنٹ وہاں موجود ہو سکتے ہیں جس کی تحقیقات ہونی چاہیے۔ لیکن اس کے باوجود اگر مولانا سمیع الحق کا یا مدرسے کا تعلق شدت

پسندوں سے ہیں یا یہاں سے ان کو جانی ومالی سپورٹ ملتی ہے تو قانون نافذ کرنے والے ادارے کہاں سو رہے ہیں ۔ پیپلز پارٹی ، اے این پی اور اب نون لیگ کی حکومتوں نے ان کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی۔ان کی دہشت گردی پر سیاسی جماعتیں اب تک خاموش کیوں تھی ، وہ تجزیہ کار اور ماہرین ان کی دہشت گردانہ منصبوں کو بے نقاب کیوں نہیں کرتی جہاں سے شدت پسند پیدا ہو رہے ہیں چونکہ ان میں حقیقت نہیں ہے، ہر طرف سیاست ہو رہی ہے اسلئے اب تک ایسی کارروائی بھی نہیں ہوئی لیکن ہم جیسوں کو اس فنڈز پر اسلئے اعتراض ہے کہ صوبے میں اور بھی بہت سے مدارس ہے جن کے پاس فنڈز نہیں ہوتے، ان کو بھی فنڈز دینے چاہیے بلکہ بقول عمران خان صاحب کے صوبائی حکومت کی کوشش ہے کہ مدارس کو قومی دائرے میں لایا جائے جس کی حقیقی معنوں میں اشد ضرورت ہے ۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ غربت کی سے وجہ اکثریت والدین اپنے بچوں کو مدارس میں داخل کر دیتے ہے جہاں پر ان کو مذہبی تعلیم کے ساتھ کھانا پینا بھی فری میں مل جاتا ہے۔ صوبائی حکومت نے اگرمدارس کو قومی دائرہ میں لانا ہے تو سب کو حکومت سطح پر فنڈز ملنے چاہیے جب اربوں روپے سرکاری اسکولوں کی تعلیم پر خرچ ہو رہی ہے تو چند ارب مدارس پر کیوں خرچ نہ ہو دوسرا اوقاف کی طرح مساجد کو فنڈز اور سرکاری خطیب کی طرح مدارس کو بھی سرکاری تحویل میں لانا چاہیے اور تمام مدارس کے سیلبس کو ایک ہونا چاہیے ، اب تو دیوبندی ، بریلوی ، اہل حدیث اور شیعہ کا اپنا اپنا سیلبس ہے جس سے بچہ پڑھ کر صرف ان کی بولی بولتا ہے باقی

سب ان کو کافر یا کافروں کے نزدیک لگتے ہیں۔حکومت اگر مدارس کو قومی دائرہ میں لانا چاہتی ہے تو مدارس کے طلبہ کو ٹیکنکل ٹریننگ بھی دینی چاہیے ان کیلئے سرکاری اداروں میں الگ سے کوٹہ بھی رکھنا چاہیے تاکہ ان لوگوں کو روزگار کے مواقع ملیں۔ حقانی مدرسے کو اس سے بھی زیادہ فنڈز ملنے چاہیے لیکن ان سب فنڈز کا حساب کتاب بھی حکومت کو دیکھنا چاہیے ، اب تو اللہ تعالی معاف کریں کہ مدارس کے نام پر دکانیں کھلی ہے جس میں مفتی یا مولانا صاحب سمیت انکے بھائی بہن تنخواہیں لیتے ہیں۔حکومت کو اس بارے میں سنجیدگی کا مظاہرہ کرنا چاہیے اور مدارس کو سرکاری تحویل میں لانا چاہیے جہاں علما کے مشاورت سے سب فیصلے ہوں کسی ایک مدرسے کو سپورٹ کرنا مسئلے کا حل نہیں یہ صرف سیاسی رشوت ہے جو صوبائی حکومت نے دارلعلوم حقانیہ کو دینے کا اعلان کیا اور جس پر باقی پارٹیاں بھی سیاست کر رہی ہے۔

مجلس وحدت المسلمین کا اسلام آباد میں دھرنا

2008 سے 2013 تک پیپلز پارٹی کی حکومت رہی جس کے بارے مجھ سمیت بہت سے صحافی کہتے تھے کہ زرادری اینڈ کمپنی نے ملک کو دیوالیہ کردیا اور ملک میں پرویز مشرف کی ڈکٹیٹر شپ کے بعد بھی بادشاہت جاری ہے۔ اداروں کی تباہی ، میرٹ کی پامالی سمیت کرپشن ، اقرباپروری عروج پر تھی لیکن اس کے باوجود حالات یہ نہ تھے جو آج نون لیگ کے دور میں ہے۔ پیپلز پارٹی سے لاکھ اختلاف صیح لیکن انہوں نے پارلیمنٹ کو کسی نہ کسی طرح اہمیت دی تھی ، وزیراعظم پارلیمنٹ میں جاتے تھے اور سوالوں کے جواب بھی دیتے تھے جب ملک کے کیسی صوبے یا شہر میں احتجاج ہوتا تو اس پر نوٹس بھی لیتے اور مسلے کو حل کرنے کی کوشش بھی کرتے تھے ، اس وقت کے وزیر داخلہ رحمٰن ملک جائے وقوع پر پہنچ جاتے ، کچھ نہ بھی ہوتا تو کم از کم احتجاج اور دھرنے والوں کو وقتی ریلیف دیتے ، جس کی ایک بڑی مثال اسلام آباد میں طاہر القادری کی دھرنا بھی ہے جس کو تین دن کے اندر اندر بہت اچھے اور بہترین طریقے سے پیپلز پارٹی قیادت نے ختم کیا اور طاہر القادری صرف چند پوائنٹ کاغذ پر لکھ کر دے دیے تھے ۔

حقیقت تو یہ ہے کہ زرداری حکومت کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ خود بھی کھاتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلاتا ہے لیکن پیپلز پارٹی حکومت کے برعکس نون لیگ حکومت نے جہاں پیپلز پارٹی کی نااہلی کے تمام ریکارڈ توڑ ڈالے ہیں وہاں ان کی حکومت کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ لوگ صرف خود کھاتے ہیں دوسروں کو کھانے نہیں دیتے۔ نون لیگ کی بے حسی اور نااہلی دن بدن بڑھتی جارہی ہے اب نااہلی اور کمزوری کی وجہ سے ان کو ہر مسئلے کے پیچھے عسکری قیادت کے ہاتھ اور سازش نظر آتی ہے۔ آج ملک بھر میں جگہ جگہ احتجاجی دھرنے اور جلسے ہوتے ہیں لیکن نون لیگ حکومت کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اسلام آباد میں پریس کلب کے سامنے تادم تحریر مجلس وحدت المسلمین کی قیادت اور کارکنوں نے 13 مئی سے دھرنا دیا ہے جس کی قیادت علامہ ناصر عباس کررہے ہیں،اس دھرنے کو پچاس دن ہوچکے ہیں لیکن اب تک وفاقی حکومت نے ان کے مطالبات پر کوئی غور نہیں کیا اس کے برعکس ان کے مطالبات صوبوں سے بھی تھے کہ صوبوں میں شیعہ برداری کو تحفظ دیا جائے،ان کی جان ومال سمیت شیعہ رہنماؤں کی ٹارگٹ کلنگ روکی جائے جو لوگ ٹارگٹ کلنگ میں شہید ہوئے ہیں ان کی دادرسی کی جائے ، مطالبات اور دھرنے کی حمایت میں تحریک انصاف چیئرمین عمران خان نے شروع ہی میں ان کے پاس گئے اور صوبہ خیبر پختونخواحکومت کی اس حوالے سے ذمہ داری پر کمیٹی بنا

دی جس نے شاید ابھی تک کوئی خاص کام نہیں کیا ہوگا لیکن کم از کم دھرنے والوں کو تسلی تو دی گئی۔ جس پر عمل ہونا لیکن قیادت کے مین مطالبات وفاقی حکومت سے ہیں جنھوں نے اب تک کوئی مذاکرات یا دادرسی نہیں کی ہے کہ یہ لوگ پچاس دنوں سے کیوں بیٹھے ہیں، رمضان کا مقدس مہینہ لوگوں نے کھلے آسمان کے نیچے گزارا۔ ان کے مطالبات پر غور کرنا چاہیے اور ان کے تحفظات دور کرکے ان کو پرامن طریقے سے احتجاجی دھرنا ختم کرنے پر راضی کرنا چاہیے، پورا رمضان مجلس وحدت المسلمین کی جانبدوں نے پرامن طریقے سے دھرنا دیا اور اپنا احتجاج ریکارڈ کیا جس کو تقریباً تمام پارٹیوں کی رہنماؤں نے وزٹ کیا اور احتجاجی کیمپ اور دھرنے کی تائید بھی کی لیکن اس کے باوجود بے حس اور نااہل حکومت کو کچھ اثر نہیں پڑ رہا ہے۔ وزیراعظم کو تو پاناما لیکس نے پریشان کر رکھا ہے اور دو مہینے سے ملک سے باہر ہے لیکن یہاں نون لیگ کی وزرا بھی اپنی موج مستی میں ہے ان کو کوئی پرواہ نہیں کہ ملک میں کیا ہو رہا ہے، عوام کی کیا پریشانی ہے، رمضان کے مقدس مہینے میں لوگ مسجدوں کے بجائے سڑکوں پر حکومت کے خلاف دھرنا کیوں دے رہے ہیں۔ لوڈشیڈنگ نے بھی عوام کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ اللہ نہ کرے کہ مجلس وحدت المسلمین کی قیادت اور کارکنوں کا صبر اور

حوصلہ جواب دے اور یہ لوگ اپنے پرامن احتجاج کو پر تشدد بنا دیں کیا تب حکومت کو ہوش آئے گی؟ جب تک سڑکوں کو بلاک نہ کیا جائے، میٹرو بس کے اسٹیشنز کو جلایا نہ جائے، سرکاری اور غیر سرکاری املاک کو نقصان نہ پہنچے کیا اس وقت تک ان کو سمجھ نہیں آئی گی؟ اگر کل شیعہ برادری پورے ملک میں حکومت کے خلاف احتجاج کا اعلان کرے اور سڑکوں کو بلاک کریں تو پھر یہ حکومت کیخلاف سازش ہو گی جس طرح عمران خان نے صرف چار حلقوں میں دھاندلی پر تحقیقات کا مطالبہ ایک سال سے کرتے رہیں جب حکومت کو ہوش نہ آیا اور انہوں نے اسلام آباد میں دھرنا دیا تو اس کو حکومت نے سازش قرار دیا کہ سب حکومت کے خلاف سازشی ہو رہی ہے۔ اب جب ان لوگوں کا صبر ختم ہو جائے گا تو حکومت جو شہید بننے کیلئے بے قرار ہے تو یہ بھی حکومت کے خلاف سازش کا حصہ ہوگا۔ ملک کو جو آج کئی سطح پر چیلنجز کا سامنا ہے وہاں پر اسلام آباد میں کئی دنوں سے دھرنے پر پوری حکومت کی خاموش لمحہ فکریہ ہے جبکہ وزیر داخلہ نے بھی چپ کا روزہ رکھا ہوا ہے۔ حکومت ہوش سے کام لیں اور مجلس وحدت المسلمین کی قیادت سے مذاکرات کرکے مسئلے کا حل نکلے اور دھرنے کو پرامن طریقے سے ختم کریں۔ عوام کو ریلف دینا اور مطالبات کو پورا کرنا حکومت کا کام ہوتا ہے جسے نون لیگ حکومت بالکل لاپرواہے۔

خیراتی ادارے

پاکستان کے حالات دیکھ کر دل خون کے آنسو روتا ہے کہ یہاں پر کوئی بھی چیز ٹھیک نہیں ، ملک کا سیاسی نظام ہو یا معاشرتی ، ہر جگہ مسائل کے انبار کھڑے ہیں جس طرح آج تک ہمارے حکمران وہ فوجی یا جمہوریت کا نام لیوا سب کے سب عوام دشمن رہے ہیں ، ان سے بڑا کر وہ لوگ جو اعلیٰ عہدوں پر بیٹھ کر لاکھوں تنخواہیں لیتے ہیں اور سیاست دانوں کو بھی بے وقوف بناتے ہیں جس کی وجہ سے عام لوگوں کا ذہن یہ بنا ہے کہ یہ سب آپس میں ملے ہوئے ہیں ، چور چور کا احتساب نہیں کر سکتا۔ کوئی بھی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کو دیکھ کر دل خوش ہو جائے کہ یہاں بہترین کام ہو رہا ہے۔ اللہ اور رسول کا نام لینے والے اور ہر بات پر الحمدالاللہ، انشاءاللہ کہنے والے دودھ ، گوشت، مسالہ جات، پانی اور مشربات سمیت انسانی زندگی بچانے والی ادویات میں ملاوٹ کی انتہا کرتے ہیں۔

مغربی معاشرے میں اور ہم جن کو اللہ اور مسلمانوں کا دشمن سمجھتے ہیں جن کے ممالک میں جانے کے لئے ہم ہزاروں جھوٹ بولتے ہیں جن کیلئے ہم اپنا مذہب بھی تبدیل کرتے ہیں، جس کا بچہ یورپ ،،برطانیہ اور امریکا میں ہو وہ معاشرے میں کتنا فخر محسوس کرتا ہے اور جن کی کمائی سے وہ متکبر بن جاتا ہے ان ممالک

میں ادویات میں یا کھانے پینے سمیت ہر قسم کے ملوٹ کو جرم عظیم سمجھا جاتا ہے،
جہاں آپ اس طرح کے کام جس کو ہم بسم اللہ پڑھ کر اور نمازیں شروع کرکے ملوٹ
اور جعلی ادویات کے کارخانے، گدھوں اور مری ہوئی مرغیوں کا گوشت اور ہر چیز میں
ملوٹ کرتے ہیں وہاں پر یہ ناممکنات میں سے ہیں۔ وہاں قانون میں ایسے لوگوں کیلئے
کوئی رعایت نہیں جبکہ ہمارے ملک میں یہ سب کچھ قانون کے سامنے بلکہ قانون کے
محافظوں کے سرپرستی میں ہوتا ہے۔ دودھ جانوروں سے نہیں لیا جاتا بلکہ گندگی اور غلا
ظت سے بنایا جاتا ہے۔ ڈاکٹروں کے پاس جانے والے مریض ڈاکٹروں کے نسخوں سے
کھلے عام مارکیٹ میں دو نمبر نہیں بلکہ دس نمبر دوائیاں خریدتے ہیں جس دوا پر قیمت
350 روپے لکھا ہوتا ہے وہ دوکاندار کو 50 روپے میں ملتا ہے جس میں ڈاکٹروں کی
الگ سے کمیشن مقرر ہے یہ سب کچھ کھلے عام دن کی روشنی میں اور حکمرانوں کی اجازت
سے ہوتا ہے اور یہ سب کچھ اسلام کے ماننے والے اور مسلمان کرتے ہیں جن کو کوئی
روکنے اور پوچھنے والا نہیں ہے۔ میں ان سب کاموں کو دیکھ کر مایوس ہوجاتا ہوں کہ ہم
کس معاشرے میں رہ رہے ہیں جہاں انسانیت ختم ہوچکی ہے ہر گناہ بسم اللہ پڑھ کر
شروع کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات بھی ان سب پر خاموش ہے کہ ایسے درندوں کی
پکڑ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ ہم پر اپنا عذاب کیوں نازل نہیں کرتا لیکن پھر کچھ ایسے
لوگوں اور اداروں کو دیکھ کر، سن کر یا پڑھ کر جلدی ہی دل تسلی ہوجاتا ہے کہ ان سب
کے باوجود جہاں نیچے سے لے کر حکمران تک لوگوں کا خون بسم اللہ پڑھ

کرچوستے ہیں وہاں ایسے لوگ اور ادارے موجود ہے جنھوں نے اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی رضا پر خرچ کیا جن کی وجہ سے غریب لوگوں کو دو وقت کی روٹی ملتی ہے جن کی وجہ سے عام لوگوں کو فری علاج اور معالجے کی سہولت مل جاتی ہے۔ ایسے لوگ ہمارے ملک میں موجود ہے جن کی وجہ سے دن رات انسانیت کی خدمت کی جاتی ہے۔ ایسے اللہ والے لوگ موجود ہے جن کی کوششوں سے بے سہاروں کو سہار، بے گھروں کو گھر کو مل جاتا ہے۔ جہاں معاشرے میں اپنے ہی بچوں کے ظلم وزیادتی سے تنگ ہونے والے والد یا والدہ کو چھت میسر نہیں، وہاں غریبوں کی مدد کرنا یا بے روزگاروں کو روزگار دینا، نیک لوگ اپنا ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں اور ان کاموں کو کرنا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی تصور کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ ہمارے ملک میں ہوتا ہے اور نیک لوگوں کے تعاون اور مدد سے ایسے ادارے چلتے ہیں۔ ان اداروں میں زیادہ تر کراچی اور لاہور میں کام کرتے ہیں جبکہ بعض اداروں کا ملک بھر میں نیٹ ورک بھی موجود ہوتا ہے۔ زیادہ تر ان میں ایدھی، شوکت خانم، فلاح انسانیت، الاخدمت، سلانی ویلفیر ٹرسٹ یا عالمگیر ٹرسٹ سے لوگ واقف ہے، ان کی خدمت پورے معاشرے میں عیاں ہے، اللہ تعالیٰ ان کی خدمت میں مزید اضافہ کرے اور ان اداروں کے چلانے والوں کو اجر عظیم دیں، لیکن ان اداروں کے علاوہ بھی کئی ایسے ادارے ہیں جو غریب لوگوں کی خدمت اور مدد کرتے ہیں۔ ان میں ایک ادارہ جس کا کچھ عرصہ پہلے آغاز ہوا ہے اپنی کوششوں سے غریب لوگوں میں نام پیدا کر رہاہے وہ ادارہ اے وی ٹی چینلز کا ''ساوی''

کے نام سے بھی ہے جو زیادہ تر خیبر پختونخوا کے پسماندہ علاقوں میں غریب لوگوں کی مدد کرتی ہے۔خیبر پختونخوا کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں سیاسی لیڈر تو بہت ہیں، پیسے والے لوگ بھی موجود ہے لیکن یہاں کوئی بھی بڑا ادارہ موجود نہیں ہے جس طرح بڑے خیراتی ادارے کراچی یا پنجاب میں کام کرتے ہیں۔دہشت گردی اور غربت کی وجہ سے یہاں پر خدمت کی ضرورت زیادہ ہے لیکن کام کرنے والے ادارے انتہائی کم ہے۔

ساوی نے اپنی بساط کے مطابق کوشش شروع کی ہے کہ صوبہ خیبر پختونخوا کے تمام پسماندہ اضلاع یا علاقوں میں غریبوں کی مدد کی جائے لیکن غربت کے مارے ہوئے لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہے جس کی وجہ سے ساوی کی مدد ہر جگہ نہیں پہنچ سکی۔

ساوی ہو یا دوسرے فلاحی ادارے جو عام لوگوں کی خدمت کرتی ہے جس کی وجہ بے سہاروں کو سہارا اور مایوس لوگوں کو امید ملتی ہے ایسے اداروں کی ہمیں دل کھل کر مدد کرنی چاہیے، ہمیں صرف رمضان میں نہیں بلکہ عام دنوں میں بھی اپنے پیسوں میں کچھ پیسے فلاحی اداروں کو دینا چاہیے جس کا اپنا مقام ہو جس کے بارے میں معلوم ہو کہ ان کو پیسے دے کر ضائع نہیں ہوتے یا ان کا نیٹ ورک ٹھیک ہے۔ہمیں ایسے ادروں کی اسلئے بھی مدد کرنی چاہیے کیوں ہمارے سرکاری ادارے یا حکومتیں عوام کی مدد اور خدمت کرنے میں ناکام ہو چکے ہیں، ہمیں اپنے حلال کمائی میں سے ہر مہینے فلاحی اداروں کی مدد بھی کرنی چاہیے جہاں لوگوں کو امید ملتی ہے۔ انسانیت کی خدمت کرنے والے ایسے اداروں کی مدد سے ہم بھی فلاح پا سکتے ہیں اور ان کی نیکیوں میں حصہ

دار بن سکتے ہیں۔ دنیا ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے قائم ہے۔

مشن جاری رہنا چاہیے

دنیا فانی ہے، ہر انسان نے یہاں سے جانا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کا زندہ رہنے کیلئے ایک وقت مقرر کیا ہے۔جونہی وہ وقت پورا ہو جاتا ہے، انسان اس دنیا فانی سے رخصت ہو جاتا ہے۔دنیا میں ہر روز لاکھوں انسان مرتے اور پیدا ہوتے ہیں، بہت ہی کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جس کے مرنے پر پورا معاشرہ، ملک یا دنیا کے مختلف ممالک کے لوگ خفا یا افسردہ ہوں۔ایسے لوگ اپنے عمل اور کردار سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں، حالانکہ دنیا میں بادشاہ، وزیر اعظم اور صدر بھی مرتے ہیں لیکن کسی کو ان کے مرنے پر کوئی افسوس یا دکھ نہیں ہوتا جب کہ حقیقت تو یہ ہے کہ اکثریت کے مرنے پر لوگ خوش ہوتے ہیں کہ اچھا ہوا جان چھوٹی۔ سچ تو یہ ہے کہ بادشاہوں کا مرنا لوگ بھول جاتے ہیں لیکن انسانیت کی خدمت کرنے والے افراد ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتے ہیں۔ انسانیت کی خدمت کرنے والوں میں عبدالستار ایدھی بھی شامل ہے جن کی موت اس بابرکت مہینے میں جمعۃ المبارک کے دن ہوئی جس کی اپنی ایک اہمیت ہے۔ عبدالستار ایدھی وہ عظیم شخصیت تھے جس کی موت نے ملک بھر کے بے سہارا، غریب اور عام لوگوں سمیت ہر آدمی کو دکھی کیا۔ انہوں نے بلا تفریق رنگ و نسل کے لوگوں کی خدمت کی جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کی لاش کو دفنانا ایدھی فاونڈیشن کا کام ہوتا ہے، اپنے بچوں کو

چھوڑنے والے والدین ،ایدھی کی جھولی میں ڈالتے اور ایدھی ان بے سہاروں کا عمر بھر کیلئے سہارا بنتا۔ جو کام ترقی یافتہ ممالک میں حکومتیں کرتی ہیں ،وہ ایدھی صاحب لوگوں کے خیرات وصداقات سے کرتے رہے۔ ان کی ایمبولینس سروس تو دنیا بھر میں بڑی سروس اپنی جگہ ہے لیکن بم دھماکوں، خود کش حملوں، روڈ ایکسیڈنٹ یا کسی بھی حادثاتی موت یا قدرتی آفات میں ایدھی کے ایمبولینس اور عملہ سب سے آگے ہوتا ہے ۔ ایدھی صاحب کی خدمت نہ صرف پاکستان میں تھی بلکہ دنیا کے کئی ممالک جس میں افغانستان، بنگلہ دیش ،انڈیا کے علاوہ کئی عرب اور عجم کے ممالک شامل ہے، ایدھی صاحب نے خود جاکر وہاں مصیبت اور غم زدہ لوگوں کی خدمت کی اور ان کا سہارا بنے۔ ان کی بے لوث اور بلا تفریق خدمات کی وجہ سے آج دنیا بھر میں ایدھی صاحب کے نام سے لوگ واقف ہیں۔ خود انتہائی سادہ زندگی گزاری دو جوڑے کپڑوں میں وقت بسر کرتے تھے وہ بھی انتہائی سادگی سے کہ کسی کو تنقید کا موقع نہ ملے۔ایدھی صاحب جاتے جاتے بھی بہت بڑا سبق دے گئے کہ اپنے عضا عطیہ کرنے کی وصیت کردی۔ بیماری کے باعث ایدھی صاحب کے آنکھیں صرف نکال دی گئی جو کسی اندھے کو لگا دی جائے گی جس سے ان کو نئی زندگی ملے گی۔

یہ اللہ تعالی کا خاص فضل وکرم ہوتا ہے کہ وہ کسی شخص کو وزیر، مشیر، وزیراعظم اور صدر نہ ہونے کے باوجود عزت کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے۔ دولت تو

ہمارے حکمرانوں کے پاس اتنی ہے کہ اگر وزیر اعظم میاں نواز شریف اور آصف علی زرداری اپنی دولت پاکستان میں غربت کے خاتمے کے لئے استعمال کریں تو پاکستان سے غربت ختم ہو جائے گی۔ اس طرح ملک میں قد آور کئی شخصیات موجود ہے جن کی دولت کو اگر ملک کے ہسپتالوں اور تعلیمی اداروں پر خرچ کیا جائے تو غریبوں کو مفت صحت اور تعلیم مل سکتی ہے لیکن نہ تو حکمران ایسا کچھ کریں گے اور نہ ہی ملک کے دولت مند افراد اس طرح کوئی عمل کریں گے جس سے عام آدمی کو فائدہ ہو۔ یہ خوش نصیبی اوراللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والا ہر کوئی نہیں بن سکتا اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم چاہیے جو بد قسمتی سے ہمارے حکمرانوں اور امیر زادوں کو نصیب نہیں ہے۔

ایدھی صاحب نے تو دنیا بھر میں پاکستان کانام روشن کیا کہ بلا رنگ و نسل کے اپنی خدمت انسانیت کے لئے جاری رکھی ۔ اب ہماری بھی کچھ ذمہ داریاں بنتی ہے کہ ہم بھی ایدھی صاحب کے اس کار خیر کے مشن کو آگے بڑھانے کیلئے ،ایدھی فاؤنڈیشن کا ساتھ دیں۔ جس طرح ایدھی فاؤنڈیشن نے ملک بھر اور بیرونی دنیا میں بھی انسانیت کی خدمت کی اسی طرح ہم ایدھی صاحب کے مرنے کے بعد اپنے کمائی میں سے ایدھی فاؤنڈیشن کو ہر مہینے کچھ نہ کچھ عطیہ کیا کریں۔ایدھی صاحب نے ہر انسان کو یہ سبق دیا کہ عزت اور سکون چاہیے تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کی مدد کیا کریں۔اللہ تعالیٰ عزت بھی دے گا، مال میں برکت بھی ڈالے گا

اور سکون قلب بھی حاصل ہوگا۔ یہ ایدھی صاحب یا ہماری بات نہیں بلکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ جو میرے راستے میں ایک روپے خرچ کرے گا میں اس کو دس روپے دوں گا۔ ایدھی صاحب سے محبت کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ہم ایدھی صاحب کے مشن کو جاری رکھیں، ایدھی فاؤنڈیشن جو کام ملک بھر میں کر رہی ہے وہ کام اسی طرح جاری رہے وہ کام پیسوں کی وجہ سے روک نہ پائیں۔ ہر مہینے پانچ سو یا ہزار روپے دینے سے ہمیں کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا لیکن ان بے سہارا اور بے کسوں کو ضرور فائدہ ہوگا جن کا اللہ تعالی کے سوا کوئی مددکار نہیں جو آپ کی اور ہماری مدد کے منتظر ہے۔ عبدالستار ایدھی صاحب جہاں لاکھوں بے سہاروں کا سہارا بنے وہاں انہوں نے دنیا بھر میں اور خاص کر ہمارے حکمرانوں کو بھی پیغام دیا کہ عزت کمانی ہے تو اللہ تعالی کے بندوں کی خدمت کروں، اللہ تعالی آپ کو عزت اور شہرت کے دولت سے مالامال کر دیں گا۔

ترکی میں مارشل لا کی کوشش ناکام اور پاکستان میں۔۔۔

مارشل لاؤں کی اپنی ایک تاریخ رہی ہے،زیادہ تر مارشل لائیں اسلامی ممالک میں آئی ہے جس میں پاکستان اور ترکی سر فہرست ہے۔ترکی میں یہ پانچویں دفعہ کوشش کی گئی کہ فوجی حکومت قائم ہوجائے لیکن اس کو عوام نے اپنے احتجاج اور مظاہروں سے ناکام بنادیا، اس سے بھی بڑھ کر ترکی میں اقتدار پر قبضہ کرنے والے فوج نہیں تھی بلکہ فوج کے اندر کچھ ایسے عناصر تھے جن کی کوشش تھی کہ ترکی میں جمہوری حکومت کا خاتمہ کیا جائے جس میں صدر طیب اردگان کی حکومت دس سال سے مسلسل حکمرانی میں ہے جن کی کوششوں سے ترکی میں عام لوگوں کی زندگی بہتر ہوئی ، معاشی صورت حال بہتر ہوئی ، نام نہاد سیکولرازم کا بدھ ترکی کی سر سے ہٹنے میں صدر طیب اردگان کی حکومت کا خاصا کردار رہا، جمہوری حکومت کے اندر فوج سمیت عدلیہ کا رول ختم کرنے اور ترکی میں حقیقی جمہوریت قائم کرنے کی کوشش کو ناکام بنانے کیلئے چند فوجی آفسروں نے یہ سازش تیار کی تھی جس کو عوام نے ناکام بنادیا لیکن ساتھ میں یہ بھی حقیقت سامنے آئی ہے کہ اس فوجی بغاوت میں فوجی سربراہ شامل نہیں تھے بلکہ ان کو قید کیا گیا تھا جس کا مطلب یہ ہوا کہ جب تک فوج کا سربراہ اور اعلیٰ عہدار ان بغاوت میں شامل نہ ہوں اس وقت تک مارشل لا کی حکومت نہیں آسکتی ۔ترکی جو دس سال پہلے نام نہاد سیکولرازم کی راہ پر عوام

کو چلایا گیا اس میں حکومت کی طرف سے ایسے ایسے فیصلے کیے گئے تھے جو سیکولر ازم کے بالکل خلاف تھے یعنی مسجد کا امام مولوی داڑھی نہیں رکھا سکتا، فوج کے اندر جمعہ کے نماز پر پابندی تھی ، فورسز روزہ نہیں رکھ سکتے ، یہ سب کچھ اسلامی ملک ترکی میں ہوتا تھا جو سیکولرازم کے خلاف عمل تھا، سیکولرازم کا مطلب یہ نہیں بلکہ یہ تو سیکولر نظریہ کے خلاف اقدامات تھے ۔ سیکولرازم میں ہر کوئی آزاد ہوتا ہے کہ دین کی پابندی کریں یا نہ کریں لیکن ماضی میں ترک حکومت نے زبردستی پابندیاں لگائی تھی کہ یہ کام نہیں کرنے جس کی باقاعدہ طور پر سزائیں مقرر تھی ، ترکی میں حقیقی جمہوریت کیلئے کوششوں کی ، وجہ سے ترک عوام نے صدر طیب اردگان کا ساتھ دیا تاکہ ترکی میں عدل وانصاف کی حکومت قائم ہو ، فوج کے چند آفسروں کے اس بغاوت کے بعد ترک حکومت کو ایک اور موقع ملا کہ وہ ملک میں ایسی سازشوں کو ختم کریں جو مختلف اداروں میں موجود ہے ، ترک حکومت اگر سازشی عناصر کو ختم کرنے میں کامیاب ہو گئی تو یہ ناصرف ترک حکومت اور عوام کے لئے اچھا ہوگا بلکہ اس کا اثر دوسرے اسلامی ممالک پر بھی پڑے گا۔ ترکی میں اس فوجی بغاوت کے پیچھے بھی کچھ عناصر یقینی طور پر کارفرما ہوں گے جو ترکی میں حالات کو خراب کرنے کی کوشش میں لگے ہیں ، چند دن پہلے ترکی ایرپورٹ پر حملہ ہوا جس میں کئی افراد جاں بحق ہوئے ، اس طرح مئی اور

اپریل میں بھی حملے ہوئے جس کا بنیادی مقصد ترکی میں حالات کو خراب کرنا تھا تاکہ ترکی میں بھی شام، عراق اور دوسرے اسلامی ممالک کی طرح جنگ وجدل کا سلسلہ شروع ہوجائے، یہ سازش بھی اس کی کڑی معلوم ہوتی ہے جس کو عوام کی طرف سے بروقت ناکام بنا دیا گیا۔ ترک حکومت یقینی طور پر ان عوامل پر غور کریں گی جس کی وجہ سے یہ بغاوت ہوئی اور سازش تیار کرنے والوں کو پہلے سے بے نقاب نہیں کیا گیا، اس طرح کی کوشیش پاکستان میں فوج کے اندر کئی دفعہ ہوئی ہے لیکن اس کو بر وقت فوج ہی نے ناکام بنایا تھا جس میں فوجی سربراہ بالکل لاعلم ہوتے تھے، چند آفسر مل کر اپنی سوچ کے مطابق سازش تیار کرتے لیکن اعلیٰ قیادت کی مرضی شامل نہ ہونے کی وجہ سے وہ سازش ناکام ہوتی، میڈیا میں بعض لوگ ترکی میں فوجی بغاوت کو پاکستان سے تشبیح دے رہے ہیں، حکمرانوں کی جانب سے بھی اس تاثر یا خوشی کا اظہار کیا جارہا ہے کہ ترکی میں عوام نے جمہوریت کے حق میں فیصلے دیا اس طرح پاکستان میں بھی لوگ حکومت کے ساتھ کھڑے ہیں اور اگر اس طرح کا کوئی اقدام ہوتا ہے تو ترک عوام کی طرح پاکستان کے لوگ بھی ٹینکوں کے سامنے لیٹ جائیں گے اور میاں نواز شریف کی حکومت کو بچالیں گے۔ ہم تو جمہوریت پسند ہے چاہتے ہیں کہ میاں صاحب کی حکومت بھی پیپلز پارٹی کی طرح پانچ سال پورے کریں تاکہ عوام کے سامنے بے نقاب ہوجائے اور جو کوشش میاں صاحب کی ہے کہ ان کو غازی یا شہید بنا دیا جائے تو وہ تمنا ان کا پورا نہ ہو بلکہ عوام کے سامنے ساری عمر کے لئے بے

نقاب ہوں جس طرح زرداری حکومت ہوئی لیکن اس کے باوجود خدانخواستہ پاناما لیکس اور اپنی لوٹ مار اور قانون سے بالاتر ہونے کی وجہ سے ایسا کوئی واقعہ پیش آجائے تو لوگ ٹینکوں کے نیچے نہیں بلکہ اوپر چڑھ کر فورسز کو دعائیں دیتے ہوں گے اور دکانوں پر مٹھائیاں ختم ہوجائے گی ، مٹھائیاں تقسیم کرنے والوں میں خود نون لیگ کے کارکن آگے آگے ہوں گے۔ ترکی میں صدر طیب اردگان نے اپنی جمہوری روایات کو پروان چڑھایا، ملک ترقی کی طرف گامزن ہوا جبکہ پاکستان میں وزیراعظم پارلیمنٹ میں جانا اپنی توہین سمجھتے ہیں ، اپوزیشن کے سوالوں کا جواب تو درکنار اپنے نون لیگ کے ایم این اے سے ملنا بھی بادشاہت کے خلاف قرار دیتے ہیں۔ پاکستان میں تمام فیصلے وزیراعظم اور اس کے دو تین رفقا کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس غریب ملک میں ہسپتالوں میں ڈاکٹرز اور دوا تو نہیں ملتی ، عام سڑکوں کا حال ناگفتہ با ہے ، لیکن لاہور اور پنڈی کے میٹرو بسوں اور میٹرو ٹرین کے لئے پانچ سو ارب روپے ضرور دیے جاتے ہیں جو صرف چند لوگوں کو فائدہ دیتی ہے ، اس طرح غریب لوگوں پر ٹیکسوں کا بھر مار ہے جبکہ امیر کو بچایا جاتا ہے۔ اسلئے پاکستان میں حقیقی جمہوریت نہیں بلکہ نقلی جمہوریت کا بھی میاں صاحب نے جنازہ نکل دیا جو پیپلز پارٹی نے قائم کیا تھا۔ اسلئے یہاں ترکی والا مثال قائم نہیں ہوسکتا۔ ترکی مثال کو قائم کرنے کیلئے حکمرانوں کو اپنی ترجیحات اور سوچ تبدیل کرنی پڑے گی ، لوٹ مار اور کرپشن کا بازار بند کرنا پڑے گا ، اپنے آپ کو پارلیمنٹ کے سامنے

جوابدے بنانا ہوگا تب عوام جمہوریت کیلیے سڑکوں پر ٹینکوں کے سامنے گودیں گے جب
ملک میں حقیقی جمہوریت قائم ہوگی۔

حکومت چور یا واپڈا چور

میرے سامنے اسلام آباد الیکٹرک سپلائی کمپنی کی طرف سے جاری بجلی کا بل پڑا ہے جس میں خرچ شدہ یونٹ 364 ہے جو واپڈا کی طرف سے بجلی قیمت کے مطابق 37462257 روپے بنتا ہے لیکن بجلی بل 6003 روپے ہیں،اس کا مطلب یہ ہوا کہ روپے حکومت نے ٹیکس کی مد میں اضافی ڈالے ہیں۔اس بل میں جو ٹیکس مختلف نام T.R، سرچارج F.C156.52، سے دیا گیا ہے اس کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہیں سرچارج 1166.55 ٹوٹل تقریباً 5ہزار روپے اسلام آباد الیکٹرک کمپنی یعنی آئیسکو کا بل ہے اس میں حکومت مزید اضافہ کرتی ہے اور ٹیلی وژن فیس 35 روپے جنرل سیلز ٹیکس 862 روپے نیلم جہلم سرچارج 36.40 روپے ڈال دیتی ہے جس سے ٹوٹل بجلی کا عام صارف کیلئے مہینے کا بل 6003 بن جاتا ہے۔اب وزیراعظم پاکستان جناب میاں نواز شریف صاحب بتائیں کہ ایک عام آدمی 13 ہزار روپے ماہانہ تنخواہ میں کیسے یہ بل ادا کر سکتا ہے جس میں 22 سو روپے سے زیادہ آپ نے ٹیکس ڈالا ہے جو آپ ہر مہینے ڈال دیتے ہیں جبکہ خود آپ اور آپ کے وزراء ،ایم این اے، ایم پی اے، مشیر، عزیز سالانہ انکم ٹیکس بھی ادا نہیں کرتے اور آپ ایک غریب ادمی سے سالانہ صرف بجلی بل میں تقریباً 30 ہزار روپے غنڈا ٹیکس وصول کرتے ہیں۔اب ایک عام ادمی کیسے بجلی کا یہ بل ادا کرتا ہے یہ وہ اور اس کا رب جانتا ہے کہ گھر میں دوسری تمام ضروریات کو دفن کرکے

بیوی اور ماں باپ سے لڑ جھگڑ کر ہر مہینے یہ ہزیمت برداشت کرتا ہے۔ مزے کی بات، تو یہ ہے کہ یہ بل حقیقت میں اسلام آباد کیپٹل میں چھ گھنٹے روزانہ لوڈشیڈنگ کے مطابق تین ہفتوں کا ہے یعنی لوڈشیڈنگ جو ہوتی ہے اس کو نکلا جائے تو بجلی دینے کی قیمت عام صارف تین ہفتوں میں چھ ہزار ادا کرتا ہے۔ اب دوسری حقیقت یہ ہے کہ یہی بل زرداری دور حکومت میں 3000 روپے تھا جبکہ اس سے پہلے ڈکیٹیٹر پرویز مشرف کے دور میں 15 سو روپے بنتا تھا، پھر بھی آپ کی سوچ ہے کہ عوام آپ کے لئے سڑکوں پر نکلیں گی اور ٹینکوں کے سامنے لیٹے گی۔ اب ایک اور خبر سنے، وفاقی وزیر بجلی خواجہ آصف کے بھانجے یا بھتیجے کا اسلام آباد میں بجلی بل چھ لاکھ روپے سے زیادہ کا آیا تھا لیکن وفاقی وزیر خواجہ آصف کی جانب سے احکامات پر واپڈا حکام آئیسکو نے اس بل کو پچاس ہزار روپے کر دیا تاکہ وفاقی وزیر بجلی ناراض نہ ہو اور اس رقم سے ان کے رشتہ دار کوئی اور بلے کا کام کر سکیں جبکہ ان کا یہ بل عام غریب آدمی سے لیا جائے گا۔ خود بادشاہوں والی زندگی بسر کرنے کے باوجود بجلی بل ادا نہیں کرتے اور غریبوں سے ہر مہینے ہزاروں روپے صرف ٹیکس کی شکل میں وصول کرتے ہیں۔

بدقسمتی یہ ہے کہ اس پر کوئی بھی بات نہیں کرتا کہ عام صارف بجلی قیمت ادا کرنے کے علاوہ 40 فی صد ٹیکس کی شکل میں ہر ماہ کیوں ادا کرتا ہے؟ جو براہ راست حکومت کا غنڈا ٹیکس ہے۔ ایک طرف واپڈا عام آدمی کیلئے قصاب بنا ہے کہ

ہر مہینے غریبوں لوگوں پر اضافی بل بھجواتا ہے، خراب میٹر لگوائیں گئے ہیں جو بغیر بجلی کے بھی چلتے ہیں، یہ معاملہ صرف اسلام آباد کا نہیں بلکہ پورے ملک کا ہے جبکہ دوسری طرف حکومت اس سے زیادہ چور بلکہ ڈاکو بنا پھرتا ہے کہ ہر مہینے مختلف ٹیکس کی شکل میں غریب لوگوں سے وصولی کرتا ہے جس پر تمام سیاست دانوں سمیت اعلیٰ عدلیہ بھی خاموش ہے۔ مجھ اس بات کی سمجھ نہیں آرہی ہے کہ جب عام ادمی ایک چیز کی قیمت ادا کرتا ہے تو اس پر ان سے مزید 40 فی صد ٹیکس کیوں وصول کیا جاتا ہے؟ آیا یہ کسی اور ملک میں بھی ہوتا ہے کہ غریب لوگوں سے اتنا زیادہ ٹیکس لیا جاتا ہو پھر بھی حکومت کہتی ہے کہ عوام ٹیکس نہیں دیتی، عوام تو ٹیکس دیتی ہے تم لوگ ٹیکس ادا نہیں کرتے، پھر کوئی اس کا حساب لگائے کہ ہر مہینے صرف بجلی بلوں میں اربوں کا ٹیکس عوام سے لیا جاتاہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بجلی کی قیمت تو نون لیگ حکومت نے ڈبل کردیے لیکن بجلی لوڈشیڈنگ میں کمی کے بجائے اضافہ ہی کردیا ہے، اب تک ایک یونٹ کا اضافہ نہیں کیا گیا ہے، نندی پور پاور پروجیکٹ ہو یا سولر بجلی کے منصوبے سب کے سب فراڈ اور عوام سے دھوکہ ہے جس کی قیمت انشاء اللہ نون لیگ حکومت بہت جلد اٹھائیں گی۔ ان کے فراڈ اور دھوکہ دہی کا حساب لینے والا کوئی مرد مجاہد ضرور آئے گا، اسلئے عام لوگ فوج کی طرف دیکھتے ہیں اور فوجی سربراہ کے حق میں نعرے اور پوسٹر لگاتے ہیں کہ خدا کے لئے جانے کی باتیں چھوڑ دو اور اب آجاؤں لیکن حکومت ترکی میں عوام کی طرف سے فوجی بغاوت پر اتنی خوش

وحرم ہو رہی ہے کہ جیسا کہ ترک عوام نے طیب اردگان کیلئے نہیں میاں نواز شریف کے حق میں آواز اٹھائی ہے کہ ہم نون لیگ حکومت کے ساتھ ہیں ۔ترکی میں عوام طیب اردگان کا ساتھ اسلئے دے رہے ہیں کہ انہوں نے اپنی حکومت میں عام لوگوں کی زندگی بہتر کی، عوام کو روزگار دیا، مہنگائی کم کی ، بجلی ، گیس ، پانی کی قیمت میں اضافے کے بجائے کمی لائے ، تعلیم اور صحت عام ادمی کو مہیا کی ، عوام کی زندگی کو بہتر بنانے کیلئے پولیس سمیت تمام متعلق اداروں کو بہتر کیا جس کی وجہ سے عوام نے ان کو مسلسل تیسری بار منتخب کیا اور اب فوجی بغاوت کے سامنے ڈٹ کر مقابلہ کیا جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عوام نے طیب اردگان کو نہیں اپنی بہتر زندگی کو بچایا لیکن آپ کے تین سال حکومت نے عوام کو مزید ذلیل و خوار کیا۔آج عام لوگوں کے زبان پر صرف یہ ہے کہ زرداری حکومت ان سے اچھی تھی اور اس سے بھی بہتر پرویز مشرف کی حکومت جس میں کم از کم اتنی لوٹ کھسوٹ موجود نہیں تھی ، پھر بھی آپ کی سوچ ہے کہ آپ کے خاطر جو قوم کو اپنا حساب دینے کیلئے تیار نہیں قوم سڑکوں پر آئے گی اور ٹینکوں کے سامنے لیٹے گی۔

وزیر اعلیٰ پنجاب کا بچوں کیلئے اقدام

نون لیگ حکومت کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی حکومتی عرصہ مغل بادشاہوں سے بھی زیادہ بن گیا یعنی تقریباً 30 سال سے پنجاب پر حکمران بنے بیٹھے ہیں جس میں وزیر اعلیٰ شہباز شریف کا یہ اٹھ سالہ مسلسل حکومت بھی شامل ہے لیکن ان اٹھ اور تیس سال کی حکومتی کارکردگی دیکھی جائے تو پنجاب میں کوئی خاص تبدیلی نظر نہیں آتی سرکاری اسکولوں کو بہتر کرنے کے بجائے انہوں نے نئے اسکول دانش اسکول کے نام ، سے شروع کیے جو اب قصہ پارینہ بن گیا ہے اس طرح صحت کے شعبے اور ہسپتالوں کو بہتر بنانے کے بجائے صحت کارڈ متعارف کرایا ، نوجوانوں کو روزگار دینے کیلئے گاڑیوں کی کارخانے شروع کرنے کے بجائے ، شہباز شریف نے پیلی اور بلیک ٹیکسی سکیم شروع کی۔ پولیس میں اصلاحات کی بجائے مزید تباہ اور سیاسی بنادیا گیا جس کی وجہ سے کرائم کم ہونے کے بجائے زیادہ ہوئے ، پولیس لوگوں کے ساتھ تعاون کے بجائے تشدد اورمار پیٹ میں ملوث ہوتی ہے۔ ملک بھر میں زیادہ تر ملوٹی اشیاء زیادہ تر دودھ پنجاب سے سمگلنگ ہوتا ہے لیکن اس کو روکنا والا کوئی نہیں، دو نمبر نہیں بیں نمبر دوائی بنانے کا مرکز پنجاب بنا ہے جس کی وجہ سے لوگ صحت مند ہونے کے بجائے مزید بیمار ہو جاتے ہیں۔ اس کو روکنے کی بجائے حکومتی سرپرستی حاصل ہے۔ قبضہ گروپ ، بھتہ خور ، ٹارکٹ کلر سمیت مذہبی فرقہ

پرست پنجاب میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں لیکن کوئی ان سے پوچھتا نہیں۔ صاف پانی کا مسلہ پورے پنجاب کا نہیں بلکہ لاہور میں بھی صاف پانی دستیاب نہیں ۔ صفائی کا سسٹم پنجاب کے بڑے شہروں کے علاوہ درالحکومت لاہور میں ناگفتہ بہ ہے۔ ملک کی سب سے زیادہ آبادی والاصوبہ پنجاب میں نوجوانوں کو روزگار دینے کیلئے کوئی بندوبست یا سکیم نہیں۔ پنجاب میں مسلسل حکمرانی کے باوجود عوام کے بنیادی مسائل جوں کے توں ہے جس کی وجہ سے عام لوگوں کا جمہوریت سے بھروسہ اٹھ گیا ہے۔ انصاف کی عدم فراہمی اور امیر و غریب کے لئے انصاف میں فرق نے عام ادمی کو مایوس کر دیا

ہے۔لاہور، فیصل آباد، سیالکوٹ، راولپنڈی اور لاہور کے علاوہ پنجاب حکومت کہی نظر نہیں آتی ۔ ملک کا مستقبل بہتر کرنے ،زراعت اور معاشی ترقی کے منصوبے پنجاب بھر میں کہی بھی نظر نہیں آتے، بے روزگاری اور تنگ دستی کی وجہ لوگ خودکشیوں پر مجبور ہے، خواتین بچوں کا پیٹ پلانے کیلئے اپنی عزتیں نیلام کر رہی ہے لیکن ان سب کے باوجود وزیر اعلیٰ پنجاب شہباز شریف نے پنجاب میں آرڈر جاری کیا کہ جس دوکان یا کارخانے اور فیکٹری میں بچے کام کریں گے تو ان کے خلاف کارروائی ہوگی ، پہلے یہ کارروائی صرف والدین کے خلاف تھی لیکن اب یا کارروائی روزگار دینے والے مالک کے خلاف بھی ہوگی، وزیر اعلیٰ پنجاب کچھ ماہ پہلے ایک اینٹوں کے بھٹے پر گئے وہاں کام کرنے والے بچوں کو دیکھا تو ان کو کہا کہ پڑھنا چاہتے ہوں انہوں نے کہا ہاں جی جس پر وزیر اعلیٰ نے ان کے والدین کو حکم جاری کیا

کہ ان کو اسکول بھجوادوں، ان سے یہاں کام نہ لوں، اس طرح ایک اور جگہ گئے جہاں معصوم بچے کام کر رہے تھے وہاں بھی اس طرح کے آرڈر جاری کیے کہ بچوں سے کام نہ لوں اور جو مالک ان کو کام پر رکھے گا ان کے خلاف بھی کارروائی ہوگی۔

اب بادشاہ سلامت کو کون سمجھیں کہ دنیا میں بچے ہی تمام والدین کو یکساں عزیز ہوتے ہیں، ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سکون دیں، ان کے لئے آسانیاں پیدا کریں، ذرہ تصور کریں ان والدین پر کیا بیتے گی جو اپنے معصوم بچوں کو کھلونوں کے بجائے ورکشاپ میں پلاس اور ہتھوڑی دیں یا ان کی ماں ان کو اینٹوں کے بھٹی میں کام کرنے پر لگائے کہ چلوں سو روپے دن تو کمائے گا۔ شہباز شریف اس دکھ درد اور مشکلات کو دو سو سال میں بھی محسوس نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے ایک غریب اور یتیم ماں گزرتی ہے۔ ان کی حکومت نے تو وہ مثال بھی زندہ کر دی کہ جب ایک وزیر کے ساتھ بیٹا جا رہا تھا تو راستے میں ایک بچہ رو رہا تھا تو اپنے وزیر باپ سے پوچھا کہ بابا یہ بچہ کیوں رو رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ روٹی کیلئے ان کے پاس روٹی نہیں بھوک کی وجہ سے رو رہا ہے جس پر بیٹے نے جواب دیا اگر روٹی نہیں ہے تو کیک کھایا کریں، ہمارے وزیر خزانہ نے بھی اسمبلی فلور پر یہ جواب دیا کہ اگر دال مہنگی ہے تو لوگ چکن کھایا کریں چکن سستی ہے، اب ان کو کون سمجھائے کہ وزیر محترم غریب

آدمی ادھ پاؤ دال سے دو وقت کی روٹی کھاتا ہے جب کہ تم ان کو تین سو روپے والے چکن کا مشورہ دے رہے ہو کہ چکن کھایا کروں ، بحر کیف وزیر اعلیٰ اگر بچوں کی مشقت سے اتنے حائف ہیں اور چاہتے ہیں کہ بچے کارخانوں ، فیکٹریوں ، بھٹے اور دوکانوں پر کام کے بجائے تعلیم حاصل کریں تو اس کے لئے سڑکے اور میٹرو نہ بنائیں بلکہ تعلیم کو فری کرو، صحت مفت کروں ، جو بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے کارڈ تم لوگوں نے امیروں میں تقسیم کیے ہیں وہ غریبوں میں تقسیم کرو اور اس سے بڑھ کر مہنگائی کو کم کرو، روزگار کے مواقعے پیدا کروں ، ایسے ادارے بناؤں جو غریب لوگوں کی مدد کریں ۔ انصاف کی فراہمی یقینی بناؤ، اپنے لئے ایک قانون اور غریب کیلئے دوسرا قانون کا خاتمہ کروں ، بے کسوں اور یتیموں کیلئے سنٹر بناؤ، تو والدین خود بچوں سے مزدوری کے بجائے تعلیم دینے پر آمادہ ہوں گے ۔ خدا کیلئے اب ایسا ظلم مت کروں کہ والدین یا ماں باپ سے ان کا ایک سہارا ہی چھین لیتے ہو کہ ان کا بچہ کام نہ کریں۔ میں نے ایسے بچے دیکھے ہیں جو اپنے گھربار کے تمام اخراجات کو اٹھتے ہیں ، مزدوری کرتے ہیں اور والدین کیلئے مدد کا سہارا بنتے ہیں ۔ آپ کے 13 ہزار روپے سے جو بھی زیادہ تر لوگوں کی تنخواہ نہیں ہے اس سے تو بجلی وگیس اور کرایہ کے بل پورے نہیں ہوتے، اس سے ایک غریب آدمی کیسے گذارا کریں گا۔

وزیر اعلیٰ کی تبدیلی

خیبر پختونخوا حکومت اس لئے بھی منفرد ہے کہ یہاں پر تبدیلی لانے والی جماعت کی حکومت ہے،اسلئے ناقدین سمیت ہر کسی نے صوبے کی حکومت اور کارکردگی پر نظر رکھی ہے کہ یہاں پر تحریک انصاف کی حکومت نے کونسا کارنامہ سرانجام دیا کہ جب باقی ملک میں ان کی حکومت آئے گی تو حالات کئی گنا زیادہ بہتر ہوں گے۔پرویز خٹک کی حکومت پر اپوزیشن جماعتوں سے زیادہ پارٹی کے اندر تنقید ہوتی ہے کہ انہوں نے تین سال گزرنے کے باوجود صوبے میں کوئی خاص تبدیلی نہیں لائے اور پرویز خٹک روایتی سیاست کر رہے ہیں ،پرویز خٹک پر یہ بھی الزامات ہیں کہ انہوں نے اپنے خاندان سمیت یاروں دوستوں کو بھی حکومت میں نوازا جو پارٹی کی بنیادی منشور کے خلاف ہے دوسرا پرویز خٹک کی حکومت پر یہ اعتراضات بھی کیے جاتے ہیں کہ صوبے کے عوام نے جس نظریہ پر پارٹی کو ووٹ دیا تھا کہ کرپشن کا خاتمہ ہوگا،بلدیاتی نمائندوں کو فل اختیارات ملیں گے ،ایجوکیشن، صحت سمیت عوام کے بنیادی مسائل کو حل کیا جائے گا لیکن پرویز خٹک ان مسائل اور اختیارات دینے اور کرپشن کے خاتمے میں ناکام رہے ہیں جس کی وجہ سے پارٹی کے اندر ایم پی ایز اور ایم این ایز نے وزیر اعلیٰ پرویز خٹک کو تبدیل کرنے کا چیئرمین تحریک انصاف عمران خان سے مطالبہ کیا ہے لیکن تاحال عمران خان ان کے مطالبے پر پرویز خٹک کو تبدیل

کرنے کیلئے تیار نہیں بلکہ گزشتہ روز اسلام آباد میں عمران خان کا کہنا تھا کہ دوسرے صوبوں کے مقابلے میں پرویز خٹک کی کارکردگی بہت بہتر ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ پرویز خٹک کی حکومت نے صوبے میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور لائی ہے بعض ضروری قانون سازی بھی کی ہے لیکن کیا عام آدمی کو اس قانون سازی اور حکومت سے فائدہ پہنچا ہے؟کیا آدمی کو ہسپتال میں علاج کی سہولت بہتر مل رہی ہے ؟کیا عام آدمی کو پولیس کی جانب سے وہ ریلیف مل رہا ہے جس کا وہ حقدار ہے ؟کیاآدمی کے درج کردہ سالوں سال سے پڑے ایف آئی آر پر پولیس کوئی کارروائی کر رہی ہے ؟کیا عام آدمی کے بچوں کو سرکاری اسکول میں بہتری محسوس ہوتی ہے کہ سرکاری اسکولوں کی حالت بہتر ہوئی ہے؟کیا صوبے میں رہائش کا مسئلہ حل ہوا ہے ؟کیا پٹواری کا نظام کمپیوٹرائز ہوا ہے؟کیا پٹواری نے پیسے لینا بند کیے ہیں؟ان سب کا جواب اگر نفی میں نہیں ہے تو کم از کم ان میں وہ بہتری نہیں آئی جس کی عوام توقع کر رہے تھے لیکن اس سے بڑھ کر میں سوال کرتا ہوں کہ پارٹی کے ایم پی اے پر جو کرپشن کے الزامات تھے اس پر دو سال گزرنے کے باوجود ثابت کیوں نہیں ہوئے،وہ آج تک کس جرم میں سزا بھگت رہا ہے کیااس کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے پرویز خٹک پر اعتراضات اٹھائے تھے؟جس کی وجہ سے ان کو سزا ملی رہی ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کے اعتراضات پر انکوائری کمیشن بنادیا جاتا لیکن بجائے اس کے ان کے خلاف ہی کارروائی شروع ہوئی جو تاحال مکمل نہ ہو سکی، دوسرا مسئلہ پارٹی کاسب سے

بڑا نعرہ کرپشن کو ختم کرنے کا تھا جس کیلئے آزاد کمیشن بنانے کا فیصلہ ہوا، عوام کے پیسوں سے چلنے والے صوبائی اسمبلی کے درجنوں اجلاسوں کے بعد جب قانون سازی ہوئی جس میں ان کو یہ اختیارات بھی دیے گئے تھے کہ کمیشن وزیراعلیٰ کا بھی احتساب کرے گا جس کو پارٹی چیئرمین نے خوب کیش کیااور ہر پریس کانفرنس اور جلسے میں اس کا ذکر کیا لیکن بعدازاں ان کے اختیارات کم کیے گئے جبکہ اب پورا کمیشن ہی ختم ہوگیا۔ یہ زمینی حقائق ہیں جبکہ خان صاحب کے وعدیں اور نعرے آج بھی اپنی جگہ موجود ہیں۔ تیسرا پارٹی نے بلدیاتی نمائندوں کو اختیارات دینے کے جو وعدے اور باتیں کی تھیں اس کا بھی زمینی حقائق سے دور دور تک کوئی واسطہ نہیں ،آج صوبے کے بلدیاتی نمائندے جن کی اکثریت تحریک انصاف ہی سے تعلق رکھتی ہے، دربدر کی ٹھوکریں کھارہی ہے، اختیارات نہ ہونے کے برابر ہیں، جو قانونی سازی کی گئی تھی وہ بھی بے معنی ہوئی اس میں بھی تبدیلی کی گئی جبکہ علاقے کے اسکولوں، ہسپتالوں اور دوسرے سرکاری اداروں کی مانیٹرنگ کرنے اور ان کو بہتر کرنے کے اختیارات تو درکنار اب تک کے بنیادی فنڈز بھی نہیں دیے گئے ہیں جس سے عام لوگوں کے نالوں اور گلیوں کے کام ہوسکیں بلکہ زیادہ تر فنڈز جو جاری ہوتے ہیں وہ ترقیاتی کاموں سے زیادہ ان کی تنخواہوں پر خرچ ہوتے ہیں۔ بلدیاتی نمائندوں کا جو جم غفیر منتخب ہوا ہے جس میں ، کسان، خواتین ،پانچ چھ قسم کے کونسلروں سمیت اقلیت ،علاقہ ناظم، تحصیل ناظم اور ڈسٹرکٹ ناظم کی فوج، ہے

سوائے تحصیل ناظم اور ڈسٹرکٹ ناظم کے باقی سب کے سب بے اختیار اور ٹائم پاس کر رہے ہیں ان تحصیل اور ضلع ناظم میں اکثریت پارٹی کے ایم پی اے اور ایم این اے کے بھائی، بہن اور رشتہ دار ہیں ،اسلئے ان پر مہربانی کی جارہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ بلدیاتی نمائندے اپنے اختیارات کے لئے وقتاً فوقتاً احتجاج بھی کرتے ہیں۔چیئرمین تحریک انصاف کو چاہیے کہ وہ میاں نواز شریف نہ بنیں جس پر دن میں 22 گھنٹے تنقید کرتے ہیں کہ وہ اپنے ایم این اے اور ایم پی اے سے ملنا وقت کا ضائع اور اپنی توہین سمجھتے ہیں، پارٹی چیئرمین پرویز خٹک اور ان کی حکومت پر تنقید کرنے والے ایم پی ایز اور ایم این ایز سے ملاقات کریں اور سب کی بات غور سے سنیں، اس کے بعد پارٹی کے غیر منتخب شدہ لوگوں کے ذریعے تحقیقات کرائیں کہ سچائی کیا ہے اس کے بعد فیصلہ کریں کہ پارٹی منشور پر کتنا عمل ہورہاہے ،آیا صوبے کے عوام ان کو دوبارہ منتخب کریں گی ؟ ان پر غور کرنا چاہیے اور اگر وزیراعلیٰ کو تبدیل کرنا ضروری ہے تو اس میں تاخیر بالکل نہیں کرنی چاہیے، ساتھ میں صوبے سے منتخب ہونے والے دوسرے ایم این ایز اور پارٹی کے کارکنوں کی بھی رائے لینی چاہیے اس کے بعد فیصلہ کرنا چاہیے تاکہ حکومت کی کارکردگی بہتر ہوجائے اور عوام کو حقیقی معنوں میں تبدیلی محسوس ہو۔

بجرنگی بھائی جان

اس میں کوئی شک نہیں کہ اکیسویں صدی میں انسان نے بے حد ترقی کی ہے' اپنے عقل وشعور کی وجہ سے دنیا سے آسمان پر پہنچ گیا ہے، سائنس وٹیکنالوجی کی وجہ سے آج وہ چیزیں بھی سامنے آرہی ہے جس کی پچاس، سوسال پہلے تصور بھی ممکن نہیں تھا جدیدیت اور ترقی کا یہ سفر تیزی کے ساتھ آگے بڑھ رہاہے اور اس کا کریڈٹ، غیر مسلموں کے ہاتھوں ہے جس نے مسلمان سے علم لیا اور آج اسے بلند مقام پر پہنچایا جبکہ مسلم دنیا فساد اور غیر یقینی صورت حال سے دوچار ہے جس میں ہمارا اپنا قصور زیادہ ہے۔ سائنس وٹیکنالوجی کی اس دور میں جہاں انسان کو بے تحاشا فوائد دیے، سائنس وٹیکنالوجی نے زندگی کو آسان بنا دیا وہاں پر دنیا کی اس جدید دور میں انسانیت بھی ختم ہوتی جارہی ہے، حالانکہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ انسان اس جدید دور میں قتل وغارت کو خیر آباد کہتا اور دنیا امن کی جگہ ہوتی لیکن بدقسمتی سے جہاں پر سائنس وٹیکنالوجی نے دوسرے میدانوں میں ترقی کی منزلے طے کیے ہیں وہاں قتل وغارت کرنے اور خون بہانے کے بھی جدید ٹیکنالوجی، بم وبارود ایجاد کیا ہے جس کی وجہ سے یہ کڑوا سچ ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس جدید دور میں دنیا سے انسانیت ختم ہوتی جارہی ہے اور انسان کا خون پہلے سے آرزاں ہوگیا ہے۔آج اس جدید دور میں ہر طرف خون کی ہولی کھیلی جارہی ہے جس

کی وجہ سے دنیا سے امن ومحبت ختم ہورہی ہے، سہولتوں کے باوجود سکون رخصت ہوتا جارہاہے، سائنس وٹیکنالوجی کے اس جدید دور میں بھی انسان جہالت کی بلندیوں پر ہے۔ جہالت کی ان بلندیوں اور انسانیت سے دور ہمارے پڑوسی ملک بھارت جس کی آبادی ایک ارب بیس کروڑ ہے وہاں آج بھی ایسے ایسے واقعات رونما ہورہے ہیں جو شاید اس جدید دور سے پہلے نہ تھے، وہاں مسلمانوں کو اسلئے بھی تنگ اور تشدد کانشانہ بنایا جاتا ہے کہ وہ گائے کا گوشت کھاتے ہیں، آئے روز گائے گوشت کے معاملے پر مسلمانوں کو تشدد کانشانہ بنایا جاتاہے یعنی انسان سے جانور کی قیمت زیادہ ہے، بھارت میں آج اس جدید دور میں بھی ایسے ایسے واقعات رونماہوتے ہیں جس سے اندازہ ہوتاہے کہ جہالت کادور بھارت میں آج بھی ختم نہیں ہوا، مسلمانوں کو توگائے کے گوشت پر نشانہ بنایا جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بھارتی حکومت دنیا کوسب سے زیادہ گائے کا گوشت بیچنے والا ملک بن گیا ہے لیکن بھارتی حکومت کی دوغلا پالیسی اور عوام کو جہالت کے اندھیروں میں رکھنے کیلئے بھارتی حکومت عوام کی اس پر تشدد سوچ کو ختم کرنے کیلئے تیار نہیں، اسی طرح دیکھا جائے تو بھارت اپنی فلموں میں توامن ومحبت اور بھائی چارے کادرس بھی دیتا ہے لیکن بھارتی حکومت کی سوچ ان کی فلمی کہانیوں سے دور ہے۔ حقیقی معنوں میں بھارتی حکومت اس جدید دور میں بھی اندھیروں میں رہ رہی ہے۔ بھارتی فلموں میں ایک فلم مسلمان ہیرو سلمان خان کی بجرنگی بھائی جان بھی ہے جس نے ریکارڈ بزنس وکامیابی حاصل کی تھی

اس فلم میں ایک بچی کی کہانی بیان کی گئی ہے جو آزاد کشمیر کی ایک خاتون ماں سے دوران سفر گم ہوجاتی ہے جس کو پاکستان پہنچنے کیلئے ہیرو سلمان خان اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر پاکستان آزاد کشمیر پہنچادیتا ہے۔اس فلم کی کہانی انسانیت دوست ہیں جسے پاکستان و بھارت کے عوام کو ایک اچھا پیغام ملتا ہے لیکن بد قسمتی سے یہ پیغام فلم میں تو ملتا ہے لیکن بھارتی حکومت اس کے برعکس کام کرتی ہے۔آج بھی بہت سے بے گناہ افراد بھارتی جیلوں میں مسلمان ہونے کے ناطے پڑے ہیں اس سے بڑھ کر یہ کہ ان بے گناہ افراد میں کئی بچے بھی شامل ہے جو بھارتی جیلوں میں زندگی کے خوبصورت دن کاٹ رہے ہیں۔ان بھارتی جیلوں میں ایک بچہ اسماعیل کے نام سے جس کا تعلق صوبہ خیبر پختونخوا کے ضلع چارسدہ سے ہیں جو گزشتہ دو تین برس سے لاپتہ تھا جس کا چند ماہ پہلے معلوم ہوا کہ وہ بھارتی جیل میں ہے۔اسماعیل گزشتہ دو تین سال سے لاپتہ تھا جو شاید سیلاب میں لاپتہ ہوگیا اور چلتے چلتے بھارت جاپہنچا، اب مبینہ طور پر کہا جارہاہے کہ یہ بچہ بھارتی جیل میں ہے۔بچے کی عمر دس بارہ سال ہے لیکن بد قسمتی سے بچے کو اب تک رہانہیں کیاگیا، بچے کا خاندان چونکہ انتہائی غریب ہے، کسی وزیر مشیر سے تعلق بھی نہیں رکھتا اس لئے بچے کی رپورٹیں میڈیا میں چلنے کے سوا کوئی عملی کام جو پختون خوا یا وفاقی حکومت نے اٹھائے ہو کہ جس سے بچے کی رہائی ممکن ہوجائے ' ابتک نظر نہیں آرہی ہے۔

بھارتی فلم بجرنگی بھائی جان میں تو ایک کہانی بیان کی گئی لیکن اس کو عملی جامہ پہنانے کی اشد ضرورت ہے کہ ایسے بچوں کو بھارتی حکومت پاکستانی حکومت کے حوالے کریں اور اس طرح کے بچوں کو جیلوں سے رہا کیا جانا چاہیے ۔ دونوں ممالک کو کم از کم اس معاملے پر یک زبان ہونا چاہیے کہ جو بچے جیلوں میں ہے ، ان کو رہا کیا جائے اور آئندہ بچوں کو جیل کے بجائے ایک دوسرے کی حکومت کو حوالے کرنا چاہیے ،تاکہ عام لوگ اس دردناک اذیت سے بچ سکیں بلکہ انسانیت کے خاطر جو بھی معصوم اور بے گناہ افراد پاکستان اور بھارت کے جیلوں میں صرف اسلئے سزا کاٹ رہے ہیں کہ وہ پاکستانی یا بھارتی ہے ، ان کی رہائی کو ممکن بنانا چاہیے ۔ حکومتوں کے سامنے اس طرح کے لوگوں کا جیلوں میں رہنا کوئی معنی نہیں رکھتا لیکن جن کے پیارے جیلوں میں ہوتے ہیں ان پر زندگی تنگ ہو جاتی ہے وہ کس اذیت اور غم سے زندگی بسر کرتے ہیں،اس کا اندازہ لگانا ہی مشکل و ناممکن ہے۔ اس دردناک اور اذیت سے آج کل چارسدہ کے رہائشی اسماعیل کے والدین اور گھر والے بھی گزر رہے ہیں جن کیلئے ہر روز مشکل اور غموں سے بھرا ہے۔ میڈیا کو بھی اس پر بھرپور آواز بلند کرنا چاہیے جب تک ہمارے بے حس حکمران اور سیاست دان جاگ نہ جائے ۔ امید ہے کہ بھارت میں کوئی حقیقی معنوں میں بجرنگی بھائی جان پیدا ہوگا اور اسماعیل کو بھارتی جیل سے رہا کرانے میں مدد دے گا۔

ممبران کی تعیناتی اور دھاندلی کی پلاننگ

پاکستان کی اس وقت آبادی تقریباً 20 کروڑ ہوگی جس میں پرانی لسٹ کے مطابق رجسٹرڈ ووٹ ساڑھے آٹھ کروڑ ہیں۔ مزہ کی بات یہ ہے کہ جمہوریت کی بات کرنے والے اور اپنے آپ کو عوامی نمائندہ کہنے والے سیاستدان الیکشن کے دن ووٹرز کو نکالنے اور سر توڑ کوشش کے باوجود تین کروڑ کے قریب لوگ ووٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ 2013 میں عمران خان کی بھرپور مہم کے باوجود ساڑھے آٹھ کروڑ ووٹرز میں سے پچاس فی صد کے لگ بھگ لوگوں نے ووٹ ڈالے جو ہمارے تاریخ میں پہلی دفعہ الیکشن میں ٹرن آوٹ زیادہ رہا یعنی اس کا مطلب یہ ہوا کہ بیس کروڑ آبادی کے ملک میں ساڑھے آٹھ کروڑ ووٹر ہونے کے باوجود سوا چار کروڑ لوگ ووٹ ڈالنے کیلئے گھروں سے باہر نکلے اور جمہوری نظام پر اعتبار کرکے ووٹ کاسٹ کیا۔ یہاں میں اپنا ذاتی تجربہ بیان کرتا ہوں کہ 2013 الیکشن سے پہلے میں اپنے گاؤں میں جاننے والوں سے ملا جن کی عمریں 60 اور 70 سال سے زیادہ تھی ان سے سیاسی صورت حال پر بات چیت ہوتی رہی لیکن آٹھ دس بندوں میں سے سب کی رائے تقریباً یہی تھی کہ الیکشن میں ووٹ ڈالنا وقت کا ضائع ہے، یہاں الیکشن نہیں سلیکشن کی جاتی ہے ۔ووٹرز کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ گاؤں کے بڑوں نے سندھ، بلوچستان اور پنجاب میں وقت گزارنے اور وہاں الیکشن کا حال سنایا لیکن میں باضد تھا کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا اب میڈیا،

کا دور ہے، عوام میں شعور آیا ہے، سیاسی جماعتیں بھی چاہتی ہے کہ الیکشن شفاف ہوں جبکہ الیکشن کمیشن اور سپریم کورٹ بھی اس کوشش میں ہے کہ انتخابات میں کسی قسم کی دھاندلی نہ ہو جائے۔کہتے ہیں کہ تجربے کا کوئی نعم البدل بدل نہیں ہوتا، میرے لاکھ دلائل کے باوجود گاؤں کے مشران مجھ سے متفق نہ ہوئے اور کہا کہ الیکشن کے بعد دیکھنا کہ الیکشن ہوئے یا سلیکشن ۔بحر کیف الیکشن ہو گئے اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ تاریخ کے سب سے زیادہ دھاندلی شدہ الیکشن تھے لیکن آج تک کسی کو سزا ہوئی نہ پوچھ گچھ کہ دوسرے کئی بے ضابطگیوں کے باوجود بنیادی چیزیں بھی آج تک ریکارڈ پر نہیں ہے یعنی فارم 15اور16 جس میں یہ تفصیلات درج ہوتی ہے کہ اس پولنگ اسٹیشن میں اتنے لوگوں نے ووٹ ڈالے اور فلاں فلاں جماعت کے نمائندوں نے اتنے ووٹ لیے ہیں جس پر سیاسی جماعت کے ممبران سمیت پولنگ اسٹیشن افسروں کے دستخط ہوتے ہیں جو ضلعی الیکشن آفس پہنچایا جاتا ہے جس کو دیکھ کر تمام حلقے کا رزلٹ اناؤنس کیا جاتا ہے لیکن پنجاب اور سندھ میں وہ فارم ملے ہی نہیں جبکہ بلوچستان میں پانچ سو ووٹوں پر قومی اسمبلی کے ممبر بن گئے ہیں وہاں تو براہ راست سلیکشن ہوا لیکن ان تمام غلطیوں، کوتاہیوں، جعلی ووٹوں کے باوجود جس کو دھاندلی پر بنائی گئی کمیشن نے نشاندہی کی لیکن کہا یہ کیا کہ سسٹم کو چلنا چاہیے۔بالکل صحیح بات ہے کہ سسٹم کو چلنا چاہیے، جمہوریت بھی قائم ہونی چاہیے، جمہوری نظام ہی ملک کیلئے بہتر ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ جمہوری نظام ہے جس میں

الیکشن نہیں سلیکشن کی جاتی ہے جس میں ووٹ خریدے جاتے ہیں جس میں عام آدمی کبھی آگے نہیں آسکتا جس میں صرف وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں جن کے پاس دولت ، وسائل ، اثرورسوخ ہوں جو کرپٹ ہو جو اپنے کالے دھن کو سفید کرنے کیلئے جمہوریت کا علمبردار بنتا ہے ،جو اپنی بلیک منی کو ووٹرز کی خریداری سے لے کر الیکشن کمیشن نمائندوں اور جعلی ووٹوں کے باکس خریدتا ہے۔پھر کہہ جاتا ہے کہ یہ عوام کے نمائندے ہیں عوام نے تو پہلے سے ووٹ نہ دیکر ان کو ری جیکٹ کر دیا ہے اور اس نظام پر عدم اعتماد کا اظہار کر دیا ہے کہ درج شدہ ووٹر لسٹ میں سے آدھے سے زیادہ لوگ ووٹ ہی نہیں ڈالتے ہیں جو کسی بھی جمہوری ملک میں نہیں ہوتا ہے ، ہم سے تو افغانستان کی حکومت اور سسٹم بھی بہتر ہے کہ ایک مخصوص ووٹ کا شرح مقرر کر دیا ہے جس کو لینا ضرور ہے اس کے بغیر انتخابات دوبارہ ہوں گے۔ یہاں پر سالوں سال سے انتخابات ہونے کے باوجود آج تک الیکشن کمیشن کو اثرورسوخ سے پاک کرنے اور شفاف انتخابات کرانے کے لئے کوئی نظام نہیں بنایا گیا ہے،آج بھی الیکشن کمیشن میں ممبران کی تعیناتی حکومت اور اپوزیشن جماعت کرتی ہے یعنی اب نون لیگ اور پیپلز پارٹی نے مل کر ممبران کو منتخب کیا جو الیکشن کرائیں گے۔اپنے اپنے شعبوں سے ریٹائرڈ ہونے کے بعد اب یہ الیکشن کرائیں گے یعنی چلے ہوئے کارتوس پھر سے استعمال کیے جائیں گے ۔اس سے بڑھ کر یہ کہ تین سال گزرنے کے باوجود وہی سسٹم موجود ہے جس نے 2013 میں الیکشن کرائے تھے جس پر آج تک اعتراضات لگائے

جارہے ہیں جس کی بے اختیاری اور حکومت کے سامنے کوئی اوقات ہی نہیں جس کمیشن نے سال ڈیڑھ سال پہلے بلدیاتی انتخابات کرائیں تھے جو آج تک مکمل نہیں ہوئے جس میں آج تک پنجاب اور سندھ میں نمائندوں کو اختیارات نہیں دیے گئے، یہی کمیشن آئندہ عام انتخابات کرائے گا۔ سوال تو یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ ملک میں بائیومیٹرک سسٹم لانے اور جدید نظام کو اپنانے کے وعدے اور ارادے بھی ختم ہوئے کہ جس سے شفاف انتخابات کا انعقاد ممکن بنانا تھا۔ سیاسی جماعتوں اور حکومت کے پاس اب بھی وقت ہے کہ الیکشن کمیشن کو مضبوط اور بااختیار بنانے اور جدید نظام کو لانے کیلئے کام کریں تاکہ آنے والا الیکشن کم ازکم شفاف ہو جس میں سلیکشن کی بجائے انتخاب ہوجائے اور یہ تب ہی ممکن ہے جب حکومت سمیت تمام سیاسی جماعتیں ملک میں الیکشن کمیشن کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے سنجیدہ ہو جس میں عام آدمی بھی منتخب ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو، جس میں ووٹ ڈالنے کیلئے موبائل ٹیکنالوجی کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حکومت اور سیاسی جماعتیں پانچ سال بعد وہی رونا روتے ہیں یا الیکشن کمیشن کو بااختیار بناتے ہیں جس پر عام آدمی کا اعتبار قائم ہوجائے جس میں عام آدمی ووٹ ڈالے جس میں عام آدمی کی سوچ یہ ہو کہ میرا ووٹ درست استعمال ہوااور میں ہمیشہ ووٹ ڈالوں گااور دوسروں کو بھی ووٹ ڈالنے پر قائل کروں گا لیکن یہ تب ممکن ہوگا کہ جب الیکشن کمیشن جدید تقاضوں کے مطابق، آزاد اور خود مختار ہوگا۔

سازشی کون ہے؟

ہماری ملک کی جس طرح ہر چیز نرالی اور دنیا سے مختلف ہے وہاں ہمارا جمہوری نظام اور جمہوری حکومت بھی دنیا سے مختلف ہے۔یہاں پر مذہبی انتہا پسندی ہو یا سیکولر انتہاپسندی وہ بھی دنیاکے دیگر اقوام سے مختلف ہے۔یہاں جمہوریت اور آمریت میں بھی کوئی خاص فرق نہیں بلکہ عام لوگوں کو تو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ جمہوری حکومت اور آمریت میں کیا مختلف ہے، عام لوگ صرف یہ جانتے ہیں کہ پہلے پرویز مشرف کی حکومت تھی اوراس کے بعد آصف علی زرداری کی حکومت بنی اور آج میاں نواز شریف کی حکومت ہے۔ان سب میں عوام کو کوئی فرق نظرنہیں آرہا ہے، عوام صرف یہ فرق محسوس کرتے ہیں کہ پرویز مشرف کے دور میں مہنگائی اتنی تھی، زرداری نے اس میں اتنا اضافہ کیا جبکہ میاں نواز شریف نے اس میں ڈبل سے زیادہ اضافہ کیا، بجلی بل مشرف دور میں پندرہ سو آتا تھا، لوڈ شیڈنگ بھی کم تھی جبکہ زرداری دور میں وہ بل 25 سو روپے ہوگیا، لوڈ شیڈنگ بھی پہلے سے زیادہ ہوئی اور میاں نواز شریف کے دور حکمرانی میں بجلی کا وہی بل 6 ہزار کا ہوگیا اور لوڈ شیڈنگ بھی ویسے ہی ہورہی ہے جیسے کہ پہلے تھی۔فرق ان سب میں صرف یہ ہے کہ سب نے مختلف نعروں سے حکومت کی، باقی کوئی خاص فرق نہیں کہ ان میں جمہوری سوچ والا کون تھا اور آمریت کی سوچ والا کون ہے۔ہماری ملک کی جمہوری اور آمریت والی

حکومتوں میں بد قسمتی یہ ہے کہ عوام کو بنیادی ضروریات ہی مہیا نہیں ہوئے اسلئے عوام بہتر فیصلے یا سوچ نہیں سکتے کہ ان کو دھوکہ دینے والوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہو، جنھوں نے اس ملک کو لوٹا یا اب بھی لوٹ رہے ہیں ، عام آدمی اپنے بچوں کیلئے دن رات محنت ومشقت میں لگا ہے۔ اس لئے وہ اس ظلم و بربریت پر خاموش ہے لیکن حالات و واقعات سے محسوس ہورہاہے کہ عام آدمی زیادہ دیر خاموش نہیں رہے گااور اپنے حقوق کیلئے حکمرانوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوگا لیکن جب بھی عام آدمی حکمرانوں اور اس سسٹم کے خلاف کھڑا ہوتا ہے تو ساتھ میں سازشی سوچ رکھنے والے شروع ہوجاتے ہیں اور میڈیا پر پروپیگنڈا کا آغاز بھی کہ یہ تحریک ، مارچ ، دھرنا یا احتجاج حکومت کے خلاف سازش ہے اور عسکری قیادت جمہوری نظام کے خلاف سازش کے پیچھے ہیں ۔ اب بھی یہی تھیوری عام کی جارہی ہے کہ عمران خان کا مارچ یا طاہر القادری کا احتجاج دراصل عسکری قیادت کی پشت پناہی پر کیا جارہاہے تاکہ ملک میں مارشل لاء کیلئے گراونڈ بنایا جائے اور جمہوری حکومت کا خاتمہ کیا جائے ۔

یہ سب باتیں وہ لوگ کررہے ہیں جن کا مفاد اس حکومت یا سسٹم کی وجہ سے ہیں حالانکہ ماضی کے برعکس اب حالات بالکل مختلف ہے ، عسکری قیادت کی سوچ بھی یہی ہے کہ ملک میں جمہوری نظام ہی بہتر ہے۔مارشل لاء یا فوج کا آنا مسئلے کا حل نہیں ہے ، ماضی میں بھی کئی دفعہ فوج نے اقتدار سنبھالا لیکن اس سے

حالات مزید خراب ہو جاتے ہیں، فوج کے خلاف عوام کی رائے بھی تبدیل ہو جاتی ہے، اس لئے ملک کے مفاد میں جمہوری نظام ہی بہتر ہے جس پر سب لوگ متفق ہے لیکن یہ جمہوریت حقیقی جمہوریت ہونی چاہیے جس طرح دنیا کے دیگر ممالک میں جمہوری نظام موجود ہے، حکمران عوام کو جوابدے ہوتے ہیں، تمام فیصلے پارلیمنٹ میں کیے جاتے ہیں کرپشن اور لوٹ مار پر ایسا نہیں ہوتا جس کا جواب نہ دیا جا سکیں۔اب نون لیگ حکومت، کو تین سال سے زائد کا عرصہ ہوگیا ہے لیکن ان تین سال کے عرصے میں نون لیگ حکومت کی کوئی ایسی کارکردگی نظر نہیں آرہی ہے جس سے عوام کو فائدہ ہو بلکہ حکمران تو عوام کے سامنے اپنے آپ کو جوابدہ بھی نہیں سمجھتے جو اہمیت پارلیمنٹ کی زرداری دور حکومت میں بنی تھی اب وہ ختم ہو چکی ہے، وزیراعظم پارلیمنٹ میں کم اور برطانیہ کے چکر زیادہ لگاتے ہیں جہاں ان کا بزنس اور بچے رہ رہے ہیں۔ اس طرح تمام فیصلے پارلیمنٹ کے بجائے کیچن کیبنٹ میں کیے جاتے ہیں۔ تمام اہم فیصلوں پر پارلیمنٹ کو بائی پاس کیا جاتا ہے۔

آج حقیقت یہ ہے کہ عوام کے مشکلات میں پہلے سے زیادہ اضافہ ہوا ہے۔پاناما لیکس مسئلہ ہو یا حکمرانوں کے مال و دولت کا حساب کتاب یا اس پر ٹیکس کی ادائیگی ان سب کا جواب دینے کیلئے حکمران تیار نہیں ہے۔ قوم سے خطاب اور پارلیمنٹ ہاؤس میں تقریر کے باوجود جس میں وزیراعظم میاں نواز شریف

نے خود اپنے آپ کو احتساب کیلئے پیش کیا کہ میں پاناما لیکس پر احتساب کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن چار مہینے گزرنے کے باوجود اب تک وزیراعظم لیت ولال سے کام لے رہے ہیں۔ مجھ سمیت بہت سے تجزیہ کار اور سیاسی ماہرین پہلے سے یہ بتا رہے تھے کہ وزیراعظم میاں نواز شریف کبھی بھی پاناما لیکس پر احتساب کیلئے تیار نہیں ہوں گے، یہ صرف ٹائم پاس کیلئے بیانات اور کمیٹیاں بنا رہے ہیں۔ پاناما لیکس پر تحقیقات کا مطالبہ یہ ہے کہ وزیراعظم سمیت ان کا پورا خاندان جیل میں جانے کو تیار ہے۔ وزیراعظم کبھی بھی ان سوالوں کے جواب نہیں دے سکتے ہیں کہ ان کا کھربوں روپے بیرونی ممالک میں پاکستان سے کیسے گیا اور اس پر کتنا ٹیکس ادا کیا اور کمائی کے ذریعے کیا تھے جس کی وجہ سے میاں نواز شریف کا خاندان 30 سال میں تین کارخانوں سے 30 کارخانوں کے مالک بن گئے۔ وزیراعظم کو آج نہیں تو کل ،ان سوالوں سمیت ماڈل ٹاؤن میں معصوم لوگوں کے قتل عام پر بھی جواب دینا ہوگا۔ اقتدار کے مزے لینے والوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جمہوریت میں احتساب اور عوام کے سامنے یعنی پارلیمنٹ کو جوابدہ ہونا ہی جمہوریت کہلاتی ہے۔ اگر کوئی سیاست دان یا جماعت آپ سے احتساب اور جواب مانگتی ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ جمہوریت خطرے میں ہے یا حکومت کے خلاف فوج یا کوئی سازش کر رہا ہے، پاکستان کی تاریخ میں شاید اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا ہوگا کہ جمہوریت کے نام پر بننے والی حکومت اپنی نااہلی اور کرپشن کی وجہ سے پورے سسٹم کو داؤ پر لگا دے اور فوجی

قیادت مداخلت نہ کرے بلکہ فوج ملک کو درپیش داخلی سمیت علاقائی اور عالمی چیلنجز پر فوکس رہیں۔احتساب سے بچنے کا یہ بہترین طریقہ ہے کہ میڈیا میں اپنے کارندوں کے ذریعے یہ افواہیں پھیل دی جائے کہ ہمارے خلاف سازش ہورہی ہے۔

جب تک حکمران اپنے آپ کو عوام کے سامنے جوابدے نہیں بنتے اور پاناما لیکس پر تحقیقات شروع نہیں ہوتی اور ماڈل ٹاؤن میں شہید ہونے والوں کی دادرسی اور عدالتی کمیشن کے مطابق مجرموں کو کٹھمرے میں کھڑا نہیں کیا جاتا اس وقت تک حکمرانوں کے خلاف اس طرح کے احتجاج، دھرنے اور جلوس ہوتے رہیں گے۔ جو کسی سازش کے تحت نہیں بلکہ حکمرانوں کو قانون کے سامنے جوابدے بنانے کیلئے ہوگا۔ جمہوریت کے نام پر حکومت کرنے والوں کو تو چاہیے کہ وہ خود تمام ایشوز پر استعفادیتے اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے تو پھر ان کے خلاف کسی کو احتجاج کرنے کی ضرورت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ فوج کے خلاف پروپیگنڈا کرنے سے بہتر ہے کہ سیاسی جماعتوں کے ساتھ سمجھوتہ کیا اور تمام ایشوز کو بات چیت سے حل کیا جائے جسے جمہوریت اور پارلیمنٹ مضبوط ہوگی لیکن حکومت خود ہی اپنے خلاف سازش کررہی ہے کہ جیسے بھی ہو ہم غازی یا شہید بن جائے۔

سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟

حکومت نہیں تو ریاست کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے؟ پل سڑکیں اور میٹرو بسیں یا دہشت گردی؟ جب تک حکومت یا ریاست فیصلہ نہیں کرتی، اس وقت تک ایسے ہی مذمتی بیانات ،افسوس اور ناامیدی سے بھری تقریروں اداروں کی ناکامی یا بیرونی ممالک کی خفیہ ایجنسیوں کی کارستانی سے لے کر اپنے، سیکورٹی اداروں ، پولیس ، رینجرز، فوج یا صوبائی اور وفاقی حکومت کی نااہلی پر ٹائم پاس کرتے رہیں گے اور دہشت گردی ، بم دھماکوں اور خود کش حملوں میں معصوم اور بے گناہ لوگ مرتے جائیں گے۔ اس لئے سب سے پہلے یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ ملک کو سب سے بڑا چیلنج کیا درپیش ہے اور اس چیلنج اور مسئلہ کو حل کرنے اور اس کی روک تھام کیلئے کیا اقدامات اٹھانے چاہیے۔ موجودہ نون لیگ حکومت کے سامنے دہشت گردی بڑا مسئلہ نہیں ہے ، ان کے نزدیک پل ، سڑکیں ، میٹرو بسوں اور ٹرینوں پر تو پانچ سو ارب روپے خرچ کرنے کیلئے پیسے ہیں لیکن دہشت گردی کو ختم کرنے اور نیکٹا یا دوسرے سیکورٹی اداروں کو مضبوط بنانے کیلئے پیسے نہیں ہے جس کی وجہ سے ان کے بعض اپنے وزراء جس میں چوہدری نثار بھی شامل ہے حکومت سے نالاں ہے کہ حکومت دہشت گردی کو ختم کرنے کے لئے سنجیدہ نہیں ہے اسلئے زیادہ تر واقعات میں وہ جائے وقوع پر جانا ہی گوارا نہیں کرتے۔ حکومت کے نزدیک دہشت گردی سب

سے بڑا مسئلہ نہیں تو ریاستی اداروں کو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ دہشت گردی بڑا مسئلہ ہے یا نہیں ؟اگر دہشت گردی ہی سب سے بڑا مسئلہ ہے جس کی وجہ سے کوئی بھی ترقیاتی کام ممکن نہیں یعنی معیشت ہو یا ملک میں تعلیم اور صحت کو بہتر بنانا، لوگوں کو روزگار دینے کیلئے پالیسی بنانی ہو یا اقتصادی راہداری منصوبے کو عملی جامہ پہنانا، یہ سب کچھ اور اس کے علاوہ دوسرے تمام کام تب ہی ممکن ہیں جب ملک میں امن وامان قائم ہو، لوگوں کی جان ومال محفوظ ہو۔ عام آدمی کیلئے سب سے اہم چیز ان کی جان ومال کی حفاظت ہیں۔ کوئٹہ بلوچستان میں دہشت گردی کا یہ پہلا واقعہ نہیں جس پر ہر آنکھ آشکبار ہے بلکہ جس طرح اب معصوم اور بے گناہ لوگوں کو ہسپتال میں دھماکے سے اُڑایا گیا اس طرح پہلے بھی کئی دفعہ دہشت گردی کے واقعات رونما ہو چکے ہیں جس میں تین سال پہلے پولیس اہلکار کے جنازے میں خود کش حملہ کیا گیا تھا جس میں بھی بہت سے بے گناہ شہری شہید ہوئے، اس طرح کے واقعات خیبر پختونخوا میں بھی کئی دفعہ رونما ہو چکے ہیں۔ اسی سال چارسدہ میں باچا خان یونیورسٹی اور پشاور میں آرمی پبلک اسکول پر حملے تازہ مثالیں ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ پاکستان کا دہشت گردی کیخلاف جنگ کے بعد اب تک سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 60ہزار افراد جن میں پولیس، رینجرز، ایف سی اور فوج کے بھی ہزاروں جوان اور آفیسرز شامل ہیں، جو شہید ہو چکے ہیں، اس طرح دہشت گردی کے ان واقعات میں زخمیوں کی تعداد بھی لاکھوں میں ہے جن میں ہزاروں کی تعداد میں معصوم اور بے گناہ لوگ عمر

بھر کیلئے اپاہج بن چکے ہیں۔اس طرح دیکھا جائے تو دہشت گردی کے اس جنگ میں ملک کو 110 ارب کا مالی نقصان ہوا ہے لیکن ان تمام نقصانات اور قربانیوں کے باوجود جس طرح دنیا ہماری قربانیوں کو ماننے کیلئے تیار نہیں اور آج بھی ہمیں ہر جگہ صفائی پیش کرنی پڑتی ہے اس طرح ہماری حکومتوں کے نزدیک بھی یہ قربانیاں کوئی خاص نہیں ہیں۔ اسلئے اب تک یہ فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ ملک کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے اور اس کی روک تھام کیسے ممکن ہے۔ ہر واقعے کے بعد حکومتی ترجمانوں ، وزیروں اور مشیروں کی جانب سے لے کر اپوزیشن رہنماؤں اور سیاست دانوں اور تجزیہ کاروں تک سب کے سب صرف مذمتی بیانات جاری کرتے ہیں ، بعض بڑے واقعے پر جاتے اور افسوس کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن اس کے بعد حالات ویسے کے ویسے رہتے ہیں جب دوسرا واقع پیش آجائے تو وہی ارادوں اور اپنے عزم کا اظہار کیا جاتا ہے ، کوئی اس کو اندرونی سازش قرار دیتا ہے تو کوئی اس کو بیرونی ایجنسیوں اور ممالک کی کارستانی اور پاکستان کے خلاف پراکسی وار کا حصہ قرار دیا جاتا ہے لیکن عملی طور پر اقدامات اٹھانے اور ایک جامع پالیسی بنانے کا کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا کہ ملک کا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے اور دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے وہ سب اقدامات اٹھائے جائیں گے جس سے دہشت گردی ختم ہوجائے جس طرح امریکا ،برطانیہ یا دوسرے ممالک نے ملک کی حفاظت اور سکیورٹی کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات اٹھائیں ہیں۔ پولیس پر ہر جگہ تنقید ہوتی ہے کہ پولیس دہشت گردی کو ختم کرنے اور

دہشت گردی کے واقعات کو روکنے میں ناکام ہو چکی ہے لیکن پولیس کی نفری اور ان کو جدید آلات سے لیس کرنے اور دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے ہم ٹریننگ کیلئے تیار ہیں اور نہ ہی ان کی نفری میں اضافے کا بندوبست کیا ہے ، وہ پولیس جو روزمرہ معاملات کو حل کرنے ، بازاروں میں لڑائی جھگڑوں کو روکنے کیلئے کام کررہی تھی اس پولیس سے ہم یہ بھی امید رکھیں کہ ملک میں دہشت گرد کارروائیوں کو روکنے کیلئے بھی یہ کام کریں گے جن کے پاس پہلے سے بیٹھنے کیلئے کرسی نہیں ، مجرموں کو پکڑنے کیلئے سواری نہیں اور مجرم پر گولی چلانے کیلئے کارتوس نہیں ،ان سے ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ دہشت گردی کے آئے روز واقعات کو روکنے اور ان کو ختم کرنے کی ذمہ داری ان پولیس آفیسروں اور جوانوں کی ہے جن کی تنخواہ بھی دوسری فورس سے کم ہے۔

وقت کا تقاضاہے کہ مذمتی بیانات اور افسوس کرنے سے نکلیں اور عملی طور پر دہشت گردی کو ختم کرنے کیلئے جامع پلان بنائیں جو پالیسی پہلے بنائی تھی اس کا جائزہ لیں ۔دہشت گردی کا مسئلہ جلد ختم ہونے والا نہیں ہے ایسے واقعات آئندہ بھی ہوں گے جس سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ عملی اقدامات اٹھائے جائیں، سیکورٹی اور پولیس فورس میں اضافے سمیت ان کو تمام قسم کے جدید آلات دیے جائے ۔ حکومت نہیں تو ریاست کو یہ فیصلہ کرنا پڑے گا کہ سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے یا پل ، سڑکیں اور میٹرو بسیں بنانا۔

ہمارا پاکستان کیسا ہو

پاکستان بھر میں جشن آزادی ہر سال کی طرح اس سال بھی بھرپور جوش وجذبے سے منائی گئی، گلی کوچوں، بازاروں، سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں سمیت ہر جگہ سبز ہلالی پرچم نظر آیا، وطن سے محبت کے گیت ہر جگہ سنائی دیے۔ ریلیاں، جلوس نکالے گئے۔ نوجوان، بچے، بوڑھے، خواتین ہر عمر کے طبقے کے لوگوں کے چہروں پر وطن سے محبت اور خوشی محسوس ہورہی تھی۔ عام لوگوں کی وطن سے محبت اور جوش وجذبہ دیکھ کر یہ لگا کہ اس ملک کو کوئی ختم نہیں کرسکتا، دشمن طاقتیں اپنے جالوں میں ناکام ہوں گے۔ یہ ملک اسی طرح قائم ودائم رہے گا۔ اس کو مٹانے اور برباد کرنے والے خود برباد ہوجائیں گے۔ یہاں کے لوگ وطن پر جان قربان کرنے کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہیں (جس کی گواہی ہماری تاریخ دے رہی ہے) اس طرح سوچ رکھنے والوں کے ملک کو کوئی بھی نقصان نہیں پہنچاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ملک کو تمام قدرتی وسائل سے مالا مال رکھا ہے۔ یہاں کے لوگ محنتی اور جفاکش ہے لیکن اس کے باوجود مسائل اور مشکلات سے دوچار ہے جس کی بنیادی وجہ ملک میں درست نظام کانہ ہونا ہے، یہاں جمہوریت اور آمریت کا کھیل ہر وقت کھیلا جاتا ہے لیکن عام آدمی کی زندگی بہتر نہیں ہوتی جس کی وجہ سے عام آدمی پریشانیوں اور مسائل سے دوچار رہتا ہے۔ عام آدمی کو صحت، تعلیم، روزگار سمیت جان ومال کی

حفاظت چاہیے لیکن بد قسمتی سے ہماری حکومتیں عوام کو یہ چیزیں مہیا نہیں کرتی جس کی وجہ سے عام آدمی کا حکومت اور اداروں سے اعتبار ختم ہوتا جارہا ہے اگر ملک میں چند بنیادی چیزیں درست ہوجائے تو پاکستان کو ترقی یافتہ ملک بنانے سے کوئی نہیں روک سکتا جس میں اول تو ملک میں قانون کی حکمرانی سب کے لئے برابر ہونی چاہیے یہ نہیں ہوسکتا کہ امیر کیلئے ایک قانون اور غریب کیلئے انصاف دوسرا نظام ہو۔ انصاف کی فراہمی کو آسان بنانا اور سب کیلئے انصاف ایک جیسا ہونا ملک کو ترقی کی راہ پر ڈال سکتا ہے ،جب عام لوگوں کو معلوم ہو کہ تمام فیصلے انصاف سے کیے جارہے ہیں ، انصاف کرنے میں غلطی تو ہوسکتی ہے لیکن کسی کے دباؤ یا پریشر کے تحت فیصلہ نہیں کیے جاسکتے، تمام پاکستانیوں کو ملک کے انصاف کے نظام پر مکمل بھروسہ قائم ہوجائے ،جس سے تمام ادارے ٹھیک ہو سکتے ہیں۔

اس طرح ملک میں میرٹ کے نظام کو بہتر بنانے کیلئے اقدامات کیے جائیں تاکہ عام آدمی کا اعتبار میرٹ پر قائم ہوجائے اوران کو معلوم ہو کہ میرے ساتھ ناانصافی نہیں ہوئی ہے بلکہ میرے ساتھ میرٹ پر فیصلہ ہوا ہے جس کی وجہ سے اہل لوگ آگے آ سکتے ہیں اور نااہل لوگ خود بخود راستے سے ہٹ جائیں گے۔ میرٹ کی بالادستی کو قائم کرنے سے ملک ترقی کرے گا۔ ہر جگہ پر اہل لوگ بیٹھ جائیں گے تو لوگوں کیلئے آسانیاں پیدا ہوگی۔ جب ملک میں میرٹ کا نظام قائم ہوجائے

گا، امیر اور غریب کیلئے انصاف کا نظام ایک ہو جائے گا تو مایوسی اور بد اعتمادی خود بخود ختم ہو جائے گی۔ تیسرا کام ملک کو ترقی یافتہ اور خوشحال بنانے کیلئے ضروری ہے کہ ملک کو دیمک کی طرح کھانے والی کرپشن کے کیڑوں کو ختم کیا جائے اور یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب کرپشن کرنے والے اوپر بیٹھے ہوئے حکمران، سیاست دان یا اداروں کے سربراہ خود اس بات کا اعلان کریں کہ کرپشن نہ خود کروں گا اور نہ ہی کسی کو کرپشن کرنے دوں گا جب اوپر سے کرپشن ختم ہو جائے گی تو اس کا اثر قدرتی طور پر نیچے آئے گا جس سے عام آدمی کو فائدہ ہوگا اور ملک کرپشن اور بدعنوانی سے پاک ہو جائے گا۔ کرپشن کو ختم کرنے کیلئے ضروری ہے کہ سخت سے سخت سزائیں قانون میں لائی جائیں اور کرپٹ افراد کے ساتھ کسی بھی طور پر نرمی کا برتاؤ نہ ہو لیکن یہ تب ہی ممکن ہوگا جب ملک میں قانون کی بالادستی قائم ہو، میرٹ اور انصاف کا نظام موجود ہو جس طرح اسلام کی بنیادی تعلیمات ہیں اور حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ کفر کے ساتھ تو نظام چل سکتا ہے لیکن بے انصافی کے ساتھ نظام نہیں چل سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا بھر میں کافر لوگ مسلم ممالک سے ترقی و خوشحالی میں آگے ہیں۔ ملک کو ترقی کے راستے پر ڈالنے اور ملک میں قانون و انصاف کی بالادستی کیلئے ضروری ہے کہ ملک میں امن و امان قائم ہو، انصاف کرنے والوں کی جان و مال سمیت ہر پاکستانی کو تحفظ حاصل ہو جو آج بدقسمتی سے ہمارے ملک میں کسی کو حاصل نہیں ہے تو لہٰذا سب سے پہلے ملک کو ترقی یافتہ بنانے اور عوام کی امنگوں کے مطابق

بنانے کیلئے ضروری ہے کہ دہشت گردی کا خاتمہ کیا جائے جس کیلئے تمام وسائل کو بروئے کار لائی جائے اور دہشت گردی کے مسئلہ کو اولین مسئلہ قرار دیا جائے جب ملک میں امن وامان قائم ہوگا تو باقی کام کرنا مشکل نہیں ہوگا۔آج ہر پاکستانی کی یہ خواہش ہے کہ ہمارا ملک ایسا بن جائے، کاش ہمارے حکمران بھی اس پر غور کریں تو کوئی مشکل نہیں کہ پاکستان بہت جلد ایک خوشحال اور ترقی یافتہ ملک بن جائے گا۔جب انسان کسی کام کرنے کا ارادہ یا کوشش شروع کریں تو اللہ تعالٰی کی طرف سے بھی ان کی مدد آجاتی ہے۔اللہ تعالٰی کسی بھی قوم پر اتنی آزمائش یا امتحان نہیں ڈالتا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، بس انسان صرف اپنی سوچ کو تبدیل کریں اور تبدیلی کیلئے جدوجہد کا آغاز کریں تو کچھ بعید نہیں کہ طلوع سحر جلد ہو جائے گی۔اپنی خواہشوں کے مطابق پاکستان کو بنانے کیلئے آج سے ہم بھی یہ عہد کریں کہ میں نے ملک کو بہتر بنانے کیلئے اپنے حصے کا دیا ہر صورت میں جلانا ہے۔

بہت بہت شکریہ ہماری ویب ٹیم کہ انہوں نے پاکستان کو بہتر بنانے کیلئے عنوان دیا کہ ’’کیسا ہو میرا پاکستان‘‘ امید ہے کہ آئندہ بھی ہماری ویب اس طرح کے عنوانات سے یہ سلسلہ جاری رکھیں گے۔

پاکستان کا بننا

یہ حقیقت ہے کہ قیام پاکستان کے وقت مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے پاکستان بنانے کی مخالفت کی تھی ۔پاکستان کی مخالفت کرنے والوں کی سوچ یہ تھی کہ مسلمان چونکہ پورے برصغیر یعنی موجودہ پاکستان اور بنگلہ دیش کے علاوہ زیادہ تعداد میں بھارت کے مختلف حصوں میں مقیم ہے لہذا بہتری اسی میں ہے کہ برصغیر کے مسلمان اکٹھے ایک ہی ملک میں رہیں تاکہ ان کی اہمیت ہندوؤں کے مقابلے میں برابر رہے۔ خود قائداعظم شروع سے کانگریس میں تھے لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ ہندوں مسلمانوں کے ساتھ مخلص نہیں ہے ۔ انگریز کے چلے جانے کے بعد مسلمانوں کے مسائل ختم نہیں ہوں گے بلکہ ان میں اضافہ ہوگا۔ اس لئے قائداعظم نے کانگریس چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ قائداعظم کی مسلم لیگ میں شمولیت سے مسلمانوں کا جذبہ مزید بڑھا اور انگریز نے مسلمانوں کے لئے الگ وطن قیام پاکستان پر رضامندی ظاہر کردی ۔ 14 اگست 1947 کو پاکستان کا اعلان ہوا جس میں مشرقی پاکستان یعنی آج کا بنگلہ دیش بھی شامل تھا کا قیام عمل میں لایا گیا۔ پاکستان بننے کی جدوجہد سے لے کر قیام پاکستان تک لاکھوں مسلمانوں نے جانوں کی قربانی دی۔ بھارت سے ہجرت کے وقت اتنے مسلمان ہندوؤں اور سکھوں کے ہاتھوں شہید ہوئے جو انگریز کے خلاف جدو جہد سے بھی زیادہ تھے۔ کہا جاتا ہے کہ تقریباً بیس لاکھ

مسلمانوں نے جانوں کا نذرانہ پیش کیا تھا۔ تاریخ ان معصوم اور بے گناہ مسلمانوں کی خون سے آج بھی روشن ہے۔ قیام پاکستان کی مخالفت صرف بھارت میں مقیم مسلمان نہیں کر رہے تھے بلکہ مغربی اور مشرقی پاکستان میں موجود مسلمان بھی تقسیم ہند کے خلاف تھے۔ سچ تو یہ ہے کہ آج بھی بعض لوگوں کی سوچ وہی ہے کہ تقسیم ہند کا فیصلہ غلط ہوا اور پاکستان کا بننا درست فیصلہ نہیں تھا اس کی وجہ سے ملک اور مسلمان کمزور ہوئے۔ پاکستان کی مخالفت کرنے والوں کی دو قسم ہیں، بعض لوگ تو ہندؤں کے محبت اور دوستی میں اسطرح کی سوچ رکھتے ہیں جبکہ بعض افراد کی سوچ یہ ہے کہ اب بھی پاکستان سے زیادہ تعداد میں مسلمان بھارت میں موجود ہے تو یہ کیسا فیصلہ تھا کہ اکثریت سے اقلیت جدا ہو جائے، اگر مسلمان اکٹھا ہوتے تو آج ان پر اس طرح کے مظالم نہ ہوتے اور دنیامیں بھارت ایک مضبوط ملک ہوتا۔ ہم جیسے جب اس طرح کی دلیل سنتے تو سوچنے پر مجبور ہو جاتے کہ شاید یہ انگریز نے جان بوجھ یہ فیصلہ مانا ہو، تاکہ بھارت جس میں مسلمان اور ہندو رہتے ہیں ایک بڑا ملک نہ بن جائے اور یہ کہ مسلمان جس طرح اب اقلیت میں ہے اس طرح نہ ہوتے لیکن گزشتہ روز پروفیسر فتح محمد ملک کی گفتگو سن کر محسوس ہوا کہ پاکستان کا بننا ایک بہتر اور اچھا فیصلہ تھا۔ کیوں کہ پاکستان کے بننے سے مسلمانوں کو ایک الگ وطن نصیب ہوا جس میں وہ اپنی سوچ کے مطابق زندگی گزار سکتے ہیں جبکہ بھارت میں مقیم مسلمانوں کو یہ بتایا گیا تھا کہ بھارت چھوڑ کر پاکستان کی سرزمین پر چلے

آ ؤ جس میں بہت سے گھرانے بھارت چھوڑ کر پاکستان آ گئے تھے، جو لوگ بھارت میں مقیم ہے آج ان کی زندگی کتنی مشکل اور تکلیف سے گزر رہی ہے۔ بھارت کے حالیہ دور میں مسلمانوں پر تشدد اور نفرت نے ثابت کر دیا کہ پاکستان کا بننا ایک اچھا فیصلہ تھا ۔آج بھارت کے مسلمانوں کی اہمیت ہندؤں کے گائیں سے زیادہ نہیں ۔آج ہر روز مسلمانوں کو اس لئے تشدد کا نشانہ یا قتل کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے گائے کا گوشت کھایا، یعنی مسلمان اور انسان سے زیادہ اہمیت ہندؤں کے نزدیک گائے کی ہے۔ بھارت کے مسلمانوں کو مختلف بہانوں سے تشدد اور مار پیٹ کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ ظلم و جبر کی انتہا تو یہ ہے کہ اپنے آپ کو سیکولر کہنا والا بھارت نے مسلمانوں کے عبادت گاہوں کو بھی نہیں بخشتا ہے جس کی آئے روز واقعات کے علاوہ بابری مسجد کی شہادت بھی گواہ ہے، آج ہندؤں کی ظلم و جبر کی وجہ بھارت کے زیر کنٹرول جموں و کشمیر میں ظلم و جبر کا سلسلہ قیام پاکستان سے شروع ہے جس میں لاکھوں مسلمان شہید اور زخمی ہوئے ہیں ۔ اگر بھارت کی ظلم و جبر کی یہ پالیسی نہ ہوتی اور وہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہوتے تو آج جموں و کشمیر کے مسلمان اپنے لئے الگ وطن اور آزاد کشمیر کی بات نہ کرتے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہندؤں کا دوہرا معیار قیام پاکستان سے قبل مسلمانوں اور قائد اعظم پر عیاں ہوا تھا کہ انہوں نے اپنے لئے ایک آزاد ملک پاکستان بنانے کا فیصلہ کیا جس کی وجہ سے آج مسلمانوں کا ایک بڑا حصہ آزاد و خود مختار زندگی گزار رہا ہے۔ جو لوگ آج بھی پاکستان بننے کو غلط قرار دے

رہے ہیں یا اس کی مخالفت کر رہے ہیں تو ان کو کم از کم بھارت میں مقیم مسلمانوں اور کشمیر میں بھارتی ظلم وجبر کا جائزہ لینا چاہیے اور یہ بھی سوچنا چاہیے کہ ہم آج اپنے ایک آزاد ملک کی وجہ سے اپنی مرضی کے مطابق فیصلے کرنے کا اختیار رکھتے ہیں جو کہ بھارت کے مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہماری حکومتیں اس طرح کام نہیں کر سکی جس طرح قیام پاکستان کا مقصد تھا۔ ہماری حکومتیں ہمیشہ غلاموں والی سوچ کے تحت رہی ہے جبکہ اپنے لئے تو سب کچھ کرتی آ رہی ہے لیکن عام مسلمان اور پاکستانی کے مشکلات میں مالی و جانی پریشانی کے خاتمے کیلئے کوئی خاص کام نہیں کیا ہے جس کی وجہ سے پاکستانیوں کی اکثریت حکومتوں سے نالاں ہے لیکن وطن سے محبت میں کوئی کمی واقعی نہیں ہوئی ہے بلکہ وقت کے ساتھ ساتھ پاکستان سے نوجوان نسل کی محبت میں اضافہ دیکھنے کو مل رہاہے۔ اسلئے ہمارے حکمرانوں کو چاہیے کہ پاکستان کے عوام پر رحم کرے اور اس ملک میں اس قانون وانصاف کا آغاز کرے جس کیلئے اس مملکت کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔

حکومت کے خلاف احتجاج

کیا ڈاکٹر طاہر القادری کی عوامی تحریک کا احتجاج' سو شہروں میں بے معنی رہا؟ کیا اس احتجاج کا مقصد حکومت کو گرانا یا حکومت کے خلاف سازش ہے؟ کیا عوامی تحریک کے مطالبات بے جا اور بے معنی ہے؟ کیا ماڈل ٹاؤن لاہور میں 14 شہید ہونے والوں کی ذمہ داری پنجاب حکومت پر نہیں آتی؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ جان بوجھ کر یہ آپریشن کرایا گیا تھا؟ کیا شہید ہونے والوں کی کوئی مالی امداد کی گئی ہے؟ بدقسمتی سے ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ملتا ہے جبکہ حکومت کو اپنی کوتاہی نظر ہی نہیں آتی اور ہر مسئلے کے پیچھے حکومت کے خلاف سازش قرار دیتے ہیں اور اس سازش کی ٹوپی عسکری اداروں کے سر ڈالی جاتی ہے۔ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار ایسا ہوا ہے کہ عسکری قیادت حکومت سے دور رہ رہی ہے تاکہ نام نہاد جمہوریت چلتی رہے، فوجی قیادت بھی یہ بات سمجھ چکے ہیں کہ مارشل لاء مسئلہ کا حل نہیں ہے۔ جمہوری حکومت کیسی بھی ہو اس کو چلنا چاہیے تاکہ عوام کو حقیقی معنوں میں ان سیاست دانوں کے روپ نظر آئے جو عوام کے نام پر حکومت کرتے ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ بدترین نااہلیوں اور بیڈ گورننس کے باوجود پیپلز پارٹی کی حکومت کو پانچ سال پورے کرنے دیے گئے اور بعدازاں الیکشن میں ان کو بہت زیادہ ناکامی ملی ۔ یہ الگ بات ہے کہ موجود نون لیگ حکومت نے ان کے ریکارڈ توڑ ڈالے

ہیں۔بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پیپلز پارٹی میں جمہوری سوچ ہونے کی وجہ سے مسائل پر احتجاج کرنے والوں کی کم از کم شنوائی ہوتی تھی ، یہی ڈاکٹر طاہر القادری کا دھرنا اسلام آباد میں ان کے دور حکومت کے آخری دنوں میں ہوا جس کو پیپلز پارٹی حکومت نے تمام سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر تیسرے دن ہی مذاکرات کے ذریعے ختم کیا اور ان کو ایک کاغذ کا ٹکڑا ہاتھ میں دھما دیا۔مزے کی بات یہ ہے کہ اس وقت بھی ہمارے جمہوریت پسند اور اپنے ذات میں ڈکٹیٹر حضرات قادری صاحب کے احتجاج کو حکومت کے خلاف فوج کی سازش قرار دے رہے تھے۔میڈیا میں بھی ان کے خلاف پروپیگنڈا کیا جارہا تھا جس طرح آج حکومت کے خلاف احتجاج کو فوج کی حکومت کے خلاف سازش اور خراب تعلقات کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں۔حکومت اور فوج کے درمیان تعلقات خراب ہونے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ فوج حکومت کا خاتمہ احتجاج کے ذریعے کرنا چاہتی ہے۔حکومت اور فوج کے درمیان خراب تعلقات کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ حکومت ملک کو درپیش اندرونی اور بیرونی چیلنجز کا سامنا نہیں کر رہی ہے۔ایک طرف بھارت اور افغانستان کی طرف سے شدت پسندوں اور دہشت گردوں کی سپورٹ ہو رہی ہے جس کی وجہ سے بے گناہ لوگ مرتے ہیں تو دوسری جانب حکومت ملک کے اندر پانامالیکس کا مسئلہ ہو یا عوامی تحریک کے شہداء کا، جس پر مجبور ہو کر طاہر القادری نے احتجاج شروع کیا اور حکومت سے قاتلوں کا حساب مانگ رہے ہیں لیکن حکومت حساب دینے کے بجائے اس کو سازش قرار دے رہے ہیں۔ یہ بھی ریکارڈ کا حصہ ہے

کہ ماڈل ٹاؤن میں قتل عام کے بعد وزیر اعلیٰ شہباز شریف نے کہا تھا کہ اگر مجھے قصوار ٹھہرایا جائے تو میں ایک منٹ میں کرسی چھوڑ دوں گا۔ خدا کی لاٹھی' کہتے ہیں کہ بے آواز ہوتی ہے جو کمیشن خود حکومت نے بنایا تھا جس میں قادری صاحب کا کوئی بندہ بھی حاضر نہیں ہوا تھا، پنجاب حکومت اور وزیر اعلیٰ کو ہی قصوروار ٹھہرادیا، اس رپورٹ کو منظر عام پر نہیں لانے دیا گیا لیکن وزیر اعلیٰ اور اس کی حکومت ٹس سے مس نہیں ہوئی، وزیر اعلیٰ شہباز شریف نہ خود مستعفی ہوئے اور نہ ہی کسی اور کو سزا دی گئی جس کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہیں کہ ایک طرف نون لیگ کی وفاقی حکومت پاناما لیکس پر احتساب اور تفتیش کیلئے تیار نہیں تو دوسری طرف نون لیگ کی پنجاب حکومت نے ماڈل ٹاؤن سانحے کو حادثہ قرار دے کر خاموش ہوئی جس کی وجہ سے عوامی تحریک اور پی ٹی آئی کے کارکنوں سمیت عام آدمی بھی ان کے احتجاج میں شریک ہو رہا ہے کہ حکومت معاملات کو حل نہیں کر رہی ہے۔ آج تو نون لیگ کی حکومت ہے، وفاق اور پنجاب میں بھی سیاہ و سفید کے مالک ہے، کوئی بھی احتجاج کے سوا ان کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا، اس احتجاج کو روکنے کیلئے بھی حکومت تمام وسائل بروئے کار لاتی ہے لیکن اس کے باوجود احتجاج ہوتا ہے، دوسرا آج حکومت اپنے پاور کے زور پر جوابدہ نہ ہو لیکن کل جبکہ کسی اور کی حکومت آئے گی تو میاں برادران ان ایشوز سے بچ پائے گی؟ ان کا حساب ان کو دینا ہوگا، مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ شاید میاں برادران کا پاکستان میں حکومت کا یہ آخری

موقع ہے اس کے بعد یہ لوگ بھی دبئ اور لندن میں مکمل طور پر شفٹ ہو جائیں گے۔ ابھی تو صرف سال میں پانچ، چھ مہینے ملک سے باہر بچوں کیساتھ عید وغیرہ میں بھی گزارتے ہیں لیکن ان کا اقتدار کا سورج غروب ہونے کو ہیں جس طرح ساڑھے تین سال گزر گئے اس طرح باقی عرصہ بھی گزر جائے گا لیکن ان کو اپنے اعمال اور طرز حکمرانی کا جائزہ ضرور لینا چاہیے تاکہ ان کو معلوم ہو سکیں کی خیبر سے کراچی تک سب جگھوں پر احتجاج ہو رہا ہے لیکن اس احتجاج پر غور اور دادرسی کرنے کے بجائے حکومت اس کو فوج کی سازش قرار دے رہے ہیں۔ بہتر حکومت وہ ہوتی ہے جہاں عوام کی دادرسی ہو، جہاں احتجاج کرنے والوں کے مطالبات پر غور اور ان پر عمل ہوتا ہو لیکن ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ملک بھر میں حکومت کے خلاف احتجاج ہوتا ہے لیکن حکومت ٹس سے مس ہونے کیلئے تیار نہیں اور اس کو سازش قرار دیکر عوام کو بے وقوف بناتی ہے۔

ایم کیو ایم کا خاتمہ

دنیا بھر میں شاید پاکستان ہی ایسا ملک ہوگا جس میں ہر کام ممکن ہے جس کی قانون و آئین میں اجازت ہو اور نہ ہی اسلام اور انسانی معاشرے میں لیکن پاکستان میں دہشت گردی سے لیکر کافر، یہودی، بھارتی اور ملک دشمن کے سرٹیفکٹ بانٹنے والے اور حقیقی معنوں میں پاکستان کے خلاف غداری کے مرتکب ہمارے مذہبی اور سیاسی رہنماؤں کے علاوہ اسمبلیوں کے ممبران تک بیٹھے ہیں۔ ایم کیو ایم کے قائد الطاف حسین کئی سالوں سے ملک سے نہ صرف باہر برطانیہ میں مقیم ہے بلکہ وہاں کی شہریت بھی رکھتے ہیں جبکہ پاکستان میں ایک بڑی سیاسی جماعت کی نہ صرف سربراہی سنبھالی ہوئی ہے بلکہ ان کے حکم پر ہزاروں کی تعداد میں ٹارگٹ کلنگ سمیت قتل و غارت اور دہشت گرد کارروائی ہوتی رہی ہے جس میں بعض اوقات ایم کیو ایم اپنے ہی لوگوں کو بھی ٹارگٹ کا نشانہ بناتی ہے۔ کراچی جو بیس، پچاس سال پہلے روشنیوں کا شہر کہلاتا تھا آج قتل و غارت، بھتہ خوری اور دہشت گردوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے جس کو پرامن بنانے کیلیے سکیورٹی اداروں خصوصاً رینجرز اور پولیس مسلسل آپریشنز میں مصروف عمل ہے جس میں اب تک تقریباً آٹھ ہزار افراد جو ٹارگٹ کلنگ، بھتہ خوری اور دہشت گردی میں ملوث تھے ان کو گرفتار کیا جس میں تقریباً ساڑھے چھ ہزار افراد براہ راست ایم کیو ایم سے

تعلق رکھنے والے ہیں۔ ان میں یقینی طور پر بہت سے بے گناہ افراد بھی ہوں گے لیکن یہ حقیقت ہے کہ ایم کیوایم نے کراچی کو وزیرستان بنایا لیکن ان سے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔ جب بھی ان کے خلاف کارروائی شروع ہوتی وہ منتقی انجام کو نہیں پہنچ پاتی جبکہ ایم اکیوایم اب تک تقریباً تمام حکومتوں کا حصہ بھی رہی ہے اور جب ان کے ٹارگٹ کلر گرفتار ہوتے ہیں تو ایم کیوایم ممبران شور مچانا شروع کرتے ہیں کہ مہاجروں کو دیوار سے لگایا جارہا ہے ان کو سزا دی جارہی ہے، جس کی وجہ سے مختلف مصلحتوں کے تحت ان کے خلاف ایسی کارروائی نہیں ہوئی جس طرح اب ہورہی ہے۔ اب یہ راز کی بات نہیں رہی کہ ایم کیوایم قائد الطاف حسین کے بھارت خفیہ ایجنسی'' را'' سے تعلقات ہیں جن کے سپورٹ سے ایم کیوایم نے کراچی میں حالات کو خراب کیا۔ ایم کیوایم کی دہشت گردی کے بارے میں، میں نے اپنی کتاب ''کیا پاکستان ٹوٹ جائے گا؟'' میں میں ذکر کیا کہ ان کے رابطے کس طرح ٹارگٹ کلر سے ہیں اور ان کی زیادہ تر 2012 کارروائیاں افریقہ ممالک سے بھی کنٹرول کی جاتی رہی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ایم کیوایم نے ایک دہشت گرد اور مافیہ کا روپ دھار لیا ہے جس کا طریقہ کار انڈرورلڈ آرگنائزیشن کی طرح ڈان، سربراہ الطاف حسین لندن سے چلاتا ہے لیکن بدقسمتی سے کراچی کو تباہ کرنے اور ہزاروں افراد کو نشانہ بنانے کے باوجود ایم کیوایم کی عسکری ونگ اور ایکٹویٹی کے خلاف کوئی کارروائی عمل میں نہیں لائی جاتی تھی۔ جب سے الطاف حسین لندن گیا ہے اس وقت

سے لے کر آج تک ایم کیو ایم کو ایک شدت پسند اور انڈر ورلڈ تنظیم کے طور پر چلایا گیا اور مجبوری کے تحت کراچی میں مقیم مہاجروں کو نعرے کے طور پر استعمال کیا گیا۔ اب جب مسلسل پاکستان کے خلاف تقریریں کرنے اور کراچی میں شدت پسندی کو ہوا دینے پر ایم کیو ایم کے خلاف کارروائی ہونا شروع ہوئی جس میں گزشتہ روز پاکستان کو دنیا میں دہشت گردی کا مرکز اور ایک ناسور کہنے کے علاوہ، پاکستان مردہ باد کے نعرے اور ورکرز کو میڈیا ہاؤس پر حملہ کرنے کے احکامات جاری کرنے تک کے عمل پر ملک بھر میں شدید ردعمل سامنے آیا جس پر ایم کیو ایم کے کراچی قیادت ڈاکٹر فاروق ستار نے پریس کانفرس کی کہ ایم کیو ایم آئندہ لندن سے احکامات نہیں لے گی اور تمام فیصلے کراچی قیادت ہی کریں گی، یہ دراصل معاملے کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ایک بیان جو سوالوں سے بھر ہوا اور کنفیوژن پر مشتمل ہے۔ایک ناکام کوشش کی گئی جب تک ایم کیو ایم حقیقی معنوں میں الطاف حسین سے لاتعلقی کا اعلان نہیں کرتی اور ان کو بلیک آوٹ نہیں کرتی اس وقت یہ کنفیوژن قائم رہے گا اور اس سے بڑھ کر جو دہشت گرد اور ٹارگٹ کلر ایم کیو ایم میں موجود ہے اس کے خلاف کارروائی نہیں ہوتی، ان لوگوں کی پشت پناہی بند نہیں ہوتی۔ایم کیوایم کے مسائل اور ان کو ایک محب وطن سیاسی جماعت کے طور پر قبول نہیں کیا جاسکتا جو بھارت کے حق میں اور پاکستان کے خلاف کارروائی کرتی ہو جس کے لنگ بھارتی خفیہ ایجنسی را سے ہو۔ ایم کیوایم کے موجودہ کارروائیوں کے بارے میں کہا جارہاہے کہ اس کا مقصد

بھی کشمیر سے توجہ ہٹانے اور بھارت کو خوش کرنے کیلیے کی گئی ہے۔یہ حقیقت ہے کہ کوئی سازش یا آپریشن کسی پارٹی کو ختم نہیں کر سکتی۔پارٹی تب ختم ہوتی ہے جب پارٹی قائدین غلط فیصلے کرنا شروع کرے جس طرح ایم کیوایم قائد مسلسل غلطیاں کر رہا ہے ۔اب پاکستان کے خلاف نعروں سمیت کارکنوں کو ورغلانے نے ایم کیو ایم کو بند گلی میں دھکیل دیا جس سے نکلنا اب اگر ناممکن نہیں تو بہت مشکل ضرور ہے۔ایم کیو ایم کی حالت بقول پاک سرزمین پارٹی ہیڈ مصطفیٰ کمال کے کہ ایم کیو ایم گرتی ہوئی دیوار ہے جو اس دیوار کو گرنے سے روکے گا وہ خود اس دیوار کے نیچے آئے گا۔بحر کیف حالات وواقعات بتارہے ہیں کہ ایم کیو ایم کے خاتمے کا وقت قریب آچکا ہے ان کی مزید دہشت گردی، بھتہ خوری اور ٹارگٹ کلنگ نہیں چلے گی، جو جرائم انہوں نے کی ہے ان سب کا حساب ایم کیو ایم کے قائدین کو دینا ہوگا۔معاملات اب ماضی کی طرح نہیں چلائے جاسکتے ہیں۔بطور پارٹی ایم کیو ایم کا مستقبل کا درومدار اس میں ہے کہ وہ الطاف حسین کو الوداع کہہ دیں ورنہ اس کا خاتمہ کوئی نہیں روک سکتا۔ایم کیو ایم کے ان دہشت گرد کارروائیوں اور ملک دشمن کاموں کے باوجود کراچی کے لوگ ایم کیوایم کو ووٹ کیوں دیتی آرہی ہے اس پر زندگی رہی تو آئندہ بات کروں گا۔

وزیراعظم کی خاموشی

جب حالات ملک کے ایسے ہو اور ملک کا وزیراعظم اس پر خاموش ہو تو سوال اٹھائے جائیں گے کہ آخر وزیراعظم میاں نواز شریف کی ایسی کیا مجبوری ہے کہ وہ ملک کو درپیش اہم معاملات ہو یا ملک کے اندر رونما ہونے والے اہم واقعات ،ملک کا سربراہ اس پر خاموش بیٹھ ہو تو اس پر سوالات اٹھائے جائیں گے وہ سوالات میڈیا اٹھائے یا تحریک انصاف کے سربراہ عمران خان کہ وزیراعظم میاں نواز شریف کی ملک کو درپیش چیلنجز پر خاموشی لمحہ فکریہ ہے۔ملک میں بم دھماکے ہو دہشت گردی کے اہم واقعات اور ٹارگٹ کلنگ اس میں بھارت کی سپورٹ دہشت گردوں کو حاصل رہی ہے۔ بلوچستان میں بھارتی خفیہ ایجنسی ''را'' کا اہم کمانڈر کلبوشن یادو کی گرفتاری نے ثابت کر دیا کہ بھارت پاکستان میں دہشت گردی کی منصوبندی نہ صرف کر رہا ہے بلکہ دہشت گردوں کا نیٹ ورک بھی چلا رہا ہے ۔ بھارتی ایجنٹ کے اقرار نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ بھارت پاکستان میں خصوصاً بلوچستان اور کراچی میں دہشت گرد نیٹ ورک رکھتا ہے ، کلبھوشن یادو سے تفتیش پر بہت سے بھارتی خفیہ ایجنٹ گرفتار ہوئے ۔ بھارت پہلے اپنے خفیہ جاسوس سے لاتعلّقی کا اظہار کر رہا تھا لیکن جب ان کو معلوم ہوا کہ اب لاتعلّقی کا کوئی فائدہ نہیں تو انہوں نے بہت کوشش کی کہ پاکستان کو کسی طور پر راضی کرے کہ ہمیں اپنے ایجنٹ کمانڈر تک رسائی دی

جائے لیکن اس سے بھی بڑھ کر جو اقرار اور سچ سامنے آیا وہ بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی زبان پر آیا کہ بھارت بلوچستان میں نہ صرف حالات کو خراب کر رہا ہے بلکہ بلوچستان میں شدت پسندوں کی مدد بھی کرتا ہے اور بلوچستان کو پاکستان سے علیحدہ کرنے کی پلاننگ بھی کر رہا ہے، صرف یہ نہیں کراچی سمیت پورے پاکستان میں ان کے جاسوس اور ایجنٹ کام کر رہے ہیں۔بھارت کی طرف سے اس طرح کے اقرار کے باوجود پاکستان کا وزیراعظم میاں نواز شریف ان تمام اہم واقعات اور ایشوز پر خاموش ہے' وزیراعظم کی جانب سے بھارتی وزیراعظم کے اقرار پر ایک لفظ تک نہیں کہا گیا۔پہلے تو بھارتی جاسوس اور کمانڈر کے بیان پر شک کرنے کی گنجائش تھی کہ انہوں نے اپنا بیان یا اقرار دباؤ میں دیا ہو لیکن بھارتی وزیراعظم مودی کا حقائق کو قبول کرنے نے تمام سوالوں کے جواب دے دیے، اس طرح بھارت سرکار سے محبت کرنے والے ہمارے محمود خان اچکزئی ہو یا دوسرے رہنما ان کے بیانات پر تو وزیراعظم اور اس کے ممبران خاموش ہوتے ہیں کہ جب وہ دہشت گردی کی تمام ذمہ داری اپنے ملک کی ایجنسیوں خاص کر آئی ایس آئی پر ڈالتے ہیں لیکن عمران خان کی حکومت پر ایک تنقید کی وجہ سے وزیراعظم سمیت تمام اہم ممبران پریس کانفرنسوں اور بیانات کا میڈیا پر یرغال شروع کر دیتے ہیں۔عمران خان کے سوالوں کا جواب تو نہیں دیتے البتہ ان کی ذات، شوکت خانم ہسپتال پر تنقید ضرور کرتے ہیں۔اس طرح دیکھا جائے تو کراچی میں پیش ہونے والے واقعات اور ایم کیو ایم قائد الطاف حسین کی

پاکستان مخالف تقریر، جو بیانات بھارتی وزیراعظم یا ایجنٹ دے رہے ہیں اسی طرح بیان الطاف حسین نے دیا اور یہ پہلے دفعہ نہیں دیا بلکہ ان کے ایسے بیانات جس میں پاکستان کو دہشت گردوں کا اسٹیٹ یا پاکستان کو ناسور اور سکیورٹی اداروں اور شخصیات کے بارے میں کیا کچھ حرفات نہیں کہہ گئے، یہ سب ریکارڈ پر موجود ہے لیکن وزراعظم ان بیانات پر خاموش ہے کوئی ایکشن بھی خاص نظر نہیں آیا صرف ایک عام سا بیانات دیا گیا کہ پاکستان کے خلاف بولنے والوں کو ایک ایک لفظ کا حساب دینا ہوگا۔ اس سے بڑھ کر کوئی پریس کانفرنس دانیال عزیز، عابد شیر علی، خواجہ آصف، سعد رفیق یا پرویز رشید وغیرہ کی جانب سے نہیں کی گئی ہے جس طرح عمران خان کا وزیراعظم سے پاناما لیکس پر سوال کرنے سے یہ ممبران یک دم سے غصے میں آجاتے ہیں اور وزیراعظم کا دفاع کرتے ہیں کہ وزیراعظم سے کرپشن پر سوال عمران خان نہیں بلکہ قوم کرے گی جنہوں نے میاں نواز شریف کو ووٹ دیا ہے۔ عمران خان ملک کے حالات خراب کررہا ہے لیکن جو حقیقت میں کررہے ہیں ان پر خاموشی اختیار کی ہوئی ہے۔ وزیراعظم میاں نواز شریف اور اس کی کابینہ شاید یہ بھول گئی ہے کہ سکیورٹی ادارے یعنی آئی ایس آئی، فوج، پولیس اور دوسرے ادارے سب اس ملک کا حصہ ہے اور وزیراعظم ان کا سربراہ ہے لیکن ان پر تنقید کرنے والوں کے خلاف وزیراعظم اور ان کے وزرا کی مسلسل خاموشی نے کئی سوال اٹھا دیے ہیں کہ وزیراعظم اور اداروں کے درمیان تعلقات نہ صرف خراب ہے بلکہ وزیراعظم

سکیورٹی اداروں کے ساتھ کھڑا ہونا بھی پسند نہیں کرتے۔ ناقدین یہ سوال بھی اٹھا رہے ہیں کہ وزیراعظم کی بھارت نواز پالیسی، دوستی اور اپنے ذاتی مفاد کی وجہ سے وزیراعظم بھارت کے خلاف بیان نہیں دیتے تاکہ بھارت سرکار خفا نہ ہو جائے۔

بھارتی وزیراعظم نریندر مودی کی پاکستان مخالف بیانات اور پاکستانی فوج اور آئی ایس آئی کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کا جواب نہ دینے پر وزیراعظم میاں نواز شریف کے ذات پر کئی سوال اٹھا دیے ہیں جس کا جواب بہر کیف وزیراعظم کو دینا چاہیے، اب تک تو ایم کیوایم کی ملک دشمن کارروائیوں اور الطاف حسین کی بھارتی ایجنسی را سے تعلقات اور ان کے کہنے پر ملک کے حالات خراب کرنے اور ٹارگٹ کلنگ سمیت دہشت گردی کو پروان چڑھانے پر حکومت نے خاموشی اختیار کی تھی لیکن اب وقت کا تقاضا ہے کہ ایم کیوایم اور الطاف حسین کے ملک دشمن قوتوں سے تعلقات کو بے نقاب کیا جائے اور جو بھی ملوث لوگ ہے ان کو سزا دی جائے۔تاکہ ملک کو بھارتی جاسوسوں سے پاک کیا جائے جس کی وجہ سے ہمارے ملک میں حالات خراب ہے اور دہشت گردی ختم نہیں ہورہی ہے۔ ریاست کو ایک لائن کھینچ لانی چاہیے تاکہ آئندہ کیلئے حالات درست ہو جائے جبکہ وزیراعظم کو اپنی پوزیشن واضح کرنی چاہیے تاکہ عوام کو معلوم ہو کہ میاں نواز شریف پاکستان کا وزیراعظم ہے بھارت کا نہیں۔

ایم کیو ایم کا ڈر

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایم کیو ایم کے تمام برائیوں کے باوجود کراچی کے عوام خصوصاً مہاجر برادری ایم کیو ایم کو ووٹ کیوں ڈالتی آرہی ہے جس طرح باقی ملک کو معلوم ہے کہ کراچی کے حالات کو خراب کرنے میں ایم کیو ایم کا اہم رول ہے ، ٹارگٹ کلنگ ، بھتہ خوری ، اغوا برائے تاوان سمیت ہر جائز وناجائز کام کرنا ایم کیو ایم کا وطیرہ رہا ہے ۔ایم کیو ایم کے اس روخ کے بارے میں مہاجر کمیونٹی کے لوگوں کو اتنی زیادہ معلومات نہیں تھی جس کی بہت سے وجوہات ہے لیکن سب سے بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ایم کیو ایم کی تنظیمی سٹرکچر بہت مضبوط تھا،انہوں نے حالات اور دوسری سیاسی جماعتوں کی نااہلی کا فائدہ اٹھایا ، عام لوگوں کے خصوصاً مہاجروں کے مسائل حل کرنے کی کوشش کی ، انہیں روزگار دیا، سرکاری نوکری دی ، ہر جگہ پر اپنے لوگوں کو رکھا، مہاجروں کے حقوق کے لئے آواز بلند کیا ، مہاجر کمیونٹی کے چھوٹے موٹے مسائل کو ایک فون پر حل کرنا ایم کیو ایم کا کام تھا ، سچ تو یہ ہے کہ نائن زیرو پہنچتے ہی آپ کا مسئلہ حل ہوجاتا۔ عام آدمی بھی یہی چاہتا ہے کہ ان کے مسائل خاص کر روزگار اور گلی محلے اور دفتروں میں پیش آنے والے معاملات حل ہوجائے لیکن اس سے بڑھ کر ایم کیو ایم نے لوگوں میں خوف اور ڈر پیدا کیا کہ جو ایم کیو ایم کے ساتھ نہیں یا بغاوت کرتا ہے تو اس کو ختم

کرے، یہ نعرہ بھی بلند ہوا کہ جو قائد کا غدار ہے وہ موت کا حقدار ہے جس پر حقیقی معنوں میں عمل ہوا، کراچی اور خاص کر مہاجر کمیونٹی میں خوف اور ڈر پیدا کیا گیا جو بھی مخالفت کرتا اس کی لاش ملتی ،ایم کیو ایم کے جلسوں میں جانا ایک ڈیوٹی ہوتی تھی ۔ایم کیو ایم نے اپنا سسٹم ایسا رکھا تھا جس طرح ایک انڈر ورلڈ کی تنظیم ہوتی ہے خود مسائل پیدا کرتی اور بعد میں اس کو حل کرتی جبکہ سچ تو یہ ہے کہ ایم کیو ایم نے بہت سے اپنے کارکنوں کو مارا بھی ہے جس کا بعد میں وہ کریڈٹ لیتے تھے ۔کسی کو مارنا ایم کیو ایم کے ٹارگٹ کلر کیلئے مسئلہ نہیں رہا تھا۔

1984 میں ایم کیو ایم کو حقیقت میں بنانے والا اعظم احمد طارق تھا۔ایم کیو ایم حقیقت میں ایک ایسی جماعت کے طور پر بنی تھی جو مہاجر کمیونٹی کے مسائل کو اجاگر اور ان حقوق کیلئے آواز بلند کرتی اور اس وقت مہاجر کمیونٹی بہت ہی امن پسند اور محبت کرنے والے لوگ تھے جس کی اکثریت آج بھی ویسے ہی ہے لیکن بد قسمتی سے بعد ازاں الطاف حسین نے پستول کا سہارا لیا اور لڑائی جھگڑوں میں خصوصاً جماعت اسلامی اور عوامی نیشنل پارٹی کے طلبہ لڑائی میں انہوں نے عسکریت پسند سوچ کو آپنایا جس کی مخالفت پر الطاف حسین نے بانی لیڈر اعظم طارق کو بھی مار ڈال تاکہ پارٹی کو پوری طرح ہائی جیک کیا جاسکے۔اعظم طارق ،الطاف حسین کی دہشت گرد کارروائیوں کے خلاف تھے جب انہوں نے ان

کے خلاف آواز بلند کرنا شروع کیا اور ان کو سائٹ لائن کرنے والے تھے تو الطاف حسین نے ان کو مار ڈالا اس کے بعد ایم کیو ایم را کے ہاتھوں چلی گئی اور با قاعدہ طور پر ایک مافیا اور عسکری قوت بن گئی اور سہارا لیا حالات اور ایم کیوایم کے حقوق کے نام پر آواز اٹھانے کا کہ مہاجر قومی مومنٹ مہاجروں کی جماعت ہے جو بھی اس کے راستے میں آنے کی کوشش کرتا اس کو ختم کیا جاتا۔1992 میں ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن ہوا جس میں بڑی تعداد میں اسلحے سمیت جناح پور کا نقشہ اور جھنڈے برآمدے
ہوئے،اس وقت سکیورٹی اداروں کو معلوم ہوا کہ ایم کیوایم خاص کر الطاف حسین کے کیا مقاصد ہے اور ان کا تعلق بھارتی خفیہ ایجنسی را سے ہیں جوایم کیو ایم کو دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ میں سپورٹ کرتی ہے جو ایم کیو ایم کے نوجوانوں کو ٹریننگ بھی دیتی تھی۔ ایم کیو ایم نے اپنا نیٹ ورک جس میں ہر کالا دھندہ چلتا تھا نہ صرف کراچی تک محدود رکھا بلکہ انہوں نے اپنا نیٹ ورک افریقہ سے بھی چلانا شروع کیا جو آج تک قائم ہے۔ ایم کیو ایم کی تنظیم کی مضبوطی کا اندازہ آپ اس سے لگ دیں کہ 1992 میں ان کے خلاف آپریشن کرنے والوں میں ایک میجر ندیم بھی شامل تھے جنہوں نے گواہی دی ہے کہ انہوں نے جناح پور کا نقشہ برآمد کیا تھا اور جو آج بھی فوجی ریکارڈ کا حصہ ہے، ایم کیو ایم کے اس سازش کو تو ناکام بنا دیا گیا تھا لیکن بعد ازاں اس میجر ندیم کے گھروں والوں رشتہ داروں پر کیا ظلم وزیادتی کی اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ میجر ندیم نے پاکستان

چھوڑا بلکہ بہت سے قریبی رشتہ داروں پر بھی ایم کیو ایم کے غنڈوں نے زندگی عذاب کی جس کے بنا پر ان کے رشتہ داروں تک نے ملک چھوڑا دیا جو آج تک بیرونی ممالک رہتے ہیں اور پاکستان نہیں آ سکتے ہیں۔ ایم کیو ایم نے اپنے خوف اور ڈر سے عام لوگوں کو تو یر غمال بنا رکھا تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ انفرادی سطح پر انہوں نے بہت سے سکیورٹی اداروں کے اعلیٰ آفسروں، سیاسی رہنماؤں اور میڈیا کو بھی یر غمال اور خوف زدہ کیا تھا جس کے بنا پر ان کے خلاف بات کرنا یا آپریشن کرنا مشکل ہو گیا تھا، سکیورٹی اداروں اور حکومتوں کی غفلت اور سمجھوتوں کی وجہ سے ایم کیو ایم ایک تناور درخت بن گئی تھی جس کو الطاف حسین لندن سے فون کے ذریعے چلتا تھا اور فون کے ذریعے لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کرتا تھا۔ اس خوف اور ڈر کی وجہ سے مہاجر قوم ایم کیو ایم کو ووٹ ڈالتی تھی۔ ایم کیو ایم کے خلاف آواز بلند کرنے والوں میں سب سے زیادہ کریڈٹ تحریک انصاف کے چیئرمین عمران خان کو جاتا ہے جنہوں نے ہر موقع پر الطاف حسین کے خلاف بات کی اور لندن میں اس کے خلاف مقدمہ کیا جس سے خواص اور میڈیا کو بھی حوصلہ ملا کہ وہ الطاف حسین کی دہشت گردی کے خلاف بات کریں۔ اب اس خوف اور ڈر کا خاتمہ ہوا ہے اب حکومتی اداروں کا فرض ہے کہ بندوق کی سیاست کا کسی کو بھی اجازت نہ دیں، ایم کیو ایم کے ٹارگٹ کلر کو ہر صورت سزا ملنی چاہیے اور لندن میں مقیم الطاف حسین کو ہر صورت میں ان تمام دہشت گرد کارروائیوں کی سزا دینی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی ایسا عمل نہ

کرے۔

میاں زرداری بھائی بھائی

میاں زرداری بھائی بھائی یہ کوئی سیاسی نعرہ نہیں بلکہ یہ سچ ہے کہ میاں نواز شریف اور آصف علی زرداری بھائی بھائی بہت عرصہ پہلے بن چکے ہیں اور وقت کے ساتھ ساتھ اس بھائی چارے میں مزید اضافہ اور گہری ہوتی چلی گئی ہے۔ہم زیادہ دور نہیں بس صرف2013 الیکشن سے پہلے کی بات کرتے ہیں جہاں پر میاں نواز شریف جلسوں اور پریس کانفرنسوں میں آصف علی زرداری کے خلاف برملا کہتے تھے کہ زرداری صاحب یہ اکیلے تمہارا ملک نہیں ہے جس طرح تم چاہوں اس کو لوٹوں۔ میاں شہباز شریف جو اس وقت بھی وزیراعلیٰ پنجاب تھے ان کا جلسوں میں کہنا تھا کہ زرداری میں نے تمہیں لاہور کے سڑکوں پر نہ گھسیٹا اور تمہیں سرعام لاہور کے چوک میں نہیں لٹکایا تو میرا نام بھی شہباز شریف نہیں۔ ان باتوں یا بیانات کو ہم جوشیلے خطاب کا نام دے سکتے ہیں لیکن پیپلز پارٹی کی حکومت میں جو کرپشن اور لوٹ مار پر نون لیگ نے شور مچایا تھا اور اس وقت کہا تھا کہ ہماری حکومت آنے کے بعد ان سے ایک ایک پیسے کا حساب لیں گے وہ وعدے اور باتیں کہاں گئی ۔آج تین سال گزر گئے لیکن زرداری حکومت میں ہونے والی کرپشن پر کسی کو بھی سزا نہیں ہوئی ۔زرداری کو سرعام لٹکانے اور ان سے کرپشن کا پیسہ نکالنے کو تو چھوڑدے جو کرپشن اور لوٹ مار ان کے وزیروں نے کی خاص کر چندوزرا نے جن میں رحمان ملک

بھی شامل ہے ان کے خلاف کونسی کارروائی آج تک ہوئی ہے اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ قومی اسمبلی اور سینٹ میں قائمہ کمیٹیوں جنہوں نے پچھلے حکومتوں کا حساب کتاب دیکھنا ہے اس کی سربراہی اپوزیشن لیڈر خورشید شاہ اور رحمان ملک کر رہے ہیں جس کا سیدھا سادہ مطلب ہے کہ وہ اپنے کیے ہوئے بلوں کو کلیئر کریں گے۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ آئے روز وزیر داخلہ چوہدری نثار پیپلز پارٹی کے رہنماؤں کو دھمکیاں دیتا آ رہا ہے کہ چھپ ہو جاؤں ورنہ بہت سے راز اور ثبوت میرے پاس موجود ہے جس پر بیچارے پیپلز پارٹی والے خاموش ہو جاتے ہیں۔ مجھے اس موقعے پر وہ ملاقاتیں یاد آ جاتی ہے جس میں میاں نواز شریف اور آصف زرداری دونوں بھائی بھائی بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو سپورٹ کرنے پر راضی ہوتے ہیں، مجھے زرداری کی وہ باتیں بھی یاد آ جاتی ہے جو انہوں نے ملٹری کورٹ بارے میں میاں صاحب کو بتائی تھی کہ میاں صاحب ایسا نہ ہو کہ کل یہ کورٹ ہمارے خلاف فیصلہ دے۔ پیپلز پارٹی اور نون لیگ کی محبت اور ایک دوسرے کو بچانے کیلئے اب پورے ملک کو معلوم ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھانا، صرف عوام کے سامنے ایک دوسرے کے خلاف بیانات دینے ہیں جس سے عوام خوش رہے کہ ہمارے لیڈر بھی کم نہیں ہے۔ نون لیگ کی حکومت اس لئے بھی پیپلز پارٹی کے خلاف ایکشن نہیں لے سکتی کیوں کہ نون لیگ کی خود ہر جگہ سکینڈل موجود ہے۔ نندی پور پروجیکٹ ہو، ریلوے میں اربوں کی کرپشن ہو یا وزرات بجلی سمیت دوسروں وزراتوں میں ہونے والی کرپشن جس پر پیپلز

پارٹی خاموش ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر زرداری نے بڑی چالاگی سے اپنے بھائی میاں نواز شریف کے ساتھ ڈیل کردی ہے کہ ہر صورت میں ایک دوسرے کی سپورٹ جاری رکھنی ہے۔ اب پاناما لیکس پر پہلے کی طرح تحریک انصاف ہی سڑکوں پر احتجاج کریں گی جس طرح 2013 الیکشن کے بارے میں زرداری نے کہا تھا کہ یہ دھاندلی شدہ الیکشن ہے، عمران خان کی تبدیلی کو پلاننگ کے ساتھ اٹک پر روک دیا گیا لیکن بعد میں دھاندلی کے خلاف 22 جماعتوں میں صرف پی ٹی آئی نے احتجاج اور دھرنا دیا جن حلقوں کی عمران خان بات کررہے تھے کہ صرف چار حلقوں کو کھول دیں آج تین سال بعد ان چاروں حلقوں میں دھاندلی ثابت ہو گئی ہے جن میں دو حلقوں پر الیکشن بھی ہو چکے ہیں۔اس طرح اب پاناما لیکس پر پیپلز پارٹی صرف سیاست کر رہی ہے حقیقی معنوں میں میاں نواز شریف کا احتساب نہیں چاہتی، کیوں کہ دونوں بھائی بھائی ہے۔

اس طرح دیکھا جائے تو خیبر پختونخوا میں پی ٹی آئی کی حکومت جس کا نعرہ اور تحریک کرپشن کے خلاف ہے انہوں نے بھی سابق عوامی نیشنل پارٹی اور پیپلز پارٹی کی صوبائی حکومتوں میں ہونے والے کرپشن پر کوئی خاص کام نہیں کیا، دوسرا صوبائی احتساب کمیشن کو بھی سیاست کی نظر کیا جو نعرہ احتساب کے بارے میں عمران خان نے لگایا تھا کہ احتساب کمیشن آزاد اور خود مختار ہوگا اس کے پر کاٹے گئے یا اب بھی کوشش ہے کہ ان کو محدود کیا جائے۔ خیبر پختونخوا میں

عمران خان اور تحریک انصاف کو دیکھنا چاہیے کہ کرپٹ لوگوں کے خلاف ایکشن کیوں نہیں لیا جاتا۔ لیکن جو کرپشن اور لوٹ مار پیپلز پارٹی دور میں ہوئی تھی جس میں اربوں اور کھربوں کا پیسہ کھایا گیا اس طرح کرپشن صوبوں میں نہیں ہو سکتی کیوں کہ صوبوں کے پاس فنڈز کی کمی ہوتی ہے وہاں کم حساب سے کرپشن کی جاتی ہے لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میاں اور زرداری تو بھائی بھائی بن چکے ہیں، ملک میں ہونے والی لوٹ مار اور کرپشن کو کون روکے گا اور ان لوگوں سے کرپشن کا حساب کون لے گا جن کی وجہ سے عام لوگوں کی زندگی اجیرن بن چکی ہے۔ کرپشن اور اس لوٹ مار کے خلاف عوام کو آواز بلند کرنا ہوگا اور آئندہ ان پارٹیوں اور کرپٹ افراد کو مکمل طور پر بلیک آوٹ کرنا ہوگا جبکہ میاں زرداری کرپشن اور لوٹ مار میں بھائی بھائی بن گئے ہیں ان کے خلاف جب تک عوام خود فیصلہ نہیں کرتی ان کا بھائی چارہ قائم رہے گا۔ جب کرپٹ افراد ایک دوسرے کا ساتھ دے سکتے ہیں تو عام اور ایماندار لوگ کرپٹ مافیاز اور ان کی کرپشن کے خلاف اکٹھی کیوں نہیں ہو سکتی۔ کرپشن اور اس ملک کو لوٹنے والوں کا جب تک احتساب نہیں ہوتا اس وقت تک ملک ترقی نہیں کر سکتا اور نہ ہی عام آدمی کی زندگی بہتر ہو سکتی ہے۔

آمرانہ جمہوریت

پاکستان میں اس وقت جو نظام حکومت قائم ہے وہ بظاہر جمہوری نظام ہے جس میں عوام ووٹ بھی ڈالتے ہیں لیکن یہ الگ بات ہے کہ انتخابات میں دھاندلی سے اپنے امیدوار کو جتایا جاتا ہے، بظاہر تو اس سارے نظام کو جمہوری کہا جاتا ہے لیکن حقیقت میں یہ ڈکٹیٹر شپ کی ہی ایک قسم ہے جس کو ہم آمرانہ جمہوریت کہہ سکتے ہیں۔اس آمرانہ جمہوریت میں وزیراعظم بادشاہ ہوتا ہے۔اس آمرانہ جمہوریت کے روح رواں زیادہ تر وہی لوگ ہے جو جمہوریت کا شور زیادہ مچاتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ جمہوری پسند نہیں ہوتے بلکہ ان کی سوچ اور عمل ڈکٹیٹر شپ والی ہوتی ہے۔ دیکھا جائے تو موجود حکومت کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا ہے تو وہ کہنا شروع کردیتے ہیں کہ جمہوریت کو خطرہ ہے اور جمہوریت کے خلاف سازش ہورہی ہے لیکن حقیقت میں جمہوریت کو نہیں ان کی ذات کو خطرہ ہوتا ہے جو آمرانہ سوچ انہوں نے آپنائی ہوتی ہے اس کو خطرہ ہوتا ہے۔ موجودہ دور جو بظاہر جمہوری دور کہلاتا ہے لیکن انہوں نے آمرانہ دور کی مثال قائم کی ہوئی ہے۔ وفاق میں نون لیگ کی حکومت ہے اور سب سے بڑے صوبے پنجاب میں بھی ان کی حکومت قائم ہے لیکن ایک سال کا عرصہ گزر گیا انہوں نے سپریم کورٹ کے حکومت پر تو بلدیاتی انتخابات کردیے لیکن تاحال بلدیاتی نمائندوں کو اختیارات تو دور کی بات ہے۔ نمائندوں کا انتخاب بھی مکمل نہیں

کیا اور ناظمین کا انتخاب بھی نہیں ہوا جس سے ان کی ڈکٹیٹر شپ ظاہر ہوتی ہے کہ اگر بلدیاتی نمائندے مقرر ہو گئے تو کچھ نہ کچھ فنڈز ان کو بھی دینا پڑے گا لہٰذا آخری سال میں دیکھا جائے گا اب خاموشی سے وقت گزاروں جبکہ پنجاب میں بلدیاتی نمائندے زیادہ تر نون لیگ کے ہی منتخب شدہ ہے، ناظمین بھی ان ہی کے مقرر ہوں گے لیکن پھر بھی ان کو منتخب نہیں کیا جا رہا ہے۔ یہ ہے آمرانہ جمہوریت کی سوچ جو عملی طور پر نافذ ہے اس سے بڑھ کر یہ کہ وزیراعظم اپنے آپ کو تو عوامی نمائندہ کہتا ہے لیکن خود کو عوامی نمائندوں کو جوابدے نہیں سمجھتا۔ پاناما لیکس پر قوم سے خطاب اور اسمبلی میں تقریر میں کہا کہ میں خود کو احتساب کیلئے پیش کرتا ہوں، تحقیقات کا آغاز مجھ سے کی جائے لیکن تاحال تحقیقات تو دور کی بات ہے، تحقیقات کے طریقہ کار پر بھی راضی نہیں بلکہ ان کی سوچ یہ ہے کہ میری مرضی کے مطابق تحقیقات کا طریقہ کار واضع کی جائے جس میں میرا نام نہ ہو بلکہ ان لوگوں سے تحقیقات کی جائے جس کا نام پاناما لیکس میں نہ ہو۔ اپوزیشن کے ساتھ مذاکرات اور بات چیت کے باوجود نتیجہ صفر جمع صفر نکلا۔ اکثر اپوزیشن جماعتوں نے روایاتی طریقہ کار آپنایا کہ پاناما لیکس پر صرف سیاست کی جائے لیکن تحریک انصاف اور عمران خان نے حکومت کے خلاف سڑکوں پر آنے کا فیصلہ کیا جس کا آغاز انہوں نے پشاور سے گیا لیکن گزشتہ روز لاہور میں ریلی نکالی جس نے حکومت کو پریشان کر دیا جبکہ راولپنڈی میں شیخ رشید اور طاہر القادری نے حکومت کے خلاف احتجاج کیا کہ

حکومت احتساب کیلئے تیار ہو جائے اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں قتل عام کا حساب دیں ۔اس طرح لاہور میں عمران خان نے احتساب ریلی نکالی تو حکومت نے اس کو روکنے کیلئے پورے شہر کو سیل کیا، جگہ جگہ پر کنٹینر کھڑے کیے ، اس طرح پنڈی میں بھی تمام راستوں کو بند کیا تھا لیکن حکومت کی ان اقدامات کے باوجود راولپنڈی میں عوام نے حکومت کے خلاف احتجاج میں بھرپور شرکت کی اور لاہور میں بھی عوام کا جم غفیر نظر آیا لیکن اس کے باوجود حکومت کو عوام کا یہ احتجاج نظر نہیں آیا جس کو روکنے کیلئے انہوں نے مختلف افواہیں پھیلائی کہ راولپنڈی اور لاہور میں خود کش حملہ آور آئے ہیں دونوں شہروں میں دہشت گردی کا خطرہ ہے ۔راستوں کو بلاک کیا جس سے احتجاج کرنے والوں کو تکلیف ضرور ہوئی لیکن عام لوگ جو ہسپتالوں یا دوسرے ایمرجنسی میں تھے ان کو بہت زیادہ تکلیف اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑا جس کی وجہ سے ایک بچہ اور خواتین ہسپتال جاتے ہوئے جاں بحق بھی ہوئے ۔راستے حکومت نے بلاک کیے تھے اور پولیس راستے کھولنے کیلئے تیار نہ تھی۔

عمران خان نے حکومت سے چار سوال کیے جس میں پیسہ باہر کیسے گیا، پیسہ کہاں سے آیا، کیسے کمایا گیا اور اس پر کتنا ٹیکس دیا۔عمران خان نے مطالبہ کیا کہ اگر ان سوالوں کا جواب وزیراعظم میاں نواز شریف نہیں دیتے تو عید کے بعد وہ رائے ونڈ کا رخ کریں گے۔ دوسری طاہرالقادری نے بھی جو سوال اٹھائے ہیں وہ

بھی قابل غور ہے۔ حکومت بجائے یہ کہ ان سوالوں کا جواب دیتی ،اس پر سنجیدگی سے غور کرتی کہ اگر وزیراعظم ان سوالوں کا جواب نہیں دیتے تو وزیراعظم کو کرسی چھوڑنی چاہیے اور کسی دوسرے کو وزیراعظم بنانا چاہیے تاکہ ملک میں جمہوریت مضبوط ہو جمہوریت ایسے اقدامات سے مضبوط ہوتی ہے ، طرز حکمرانی سے ہی جمہوریت مضبوط یا کمزور ہوتی ہے۔ حکومت نے البتہ عمران خان اور طاہر القادری کو دھمکی دے ڈالی کہ اگر انہوں نے رائے ونڈ کا رخ گیا تو ان کی اینٹ سے اینٹ بج دی جائے گی۔ دوسرا نقصان ان کی آمرانہ سوچ کا یہ ہے کہ جو بھی ان کے خلاف احتجاج کرے اس کے پیچھے ان کو سازش نظر آتی ہے اور اس سازش کے پیچھے فوج نظر آتی ہے ، موجود احتجاج کے پیچھے بھی حکومتی وزرا، ممبران اور بعض صحافیوں کو اس احتجاج کے پیچھے فوج کا ہاتھ نظر آرہاہے کہ سکیورٹی ادارے ان کے پیچھے ہیں جو حکومت کیلئے حالات خراب کررہی ہے حکومت کی اس سوچ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حکومت اور سکیورٹی اداروں کے درمیان ، کتنا خلیج قائم ہے اور حکومت کا اپنی سکیورٹی اداروں پر اعتبار قائم نہیں ہے۔ حکومت کی سوچ حقیقت میں یہ ہے کہ اس طرح ہم عوام میں یہ شوشہ چھوڑ دے کہ حکومت کو فوج ختم کرنا چاہتی ہے لیکن عوام اور فوج کو معلوم ہے کہ اس طرح سے اپنی گوتاہیوں کو چھپایا نہیں جاسکتا ، پاناما لیکس میں وزیراعظم ملوث ہے تو ان کو سوالوں کے جواب دینے چاہیے اور استعفی دے کر اپنے کسی بیٹے یا بیٹی کو وزیراعظم بنانا چاہیے ۔ عمران خان یا طاہر القادری کا احتجاج کا مقصد

وزیراعظم کے کرسی پر بیٹھنا نہیں بلکہ احتساب اور انصاف کا تقاضا کر رہے ہیں جس سے جمہوریت مضبوط ہوگی لیکن آپ کے آمرانہ سوچ کیلئے یہ قابل قبول نہیں ہے۔جب تک حکمران اور جمہوریت کے یہ علمبردار اپنی آمرانہ سوچ تبدیل نہیں کرتے اس وقت تک ملک میں جمہوریت مضبوط نہیں ہو سکتی۔

جماعت اسلامی کی موجودہ سیاست

اسلامی پارٹیوں میں جماعت اسلامی ہی واحد پارٹی تھی جس کے کچھ اصول اور ضوابط تھے،ان اصولوں کو غلط یا ٹھیک کہا جا سکتا ہے لیکن جماعت اسلامی جب اسٹینڈ لیتی تھی تواس پر جماعت کھڑی ہوتی۔جماعت اسلامی کی ایک طویل ماضی کی جدوجہد سیاست ہے جو کرسی یا اقتدار کیلئے نہیں بلکہ اقدار کیلئے ہوا کرتی تھی لیکن آج کی جماعت اسلامی ہمیں مختلف نظر آتی ہے، بعض ناقدین تو یہاں تک کہتے ہیں کہ جماعت اسلامی کی سیاست بھی جمعیت علماء اسلام والی سیاست ہوگئی جس میں زیادہ تر فوکس اصولوں سے زیادہ اقتدار والی ہوگئی ہے جس کا جواب بھی جماعت کے دوست اس طرح دیتے ہیں کہ چونکہ لوگ کام چاہتے ہیں، نوکریاں، گلی محلے کے مسائل سمیت بجلی اور گیس کنکشن اور لوڈ شیڈنگ سے نجات چاہتے ہیں جس کیلئے ضروری ہے کہ ہم حکومتوں میں رہے یا حکومتوں کے ساتھ تعاون رکھیں لیکن ناقدین اس جواب سے متفق نہیں،وہ کہتے ہیں کہ جماعت کا جو پہلے والا فلسفہ تھا اب وہ نہیں رہا، جماعت کے امیروں کے ساتھ بھی وہ تبدیل ہوتا رہاہے۔پہلے جماعت اسلامی حکومتوں کے خلاف احتجاج کیا کرتی تھی ایشوز پر اسٹینڈ لیتی تھی جس کے لئے وہ دھرنے، جلوس اور جلسے کیا کرتی تھی لیکن آج اس کی جگہ تحریک انصاف نے لے لی ہے۔ پی ٹی آئی حکومت کے ہر مسئلے پر آواز بلند کرتی ہے اور کھل کر

حکومت کی مخالفت کی جاتی ہے، توقع یہ تھی کہ جماعت اسلامی اور تحریک انصاف جو شروع میں ایک دوسرے کے قریب تھے یعنی سابق امیر قاضی حسین احمد مرحوم کے وقت میں لیکن اب صوبے میں مشترک حکومت کے باوجود بھی جماعت اسلامی کی سیاست الگ ہے۔ ملک کے باقی حصوں میں وہ تحریک انصاف کی جگہ نون لیگ کی اتحادی ہوتی ہے جبکہ دوسری طرف جماعت کے امیر سراج الحق صاحب وفاقی حکومت پر تنقید بھی کرتے ہیں لیکن پنجاب میں ضمنی انتخابات ہو یا بلدیاتی الیکشن جماعت اسلامی نون لیگ کی اتحادی ہوتی ہے جبکہ کشمیر کے حالیہ الیکشن میں بھی جماعت اسلامی اور نون لیگ کا اتحاد قائم تھا جس کا جماعت اسلامی کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا البتہ نقصان ضرور اٹھایا۔جماعت نے جس طرح ماضی کے برعکس اپنی سیاست تبدیل کی ہے اس طرح عوام میں بھی ماضی کے برعکس سیاسی شعور زیادہ پیدا ہوا ہے۔ عوام کسی بھی جماعت کی سیاست کو اب پسند نہیں کرتی جو ایک طرف حکومتی اتحادی ہو دوسری طرف عوام کے سامنے اس پر تنقید بھی کرے جس طرح مولانا فضل الرحمٰن کرتے ہیں۔ ملک بھر میں عموماً اور خیبر پختونخوا میں خصوصاً جماعت اسلامی مذہبی طبقے کا ووٹ لے سکتی تھی لیکن جماعت نے اس پر کام کے بجائے مولانا کی سیاست کو بہتر جانا اور اس پر زیادہ تر عمل پیرا ہو گئی۔جماعت اسلامی کے پاس یہ اچھا موقع تھا یا ہے کہ وہ خیبر پختونخوا سمیت پنجاب میں وفاقی حکومت کے خلاف بھرپور احتجاج شروع کرتی وہ احتجاج پی ٹی آئی کے ساتھ مل کر بھی کی جاسکتی تھی یا علیحدہ بھی لیکن جماعت اسلامی

حکومت کی نااہلیوں ، کرپشن اور دھاندلی کی پالیسی کو غلط بھی کہتی ہے اور حکومت کا ساتھ بھی دے رہی ہے ۔ کوئی مسئلہ یا ایشو ایک وقت میں صحیح اور غلط کیسے ہو سکتا ہے، مولانا فضل لرحمٰن صاحب کے دلائل اور پالیسی کے مطابق تو ہو سکتا ہے لیکن جماعت کی پالیسی کے مطابق وہ ٹھیک نہیں ہو سکتا یعنی جماعت کے نزدیک پاناما لیکس غلط ہے ، حکومت کی کرپشن ، مہنگائی اور معاشی واقتصادی اعداد وشمار جو اسحاق ڈار وفاقی وزیر پیش کرتے ہیں وہ حقائق کی نفی کرتی ہے لیکن جماعت اسلامی پھر بھی حکومت کے خلاف کھل کر نہیں کھیلاتی جس طرح ماضی میں کھیلا کرتی تھی ۔ گزشتہ روز اسلام آباد میں جماعت اسلامی نے بنگلہ دیش کے جماعت کے رہنما کو پھانسی دینے پر احتجاج کیا جس میں مقررین نے وفاقی حکومت پر پاناما لیکس کے معاملے پر بھی تنقید کی لیکن یہ احتجاج صرف اپنے کارکنوں کیلئے ریکارڈ کا حصہ بنانا تھا۔ بنگلہ دیش میں جماعت اسلامی کے ان محب وطن شخصیات کو بنگلہ دیشی حکومت پھانسیاں دے رہی ہے جنہوں نے مغربی اور مشرقی پاکستان کو اکٹھا رکھنے کیلئے کام کیا تھا یا وہ تقسیم پاکستان کے خلاف تھے جس طرح تاریخ میں ہوتا ہے کہ کوئی مسلمانوں کو اکٹھا رکھنے اور مضبوط قوت کے طور پر دیکھنے کیلئے تقسیم کے خلاف ہوتے ہیں اور کوئی اس کے حق میں کہ ہمیں آزادی دی جائے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ جماعت اسلامی یا پاکستان کے وہ حب الوطن رہنما جو بھارت کے سازشوں سے واقف تھے انہوں نے بنگلہ دیش کو الگ کرنے کی ہندوؤں کی سازش کو بے نقاب کرنے اور ناکام بنانے

کیلیئے تقسیم کی مخالفت کی تھی آج 45 سال بعد حسینہ واجد کی حکومت ان محب وطنوں کو پھانسیوں پر چڑھا رہی ہے لیکن ہمارے حکمرانوں نے بالکل خاموشی اختیار کی ہے، عالمی سطح پر اس مسئلے کو نہیں اٹھایا بلکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ میاں نواز شریف کی حکومت اس کو بنگلہ دیش کا اندرونی مسئلہ قرار دے رہی ہے جس طرح آج بلوچستان میں اکثریت پاکستان کے حق میں ہے اور بلوچستان کو الگ کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں، خدا نخواستہ کل یہ لوگ ان کے نزدیک غدار ہوں گے؟ دوسرا مسئلہ بنگلہ دیش کے ساتھ اس وقت معاہدوں کا ہے جس میں ایسے لوگوں کو معاف کرنا شامل تھا لیکن آج 45 سال بعد بنگلہ دیشی حکومت نہ صرف معاہدوں کی خلاف ورزی کررہی ہے بلکہ انسانیت کے خلاف اقدامات اٹھا رہی ہے جس پر پوری امت مسلمہ سمیت پاکستان کی خاموشی لمحہ فکریہ ہے۔ بحرکیف نون لیگ کی موجود حکومت نے کونسا ایسا اچھا کام کیا ہے جس سے ہم اب توقع رکھیں کہ وہ بنگلہ دیش میں انسانی حقوق پر آواز بلند کرے وہ لاہور میں ماڈل ٹاؤن میں قتل عام ہو یا پاناما لیکس میں کھربوں کی کرپشن پر جواب دینے کے بجائے الزمات لگا رہی ہے جس طرح انھوں نے دھاندلی پر جواب نہیں دیا اور اب ہر جگہ دھاندلی ثابت ہو گئی ہے۔ جماعت اسلامی کو واضح پالیسی آپنانی ہوگی بقول عمران خان وکٹ کی دونوں طرف کھیلنا خود جماعت اسلامی کے لئے نقصان دہ ہے۔ جماعت اسلامی کے پاس اچھا موقع ہے کہ وہ حکومت کی نا اہلیوں پر کھل کر عوام کے پاس آئے، امید ہے کہ عوام میں جماعت اسلامی کو پذیرئی ملے گی۔ میرے

خیال کے مطابق تحریک انصاف اور جماعت اسلامی کو اکٹھا ہونے اور حکومت کے خلاف احتجاج کرنے سے زیادہ فائدہ ہوگا جو زیادتی وفاقی حکومت خیبر پختونخوا کے ساتھ کر رہی ہے خاص کر بجلی پیدا کرنے والے صوبے میں بجلی نہیں ہے۔ نون لیگ کے نعروں کے برعکس ضلع نوشہرہ جو وزیراعلیٰ کا ضلع بھی ہے اور نون لیگ کے ایک اور اہم کارکن امیدوار صوبائی اسمبلی اختیار ولی کا ڈسٹرکٹ بھی ہے اس میں آج بھی 20 گھنٹے لوڈ شیڈنگ ہو رہی ہے۔ اس طرح باقی ایشوز پر اکٹھے ہونے سے صوبے کو فائدہ بھی ہوگا اور عوام میں پذیرائی بھی ملے گی۔

آرمی چیف کب ایکشن لیں گے؟

سوچ رہا تھا کہ کس موضوع پر کالم لکھا جائے ، موضوعات بہت ہیں۔ سندھ میں ایم کیوایم کا مسئلہ ، کراچی میں ایس ایس پی کا ایکشن اور فوری معطلی، باجوڑ میں جمعے کے دن مسجد میں دھماکہ ، پاناما لیکس پر حکومت کی خاموشی اور پی ٹی آئی کا احتجاج یا حکومت کی عوام دشمن پالیسیوں کی وجہ سے مہنگائی کا نیا طوفان لیکن پھر سوچا کہ اس سب کا حل ایک ہی ہے کہ آرمی چیف پر کالم لکھا جائے۔

اس وقت ہر جگہ ایک ہی بحث ہو رہی ہے کہ اس ساری صورت حال میں آرمی جنرل راحیل شریف جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ مجرموں ، ملک دشمنوں ، دہشت گردوں میں بلا تفریق کارروائی کرتے ہیں ان کے نزدیک جرم جرم ہوتا ہے وہ کوئی بھی کرے ان کو اس کی سزا ضرور ملنی چاہیے تاکہ آئندہ کوئی ایسا کام نہ کرے جنرل شریف کے اسی سوچ کی وجہ سے ان کی مقبولیت پورے ملک سمیت ہر جگہ موجود ہے۔ ملک کے موجود حالات کی وجہ سے ان پر ذمہ داریاں مزید بڑھ گئی ہے جہاں ایک طرف ملک دشمن عناصر پاکستان کے مختلف شہروں خصوصاً کراچی اور بلوچستان میں بھارتی مداخلت بڑھی ہے ، بھارتی حکومت کھل کر پاکستان کے خلاف دہشت گردوں کی پشت پناہی کر رہا ہے۔ بھارتی خفیہ ایجنسی را کا افغانستان کے خفیہ ایجنسی کے

ذریعے پاکستان میں براہ راست کارروئیاں بھی اب کسی سے ڈھکی چھپی بات نہیں رہی ۔اس طرح بھارت کا بلوچستان میں شدت پسندوں اور باغیوں کی مدد کرنا اب کھلا عام ہوگیا ہے ۔ دوسری طرف آپریشن ضرب عضب میں جہاں پاک فوج کو کامیابیاں ملی ہے وہاں پر شدت پسند وقتاً فوقتاً قبائلی علاقوں اور خیبر پختونخوا میں حملے بھی کرتے رہتے ہیں ۔ گزشتہ روز باجوڑ کے مسجد میں خود کش حملے نے ایک دفعہ پھر ان لوگوں پر ظاہر کردیا جو شدت پسندوں یا نام نہاد طالبان کے روپ میں انسان دشمنوں کے لئے نرم گوشہ رکھتے ہیں کہ یہ لوگ انسانیت کے نام پر دھبہ ہے۔ انہوں نے ملک دشمن قوتوں کیلئے پیسوں کی خاطر ایک دفعہ پھر معصوم اور بے گناہ لوگوں کو نشانہ بنایا ، ان کو اب معلوم ہوا کہ پاک فوج کا مقابلہ میدان جنگ میں نہیں کیا جاسکتا ،اب سول اداروں اور عام لوگوں کو ٹارگٹ بنایا جائے ۔ ملک دشمن قوتیں پوری قوت کے ساتھ آپریشن ضرب عضب کو ناکام بنانے اور پاکستان میں دہشت گردی کے خاتمے کو روکنے کیلئے مختلف حربے استعمال کررہے ہیں لیکن اس کے باوجود پوری قوم متحد ہے کہ جو بھی قربانی دینی پڑے گی ہم اس وطن کیلئے دیں گے لیکن دشمن طاقتوں اور ان دہشت گردوں کے سامنے حوصلہ نہیں ہاریں گے جس طرح دہشت گردی کے خلاف پاک فوج قربانیاں دی ہے اسی طرح خیبر پختونخوا اور قبائلی علاقے کے لوگوں نے بھی اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرکے وطن پر قربان ہوئے جن کی شہادت سے ملک میں اجالا ہوا ہے لیکن ان سب کے باوجود حقیقت یہ بھی ہے کہ جس ملک وقوم میں

عدل وانصاف ، قانون کی بالادستی ختم ہو جائے وہ قوم اور ملک زوال پذیر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ انصاف اور قانون کا پیمانہ سب کے لئے برابر ہوگا تو ملک میں عدل قائم رہے گا اور عوام کا اداروں پر اعتماد قائم ہو گا۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جب غریب اور عام لوگ قانونی کی خلاف ورزی کرے تو ان کو سزا ملے اور جب بڑا آدمی یا ادارہ قانون سے بالاتر ہو ،اس طرح ملک میں انتشار پھیلے گا عام لوگوں کا عتبار اپنے اداروں سے اٹھ جائے گا۔ گزشتہ روز خیبر پختونخوامیں اٹک کے قریب موٹروے پولیس کے ساتھ آرمی کے جوانوں نے اپنے ایک آفسر کے حکم پر جو کیا اس سے پر پوری قوم آفسردہ اور غم ذدہ ہے۔اس واقعے نے ثابت کیا کہ قانون صرف عام آدمی یا سیاست دانوں کے لئے ہیں۔ آرمی آفسروں کے لئے اس ملک کا قانون و آئین کوئی حیثیت نہیں رکھتا ،۔ان کا اپنی حکمرانی ہے جس طرح قبائلی علاقوں خصوصاً شمالی وزیرستان میں شدت پسندوں نے اپنا قانون بنایا تھا جس کی تشریح شدت پسند صرف کرتے کہ کون سچ اور جھوٹا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ پوری فوج کی سوچ اس طرح ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ فوج میں بعض آفسروں کی سوچ ایسی ہی ہے جس طرح انہوں نے پاکستان کے سب سے اچھے ادارے موٹروے پولیس کے اہلکاروں پرزیادتی کی ، ان پر ظلمانہ اور بے راحمانہ تشدد کیا گیا جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی ۔اب پوری قوم کی نظریں آرمی چیف جنرل راحیل شریف کی طرف ہے کہ وہ اس آفسر اور فوجیوں کے خلاف کیا ایکشن لیتے ہیں ، تقریباً چار پانچ روز پہلے آئی ایس پی آر کی

جانب سے جاری بیان جس میں تحقیقات کا کہہ گیا تھا اب تک مزید کوئی خبر سامنے نہیں آئی ہے۔ یہ مسئلہ کسی کے ذات یا ادارے کے اہلکاروں پر تشدد کا نہیں ہے بلکہ قانون کی حکمرانی کا ہے جس طرح عام لوگ طالبان یا شدت پسندوں کی کارروئیوں کو قانون سے بالاتر سمجھتے ہیں اس طرح یہ واقعہ بھی قانون سے بالا ہے۔ آرمی چیف نے اگر ایکشن لیا ہے تو اب تک اس آفسر کو فارغ اور کورٹ مارشل کیوں نہیں کیا گیا ہے۔ آئی ایس پی آر کا ترجمان اس تمام صورت حال پر قوم کو میڈیا کے ذریعے آگاہ کریں تاکہ آئندہ کسی کو قانون ہاتھ میں لینے کی جرات نہ ہو یہ معاملہ آرمی چیف جنرل راحیل کیلئے بھی ایک امتحان ہے کہ وہ اپنے آفسروں کو کیا سزا دیتے ہیں؟ جنرل راحیل شریف اگر اس امتحان میں کامیاب ہوگئے تو تاریخ میں نام تو اپنی جگہ آئے گا لیکن ملک کے باقی اداروں اور سیاستدانوں کیلئے بھی ایک سبق ہوگا۔ موٹروے پولیس واحد ادارہ ہے جس نے اپنی ساکھ بہتر بنائی ہے۔ اس ادارے کے آفسروں نے مجھ سمیت کئی صحافیوں اور سیاست دانوں کو بھی ٹریفک رول کی خلاف ورزی پر جرمانہ کیا ہے۔ اگر آج اس ادارے کے اہلکاروں پر تشدد کرنے والے آرمی آفسروں کو سزا نہ ملی تو یہ ادارہ بھی تباہ ہو جائے گا یا ادارہ آئندہ کسی بڑے آدمی کو جرمانہ نہیں کرے گا۔ دیکھنا اب یہ ہے کہ آئی ایس پی آر کی جانب سے کب میڈیا کو بریفنگ دی جاتی ہے اور یہ خبر دی جاتی ہے کہ ملوث آرمی اہلکاروں کو فوج سے فارغ کر دیا گیا۔ اگر یہ نہیں ہوتا تو اس ملک کا اللہ ہی محافظ ہو اور پھر اس ملک کی

تباہی اللہ ہی روک سکتا ہے۔

قبائلی عوام کو اپنا صوبہ دیں

دہشت گردی کے خلاف سب سے زیادہ قربانی دینے والے قبائلی عوام نے ہر موقع اور ہر سطح پر مصیبتیں برداشت کی ہے۔ قبائلی عوام کبھی ایف سی آر کے تحت مشکلات کا شکار ہوتے ہیں تو کبھی قبائلی رسم وروج جس میں زیادہ نقصان خواتین اٹھاتی ہے اس کے بھینٹ چڑ جاتے ہیں۔ کچھ بھی نہ ہو تو یہ لوگ آپس کی دشمنیوں میں اپنے خاندان تباہ کردیتے ہیں۔ اللہ تعالی نے ان علاقوں میں بہت سے قدرتی وسائل پیدا کیے ہیں لیکن تاحال ان قدرتی وسائل سے کوئی خاطر خوا فائدہ نہیں اٹھایا گیا جس کی بنیادی وجہ ہماری حکومتوں کی نااہلی اور وہاں پر عوام کے نام پر ووٹ لینے والے قبائلی ایم این اے ہے جنھوں نے اپنے آپ کو اسلام آباد میں مضبوط اور بہتر تو کیا ہے لیکن قبائلی عوام کے مسائل کو پس پشت ڈالا ہے۔ غربت اور تعلیم نہ ہونے سے عام آدمی مشکلات کا شکار ہے۔ اربوں کھربوں فنڈز دینے کے باوجود وہاں تعلیمی ادارے تو دور کی بات ، علاج معالجے کی بنیادی سہولتیں بھی دستیاب نہیں ، پورے قبائلی علاقے میں کوئی ایک بڑا ہسپتال موجود نہیں ، مریضوں کو پشاور اور خیبر پختونخواکے دوسرے ہسپتالوں میں لایا جاتا ہے۔ علاقہ پہاڑی ہونے کی وجہ سے آبادی کو مشکلات اور ایک دوسرے ایجنسی سے بہت زیادہ فاصلہ ہونے کی وجہ سے بہت بڑی آبادی کو مشترکہ فائدہ نہیں پہنچایا جاسکتا، اس لئے ہر

ایجنسی میں ہسپتال، اسکول، کالجز اور یونیورسٹی الگ سے بنانے کی ضرورت ہے۔ اس طرح ہر علاقے کے مسائل اور مشکلات بھی جدا جدا ہے جس طرح پہلے فاٹا کے ان علاقوں میں آپس کے لڑائی جھگڑے ہوتے تھے جس میں بے گناہ مرتے تھے اب کم از کم اس طرح تو نہیں ہے لیکن دہشت گردی کی جنگ کی وجہ سے ان علاقوں کا رسم و رواج سمیت بہت سی تبدیلی رونما ضرور ہوئی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ قبائلی سسٹم اب اس طرح نہیں رہا جس طرح پہلے ہوا کرتا تھا تو غلط نہ ہوگا۔ دہشت گردی کی جنگ اور قبائلی علاقوں میں شدت پسندوں کی موجودگی کی وجہ سے جہاں پر امریکا کی طرف سے ڈرون حملے ہوتے رہے ہیں وہاں پر تقریباً تمام ایجنسیوں میں پاک فوج کی جانب سے آپریشنز نے بھی قبائلی عوام کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ اب حالات آہستہ آہستہ بہتری کی طرف جا رہے ہیں، قبائلی عوام کو بھی معلوم ہوا کہ یہ لوگ اسلام کے نام پر استعمال ہوئے جس کی قیمت دوسروں کے ساتھ خود ان قبائلی عوام نے بھی اٹھائی ہے۔ اب وقت کا تقاضا ہے کہ مستقبل میں ان علاقوں کو محفوظ بنانے اور دوبارہ دہشت گردوں اور شدت پسندوں کا مسکن سے چھٹکارہ حاصل کرنے کیلئے حکومت کچھ بڑے فیصلے کرے تاکہ آئندہ ایسی نوبت نہ آئے۔ قبائلی عوام کو اعتماد میں لینے اور ان کو وسائل دینے سے بہت حد تک مسائل پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ قبائلی عوام کا دیرینہ مطالبہ کہ قبائلی علاقوں کو حقیقی معنوں میں خود مختاری دی جائے جس میں انگریز کے کالے قانون ایف سی آر کا خاتمہ شامل ہے۔ اب حکومت نے فیصلہ کیا کہ قبائلی عوام کو

خودمختاری دی جائیں گی اوران کو صوبہ خیبر پختونخوا میں شامل کیا جائے گا۔ وفاقی حکومت نے یہ فیصلہ چند لوگوں کی مشاورت سے گیا ہے لیکن حقیقت میں قبائلی عوام اپنے لئے الگ صوبہ چاہتے ہیں جو تمام سات ایجنسیوں پر مشتمل ہو جہاں ان کا اپنا وزیراعلیٰ اور نمائندے ہو۔ موجودہ فیصلے کو زیادہ تر قبائلی عوام درست نہیں کہتے وہ چاہتے ہیں کہ خیبر پختونخوا میں شامل ہونے سے ان کے مسائل حل نہیں ہوں گے ان کے مسائل اور مشکلات اسوقت حل ہو سکتے ہیں جب ان کو مکمل خود مختاری دی جائے اور الگ صوبہ دیا جائے۔

قبائلی عوام کا یہ مطالبہ غلط بھی نہیں ہے،اب جبکہ پورے ملک یعنی صوبہ پنجاب، بلوچستان، سندھ اور خیبر پختونخوا میں عوام اپنے اپنے علاقوں میں الگ صوبہ چاہتے ہیں توان حالات میں قبائلی علاقوں کو خیبر پختونخوا میں شامل کرنا، حقیقت کی آئینہ داری نہیں کرتا۔ میں بالکل اس حق میں نہیں ہوں کہ صوبوں کو نسلی، لسانی بنیادوں پر تقسیم کیا جائے لیکن میں اس بات کی پرزور حمایت کرتا ہوں کہ صوبوں کو انتظامی بنیادی پر تقسیم کرنا وقت کا تقاضا ہے۔اس طرح قبائلی علاقوں کو انتظامی بنیادی پر الگ صوبے کی حیثیت دی جائے نہ کہ خیبر پختونخوا میں شامل کیا جائے۔ اگرآج وفاقی حکومت اس فیصلے پر عمل کرتی ہے اور فاٹا کو خیبر پختونخوا میں شامل کرتی ہے تو کل نہیں تو برسوں قبائلی عوام اپنے لئے الگ صوبے کا مطالبہ شروع کریں گے۔ وفاقی

حکومت حقائق کا ادراق کرتے ہوئے قبائلی علاقوں کو الگ صوبے کی حیثیت دیں، تاکہ قبائلی عوام کا دیرینہ مطالبہ بھی پورا ہوجائے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے ان جمہوری پسندوں کو وسائل اور اختیارات نیچے منتقل کرنے سے کیا پریشانی ہے۔ جب تک ہمارے حکمران اختیارات کو انتظامی سطح پر نیچے منتقل نہیں کرتے اس وقت تک ملک کے مسائل حل نہیں ہو سکتے جتنے چھوٹے یونٹس ہوں گے اتنی ہی آسانی سے اس کو سنبھال جاسکتا ہے۔ قبائلی عوام کا اپنا صوبہ ہونے سے وہاں حکومت اور انتظامیہ عوام کو جوابدے ہوں گے اور فنڈز کا درست استعمال ہوگا۔ دوسرا اہم معاملہ جو دہشت گردی کا ہے اس کی روک تھام بھی خود قبائلی حکومت اور عوام کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ کسی فرقے، گروپ یا غیر ملکی کو اجازت نہ دے جو شدت پسندی اور دہشت گردی کو پروموٹ کرتا ہو۔ قبائلی علاقوں کو خیبر پختونخوا میں شامل کرنا وقتی حل ہوگا۔ اپنے حقوق اور قبائلی علاقوں کو الگ صوبے کی حیثیت دینے کیلئے قبائلی عوام اور عمائدین کو سڑکوں پر آنا ہوگا
اور مشترک حکمت عملی بنانی ہوگی۔ تب جا کر وفاقی حکومت اپنی فیصلے پر نظر ثانی کر سکتی ہے وگرنہ حکومت فیصلہ کر چکی ہے، قبائلی کو اپنا صوبہ نہیں بلکہ خیبر پختونخوا میں شامل کیا جائے گا جس سے بحیثیت صوبہ خیبر پختونخوا کو فائدہ اور قبائلی عوام کو نقصان ہوگا۔

جوش نہیں ہوش

بھارت کشمیر میں ظلم وجبر اور پر تشدد کارروائیوں کو چھپانے کیلئے پاکستان پر الزامات لگا رہاہے۔ بھارت کی جانب سے پاکستان پر یہ الزامات نئے نہیں ہے لیکن اس دفعہ بھارتی حکومت نے نہ صرف الزامات لگانے کا بھرپور سلسلے شروع کیا ہے بلکہ پاکستان پر براہ راست حملے اور دھمکیاں بھی دے رہاہے۔ بھارت سرکار نے سرحد پر اسلحہ اور فوج کو بھی جمع کرنے کی ہدایت کردی ہے جس کی وجہ سے پاکستان نے بھی جنگ کیلئے تیار رہنے اور کسی بھی حملے کا بھرپور جواب دینے کا اعلان کردیا ہے۔ آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے بھارت کو خبردار کردیا ہے کہ اگر بھارت حملے کی چھوٹی غلطی بھی کرے گا تو پاکستان کی جانب سے ان پر بڑا حملہ ہوگا۔ ان حالات میں دونوں ممالک کے عوام میں اضطراب پایا جاتاہے کہ دونوں ممالک کے عوام پہلے سے کئی قسم کے مسائل سے دوچار ہے ان حالات میں حملہ ہونا، مزید پریشانیوں میں اضافہ کردے گا، اس لئے دونوں ممالک کو جنگ شروع کرکے اپنے اپنے عوام اور اس خطے میں مزید مسائل اور تباہی سے دور رہنا چاہیے۔ میرے خیال میں بھارت جنگ شروع نہیں کریں گا کیوں کہ بھارت کو معلوم ہے کہ پاکستان بھی ایٹمی قوت ہے، میزائل ٹیکنالوجی میں بھارت سے آگے ہیں۔ اگر بھارت اپنی بوکلاہٹ میں پاکستان پر حملہ کرے گا تو پاکستان کی طرف سے میزائل سمیت

ایٹمی حملہ بھی ہو سکتا ہے اور یہ جنگ پھر ختم ہونا والا نہیں ہوگا بلکہ یہ جنگ تیسری جنگ کی صورت اختیار کرے گا جس میں تباہی و بربادی کا آغاز ہوگا۔اس لئے بھارت حملہ نہیں کرے گا۔ بھارت کی جنگی جنون اور مودی سرکار کی انسانیت سوز پالیسیوں کے خلاف خود بھارت کے عوام پچاس فی صد سے زیادہ ان کے خلاف ہے کہ مودی سرکار کی وجہ سے بھارت میں تشدد کا رجحان بڑھا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھارتی حکومت دنیا اور خطے میں مقبوضہ کشمیر میں بھارتی فوج کا ظلم وجبر سے توجہ ہٹانے کی کوشش کررہاہے کہ دنیا عالم میں کشمیر میں پرامن جدوجہد آزادی کی تحریک جو عرصہ دراز سے جاری ہے لیکن گزشتہ تین مہینوں میں بھارت کی ہٹ تھرمی ، ظلم وجبر اور پرتشدد واقعات اور کرفیوکے باوجود تحریک آزادی کو نہیں روکا جاسکا بلکہ بھارتی فوج کے انسانیت سوز واقعات جن میں لاکھوں کشمیری پہلے اور اب 110 کشمیری شہید ہوچکے ہیں ، چھروں کی بندوق کے استعمال سے سینکڑوں کشمیریوں کی بینائی ختم ہوئی اور بھارتی فوج کے حملوں سے ہزاروں کشمیری زخمی ہوئے ہیں۔اس کے باوجود کشمیریوں کی پرامن جدوجہد نے دنیاپر ثابت کردیا کہ آزادی کی تحریک کو ظلم وجبر اور پرتشدد کارروائیوں سے نہیں روکا جاسکتا۔ کشمیری عوام اگر اسی طرح بھارت کی ریاستی دہشت گردی کے خلاف کھڑے رہے تو وہ وقت دور نہیں جب پوری دنیا میں کشمیریوں کی آواز سنائی دے گی اور اقوام متحدہ سمیت ہر فورم پر بھارت کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ انسانی حقوق کی پامالی اور ظلم وجبر چھوڑ کر کشمیر کو حق خودارادیت دے۔

بھارت اب لاکھ کوشش کرے لیکن سامنے کی حقیقت یہ ہے کہ کشمیر کو آزادی دیے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔ بھارت نے انسانیت سوز مظالم اور ہر قسم کا تشدد کرکے دیکھ لیا لیکن اس کے باوجود کشمیر میں پرامن جدوجہد آزادی کی تحریک کو روک نہیں پائی، جو ظاہر کرتا ہے کہ اب بھارتی حکومت کو کشمیریوں کو آزادی دینی ہوگی اور بات چیت اور مذاکرات سے مسئلے کا حل نکالنا ہوگا۔

ایک عام غلط فہمی ہمارے ملک کے عام لوگوں میں پائی جاتی ہے کہ جب پاکستان کشمیر کی بات کرتا ہے یا ان کی آزادی کو سپورٹ کرتا ہے، بھارت کے ظلم وجبر کے خلاف آواز بلند کرتا ہے تو اس کا مطلب صرف اور صرف انسانی بنیادوں پر کشمیریوں کے ساتھ کھڑا ہونا ہے اور بھارتی ظلم وجبر پر اقوام عالم کو خبردار کرنا ہے۔ پاکستان کشمیر کو اپنا حصہ نہیں مانتا اور نہ یہ چاہتا ہے کہ کشمیر بھارت سے آزاد ہو کر پاکستان میں شامل کیا جائے بلکہ پاکستان کشمیر کی آزادی اور خود مختاری چاہتا ہے کہ کشمیریوں کو آزاد ریاست دی جائے اگر کشمیری پاکستان کے ساتھ رہنا پسند کرتے ہیں تو اس کو خوش آمدید کہا جائے گا بصورت دیگر کشمیر ایک آزاد اور خود مختار ریاست ہوگی۔

دوسری حقیقت یہ بھی ہمیں ماننا پڑے گی کہ پہلے پہلا پاکستان کے کچھ مذہبی اور جہادی تنظیمیں کشمیر میں بھارتی فوج کے خلاف کارروائیاں کرتے تھے لیکن

نائن الیون کے بعد پاکستانی حکومت نے ان تمام تنظیموں پر پابندی لگا دی ہے کہ وہ کسی بھی جگہ پر تشدد کارروائیاں نہ کرے بلکہ پاکستان خود ان نام نہاد جہادی تنظیموں کی کارروائیوں سے پریشان تھا اور اب ان کے خلاف پورے ملک میں آپریشن کیا جارہاہے۔ یہ بھی سچ ہمیں تسلیم کرنا چاہیے کہ ان جہادی تنظیموں کی کارروائیوں سے جدوجہد آزادی کشمیر کو فائدے کی بجائے نقصان اٹھانا پڑا ہے۔ دنیا میں بھارت نے پاکستان کے خلاف یہ تاثر قائم کیا کہ ان تنظیموں کو حکومت پاکستان کی طرف سے سپورٹ حاصل ہے اور پاکستان کشمیر میں ظلم وجبر اور حالات کو خراب کررہاہے لیکن اب کشمیریوں کی پرامن جدوجہد اور بھارتی فوج کے ظلم وجبر کے سامنے کشمیری ڈٹ چکے ہیں جس سے پوری دنیا آگاہ ہورہی ہے کہ کشمیر میں پرامن آزادی کی تحریک صرف اور صرف کشمیریوں کی اپنی ہے۔ بھارت نے کشمیر میں بھارتی فوج ہیڈکوارٹر پر حالیہ حملے کو پاکستان سے جوڑانے کی کوشش کی اور الزام لگایا کہ یہ حملہ پاکستان کے جہادی تنظیموں نے کیا ہے لیکن سامنے کی حقیقت یہ ہے کہ سرحد پر باڑ اور ہائی سکیورٹی میں محفوظ بھارتی فوج کے ہیڈکوارٹر پر دو تین شدت پسندوں نے کیسے حملہ کیا؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے یہ حملہ بھارت نے خود کرایا تھا کہ دنیا میں پاکستان کو بدنام کیا جائے جس کا اعلان بھارتی وزیراعظم نریندر مودی بار بار اپنی تقریر میں کررہے ہیں۔ کشمیری عوام سمیت پاکستان کے عوام اور حکومت کو بھی ان تمام صورت حال میں جوش سے نہیں بلکہ ہوش سے کام لینا ہوگا اور

بھارتی سوچ، پلاننگ اور پالیسی کو سمجھنا ہوگا۔

عمران خان کا رائیونڈ مارچ کامیاب ہوگا؟

مولانا رومی سے کسی نے پوچھا کہ معاشرہ یا قوم کیسے تباہ ہوجاتی ہے انہوں نے جواب دیا کہ جب اچھائی اور برائی میں تمیز ختم ہوجائے جب جھوٹ اور سچ کو ایک سمجھا جائے تو وہ معاشرہ یا قوم ختم ہوجاتی ہے۔ یہ وہ اصول ہے جو ہمیں اسلام نے بھی دیے ہیں لیکن ہم اسلام کے ان اصولوں پر عمل کرنے کیلئے تیار نہیں ہے جبکہ مغربی معاشرہ جن کا اسلام سے تعلق تو نہیں لیکن وہاں ان اصولوں پر عمل ہوتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے کی حقیقت یہ ہے کہ یہاں جھوٹ اور سچ میں کوئی فرق نہیں ،اچھائی اور برائی کو ایک ہی ترازو میں ناپا جاتا ہے،اس لئے ہم تباہی و بربادی کی طرف گامزن ہے۔ آج ملک کا وزیراعظم جن پر الزام نہیں بلکہ خود انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ ان کے کھربوں روپے بیرونی ممالک پڑے ہیں جبکہ ان کے بیٹوں نے بھی ٹی وی چینلز کو مختلف انٹرویو میں اس بات کا اقرار الحمدوللہ کے ساتھ کیا ہے کہ ان کی کھربوں روپے کی کمپنیاں اور پراپرٹی لندن ، دبئ اور امریکا سمیت کئ ممالک میں ہیں لیکن اس کے باوجود وہ یہ حساب دینے کو تیار نہیں کہ ان کے پاس یہ کھربوں روپے کہاں سے آیا، پاکستان سے کیسے منتقل کیا، ان پر کتنا ٹیکس دیا۔ یہاں پر میں یہ بھی وضاحت کرلوں کہ کاروبار کرنا یا پراپرٹی خریدنا کسی بھی قانون

یا دین میں جرم نہیں لیکن وہ کاروبار قانون اور دین کے مطابق ہو یعنی پیسہ کمانا جائز ہے لیکن چوری اور ڈکیتی سے کمائی کرنا قانون اور دین میں منع ہے۔اس طرح آپ ہر ملک میں کاروبار کر سکتے ہیں، بنگلے بنا سکتے ہیں، پراپرٹی خرید سکتے ہیں لیکن قانون کے مطابق اپنے اس کمائی سے جو آپ نے ڈاکہ یا چوری کرکے یا کسی کو قتل کرکے حاصل نہیں کی ہو۔ تحریک انصاف اور عمران خان کی جانب سے وزیر وزیراعظم میاں نواز شریف سے یہی سوال ہے کہ آپ ہمیں صرف وہ کاغذات دکھادے جس کے تحت آپ نے کمائی کی اور آپ نے وہ پیسہ قانون کے مطابق بیرونی ملک منتقل کیا اور اس پر ٹیکس ادا کیا۔اب عام لوگوں کے لئے تو یہ عام سے سوالات ہے کہ وزیراعظم کو ان سوالوں کا جواب دینا چاہیے لیکن حقیقت میں یہ اتنے آسان سوال نہیں جتنے یہ نظر یا سمجھ میں آتے ہیں جب ان سوالوں کا جواب دیا جائے گا تو بہت سے راز کھل جائیں گے۔ تمام حقا ئق سامنے آجائیں گے۔اب تو آسان بات یہ ہے کہ جو کھربوں روپے کی پراپرٹی یا کاروبار وزیراعظم کے بیٹوں کے نام پر ہے جن کو بیں، پچیس سال پہلے خریدا کیا تھا اس وقت وزیراعظم کے بیٹوں کی عمر بیس سال بھی نہیں تھی اور بیٹے اس وقت تعلیم حاصل کررہے تھے لیکن چونکہ وہ وزیراعظم میاں نواز شریف کے بیٹے ہیں اسلئے وہ اتنے قابل تھے کہ کاروبار شروع کرنے سے پہلے اربوں اور کھربوں کما دیے اس لئے آج اس دولت کا وزیراعظم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ پراپرٹی اور کاروبار تو میاں نواز شریف کے نام پر بھی نہیں ہے اسلئے

وزیراعظم ان کھربوں کا حساب قوم کو کیوں دے بلکہ قوم کو نہیں عمران خان کو کیوں دے ۔ قوم بقول نون لیگ کے میاں نواز شریف کے ساتھ ہے۔ عمران خان ویسے شور مچا رہے ہیں ان کے ساتھ کوئی نہیں ، اب رائیونڈ مارچ میں قوم گھروں سے باہر نہیں نکلے گی ، دیکھنا یہ مارچ بھی ناکام ہوگا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے عوام چاہتی ہے کہ پاناما لیکس میں وزیراعظم کا احتساب ہو اور وہ ان تمام سوالوں کے جواب دے جو عمران خان کر رہا ہے ، عوام کو یہ بھی معلوم ہے کہ کھربوں روپے ان کے بیٹوں کا نہیں اور نہ ہی انہوں نے کوئی کاروبار کیا ہے جس میں ان کو کھربوں کا سونا اور ہیرے ملے ہو بلکہ یہ وہ دولت ہے جو میاں نواز شریف نے پاکستان سے لے جاکر پراپرٹی اور کمپنیاں بنائی ہے۔ قوم کی مجبوری دو وقت کی روٹی ہے جس کو ہمارے ان حکمرانوں نے اتنے مسائل میں جکڑ کر رکھا دیا ہے جس کی وجہ سے وہ دن رات محنت اور مشقت کرکے دو وقت کی روٹی بھی اپنے بچوں کیلئے پوری نہیں کر سکتے لیکن اس کے باوجود بڑی تعداد میں لوگ ان کرپٹ حکمرانوں اور مافیاز کے خلاف احتجاج کے لئے گھروں سے نکلتے ہیں ، جہاں وہ پشاور ، نوشہر ، ایبٹ آباد ، راولپنڈی اسلام ، گوجرانولہ ، سیالکوٹ لاہور ، کراچی یا کوئٹہ میں جلسہ جلوس یا احتجاج ہو بہت سے لوگ اس میں شرکت کرتے ہیں جن کو مل کر لاکھوں نہیں بلکہ کروڑں تک تعداد پہنچ جاتی ہے لیکن ہمارے حکمرانوں کو وہ نظر نہیں آتا بلکہ ان کی سوچ یہ ہے کہ لوگ گھروں سے باہر اتنے تعداد میں نکلے جس سے پورا ملک جام ہوجائے ۔ بیس کروڑ کی آبادی میں ایک

کروڑ ووٹ لے کر آپ حکمرانی کر رہے ہیں جبکہ آپ کے خلاف ڈھائی تین کروڑ ووٹ اپوزیشن جماعتوں کو پڑے ہیں لیکن اس کے باوجود آپ حکمران ہے ، بحر کیف احتجاج ایک علامت ہوا کرتا ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اب سوالوں کا جواب قوم کو دے ۔قوم آپ سے جواب چاہتی ہے۔قوم کو یہ بھی معلوم ہے کہ جواب آپ دے ہی نہیں سکتے لیکن استعفا تو دے سکتے ہیں اور اپنے کسی بیٹے یا بیٹی کو وزیر اعظم بنا سکتے ہیں تا کہ ملک کو جو 70 سال سے تباہ کیا گیا اس میں کچھ بہتر روایات کا آغاز ہو جائے باقی اداروں کو تو پہلے سے تباہ کیا جا چکا ہے۔اداروں سے امید رکھنا ہی بے وقوفی ہے جو میاں نواز شریف کا احتساب کرے گی ۔ عمران خان کو بھی یہ معلوم ہے کہ آپ حساب اور سوالوں کا جواب بھی نہیں دیں گے اور نہ ہی استعفا دیں گے لیکن انہوں نے عوام میں یہ شعور بیدار کرنی ہے کہ کرپٹ حکمرانوں کے خلاف کھڑا ہونا ہی ملک کو تباہی سے بچا سکتا ہے اور جب تک ان کرپٹ مافیاز کے خلاف آواز بلند نہیں ہوتا اور ان کا احتساب نہیں ہوتا اس وقت تک غریب اور عام آدمی کی زندگی بہتر نہیں ہو سکتی ۔ رائیونڈ مارچ ملک کی تاریخ میں بڑا مارچ ہوگا لیکن زیادہ ذمہ داری لاہور کے باسیوں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ گھروں سے باہر نکلے اور کرپٹ مافیاز کے خلاف اپنا احتجاج ریکارڈ کر لے ، باقی شہروں سے لوگ کم ہی آئیں گے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہر کسی کے اپنے مسائل ہوتے ہیں جس میں سب سے بڑا مسئلہ پیسوں کا ہے جو عام آدمی تین چار ہزار خرچ نہیں کر سکتا۔اس لئے زیادہ ذمہ داری لاہوریوں پر عائد ہوتی ہے

کہ وہ اس مارچ میں بھرپور شرکت کریں۔جو ثابت کرے گا کہ پاکستانی قوم ایک زندہ قوم ہے وہ لندن، یورپ یا ترکی میں احتجاج کرنے والوں پر صرف خوش نہیں ہوتے بلکہ خود بھی احتجاج کرتے اور آواز بلند کرتے ہیں۔